بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانو! اگر تم میں ہی کچھ [illegible] رہا باقی
تو بول [illegible] ہی اسلام کے مٹنے میں کیا باقی

شجاعت تھی تو وہ ہم سے گئی [illegible] بالکل
نہ اب [illegible] گیری ہی نہ وہ حرب و غزا باقی

نہ ہمت ہی نہ جرأۃ ہی نہ چستی ہی نہ چالاکی
نہ [illegible] اٹھانے کی نہ زورِ دست و پا باقی

خدا جانے وہ کیسی سلطنت تھی کیا تھی کیونکر تھی
ق
کہ تاریخی کتابوں میں ہی جس کا تذکرہ باقی

یہ ٹوٹی پھوٹی گنتی کی ریاستہاے اسلامی
جنھیں روے زمیں پر دیکھتے ہو جا بجا باقی

مگر اُس سطوتِ کبریٰ کی چندیں یادگاریں ہیں
مسافر جا چکا لیکن ہی اُس کا نقشِ پا باقی

عروسِ دہرِ زال زشت منظر ہو گئی ایسی
کہ جس میں دل ربائی کی نہیں کوئی ادا باقی

وہ بوٹا سا قدِ رعنا کہ عالم جس پہ مفتوں تھا
خمیدہ ہوتے ہوتے رہ گئی پشتِ دوتا باقی

تغیر آگیا نقش و نگارِ حسن میں یکسر
نہ وہ رنگِ حنا قائم نہ چشمِ سُرمہ سا باقی

ملا دی خاک میں پیری نے سب رونق جوانی کی
نہ رنگت میں ضیا باقی نہ چہرے میں صفا باقی

کہاں کی قوم کیسی خیر خواہی کس کی ہمدردی
کہ لوگوں میں نہیں ہی اب تو پاسِ اقربا باقی

کچھ ایسی اجنبیت ان دنوں میں آ کے پھیلی ہی
نہیں گویا کہیں کوئی کسی کا آشنا باقی

بٹھا رکھا ہی آزادی نے وہ سکہ کہ لوگوں میں
نہ قانونِ ادب نافذ نہ آئینِ حیا باقی

وہی طرزوں میں ہی طرزِ پسندیدہ جو رہ جائے
بروے شیوۂ دع ما کدر خذ ما صفا باقی

یہ معیارِ لیاقت ہی خدا شرمائے ہم سب کو
قطعہ
کہیں ہی بھی اگر علم و ہنر تھوڑا ذرا باقی

کہ دار العلم دہلی میں فضیلت اس کو کہتے ہیں
″
کہ میری طرح کے چند اَور ہیں حرف آشنا باقی

مسلماں ہیں مگر صرف از براے نام کہنے کو
قطعہ
کہ جیسے ذات کا ہی امتیاز و تفرقہ باقی

وگرنہ دین داری بس حقیقت اُس کی اتنی ہی
کہ ہم جیسے گنہ گاروں کا ہی پردہ ڈھکا باقی

بچے روئے گی سر پر ہاتھ رکھ کر قوم بد قسمت
اور اس کو دیکھے گا جو کوئی جیتا رہا باقی

نہ ہوویں کارگر گر لاکھ تدبیریں تو کیا پروا
ابھی سب سے بڑی بھاری ہے تدبیرِ دعا باقی

تصور میں پکڑ کر اپنے نانا جان کا دامن
خدا سے عرض کر یا قاضی الحاجات یا باقی

تباہی چھا رہی ہی تیرے پیغمبرؐ کی اُمت پر
بجز تیرے کرم کے اب نہیں کچھ آسرا باقی

مسلمانوں کو ہمتہ قرن اول کی عطا فرما
وقار و عزۃ اسلام تا روز جزا باقی

ذرا ٹھہر اے طبیعۃ کس بلا کی تیری آمد ہی
کوئی حا بھی ہی اس باقی کی آخر تا کجا باقی

یہ جو کچھ سن چکے ہو اب تلک تمہید مطلب تھی
ابھی ہی نثر میں کہنے کو اصل مدعا باقی

اگر اس ساتویں نوبۃ میں بھی ایجوکیشنل کانفرنس کے مفہوم اور اس کی غرض و غایۃ کے بیان کرنے کی ضرورۃ تھی تو میں خیال کرتا ہوں اُس ضرورۃ کو جلسۂ تمہیدی جو آپ سے چند مہینے پہلے دہلی کے میونسپل ہال میں منعقد ہوا پورے طور پر رفع کر چکا ہی۔ اس کانفرنس نے پچھلے سات برسوں کی کوشش میں مسلمانوں کی تعلیم پر جیسا کچھ اثر کیا ہو سرسید احمد خاں سے بہتر کوئی دوسرا اس کا اندازہ نہیں کر سکتا میں اسی کو غنیمۃ سمجھتا ہوں کہ کانفرنس کا کوئی سالانہ اجلاس ابھی تک ناغہ نہیں ہونے پایا۔ اس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہی کہ لوگ کانفرنس کی قدر کرنے لگے ہیں۔ گو قدر کرنے والے سَو بلکہ ہزار بلکہ لاکھ میں ایک دو ہی کیوں نہ ہوں۔ ہم کو ابتدائی ضعف کی وجہ سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔ گریٹ تھنگز ہیو سمال بگننگز (بڑے سے بڑے کام بھی چھوٹی چھوٹی باتوں سے شروع ہوا کرتے ہیں) خدا جس کی بے انتہا قدرۃ کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔ اگر چاہے اور برکۃ بھی دے تو کیا عجب نہیں ہی کہ کانفرنس جو آج سرسید احمد خاں کا خیالی ڈھکوسلا دکھائی دیتا ہی۔ اسی کی بدولۃ مسلمانوں کی لٹی کھسٹی مرجھائی ہوئی کھیتی از سر نو تازہ و شاداب ہو کر لہلہانے لگے ع۔ شاید کہ ہمیں بیضہ برآرد پر و بال ✦ اے کاش وہ دن ہماری زندگی میں ہو۔ اجلاس کی جگہ کا ہر سال بدلتے رہنا بھی یقیناً مفید ہی۔ اور اگر دلی والوں میں سے کسی نے جراۃ نہ کی تو ان شاء اللہ قیامۃ کے دن سرسید احمد خاں کے مقابلے میں دلی کی طرف سے میں حجیج ہوں گا کہ انھوں نے مسلمانوں کا کالج علی گڈھ میں رکھ کر دلی کے گلے پر جو چھری پھیری تھی سو پھیری تھی مرے پر سو درّے اتنے برس کانفرنس کے یہاں لانے میں دیر کر کے دلی کا یہ دوسرا حق تلف کیا ✦

یہ سارے کھیل ہیں دنیا میں دولت کے تمول کے
مرا بہتر ہی وہ جن کے نہیں پلے ٹکا باقی

ہماری قوم کو افلاس نے اس طرح گھیرا ہی
کہ فی صد ایک کچھ خوش ہی تو محتاج و گدا باقی

کسی کے کام آئیں یا کسی کو نفع پہونچائیں
جو ہوتے آج کو ایسے نفوس اولیا باقی

قطعہ

تو کیوں اکثر مسلمانوں کی حالت یوں ردی ہوتی
کہ گھر میں سر پہ بی بی کے نہیں ثابت ردا باقی

مسلمانوں کو ایسا تنگ پکڑا ہی زمانے نے
نہ مر رہنے کی گنجائش نہ جینے کی جگہ باقی

اسی کو ہم بڑی دولت بڑی حشمت سمجھتے ہیں
کہ مسجد میں ابھی ہی بوریا ٹوٹا پھٹا باقی

لیے جاتے ہیں ہم سب کو گھسیٹے قعر نکبت میں
اب ایسے رہ گئے ہیں مولوی اور پیشوا باقی

پڑھاتے ہیں سبق تحصیل حاصل زہد کا جب یاں
ہزاروں سے نہیں ہی ایک میں یسر و غنا باقی

لڑے مرتے ہیں ادنے بات پر انجام جو کچھ ہو
مزاجوں میں نہیں برداشت کا مطلق پتہ باقی

زمین و آسماں کو اپنا دشمن کر لیا لڑ کر
ہر ایک کے ساتھ ہی کوئی نہ کوئی خرخشہ باقی

غرض دنیا و دیں کے سب فضائل منتزع ہو کر
رہا ہی اک تعصب نامناسب ناروا باقی

وہ بیمار قریب مرگ ہی اسلام واویلا
مسیحا کو نہیں ہی جس کی امید شفا باقی

قطعہ

مسیحا کون سرسیّد پکارے سب ہیں کہتا ہوں
صد و سی سال اس کو اور رکھیو اے خدا باقی

بھلا ہی یا برا یہ جانے اور اس کا خدا جانے
مگر ہی کوئی اس کی شان کا اس کے سوا باقی

عقائد میں کسی کے دخل دینے کی ضرورت کیا
قیامت کو بھی رہنے دو گے کوئی فیصلہ باقی

یہی اک فخر و اکمل ہی کہ جس کو دیکھ کر جانا
ہماری ناؤ کا بارے ہی اب تک ناخدا باقی

جزاک اللہ خیراً قوم کی اصلاح حالت میں
دقیقہ ایک بھی تو نے نہیں رکھا اٹھا باقی

خدا نے تجھ کو پہونچایا ہی ان اعلیٰ مراتب پر
فزوں تر جن سے اب کوئی نہیں ہی مرتبہ باقی

طریق مختصر پر گر ترے القاب یکجا ہوں
تو مشکل ہی کہ ابجد میں رہے حرف ہجا باقی

مگر معلوم ہی تجھ کو مسرت کچھ نہیں اس کی
کہ تو ہی دردمند قوم اور تیرا گلہ باقی

محال عقل ہی تجھ کو ہوا اس دنیائے فانی میں
سوائے قوم کوئی آرزو یا التجا باقی

نہ ہو بے دل اور اپنی سی کیے جا صرف ہمت سے
کہ سب کے سر پہ اب تو ہی ہی اک بوڑھا بڑا باقی

اگر انعام کی تجھکو توقع ہو تو باور رکھ
خدا کے پاس ہی تیری جزا تیرا صلہ باقی

میں جس بات کو دیکھتا ہوں وہ یہ ہی کہ دلّی کو دوسرے بلاد ہند پر ایک دینی فضیلۃ ہی۔ یہ امام ہی اور دوسرے شہر مقتدی۔ یہ مجتہد ہی اور دوسرے شہر مقلد۔ یہ اصل ہی اور دوسرے شہر نقل۔ یہ اسلام کا تنہ ہے اور دوسرے شہر فروع۔ میں اس کو ہرگز مبالغہ نہیں سمجھتا کہ اسلام کے اعتبار سے جو نسبۃ مکّے مدینے کو عرب سے ہی وہی نسبۃ دلّی کو ہندوستان سے ہی۔ ہندوستان میں اسلام کے پھیلنے کے کئی پیرایے خیال میں آسکتے ہیں۔ کچھ تو وہ ہوں گے۔ جنھوں نے اس ملک کو فتح کیا اور یہیں رہ پڑے۔ افسوس اُن پر اور اُن کی نسلوں پر۔ اور کچھ ایسے بھی ضرور ہوں گے بلکہ عجب نہیں ایسے اکثر ہوں۔ جنھوں نے طوعًا یا کرہًا مذہب اسلام اختیار کیا۔ لیکن چاہے پہلے کے مسلمان رہے ہوں یا بعد کو مسلمان ہوئے ہوں ہندوں کے اختلاط کی وجہ سے اُن دلوں کا اسلام خالص اسلام ہو نہیں سکتا تھا اور افسوس ہی کہ اب تک بھی خالص نہیں اور شاید ہوگا بھی نہیں۔ اُفتاد تو بگڑی ہوئی پڑی تھی اور اسلام کے پنپنے کی کوئی توقع نہ تھی۔ مگر سچا خدا اپنے سچے پیغمبرؐ کی زبان سے واللہ متم نورہ[1] اور ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم[2] کی منادی کر چکا تھا اور اُس کی ڈگری جاری ہونی ضرور تھی ان اللہ لایخلف المیعاد[3] بارے کفرستان ہند میں یعنی ہماری اس دلّی میں وہ خاندان ذی شان پیدا ہوا ع این خانہ تمام آفتاب است ٭ جو شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ العزیز سے شروع ہو کر مولوی شاہ اسحاق صاحب پر ختم ہو گیا انا للہ و انا الیہ راجعون[4] ان لوگوں نے اور بعض ان کے معاصرین نے بھی قرآن اور حدیث کے ترجمے کیے۔ تفسیریں اور شرحیں لکھیں۔ دینیات کی کتابیں تصنیف کیں۔ درس دیئے۔ وعظ کہے۔ یعنی زمانے کی ضرورتوں پر نظر کر کے وہ یا ویسے کام کیئے جو اپنے وقت میں صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین نے کیئے تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین غرض دلّی کی دینی عظمۃ دینی فضیلۃ دینی برتری دینی شرافۃ اُن بزرگوں کی قائم کی ہوئی ہے۔ خدا اُن کو جزائے خیر دے۔ یہ پتھورا یا تغلق یا التمش یا کسی غوری یا شاہ جہان کی عمارتیں نہ ہوں جو یومًا فیومًا بلکہ ساعۃً فساعۃً بلکہ آنًا فآنًا فرسودہ و مندرس ہوتی چلی جا رہی ہیں اور ایک دن معدوم ہو کر رہیں گی کأن لم تغن بالامس[5] بلکہ یہ وہ باقیات صالحات ہیں جن کا قیام ذات خدا کے ساتھ وابستہ ہی ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام[6]

---

[1] اللہ اپنے نور ہدایۃ کو پورا کر کے رہے گا ۱۲ [2] اور جو دین خدا نے اپنی مرضی سے مسلمانوں کو بتایا ہی اُس کو ضرور مستحکم کرے گا ۱۲

[3] اللہ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا ۱۲ [4] ہم اللہ کے بس میں ہیں (جو چاہے سو کرے) اور ہم کو اُس ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے ۱۲

[5] گویا کل اُن کا کہیں نشان بھی نہ تھا ۱۲ [6] اور پروردگار کی ذات ہمیشہ ہمیشہ کو باقی رہیگی جو عزۃ و اکرام و بزرگی والا ہی ۱۲

کانفرنس کے لئے شہروں کے انتخاب میں جن باتوں پر نظر کی جاتی ہی۔ میں جانتا ہوں اُن باتوں کی جنرل[۱] پوفشنسی میں دلی کسی شہر سے ہیٹی نہیں۔ بلکہ میں کہنا چاہتا ہوں۔ ہیٹا نہیں اس کی عظمۃ اِن گئی گزرے ہوئے وقتوں میں بھی ایسی اعلیٰ درجے کی ہی کہ ہندوستان کا کوئی شہر اس کو لگا نہیں کھاتا ؎

دل و دلی ہیں گرچہ دونوں خراب   پہ کچھ لطف اس اُجڑے گھر میں بھی ہیں

ہر چند لکھنؤ نے زبان اردو میں بہتیری خراش و تراش کی مگر جو فرق آمد و آورد میں ہی جو تفاوت بے ساختہ پن اور تکلف میں ہی وہی دلی اور لکھنؤ کی اردو میں ہی ع وللّٰہ[۲] التکحل فی العینین کالکحل + دلی کے بدون ہندوستان کی تاریخ ایسی اندھی ہی جیسے بے شکل کے اوقلیدس۔ اگر ہمارے شمس العلما خان بہادر مولوی ذکاء اللہ نے اس عمر میں کہ خود ان کی وہ شکل وصورۃ نہیں رہی کوئی بے شکل کی اوقلیدس ایجاد کی ہو تو خبر نہیں۔ مگر میں نے جس زمانے میں شوق ورغبۃ سے نہیں بلکہ سکالرشپ کے لالچ سے اوقلیدس پڑھی تھی میرا تو یہی حال تھا کہ ایک آنکھ شکل پر ہی تو دوسری عبارۃ پر۔ اگر قدامۃ اور واقعات عظیمہ کی یادگار قدر وقیمۃ کی چیز ہی تو دلی کا ایک ایک روڑا چکیگو کی نمائش گاہ میں بھیجنے کے قابل ہی۔ جو صاحب دلی کی سیر کی غرض سے تشریف لاتے ہیں اور ایسے **بیک کرشمہ دو کار** بہت ہوں گے دو چار ہی دن کی سٹرگشت میں دیکھ لیں گے۔ کہ چھ چھ ساٹ ساٹ کوس کے چکر میں کتنی ایسی عمارتیں ہیں جو انجنیرنگ[۳] سکل اور بناوٹ کی عمدگی کے اعتبار سے روے زمین کی تو میں کہتا نہیں مگر ہندوستان میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ مجھکو ہندوستان کے اکثر نامی شہر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہی جس قرینے سے شاہ جہان آباد بسا بلکہ بسایا گیا ہی کسی دوسرے شہر کو نصیب نہیں۔ الغرض گزشتہ سے قطع نظر کرکے حالۃ موجودہ کے لحاظ سے بھی دلی کے مفاخر کی فہرست دوسرے شہروں کی فہرستوں سے بالشت دو بالشت نکلتی ہی ہوئی رہے گی۔ اور یہی مفاخر ہیں جو کشاں کشاں کانفرنس کو یہاں بدیر لائے۔ مگر لائے ؎

لائے اُس بت کو التجا کر کے   کفر توڑا خدا خدا کر کے

لیکن میری نظر ان مفاخر پر نہیں ہی۔ یہ مفاخر بعض معدوم ہو کر اُن کا افسانہ باقی رہ گیا ہی۔ بعض علیٰ[۴] شرف الزوال ہیں۔ اور جو علیٰ شرف الزوال نہیں بھی ہیں اُن کو بھی کانفرنس کے مقاصد سے کچھ ایسا تعلق نہیں +

---

[۱] حالۃ مجموعی ۱۲ [۲] سرمہ لگانے سے آنکھ قدرتی سرگیں آنکھ جیسی خوب صورۃ نہیں ہوتی ۱۲ [۳] معماری حلیۃ ۱۲ [۴] زائل ہونے کے قریب ۱۲

زمانے سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ ہماری حالت اس قدر بدلی ہوئی ہے کہ ہم قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے
مقابلے میں گویا بالکل دوسری قسم کی مخلوق ہیں۔ اُن وقتوں کے مسلمان بجائے خود بادشاہ تھے عالم وقت
رعایا تو رعایا پاس پڑوس کے بادشاہ ان کے نام سے تھرّاتے تھے سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب
یا ہم ہیں نصاریٰ کے محکوم۔ نصاریٰ کی رعیت۔ ہر بات میں نصاریٰ کے دست نگر۔ نصاریٰ کے محتاج
اُن کو یاایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء بعضہم اولیاء بعض ومن یتولہم منکم فانہ منہم
ان اللہ لا یہدی القوم الظلمین اور لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل
ذلک فلیس من اللہ فی شیٔ الا ان تتقوا منہم تقاۃ پر عمل کرنا آسان تھا۔ اُن کو یہود اور نصاریٰ اور دوسرے
مذہب والوں کی پروا ہی کیا تھی۔ کہ ان کے ساتھ دوستی کرتے اور سازگاری رکھتے۔ مگر ہمارا کیا حال ہے۔ یہود تو
کسی گنتی میں نہیں ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ نصاریٰ کے ساتھ دوستی کرنا
سازگاری رکھنا عزت اور حکومت اور دولت کو تو رکھو بالائے طاق شرط زندگی ہے۔ رہے ہندو ان میں اور ہم میں سینکڑوں
برس سے ایسا میل جول چلا آتا ہے کہ اب ہم اور وہ بٹوارہ کرنا بھی چاہیں اور فریقین کے احمق چاہتے بھی ہیں تو
ہو نہیں سکتا نہ تھوک بٹ نہ کھیت بٹ۔ دوسرا بڑا فرق ہم میں اور آغاز اسلام کے مسلمانوں میں یہ ہے کہ
کہ وہ پیغمبر صاحبؐ کے ہم عصر تھے۔ اُن میں سے اکثروں نے پیغمبر صاحبؐ کو دیکھا اور اُن کے ساتھ رہے
اور نہیں دیکھا اور نہیں ساتھ رہے تو دیکھنے والوں کو دیکھا اور ساتھ رہنے والوں کے ساتھ رہے۔ غرض وہ
اسلام کی حقیقت سے پورے پورے واقف تھے۔ جب کبھی کوئی نئی بات پیش آتی اور قرآن وحدیث
میں سند نہ ملتی تو وہ خود اپنے اجتہاد سے ایک رائے قائم کر لیتے اور اُسی واقفیت کا نتیجہ تھا کہ اُن سے
غلطی بھی کم ہوتی تھی۔ جس کو ایسا ملکہ ہو اصطلاح شرع میں اُس کو محدّث کہتے ہیں۔ اور میں اس لفظ کا ترجمہ
کیا کرتا ہوں مزاج شناس خدا۔ جیسے مثلاً عمر رضی اللہ عنہ کہ اُسارائے بدر اور ضرب حجاب اور حرمت خمر اور
دوسرے مواقع میں جس طرف کو اُن کا ذہن منتقل ہوا آخر کار اُسی کے مطابق وحی بھی نازل ہوئی یتبع کرنے

۱۔ ہم تمہارا دبدبہ کافروں کے دل میں بٹھا دیں گے ۱۲ ۲۔ اے ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو یار مت بناؤ وہ ایک دوسرے کے یار ہیں
اور تم میں سے جو کوئی اُن سے یاری کرے گا تو وہ انہی میں گنا جائے گا بے شک اللہ قوم ظالم کو ہدایت نہیں کرتا ۱۲ ۳۔ مسلمانوں کو چاہیے
کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو یار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو اللہ کو اُس سے کچھ سروکار نہیں مگر یہ کہ کافروں سے اپنا بچاؤ کرو ۱۲ ۴۔ ذلت اور
محتاجی ان کو لازم کر دی گئی اور خدا کے غضب میں آ گئے ۱۲ ۵۔ جنگ بدر میں جو کافر پکڑ آئے تھے پیغمبر صاحبؐ نے اُن کو تاوان لیکر چھوڑ دیا اور عمرؓ نے کہا تھا کہ

افسوس تو ہم کو مسلمان بادشاہوں کے مرنے کا بھی بہتیرا ہی کچھ ہی اور نہ کیوں ہو۔ وہ ایک نیچرل بات ہی
اضطراری۔ اسکا چھپانا نفاق بزدلانہ ہی۔ اور ہم سے اس کی توقع رکھنا طلب محال۔ بے شک اِن شخصی حکومتوں
میں سے اکثر قابل شرم ونفرة بھی تھیں۔ مگر ہم اُن کی اصلاح کی آرزو کرتے نہ ان کے زوال کی۔ اُن کی درستی
چاہتے نہ اُن کی تباہی۔ لیکن ہماری قوم کو ان بادشاہوں کے مرنے سے اتنا بلکہ اُسکا عشر عشیر بھی نقصان
نہیں پہونچا جتنا اِن بزرگان دین کے ناپید ہوجانے سے۔ اگر مسلمان بادشاہ مرگئے اور اُن کے مرنے سے آخرکار
اسلامی سلطنة جاتی رہی تو خدا نے برٹش گورنمنٹ میں ہم کو اس کا نعم البدل عطا فرمایا ہی کہ اس عملداری میں ہم کو
امن اور آزادی بشرطیکہ ہم اُس سے مستفید ہونا چاہیں اس قدر ہی کہ ہم کو اپنی سلطنة میں بھی کبھی نصیب نہیں
ہوئی۔ ہم کو اگر ہندوستان سے اسلامی سلطنة جاتے رہنے کا خیال آتا ہی اور اکثر آتا ہی تو صرف اس وجہ سے
کہ ہم کو برٹش گورنمنٹ کی برکات سے متمتع ہونے کا سلیقہ نہیں۔ ورنہ ہم تو اسلامی سلطنة کو جیسی اکثر ہو گزری
ہیں یا جیسی ضعیف و نامنتظم جا بجا اب بھی ہیں کبھی بھول کر بھی یاد نہ کرتے۔ درد سر کم تر بہ۔ لیکن علماے
دین کے اُٹھ جانے سے جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو پہونچا اور پہونچ رہا ہی اس کی تلافی کی کوئی صورة
نظر نہیں آتی۔ وھکذا[1] یذھب الزمان ویفنی العلم فیہ ویندرس الاثر۔ مدتوں تک میں یہ خیال کرتا رہا
کہ جب قرآن میں خدا فرماتا ہی لا رطب[2] ولا یابس الا فی کتاب مبین اور الیوم[3] اکملت لکم دینکم و
اتممت علیکم نعمتی تو اب ہم کو دین کے لیے کسی خلیفہ یا امام یا مجتہد یا مجدد یا آج کل کے محاورے کے مطابق
ریفارمر کی کچھ ضرورة نہیں۔ اور میرے اس خیال کی تائید ہوتی تھی واقعہ قرطاس سے۔ اور وہ واقعہ یہ تھا کہ آں
حضرت صلعم نے جانکنی کی حالة میں فرمایا ایتونی بقرطاس اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی (کاغذ لاؤ
تو میں وصیة لکھ دوں تاکہ میرے بعد تم گمراہی میں نہ پڑو) عمر رضی اللہ عنہ نے مصلحة وقت سمجھ کر لوگوں کو روکا
کہ عین انزہاق روح کے وقت پیغمبر صاحب کو وصیة کی تکلیف دینی نامناسب ہی حسبنا[4] کتاب اللہ لیکن اب
جو ان تغیرات کو دیکھا جو انگریزی عملداری کی وجہ سے واقع ہو رہی ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کا
حسبنا کتاب اللہ اُسی وقت کے لیے کافی تھا کیونکہ پیغمبر صاحب کی وفاة کے سوائے مسلمانوں کی حالة
میں کوئی انقلاب بین واقع نہیں ہوا تھا کہ ان کو کسی جدید یا مزید ہدایة کی ضرورة ہوتی۔ لیکن ہم پیغمبر صاحب کے

---

[1] اسی طرح زمانہ گزرتا اور علم فنا ہوتا اور اس کے نشان ناپید ہوتے چلے جاتے ہیں ۱۲ [2] تر و خشک سب کچھ قرآن میں کھلا ہوا موجود ہے ۱۲ [3] آج ہم نے تمہارے دین کو کامل اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی ۱۲ [4] ہم کو اللہ کی کتاب بس کرتی ہے ۱۲

کہا کہ جزئی سے جزئی مسئلہ بھی نہیں۔ جس کو ہم قرآن اور حدیث سے استنباط نہ کر سکیں۔ اور ہم کو کسی کے اجتہاد کی حاجۃ نہیں۔ مقلد نے ایک فرضی استفتا لکھ کر غیر مقلد کے حوالے کیا کہ اس کا جواب قرآن و حدیث سے دیا جائے۔ زید نے خالد سے مثلاً سو درہم کے بدلے کوئی چیز مول لی۔ اب بائع و مشتری کیفیۃ ثمن میں مختلف ہیں۔ ایک کہتا ہے سمرقندی دوسرا بخاری تو اس صورۃ میں کیا کرنا ہوگا۔ بینوا[1] توجروا توجروا کیا پیارا لفظ ہے۔ کیونکہ اس میں اس کی صراحۃ نہیں کہ اجر جواب دنیا میں ملے گا یا عقبیٰ میں۔ غیر مقلد نے حدیث اذا[2] اختلف البیعان فالقول قول البائع پیش کی۔ اس پر طرفین سے رسالہ بازی شروع ہوئی۔ اور مذہبی اختلافات کا قاعدہ ہے کہ ایک دفعہ چھڑ جائیں پھر اُن کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے اس اختلاف کو میرے سامنے نقل کیا۔ اور نقل کیا بھی تو اس تمہید سے کہ جن دو طالب العلموں سے یہ مباحثہ شروع ہوئی ہے۔ تم کو حکم گردانتے ہیں۔ یہ سن کر مجھ کو بے اختیار ہنسی آئی۔ اور ہنسی کے ساتھ غصہ بھی۔ ہنسی تو اس وجہ سے آئی کہ مجھ میں مولویوں کی سی کوئی بھی بات نہیں تو مولوی کی پھبتی بے تکی ہوئی۔ اور غصہ اس سبب سے کہ میں نے اپنے جی میں کہا بھلا یہ تو لکھنے پڑھنے کی بات ہے۔ میں چاہوں تو آئیں بائیں شائیں کچھ ہانک بھی دے سکتا ہوں۔ لیکن اگر کل کو کسی نے میری نسبۃ از خود خیال کر لیا کہ یہ بڑا کلاونت ہے اور مجھ سے فرمائش کی کہ یہ صبح کا وقت ہے بھلا ایک بھیروں تو گا کر سناؤ تو میں کیا کر لوں گا۔ میں نے اس شخص کو جو میرے روبرو یہ قصہ لایا تھا مناسب وقت کچھ کہہ کر ٹال دیا۔ یوں تو میں بھی غیر مقلدوں کے سے عقائد رکھتا ہوں۔ مگر اس مسئلہ خاص میں مقلدوں کے ساتھ ہوں بلکہ ان سے بھی دو چار قدم آگے بڑھا ہوا۔ کیونکہ میرے نزدیک نہ صرف قرآن و حدیث بلکہ قرآن و حدیث اور اجتہاد ائمہ بھی اس زمانے کی دنیاوی ضرورتوں کو ناکافی ہیں۔ ناکافی کا لفظ جو میں نے استعمال کیا شاید اچھا نہ ہو مگر میری مراد یہ ہے کہ معاملات میں ہزارہا جزئیات ایسی پیش آتی ہیں۔ جن کے لیے اجتہاد جدید کی ضرورۃ ہے۔ جس وقت دراہم سمرقندی و بخاری کا مسئلہ میں نے سُنا۔ تھوڑی دیر بعد انگریزی اخبار میں اتفاق سے خلاف ورزی کاپی رائٹ کا ایک مقدمہ نظر پڑا۔ فوراً خیال میں آیا کہ دراہم سمرقندی و بخاری کی جگہ یہ صورۃ ہوتی تو غیر مقلد کو فبہت[3] سُننا پڑتا۔ ایسی ہی باتوں نے میرے خیالات کو بدلا ہے اور اب میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو مجدد یا مجتہد کی سخت ضرورۃ ہے۔ اور بدون ایسے شخص کے ہمارا کام چل نہیں سکتا۔ اور میں جو دلی کے متقدمین علما کو یاد کرتا ہوں تو وہ بھی اسی سبب سے

---

[1] بتاؤ تم کو اجر ملے گا ۱۲ [2] جب بائع و مشتری میں اختلاف ہو تو جو بائع کہے وہی سند ۱۲ [3] سناٹے میں آگیا ۱۲

سے اس طرح کی مثالیں دوسرے صحابہ کی بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ جب آیۃ[۱] وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ
مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا
الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ؁ نازل ہوئی
تو آں حضرت ﷺ نے ایک کاتب کو بُلا کر لکھوانا چاہا۔ خَلْقًا اٰخَرَ تک بتایا تھا کہ اُس کے مونہ سے بے ساختہ
فتبارک اللہ احسن الخالقین نکل گیا اور وہ جزو آیۃ تھا۔ یہ بھی ایک طرح کی محدثیۃ ہی۔ صحابہ کے مدارج بھی دینی
معلومات کے اعتبار سے متفاوت تھے۔ مگر وہ تفاوت اُن کے آپس ہی میں تھا۔ میرا خیال یہ ہی کہ نہ
ہماری یاد نہ اُن کی بھول۔ نہ ہمارا اجتہاد نہ اُن کی تقلید۔ نہ ہمارا یقین نہ اُن کا شک۔ کیونکہ وہ دیکھنے
والے تھے اور ہم سننے والے ہیں ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ ہمارا ایمان یا اسلام جو کچھ سمجھو بس
اسی قدر ہی کہ ہم نے اس کو حطامِ دنیوی کی طرح باپ داووں سے میراث میں پایا ہی۔ بہتیروں نے تو متاعِ
کس بپرس کی طرح اس کی پروا نہ کی۔ بعض نے پروا کی تو دیکھا کہ بزرگوں کے پہننے کے کپڑے کچھ اُن ہی کے
بدن پر ٹھیک تھے۔ اُنھوں نے بے مصرف سمجھ کر ڈال رکھے۔ اور کچھ ایسے سعادۃ مند بھی تھے۔ جنھوں نے
ٹھونپ بھری رفو کیا۔ کاٹا چھانٹا پیوند لگایا اور تبرکاً پہن پھرے۔ ان باتوں کے علاوہ میں دیکھتا ہوں۔
زندگی کوئی حالۃ اور کوئی شان نہیں جس میں زمانے کے انقلاب کی وجہ سے ان قرون[۲] سین اور غیر متوقع معاملات[۳]
بکثرۃ پیش نہ آتے ہوں۔ اور اُن کی نظائر زمان سلف میں کہیں نظر نہیں آتیں۔ مال اور فوجداری اور دیوانی
کے کل آئین اور تمام ضوابط اور ٹکیں دستور بدل گئے الا ما شاء اللہ۔ ریل اور سٹیمر اور تار برقی اور ہزارہا قسم
کی کلیں اور پوسٹ کارڈ اور ویلیوپیبل اور منی آرڈر اور سٹامپ اور بیمہ اور کرنسی اور پرامیسری نوٹ اور سازو
وسامان معیشۃ کے قریب قریب کل چیزیں نئی نکل کھڑی ہوئیں۔ جن کا اگلے وقتوں میں کوئی نام بھی نہیں جانتا
تھا۔ سائنس نے کہ یہی حضرت ہمارے زمانے کے شیطان ہیں تمام مذاہب میں ایک غدر مچا رکھا ہے۔ یہ اب
حال کا مذکور ہی کہ دو طالب العلم مقلد غیر مقلد جھگڑ پڑے۔ مقلد نے کہا اگر ائمہ کا اجتہاد نہ ہوتا تو دنیا کے
کام بند ہو گئے ہوتے کیونکہ بہت سی باتیں ہیں جن کے احکام قرآن اور حدیث میں نہیں نکلتے۔ غیر مقلد نے

---

[۱] ہم نے آدمی کو مٹی کے آنس سے پیدا کیا۔ پھر اس کو نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں رکھا۔ پھر نطفے کا بچا لوتھڑا بنایا۔ پھر لوتھڑے کی بندھی بوٹی
پھر بوٹی کی ہڈیاں۔ پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھا پھر اُس کو دوسری مخلوق بنا کھڑا کیا۔ بابرکۃ ہے اللہ سب پیدا کرنے والوں سے بہتر ۱۲ [۲]
حال ۱۲ [۳] جو پہلے نہیں دکھائی دئیے ۱۲

یوروپ کے لوگ جب اُن ہی دلوں اسلام نہ لائے۔ جب اسلام ماننے کی چیز تھا تو اب ایسی حالۃ میں کہ ہم موروثی مسلمانوں کو اس میں رہنا دشوار ہو رہا ہے کون اسلام قبول کیے لیتا ہے اور لاکھوں کروڑوں میں دو چار دس بیس اس خیال کے ہوئے بھی تو اس سے اشاعت نہیں ہوئی جاتی ✦

بھلا جن کے تشبہ سے اور تشبہ بھی فی العقائد نہیں کہ وہ نہ کبھی تھا نہ اب ہی نہ ہو سکتا ہی۔ بلکہ تشبہ فی اللباس تشبہ فی الاکل[1] تشبہ فی الرکوب[2] تشبہ فی المشی[3] تشبہ فی القیام[4] تشبہ فی القعود[5] تشبہ فی ای شی[6] سے ہم کافر ہوں۔ اُن کا مع تشبہ بقوام فھو منھم[7] کے ہوتے مسلمان ہونا ہند کے مسلمان کیوں تسلیم کرنے لگے تھے اور کریں تو سید احمد خاں خوشی کے ڈھول بجائیں کہ یہ جیتے اور مسلمان ہار رے۔ اُن لوگوں نے یقیں ہے عقائد کے سوائے اپنی حالۃ ظاہری بالکل نہیں بدلی ہوگی یا بہت کم بدلی ہوگی۔ اُمید نہیں کہ مسلمان میمیں گھٹ کر پردے میں بیٹھی ہوں یا آیندہ بیٹھیں۔ امید نہیں کہ ان لوگوں نے طرز تمدن تبدیل کیا ہو یا آیندہ کریں۔ امید نہیں کہ یہ نو مسلم نئے اصول معاشرۃ عمل میں لائے ہوں یا آیندہ عمل میں لائیں۔ میں تو اپنی ذات سے ان کے حالات کی تفتیش کے درپے رہتا نہیں مگر یہ آواز بھی کسی طرف سے میرے کان میں پڑی کہ دن کے دس بجے بھی ایک نماز جماعۃ کے ساتھ ہوتی ہی۔ اور ہارمونیم[8] پر قرآن گایا جاتا ہی۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تاہم اس میں شک نہیں کہ ہند کے مسلمانوں کا سا اسلام بلکہ میں تو کہوں گا عام طور کا اسلام یوروپ اور امریکا میں کوئی قبول کر نہیں سکتا اور مُنہ سے قبول کر بھی لے تو اُس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ کہ خدا اُن کو ہجرۃ کی توفیق دے۔ اور حضرت سلطان روم کی عمل داری میں جا بسیں اور اُن کے ہم حالۃ عرب کے ابتدائی مسلمانوں نے آخر یہی کیا تھا۔ اور جب اُن لوگوں نے اسلام اختیار کیا ہی تو ہم جیسے متشدد مسلمان نہ سہی اُن کو پورا پورا مسلمان بنانا تو ضرور ہی یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین[9] اور یوروپ میں گھر بیٹھے تو پورا مسلمان بننا معلوم فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون[10] بے شک جہاں تک ہو سکے ہم لوگوں کو بھی اُن کی مدد کرنی چاہیئے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں ہمارے ہم وطن اُن سے کہیں زیادہ محتاج مدد ہیں۔ کیا یہ اتلاف حق نہیں ہوگا۔ کہ ہم لورپول اور امریکا کے نو مسلموں کو جان نہ پہچان خالہ بڑی سلام چندے بھیجیں

---

[1] کھانا ۱۲ [2] سواری ۱۲ [3] رفتار ۱۲ [4] برخاست ۱۲ [5] نشست ۱۲ [6] کوئی سی چیز میں مشابہت ۱۲ [7] انگریزی باجا ۱۲ [8] ۱۲ [9] ایمان والو اسلام میں پورے پورے آجاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہو ۱۲ [10] کیوں نہیں ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ گھر سے نکلے تاکہ دین کو سمجھیں اور اپنی قوم پاس واپس جاکر ان کو ڈرائیں مشابہ وہ بچیں ۱۲

کہ مجھ کو اُن لوگوں میں اس بات کا پتہ ملتا ہی۔ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب نے جو کتاب حجۃ اللہ البالغہ لکھی۔ اُن کو اس کتاب کے لکھنے پر ضرور یہی خیال باعث ہوا ہوگا کہ اب خدا سے تعالیٰ دینؔ العجائز و الکتاب کی قبول کرنے والی طبیعتیں پیدا نہیں کرتا۔ لوگ ہر ایک بات کو میزانِ عقل میں تولنا چاہتے ہیں۔ یا جیسا مشہور ہی کہ مولوی شاہ عبد العزیز نے دلّی کی شاہی تخواہوں کو کہ اُن میں اور وثائق لکھنؤ میں اور سرکار انگریزی کے پرامیسری نوٹوں میں کچھ بھی فرق نہیں جائز ٹھہرا دیا تھا۔ کچھ شک نہیں کہ انھوں نے دیکھا عموم بلوے اور سمجھے کہ اِن آمدنیوں کو رِبا قرار دے کر اتنے سارے مسلمانوں کو مصداق فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ بنانا اور خدا اور اُسکے بندوں میں واڑ دکلیہ کرنا آسان ہی یا ربا کے پیچ کو ذرا ڈھیلا کرنا۔ چنانچہ انھوں نے اہون البلیتین کو اختیار کیا جو اُن کا کام تھا سے

تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

وہ اگلے علما زندہ ہوتے یا اُن کے جانشین اُن کے سے دل و دماغ رکھتے ہوتے تو اسلام میں جس کو اپنی ملّۃ سہلۃ سمحۃ ہونے پر ناز تھا اور ناز واجب تھا ایسی سختی ہرگز داخل نہ ہونے پاتی کہ واقع میں اس کا سنبھالنا دہکتے ہوئے انگارے کو ہاتھ میں لیئے رہنا ہو رہا ہے۔ میں بھی اخبار میں لورپول کے نومسلموں کے حالات اور امریکہ میں اشاعت اسلام کی تجویزیں پڑھا کرتا ہوں مگر بے دلی اور ہتکراہ کے ساتھ۔ لورپول اور امریکہ کے نام سے مسلمانوں کے دلوں میں جوش پیدا ہوتا ہے اور جوش کی بات بھی ہی۔ مجھکو جو بے دلی ہے وہ اِس سے کہ ہم ممالک دور و دراز میں تو اسلام کے پھیلانے کی تدبیریں کرنی چاہتے ہیں اور گھر کی خبر نہیں کہ یہاں چھینکتے ناک کاٹی جاتی اور لوگوں کو مرتد اور کافر بنانے کے لیئے حیلے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ ایک طرف پیغمبر صاحب فرماتے ہیں انا اباھی بکم الامم یعنے قیامۃ کے دن میں فخر کروں گا کہ میری اُمت میں اس کثرۃ سے لوگ ہیں کہ دوسرے کسی نبی کی اُمۃ میں نہیں اور ساری عمر آپ نے اور سلف صالح نے اسی کوشش میں صرف کر دی کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کا گروہ بڑھے۔ یدخلون فی دین اللہ افواجا اور ہمارے اِن وقتوں کے علما ہیں کہ لوگ پکار پکار کر کلمہ بھر رہے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں مسلمانوں کا سا ظاہر رکھتے ہیں مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور مولوی ہیں کہ ذرا سی ضعیف اور مختلف فیہ بات کا الزام لگا کر زبردستی اُن کو دھکے دیئے چلے جاتے ہیں

---

۱ بوڑھی عورتوں اور مکتب کے لڑکوں کا دین ۱۲ ۲ طیار ہو اللہ اور رسول کے ساتھ لڑنے کو ۱۲ ۳ جنگ کا اشتہار دینا ۱۲ ۴ مذہب آسان سلیس ۱۲ ۵ اللہ کے دین میں جوق جوق چلے آ رہے ہیں ۱۲

توکل مذاہب شیکی[1] ہورہے ہیں۔ ازاں جملہ اسلام بھی۔ تعلیم تو ناحق نکو بن رہی ہے۔ میں کہتا ہوں اسلام شیکی ہو رہا ہے تقاضائے وقت اور انگریزی عملداری سے۔ یہ کسی کمینے اور نا احسان مند آدمی کا کام ہے کہ برٹش گورنمنٹ پر مذہبی پارشیلٹی[2] یا مذہبی انٹرفیرنس[3] کا الزام دے۔ لیکن نیوٹریلٹی[4] ہی سے کوئی مذہب شیکی ہونے لگے تو یہ مذہب کا قصور ہے نہ برٹش گورنمنٹ کا۔ مثلاً گورنمنٹ کی نیوٹریلٹی اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ اپنی تمام رعایا کو کسی قوم کسی مذہب کے ہوں صداقت کے ایک درجے میں سمجھے۔ اور ان ہی اصول پر تمام معاملات تصفیہ پا رہے ہیں لیکن فرض کرو ایک مذہب ایسا ہے جو دوسرے مذہب والوں کو صرف اُن کے مذہبی معتقدات کی وجہ سے عموماً جھوٹا سمجھتا ہے تو ایسا مذہب گورنمنٹ کی نیوٹریلٹی سے کیونکر رکنا[5] ہو سکتا ہے۔ یا مثلاً گورنمنٹ اور اُس کی اکثر رعایا مسلمان نہیں ہے وہ بے محابا سود لیتی اور دیتی اور دلواتی ہے۔ سرکاری محاصل میں آبکاری اور بہت سی دوسری رقمیں شامل ہیں جو از روئے شرع اسلام ناجائز ہیں۔ سرکار رجم[6] اور قطع ید[7] کی جگہ جرمانے کرتی اور ان بیجائی رقموں سے ملازم تنخواہ پاتے۔ پس یک قلم نوکری پیشہ لوگوں کی آمدنی شرعاً جائز یا ناجائز جیسی ہو خود نوکری پیشہ اس کا فیصلہ کریں۔ میں تو مدۃ ہوئی لو سوچ ہے پورے کرکے نوکری سے تائب ہو گیا ہوں۔ رہی تجارۃ تو کل اقسام تجارۃ میں صرف وہ تجارۃ قابل قدر ہے جو یوروپ کے ساتھ ہو اور گو میمن اور بورے اور پنجابی یعنی تمام ہندوستان کے تمام مسلمان سود اگر یک زبان ہو کر انکار کریں تو بھی نہ ماننا۔ یوروپ کی تجارۃ سود سے پاک۔ ع این خیال ست و محال ست و جنوں۔ زمینداروں اور کاشتکاروں کی حالۃ پر نظر کرو تو فمن اضطر فی مخمصۃ[8] کے مصداق ہیں۔ کیوں ہیں۔ یہ محل اس بحث کا نہیں۔ مگر معلوم ہے کہ ہیں اور ان کو مردار بھی حلال ہے۔ اب ان کے سوائے معاش کا کوئی اور ذریعہ تم میں سے کوئی بتائے جو شائبۂ حرمتہ سے بری ہو۔ پس مسلمانوں کا حال کیا ہے۔ حرام و حلال کا تفرقہ نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے۔ ہائے مجھے کیا حدیث یاد آئی ہے۔ یہ ام الخبائث[10] شراب اسلام میں ایک دم سے حرام نہیں ہوئی۔ مگر اس کی مذمتہ کی آیتیں نازل ہوتی رہتی تھیں۔ صحابہؓ میں جو لوگ محدث تھے تاڑ گئے کہ انجام کیا ہونا ہے چنانچہ عمرؓ بار بار کہتے تھے اللّٰھم بین لنا فی الخمر بیاناً شافیاً[9]۔ لیکن جن کے ذہن اتنے رسا نہ تھے اس نکتے کو نہ سمجھے اور کیونکر سمجھتے۔ خدا

---

[1] لڑکھڑا رہے ہیں ۱۲ [2] طرف داری ۱۲ [3] مداخلۃ ۱۲ [4] ناطرف داری ۱۲ [5] متفق ساز گار ۱۲ [6] سنگسار کرنا ۱۲ [7] ہاتھ کاٹنا ۱۲ [8] تو جو بھوک سے بے قرار ہو اور گناہ کی طرف اُس کے دل کا میلان نہ ہو تو اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے ۱۲ [9] اے خدا شراب کے بارہ میں ہم کو کوئی صاف حکم مل ۱۲ [10] گندی باتوں کی جڑ ۱۲

اور اپنے ہم وطن بھائیوں کو برباد اور تباہ ہونے دیں۔ وہ اگر اسلام لائے تو اپنی عاقبت درست کی۔ یہاں کے
مسلمانوں سے بڑھ کر وہ ہماری ہمدردی کے کس طرح حق دار بن بیٹھے۔ یمنون[1] علیک ان اسلموا قل لا
تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صدقین اُن لوگوں کو چندہ دیا بھی جائے
تو اس شرط سے کہ ہم میں آکر رہیں اور اپنی خوش شائستگی اور تربیت کے نمونے دکھا کر ہماری اصلاح کریں۔ اور مسلمان
مشنریوں کا کام دیں۔ کیا اسلام لاتے ہی اُن لوگوں میں سے بھی ہیومن سمپتھی کا سنس نکل گیا۔ یا اسلام لانے کا
عاجل صلہ یہ کہ کلمہ بھرا اور سوال شروع کیا۔ لیکن اگر بالفرض والتقدیر امریکا یا لورپول کے نومسلم ہمارے ان اضلاع
میں آنکلیں تو علی گڈھ کے سوائے الجنس یمیل الی الجنس اور تو کہیں اُن کا ٹھکانا نظر نہیں آتا۔ یوروپ اور امریکا کو
مسلمان کرنا چاہو گے تو وہ جہاد کی دلیل جس کے ماننے کے سوائے کوئی چارہ ہی نہ تھا وہ تو اب پیش رفت جانے کی
نہیں۔ اب رہیں دلائل عقلی تو تم نے خود عقل کو دین میں معطل کر رکھا ہے۔ بلکہ دین کی تخصیص بھی کیوں کروں
دنیا میں بھی عقل کو معطل کر رکھا ہے۔ بھائیو یوروپ اور امریکا کو مسلمان کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے بلکہ پڑھے جنوں
کا اُتارنا ہے۔ آج ترقی کی ٹرین میں یوروپ اور امریکا دونوں فورموسٹ ہیں۔ اگر اسلام متعارف کو یوروپ اور
امریکا میں لے جانا چاہتے ہو تو از برائے خدا اسلام کو مت رسوا کرو۔ اپنا گھٹنہ کھولنا اور آپ ہی لاجوں مرنا۔ اور
اگر اسلام متعارف کے سوائے دوسری قسم کا اسلام ہے اور اشارے کنائے میں کہنا کیا ضرور ہے سید احمد خاں
کا سا اسلام ہے تو اہل یوروپ اور اہل امریکا ایز اے نیشن اس کو مانیں گے تو کیا مگر ہاں اسقدر وحشت جو اسلام
متعارف سے کرتے شاید نہ کریں۔ مذہب کے اعتبار سے یوروپ اور امریکا ہم سے بھی گئے گزرے ہیں۔ وہاں
کے ملکی دماغوں میں یہ خلل ہے کہ سرے سے خدا ہی کو نہیں مانتے کیسا مذہب اور کہاں کا اسلام۔ یہ سمجھے رہنا
کہ میں ملک اور قوم سے بحث کر رہا ہوں نہ افراد خاص سے۔ بے شک ان میں خدا کے بندے ایسے بھی ہیں۔ جو
خدا کا ادب کرتے اُس سے محبت رکھتے اور محبت کے ساتھ ڈرتے بھی۔ اور شاید ان میں سے بعض کو عیسائیت سے تسلی
نہ ہوتی ہو اور نجات کے لیے اُن کو دوسرے مذہب کی تلاش ہو۔ لیکن کوئی سا مذہب بھی ہو اُس میں خلاف قیاس
تو نہیں برتر از قیاس باتیں ضرور ہوں گی کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ سو جو شخص عقل کے بدون ٹکڑا توڑنا نہیں
چاہتا وہ کیوں کسی دین و مذہب کا معتقد ہونے لگا۔ ہر ایک چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ یہ زمانہ افراط عقل کا ہے

[1] تم پر اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں تم اُن سے کہو اپنے اسلام کا مجھ پر احسان مت رکھو بلکہ خدا تم پر احسان رکھتا ہے کہ تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطے کہ تم اپنے بیان میں سچے ہو ۱۲ [2] انسانی ہمدردی ۱۲ [3] صفت ۱۲ [4] کند ہم جنس با ہم جنس پرواز ۱۲ [5] سب سے آگے [6] من حیث القوم ۱۲

ناگفتہ بہ ہے۔ الفاظ وعبارۃ کی تو میں کہتا نہیں اُنھوں نے عملاً توراۃ کو منسوخ کر دیا تھا جو تحریف کا بدتر سے بدتر پیرایہ ہے۔ رہے نصاریٰ ان کے یہاں بھی کتاب ہیں کچھ ہے اور کرتے کچھ ہیں۔ یہود و نصاریٰ کا وہی شیوہ مسلمانوں نے اختیار کیا ہے اور زمانہ اس حدیث کی پیشین گوئی کی تصدیق کر رہا ہے۔ یوں احکام شرع کی بجا آوری میں کوتاہی کس سے نہیں ہوتی **قطعہ**

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بدرگاہِ خدا آورد

ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

نمازیں قضا ہوتی رہتی ہیں۔ مجھ جیسے کم ہمتے بندۂ شکم روزوں سے جان چُراتے ہیں۔ اس خیال سے کہ تمام عمر میں ایک حج فرض ہے۔ جاڑوں میں حج ہونے لگے قارنطینہ کی طرف سے اطمینان ہو تب دیکھا جائے گا۔ ابھی مرے تھوڑے ہی جاتے ہیں۔ غالب ہے کہ دنیا ہی سے ہجرت کریں تو کریں حج تو ہوتا ہوا تا معلوم ہوتا نہیں۔ اوامر شرعی میں سب سے زیادہ مبغوض ہے زکوۃ۔ سو اول تو مسلمان بہت ہی کم صاحب نصاب ہیں اور جو ہیں معلوم ہے کہ زکوۃ نہیں دیتے الا ما شاء اللہ اور دیتے بھی ہیں تو پوری نہیں اور زکوۃ کے طور پر نہیں۔ پس کیا فرق کیا جا سکتا ہے ہم مسلمانوں میں اور یہود و نصاریٰ میں۔ اُنھوں نے کتاب اللہ کو صرف تلاوۃ کے لیئے رکھا تھا نہ عمل کے لیئے۔ ہم بھی قرآن کی تلاوۃ کرتے ہیں۔ عمل و مل خیر صلاح۔ قرآن میں ایک آیۃ ہے الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبہم و کثیر منہم فاسقون[۱] اور اس آیۃ کے متعلق ایک اثر بھی ہے۔ صحابی صاحب اثر کہتے ہیں کہ ابھی ہم کو مسلمان ہوئے پورے چار برس بھی نہیں ہوئے تھے کہ خدا کے نزدیک ہم قابل ملامۃ ٹھہرے۔ جب صحابہ کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو وائے ہم چودھویں صدی کے مسلمانوں پر نحن احق بالملامۃ واولی بہا[۲] اگرچہ مسلمان کیا دنیا اور کیا دین دونوں کے اعتبار سے تنزل کے اسفل السافلین درجے میں پہونچ گئے ہیں۔ مگر ان کا تنزل اتنا قابل افسوس نہیں جتنا ان کا تنزل سے بے خبر ہونا۔ ان کو تنزل کا شعور ہو تو شعور کے ساتھ تنبہ بھی ضرور ہو اور تنبہ ہو تو لاجرم اچھنے کی نہیں تو سنبھلنے کی تدبیر کریں پر کریں۔ کتنے ہیں جو قوم اور قوم کی وسعت پر نظر کر سکتے ہیں پھر کتنے ہیں جو قوم کی تباہی دیکھ کر متاذی ہوں۔ پھر کتنے ہیں جو متاذی ہوں اور کچھ کرنا چاہیں۔ اگرچہ ان

---

[۱] کیا مسلمانوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر خدا اور ان سچے احکام کے لیئے جو اُن پر نازل ہوتے ہیں ان کے دل عاجزی کریں اور ان لوگوں جیسے نہ ہوں جن کو پہلے دی گئی کتاب اور وہ الکتا اُٹھے اور ان کے دل سخت پڑ گئے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں ۱۲ [۲] ہم ملامۃ کے زیادہ مستحق اور قابل اور سزاوار ہیں ۱۲

فرماتا تھا یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما تو اکثروں نے خیال کیا ہوگا کہ ادمان یا افراط مذموم ہے۔ اور خدا کا مطلب یہ تھا کہ پہلے شراب اور جوئے سے لوگوں کو نفرت پیدا ہوئے تو حکم حرمت نازل کروں تاکہ لوگ بطوع خاطر تعمیل کریں۔ چنانچہ آخر کار نص صریح نازل ہوئی یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فہل انتم منتہون + ھل انتم منتہون سُن کر سب پکار اُٹھے انتہینا انتہینا۔ ایک وہ تھے کہ ایک بار ھل انتم منتہون سُن کر انتہینا انتہینا پکار اُٹھے اور خدا رحم کرے ایک ہم ہیں کہ تیرہ سو برس سے شہر شہر قصبے قصبے گانو گانو میں ھل انتم منتہون کی آواز پڑی گونج رہی ہے اور بجائے انتہینا کے جواب دیا جاتا ہے سمعنا وعصینا (ہم نے سنا مگر ہم مانتے نہیں)۔ خیر نص حرمت خمر سُن کر بہتیروں نے گولیں لڑھا دیں مٹکے توڑ ڈالے، مشکوں کے دہانے کھول دیئے، اور بعض کو لالچ آیا کہ شراب جیسی قیمتی چیز مفت کیوں ضائع ہو سرکہ بنانا چاہا۔ آنحضرت صلعم تک خبر پہونچی۔ سُن کر بہت ناخوش ہوئے اور سختی کے ساتھ حکم دیا کہ جس کے پاس شراب ہو تلف کر دے جو تم کرنا چاہتے ہو ایسی ہی حرکت یہود بے بہبود نے بھی کی تھی حرمت علیہم الشحوم فاجملوھا فباعوھا واستحلوا بہا لیکن ہم مسلمانوں کا حال کیا ہے۔ کتاب اللہ کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور کاش بالائے طاق رکھتے۔ نہیں۔ انبذوہ وراء ظھورھم۔ ہم اپنے اعمال کو قرآن سے ملا کر دیکھیں اور دیکھیں بھی تو انصاف کے ساتھ تو پائیں گے کہ ہم میں نہ وہ اگلے مسلمانوں کی سی ہمدردی ہے اور نہ وہ اسلامی اخوۃ ہے (بھائی چارا) نہ وہ اسلامی غیرت ہے نہ وہ اسلامی خودداری ہے نہ وہ دل ہیں نہ وہ دلوں کی نیکی ہے نہ وہ دماغ ہیں نہ وہ خیالات ہیں۔ بذل اموال کا کیا ذکر ہے وہ لوگ خدا کی راہ میں بذل نفوس بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ وہاں جان بازیاں تھیں۔ یہاں نری بازی اور بازی بھی نہیں بازیچہ اور بازیچہ بھی بازیچۂ اطفال۔ ایک حدیث ایسی ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا ہے تم پچھلی امتوں کی تمام ادائیں پوری کرکے رہوگے شبراً بشبر وذراعاً بذراع پچھلی امتوں سے مراد ہیں یہی یہود و نصاریٰ۔ سو یہود کا حال

۱؎ لوگ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو تم یہ جواب دو کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور فائدے سے ان کا گناہ بہت بڑھ کر ہے ۱۲ ۲؎ شراب کو لازم کر لینا ۱۲ ۳؎ ایمان والو شراب اور جوا اور پرستش کے تھان اور پانسے نرے واہیات ہیں کار شیطان۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے سے تم میں عداوت اور دشمنی ڈال دے اور تم کو یاد خدا اور نماز سے روکے تو اب بھی تم باز آؤگے یا نہیں ۱۲ ۴؎ ہم باز آئے ہمارا توبہ ہے ۱۲ ۵؎ اُن پر چربیاں حرام کی گئیں تو ان کو پگلا کر بیچا اور چراغ جلائے ۱۲ ۶؎ پس پشت ڈال دیا ۱۲ ۷؎ بالشت بالشت ہم

کہ وہ ہر روز نہیں تو ہر ہفتے اور ہر ہفتے نہیں تو ہر مہینے اور ہر مہینے نہیں تو ہر تیسرے مہینے بس اس سے
زیادہ نہیں اجلاس کیا کرے۔ تب کچھ اثر ہو تو ہو وہ بھی شاید اور کہیں مدتوں میں جاکر۔ اس برنچ کا
صرف یہ کام ہو کہ مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی اصلاح کرے۔ تو اصلاح کس قسم کی۔ سب سے پہلے مسلمانوں
کو مذہبی ٹالریشن[1] سکھائے۔ ٹالریشن اسلام کی ابجد ہے۔ اسی سے اسلام شروع ہوا۔ جب ٹالریشن حد سے
گزر گیا اور بمجبوری اپنے تحفظ کے لیئے لوگوں سے لڑنا پڑا۔ رفتہ رفتہ ٹالریشن میں کمی آتی گئی۔ یہاں تک
کہ مسلمانوں کو وہ سبق ایسا بھولا ایسا بھولا کہ اب ہر چند یاد دلایا جاتا ہے۔ نہیں آتا۔ یہ کیا دوسروں کے ساتھ ٹالریشن
سے پیش آئیں گے جب کہ آپس ہی میں سازگاری اور صلح کاری قائم نہیں رکھ سکتے اور اس کے بدون
نہ ان کو فلاح ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ مذہبی خیالات کے متعلق دوسری بات جس کی میں صلاح دیتا ہوں یہ
ہے۔ کہ دائرہ مذہب اب بھی بہت وسیع ہو گیا ہے اور یوماً فیوماً وسیع ہوتا چلا جاتا ہے اگر اس کو سکیڑ نہ سکو
تو خیر اتنا تو کرو کہ یہ زیادہ پھیلنے نہ پائے۔ دائرہ مذہب کے سکڑنے اور پھیلنے سے میری مراد یہ ہے کہ مسلمان
ہر ایک بات کو مذہب میں نہ لے گھسیں اور حتے الامکان آزادی رائے کو قایم رکھیں۔ آزادی رائے کے قایم
رکھنے کو نہ میں اپنی طرف سے کہتا ہوں بلکہ خدا جس نے دین اسلام کو پسند کیا اور فرمایا رضیت لکم الاسلام دینا[2]
اور ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون[3] اسی کی مرضی ہے کہ ہم آزادی رائے کو ضائع
نہ ہونے دیں یاایہا الذین آمنوا لا تسألوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسألوا عنہا حین
ینزل القرآن تبد لکم عفا اللہ عنہا واللہ غفور حلیم قد سالہا قوم من قبلکم ثم اصبحوا بہا کافرین[4]
یہ آزادی رائے نہیں ہے تو کیا ہے۔ پھر بنی اسرائیل کا وہ قصہ جو سورہ بقرہ میں ہے کہ خدا نے ذبح بقر کا حکم
دیا۔ میں اس وقت ہوتا تو صلاح دیتا مگر موسیٰ کی نہ سنی جوان کو لاٹھی کے زور سے سناتے تھے تو میری کیا
سنتے۔ بہر کیف میں تو صلاح دیتا کہ ہندوؤں کو تو خبر نہ ہو چپکے سے کالی گوری موٹی دبلی بچھیا بوڑھی سستی مہنگی
جیسی ملے ایک گائے کہیں سے پکڑ کر حلال کر دو۔ وہ لگے موسیٰ سے حجتیں کرنے ادع لنا ربک یبین
لنا ما ھی[5]۔ ادع لنا ربک یبین لنا ما لونہا[6] جوں جوں چھانتے گئے کرکرا ہوتا گیا۔ یعنی قیدیں بڑھتی

[1] برداشت۔ درگزر ۱۲ [2] ہم تمہارے دین اسلام سے رضامند ہیں ۱۲ [3] اللہ نے تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا ہے تو تم اسلام ہی کے دین میں مرنا ۱۲ [4] ایمان والو بہت باتیں نہیں پوچھا کرتے اگر تم کو بتا دی جائیں تو بری لگیں اور جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہے پوچھو گے تو بتایا بھی جائیگا اللہ نے تمہاری یہ خطا معاف کی اور اللہ معاف کرنیوالا بردبار ہے۔ تم سے پہلے بھی لوگوں نے باتیں پوچھیں۔ پھر لگے نافرمانی کرنے ۱۲ [5] ہماری طرف سے خدا سے پوچھو کہ وہ بتائے گائے سے مراد کیا ہے ۱۲ [6] ہماری طرف سے خدا سے پوچھو کہ وہ بتائے گائے کیسے رنگ کی ہو ۱۲

سوالات کا جواب ہوتے ہوتے آخر کار صفر ہوگا۔ یا صفر سے متجاوز ہو کر کوئی مقدار منفی۔ لیکن طبیب اگر ہو
بھی کیا کرلے گا جب بیمار اپنے تئیں بیمار ہی نہ سمجھا اور اُلٹا علاج سے گریز رکھتا ہو۔ جہاں کچھ نہ ہو اور ہونے
کی توقع بھی نہ ہو وہاں یہ جو کچھ ہو رہا ہے بس غنیمت ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جو لوگ مسلمانوں کے رفارمر
ہونے کا دعوے کرتے ہیں اور بعض اُن میں کے ہیں بھی اُس چیز سے جس کی رفارم کی سخت ضرورت ہے
اور اُسی کے رفارم پر مسلمانوں کی تمام تر بہبود و فلاح موقوف و منحصر ہے اس کی طرف کسی قدر بے توجہی
کی جاتی ہے یا جتنا اہتمام اُس کے بارے میں ہونا چاہیئے نہیں ہوتا۔ وہ کیا چیز ہے۔ مسلمانوں کے مذہبی
خیالات۔ وہ خیالات ہماری اسی دلّی میں پیدا ہوتے اور اسی دلّی میں نشو و نما پاتے اور اسی دلّی میں بنتے اور
بگڑتے اور ان کی درستی بھی ہوگی، تو اسی دلّی میں ہوگی اور اسی دلّی سے ہوگی۔ شیعہ سنّی کی تو میں کہتا نہیں
کہ یہ تفرقہ خاندان نبوۃ کے ساتھ پیدا ہوا۔ لیکن وہابی بدعتی مقلد غیر مقلد ضالین[1] ذوالین وغیرہ وغیرہ
کہاں سے نکلے۔ اسی دلّی سے۔ اور کون جانتا ہے کہ ابھی یہاں سے کیسے کیسے اختلافات پیدا ہوں گے اور
مسلمانوں میں کیسے کیسے فتنے برپا کرینگے۔ سید احمد خاں اور اُن کے اعوان و انصار رنجو بی سمجھے رہیں
کہ جب تک دلّی کی اصلاح نہ ہوگی نہ ان کا علی گڈھ کالج کچھ کر سکے گا نہ کانفرنس نہ انسٹیٹیوٹ نہ لکچر نہ تفسیر
نہ آرٹکل نہ اخبار نہ رسالے۔ جس طرح تھرمامیٹر سے سردی گرمی کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ جس طرح منی[2] مارکٹ سے
امن کا۔ جس طرح نبض سے مرض کا۔ جس طرح میٹیرولاجیکل[3] آبزرویشن سے برسات کا۔ میں دلّی کے مسلمانوں
سے عام مسلمانوں کی حالت کا اندازہ کرتا رہتا ہوں۔ سید احمد خاں نے تعلیم سے اپنا نمونہ دکھانے سے
باہر جو کچھ کیا ہو اُس کو یہی بہتر سمجھتے ہیں۔ دلّی کا یعنے سید احمد خاں کے وطن کا تو حال یہ ہے کہ ابھی دو
یا تین مہینے کا مذکور ہے ہیں کے میونسپل ہال میں اسی کانفرنس کا تمہیدی جلسہ ہو رہا تھا اور باہر باہر
مولویوں نے ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ اور من کثر[4] سواد قوم فہو منہم کی منادی ہو رہی تھی۔ کانفرنس تو
تھیئٹر کی کمپنیوں کی طرح ایک دن دو دن صد تین دن اپنا کھیل کر کے رخصت ہوگا اور پھر جو اِس کی دلّی
دُھکی جائے گی دیکھئے کہاں کہاں پھیل اُڑ کر جائیں۔ اے جناب من[5] دعنبا تزدد حبا پر مغرور نہ ہوجئے گا
اگر آپ کو کچھ کرنا ہے اور بے شک کرنا ہے تو دلّی میں کانفرنس کی ایک پرمننٹ برینچ قائم کیجئے

---

[1] یہ لفظ ضالین کے دو طرح پر پڑھنے کی طرف اشارہ ہے ۱۲ [2] سود کا بھاؤ ۱۲ [3] ستارے جو ٹوٹتے ہیں اُن کا حساب کتاب ۱۲
[4] جو اپنی شرکت سے کسی قوم کے گروہ کو زیادہ کرے تو وہ اُن ہی میں گنا جائے گا ۱۲ [5] بدیر ملو تو محبت زیادہ ہو ۱۲

کہ دیکھنا میرے مرے پیچھے کہیں میری قبر کو نہ پوجنے لگنا۔

غرض جس نے پیغمبر صاحبؐ کی لائف پڑھی ہے وہ ضرور میری اس رائے سے اتفاق کرے گا کہ صحابہؓ کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی محبۃ اور عقیدۃ تھی کہ انؐ کے تمام افعال اور اقوال اور حرکات و سکنات اور نشست و برخاست اور عادات اور اطوار اور اوضاع سب کو دین ہی سمجھتے اور دین ہی سمجھ کر اُن کی تعمیل اور تقلید اور پے روی اور نقل کرتے تھے۔ لیکن اگر پیغمبر صاحبؐ کے تمام افعال اور اقوال اور حرکات و سکنات اور نشست و برخاست اور عادات اور اوضاع اور اطوار دین ہوں تو لازم آئے بشریۃ سے پیغمبر صاحب کی تجرید۔ حالانکہ آپ پکارے فرماتے تھے اور چونکہ خدا کہلواتا تھا دوسری بات فرما نہیں سکتے تھے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ یہ تو قرآن ہوا۔ اور حدیث میں ہے لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل اور اسی حدیث کے مضمون کو سعدی نے اقتباس کیا ہے اور کہتے ہیں۔ گاہے بجفصہ و زینب پرداختے و وقتے با ملائکہ مقرب در نساختے۔ یہی سعدی حضرت یعقوب کے بارے میں کہتے ہیں **قطعہ**

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند — کہ اے روشن گہر پیر خردمند

زمصرش بوے پیراہن شنیدی — چرا در چاہ کنعانش ندیدی

بگفت احوال ما برق جہان ست — دمے پیدا و دیگر دم نہان ست

گہے بر طارم اعلیٰ نشینیم — گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

غرض حقیقۃ نبوۃ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر برزخ ہے بین البشریۃ والملکیۃ تو جو کام وہ بشری حیثیۃ سے کرے یا جو بات وہ بشری حیثیۃ سے کہے وہ خلاف دین تو نہیں ہونے کی۔ مگر جزو دین بھی نہیں۔ مثلاً یہ کہ جب آنحضرۃ صلعم ہجرۃ کر کے مدینے تشریف لائے دیکھا کہ یہ لوگ کھجوروں کے نر و مادہ درختوں کا گابھا ملاتے ہیں۔ آپ نے بتقاضائے بشریۃ خیال کیا کہ یہ لوگ شرک و بت پرستی اور بے دینی کی وجہ سے مبتلائے اوہام تو ہیں ہی۔ کہیں درختوں میں نر و مادہ کی تفریق اور گابھے کا ملانا اسی قبیل سے نہ ہو آپ نے گابھا ملانے کی ممانعت کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ درخت بارور نہ ہوئے لوگوں نے عرض حال کیا تو آپ نے فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم اس سے معلوم ہوا کہ گابھا ملانا دنیاوی بات تھی اور اس کے بارے میں آپ کا ارشاد واجب التعمیل نہ تھا۔ اس میں پیغمبر صاحبؐ کی کچھ بھی کسر شان نہیں۔ وہ لوگوں کو خدائے واحد کا

ا؎ تم لوگوں سے کہو کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے ۱۲ ۲؎ دنیا کی باتیں تم مجھ سے بہتر جانتے ہو ۱۲ ۳؎ جدائی۔ علیحدگی ۱۲

گئیں۔ آخر کار گائے تو ذبح کی مگر بڑی ہی مشکلوں سے فذبحوھا وما کادوا یفعلون[1] میں ایسی بہت سی باتیں بتا سکتا ہوں جو صرف رتجبن ذیل[2] کی وجہ سے داخل مذہب ہو گئی ہیں۔ اور اگر میری رائے غلطی پر ہے تو خدا معاف کرے اور مجکو سیدھا رستہ دکھائے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ غلو ابتدائے اسلام میں بہت ہوا کیونکہ اُن لوگوں کے مذہبی ولولے اور جوش و خروش بہت بڑھے ہوئے تھے۔ ان کو پیغمبر صاحبؐ کے ساتھ اس درجے کی محبۃ اور عقیدۃ تھی کہ اُن کے تمام افعال اور اقوال اور حرکات اور سکنات اور نشست و برخاست اور عادات اور اطوار اور اوضاع سب کو دین ہی سمجھتے اور دین ہی سمجھ کر ان کی تعمیل اور تقلید اور پے روی اور نقل کرتے تھے۔ اور اگر صحابہ کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی محبۃ اور عقیدۃ نہ ہوتی تو کیونکر ممکن تھا کہ اس قدر جلد درخت اسلام بویا بھی جاتا جڑ بھی پکڑ لیتا اور پھل بھی لے آتا یعنی اسلامی سلطنۃ بھی قایم ہو جاتی اور سلطنۃ بھی قایم ہو جاتی تو ایسی زبردست کہ اس نے تمام ربع مسکون کو اپنی مٹھی میں لے لیا والارض جمیعا قبضتہ میں اس محل پر چند مثالیں بیان کروں گا۔ جن سے مستمعین صحابہ کی محبۃ اور عقیدۃ کا کچھ اندازہ کر سکیں۔ قریش کو تو پیغمبر صاحبؐ کے ساتھ شروع ہی سے جانی دشمنی تھی اور اُنھوں نے پیغمبرؐ صاحب کے ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں کی۔ خوب یاد نہیں کہ صلح حدیبیہ کا مذکور ہے یا فتح مکہ کا۔ اور جو بات میں بیان کرنے والا ہوں وہ ابو سفیان کا مقولہ ہے یا کسی اَور شخص کا جو قریش کی طرف سے ایلچی بن کر آیا تھا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ یہ واقعہ تاریخی کہ قریش اپنے اعوان و انصار سمیت لڑنے کے لیئے طیار تھے یہ شخص قریش کی طرف سے لشکر اسلام میں آیا۔ اور اُس نے واپس جا کر قریش کو سمجھایا کہ احمقو کس سے لڑنے کا ارادہ کر رہے ہو میں فارس اور روم دونوں سلطنتوں کے حال سے واقف ہوں۔ محمدؐ کے ساتھیوں کی سی جان نثاری میں نے کسی بادشاہ کی فوج میں نہیں دیکھی۔ جہاں محمدؐ کا پسینہ گرے ان میں کا ایک ایک متنفس اپنا خون گرانے کو فوز عظیم سمجھتا ہے۔ صحابہ کی عقیدۃ کی یہ کیفیۃ تھی کہ پیغمبر صاحبؐ کے وضو کے پانی کی آب حیات سے قطرات عرق کی جواہرات سے زیادہ قدر کرتے تھے۔ خون حجامۃ۔ تراش ناخن۔ بال۔ کپڑے۔ یعنے ہر چیز جس کو پیغمبر صاحبؐ کے ساتھ کسی طرح کی نسبۃ یا ادنے ملابسۃ تھی اُن کو جان سے بڑھ کر عزیز تھی۔ ان لوگوں کی اس درجے کی ارادۃ دیکھ کر پیغمبر صاحب کو ہمیشہ خوف رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ میری تعظیم میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنے لگیں۔ اور اسی خیال سے کئی مواقع آپ نے ارشاد فرمایا

[1] گائے حلال تو کی مگر ان سے توقع نہ تھی ۱۲ [2] جوش مذہبی ۱۲

کوئی دوا یا تدبیر بتادی۔ میں اس کو ایک دنیاوی بات کہتا ہوں اور میں کیا کہتا ہوں پوچھو حکیم عبدالمجید خاں
صاحب سے کہ یہ قانون شیخ پر علاج کرتے ہیں یا طب نبوی پر۔ تو کیوں طب نبوی دنیاوی بات ہو اور اس پر
عمل کرنا غیر ضروری اور دوسری باتیں اس سے کہیں اخف واہون دنیاوی نہ ہوں۔ اگر صرف کتب حدیث
میں ہونا دینی ہونے کی شناخت ہو تو طب نبوی اور دوسری بہت سی باتیں یکساں ہیں۔ اسی طرح مثلاً یہ جو
مشہور ہے کہ سر کے سارے بال رکھنے سنۃ ہیں۔ بے شک معلوم ہے کہ پیغمبر صاحبؐ کے سارے سر پر بال تھے
مگر اس کو لغوی سنۃ کہنا تو ٹھیک ہے مگر دینی سُنۃ کہنے سے لازم آجائے گا اس کا اتباع۔ اور پھر ایک بال ہو
تو مضایقہ نہیں۔ اس طرح کی سینکڑوں باتیں نکلیں گی۔ جتنی باتیں وتنی قیود۔ جتنی قیود وتنی سختی۔ جتنی سختی
وتنا حرج۔ اگرچہ شروع شروع کے مسلمان عموماً ہر چھوٹی سے چھوٹی بات میں پیغمبر صاحبؐ کی پیروی اور نقل کرنی
چاہتے تھے اور میں اُن کے اس خیال کو ایک طور پر بڑی عزۃ اور استحسان کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ پھر بھی اس
بارے میں اُن کے مدارج کو متفاوت پاتا ہوں۔ میں اکثر تعجب کیا کرتا ہوں عمرؓ اور اُن کے بیٹے عبداللہؓ
پر۔ باپ کی وہ شدۃ کہ درخت بیعۃ رضوان کو جس کا مذکور قرآن میں ہے لقد[۱] رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک
تحت الشجرۃ اکھڑوا پھینکا۔ بیٹے کی یہ احتیاط کہ پیغمبر صاحبؐ کی کوئی ادا رہ نہ جائے۔ میں جانتا ہوں اگر اس کا
پتہ مل سکتا کہ پیغمبر صاحبؐ ایک سکنڈ میں کتنے سانس لیتے تھے یا کے بار آنکھ جھپکاتے تھے تو ابن عمرؓ
اس کو بھی دین سمجھ کر کرتے اور التزام کے ساتھ کرتے۔ وہ ایسی ذری سی باتوں کا خیال رکھتے تھے کہ اگر
اُس راہ سے سفر کرنے کا اتفاق ہوا جدھر سے پیغمبر صاحب کا گزر ہوا تھا تو ادبدا کر وہیں اُترتے جہاں پیغمبر صاحبؐ
اُترے۔ وہیں سوتے جہاں حضرتؐ سوئے۔ اور اُسی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے جس جگہ حضرتؐ نے نماز پڑھی
مثلاً راستے کے داہنے ہاتھ ٹیلے کے پاس نشیب میں۔ ابن عمرؓ کے معاصر اُن کی اِن باتوں کو جس نظر سے دیکھتے
تھے وہ ایک اِس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیب یعنی مقام محصب میں ٹھہرنے کو ابن عمرؓ سنۃ پیغمبرؐ
سمجھتے تھے اس واسطے کہ واقع میں پیغمبرؐ صاحب مکے سے لوٹتے وقت وہاں ٹھہرے تھے لیکن ابن عباسؓ کہتے
ہیں لیس[۲] التحصیب بشئ انما ھو منزل نزل بہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی
یہی مقولہ ہے انما[۳] نزلہ رسول اللہ لانہ کان اسمح لخروجہ۔ ان باپ بیٹوں میں میرا تو کیا منہ ہے کہ ایک کا تخطیہ

---

[۱] اللہ مسلمانوں سے خوش ہو گیا جب وہ ایک درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر بیعۃ کر رہے تھے ۱۲ [۲] محصب میں ٹھہرنا کچھ چیز نہیں وہ ایک
اُترنے کی جگہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اُتر پڑے ۱۲ [۳] رسول اللہ صلعم محصب میں صرف اس غرض سے ٹھہرے کہ مکے سے روانہ ہونے میں وہاں سے آسانی تھی ۱۲

گرویدہ کرنے آئے تھے نہ باتیں سکھانے۔ اسی طرح آپ کو شعر کہنا کیسا موزوں طور پر پڑھنا بھی نہیں آتا تھا۔ تو کیا اس سے نبوۃ میں کسی طرح کا وہن آگیا۔ حاشا۔ یا مثلاً یہ کہ پیغمبرؐ کو علم غیب نہ تھا[1] لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ہے اس زمانے کے مشائخ میں کوئی جو اپنے مریدوں کے روبرو اپنی بے اختیاری اور درماندگی کا اس طرح صاف صاف اقرار کرے؟ وہ دعوے نہیں ہی کریں گے تو نجومیوں اور رمالوں کی سی مشتبہ بات کہیں گے تا کہ حاجتمند ہتے سے نہ اُکھڑنے پائے۔ پیغمبرؐ کی صداقت کی یہی تو بڑی دلیل ہے کہ اُنھوں نے فوق البشریۃ کسی بات کا دعوے ہی نہیں کیا۔ اس کی تصدیق میں ایک بڑے مزے کی آیۃ پڑھتا ہوں[2] وقالوا لن نؤمن لک حتے تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالہا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتے تنزل علینا کتابا نقرؤہ کس بلا کی تحدّی ہے کہ کیسے ہی ٹھنڈے مزاج کا آدمی ہو گرما اُٹھے۔ مگر اس سب کا جواب کیا تھا۔[3] قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا۔ تو مطلب یہ ہے کہ جس طرح لوازم بشریۃ موجب منقصۃ پیغمبر نہیں ہیں اسی طرح جزو شریعۃ بھی نہیں ہیں بیرمؤنہ کے لوگ آئے اور جناب رسالت مآب سے درخواست کی کہ اصحاب میں سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ کر دیجے کہ ہماری قوم کو چل کر احکام دین سکھائیں۔ آپ نے اُن کے کہنے کو باور کر لیا۔ اُن نابکاروں نے صحابیوں کو راہ میں مار ڈالا۔ کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر صاحب بحیثیۃ پیغمبری دھوکے میں آگئے۔ یا مثلاً چند دیہاتیوں نے مدینے میں آکر ظاہر کیا کہ ہم مسلمان ہیں۔ آب و ہوا مدینہ نے اُن سے کی ناسازگاری۔ آپ نے حکم دیا کہ تم فلاں جگہ ٹھہرو اور صدقے کی اونٹنیاں دودھ پینے کو عنایۃ فرمائیں۔ وہ اونٹنیاں لے چلتے ہوئے اس طرح کی میں سینکڑوں نہیں ہزاروں مثالیں پیش کر سکتا ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت سی باتیں ہیں نری دنیاوی اور وہ شرع سے داخل دین سمجھی گئی ہیں۔ اور یہی وجہ ہوئی کتب احادیث میں اُنکے لکھے جانے کی۔ مثال کے لیئے طب نبوی کو لو۔ بے شک ایسا ہوا ہے کہ بعض اوقات پیغمبر صاحبؐ نے کسی مرض کے لیئے

---

[1] علم فلاحۃ ۱۲ [1] میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں کہتا ہوں کہ فرشتہ ہوں ۱۲ [2] اور کہتے ہیں ہم تم پر ہرگز ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ تم زمین سے ایک چشمہ جاری کرو یا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور تم اُنمیں نہریں بہا دو یا جیسا کہا کرتے تھے ہم پر آسمان کے ٹکڑے برسیں یا ہمارے مواجہے میں خدا اور ملائکہ کو لا حاضر کرو یا تمہارے یہاں سونے چاندی کا محل ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے منتر کو ماننے والے نہیں مگر یہ کہ ہم پر کتاب اُترے اور ہم اُس کو آپ پڑھیں ۱۲ [3] تم جواب دو سبحان اللہ کیا میں آدمی اور خدا کا رسول نے ... بھیجا ہوا ہوں ۱۲

حق ہے۔ مہمان کا حق ہے۔ اور ایک خدا کا بھی حق ہے تو ہر ایک حق دار کو اس کا حق پہونچاؤ۔ انحضرت صلعم نے سنا اور مہمان کی تصویب فرمائی۔ اور خود آنحضرت کا تو حال یہ تھا کہ نماز پڑھا رہے ہیں پیچھے سے کسی عورت کے بچے کے رونے کی آواز آئی اور آپنے جلدی جلدی نماز تمام کی۔ ان باتوں سے اور ایسی ہی بہت سی باتوں سے ثابت ہے کہ دین میں تشدد کرنا شارع اسلام کو ناپسند تھا۔ مگر لوگوں نے جوش میں آکر از خود اپنے شوق سے کیا۔ اگلوں کا کرنا پچھلوں کے لیے پسند ہوتا گیا۔ خیر ایک سنۃ پیغمبر بھی سو تھی اس پر مستزاد ہوتی سنۃ صحابہ جس کو اصطلاح میں اثر کہتے ہیں و ہلم جرا ہر استاد کی سنۃ شاگردوں کے اور ہر پیر کی سنۃ مریدوں کے لیئے۔ غرض ہر کہ آمد براں مزید کرد۔ کسی کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ اِس اِلم کو سمجھتا اور اسلام کو تشددات سے پاک کرتا۔ شدہ شدہ اب مسلمانوں کو دین نے ایسا اپنے شکنجے میں کسا ہے کہ بیچاروں سے کچھ کرتے نہیں بن پڑتا۔ کانفرنس بڑا ہی ثواب لے اگر مسلمانوں کو ان تشددات سے جو نہ داخل دین ہیں اور نہ شارع کی رائے تھی کہ داخل دین ہوں بچالے۔ بھلا اور کچھ نہ ہو سر دست اتنا تو ہو کہ دین اَور زیادہ پاؤں نہ پھیلانے پائے۔ اگر مسلمانوں کا دین درست ہو جائے تو ان کا اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ لیکن مذہبی خیالات کے درست ہوئے بغیر تو سید احمد خاں دوسرا جنم بھی لیں مسلمان دنیادی ترقی نہیں کر سکتے۔

مذہب ہے کیا چیز۔ انسان کی نیچر کو گھڑی سمجھو تو مذہب اس کا رگیولیٹر[1] ہے۔ اس گھڑی کی سپرنگ[2] کچھ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ بے رگیولیٹر کی روک کے ہمیشہ تیز چلنا چاہتی ہے اِنّ النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ یہ ہے ماخذ تشدد کا جس سے کوئی مذہب خالی نہیں اور خالی ہونا چاہیئے بھی نہیں۔ لوگ رگیولیٹر سے کام لینے میں غلطی کرتے ہیں۔ بجاے اسکے کہ رگیولیٹر کے ذریعے سے سپرنگ کی رفتار کو دھیما کریں۔ چاہتے ہیں کہ سپرنگ کے زور کو معدوم کر کے گھڑی کو بے کار بنا دیں۔ اسلام کی بڑی عمدگی یہی ہے کہ اس نے اس عام غلطی کی اصلاح کرنی چاہی۔ بے شک اصلاح ہوئی اور بہت کچھ ہوئی یضع عنهم اِصرهم والاغلال التی کانت علیهم[4]۔ لیکن وہ تشدد جو شروع دنیا سے مذہب کے ساتھ ساتھ پیدا ہوا تھا

[1] ایک پرزہ ہے جو کمانی کے کھلنے اور سکڑنے کو تیز یا سست کرتا ہے ۱۲ [2] کمانی ۱۲ [3] انسان کا نفس بدی کی فرمایشیں بہت کیا کرتا ہے مگر یہ کہ خدا اپنی مہر رکھے ۱۲

[4] لوگوں سے اُن کے بوجھ ہلکے کرتا اور ان پر جو قیدیں ہیں اُن کو توڑتا ۱۲

اور دوسرے کی تصویب کردیں۔ لیکن یوں جس کا جی چاہے جتنا چاہے اپنے اوپر تشدد کرے۔ گفتگو اس میں ہے کہ وہ تشدد دخل دین بھی ہے یا نہیں۔ رہبانیۃ کیا چیز تھی وہ بھی ایک طرح کا تشدد تھا ابتدعوھا ما کتبناھا علیہم الا ابتغاء رضوان اللہ[۱] آنحضرتؐ نے ایک بوڑھی عورۃ کو دیکھا سواری کوتل اور آپ پاپیادہ حج کے لیئے گھسٹتی ہوئی چلی جارہی ہے فرمایا نیک بخت کیوں لاحاصل زحمت اُٹھاتی ہے۔ سوار کیوں نہیں ہو لیتی۔ ایک اور صاحب تھے اُنھوں نے ناک چھدوا کر ایک ڈوری پروئی تھی اور جس طرح مداری ریچھ کو لے چلتا ہے اُن کو کوئی آدمی اس خاص ادا سے حج کرانے لیئے جارہا تھا پیغمبر صاحبؐ نے دیکھ کر یہ سوانگ موقوف کرایا خود پیغمبر صاحبؐ کی صاحبزادی زینبؓ نے مسجد نبوی کی چھت میں ڈوری لٹکائی۔ رات کو ذکر آلٰہی کرتیں اور بال ڈوری سے باندھے رہتیں کہ نیند آئے تو جھٹکے سے آنکھ کھل جائے۔ پیغمبر صاحبؐ دیکھ کر ناخوش ہوئے اور ڈوری کھلوادی۔ ایک صحابی کھیتی کرتے تھے۔ شام کو تھکے ماندے گھر آتے سویرے سے جماعۃ کے ساتھ نماز عشا پڑھ کر سو رہتے۔ معاذ ابن جبل تھے امام ایک دن خدا جانے اُن کے جی میں کیا آئی کہ نماز عشا میں سورۂ بقرہ شروع کردی۔ کاشتکار بیچارہ بہت سٹ پٹایا[۲] آنحضرتؐ کو اس کی خبر لگی تو آپ معاذ پر بہت ناخوش ہوئے اور تین بار فرمایا افتان انت یا معاذ۔ ایک شخص نے تلاوۃ قرآن کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا مہینے میں ایک۔ اُس نے عرض کیا میں زیادہ پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا دو۔ اُس نے عرض کیا میں زیادہ پڑھ سکتا ہوں فرمایا تین۔ اُس نے پھر عرض کیا میں زیادہ پڑھ سکتا ہوں فرمایا ہفتے میں ایک اس سے زیادہ نہیں۔ یہ رمضان کی تراویح جو عمرؓ ہمارے پیچھے لگا گئے ہیں صحابہ نے آنحضرتؐ کی زندگی میں بہتیرے ہی زور مارے۔ آنحضرتؐ اس کو طرح ہی دیتے رہے۔ صوم الدہر کی ممانعۃ آپ صاحبوں نے سنی ہی ہوگی۔ بڑے متشدد کو بھی آپ نے صوم داود یعنے ایک دن بیچ کی بمشکل اجازۃ دی پیغمبر صاحبؐ نے صحابہ میں مواخاۃ کرادی تھی۔ ان میں سے ایک صحابی اپنے برادر خواندہ کے یہاں مہمان گئے صاحب خانہ کی بی بی کو دیکھا کہ شوہردار عورتوں کی سی ان میں کوئی بات نہیں۔ پوچھا تو ان بی بی نے کہا تمہارے بھائی کو تو عبادۃ الٰہی سے فرصۃ نہیں۔ بناؤ سنگار کس کے لیے۔ رات کو دونوں بھائی ایک مکان میں سوئے۔ صاحب خانہ جب جب نماز کے لیئے اُٹھنے کا قصد کرتے۔ مہمان کہتے ابھی نہیں آخر جب تہجد کا وقت آیا۔ دونوں نے نماز پڑھی۔ اور مہمان نے صاحب خانہ سے کہا کہ تم پر تمہارے نفس کا حق ہے۔ تمہاری بی بی کا

[۱] اُنھوں نے رہبانیۃ کو آپ ایجاد کیا ہم نے اُن پر فرض نہیں کی مگر اُنھوں نے اس کو ایجاد کیا اللہ کو خوش کرنے کے لیئے [۲] معاذ کیا تو لوگوں کو مصیبت

انشاء اللہ ایک نہ ایک دن تمام مزاحمتوں کو ایسا ہموار کرلے جائے گا کہ کہیں پتہ بھی تو نہیں لگے گا۔ جھینگر دیکھا ہی؟ دیکھا تو ہوگا مگر شاید خیال نہ کیا ہو۔ اس کی وہ بڑی بڑی مونچھیں سی ہوتی ہیں۔ ان کو انگریزی میں فیلرز کہتے ہیں۔ یہ فیلرز جھینگر کو وہ کام دیتی ہیں جو ہم میں اندھوں کو ہاتھ۔ ایسے ہی دو فیلرز خدا نے اہل یوروپ کو بھی دیئے ہیں بھلا اس پہیلی کو بوجھو تو کہ ان کے دو فیلرز کیا ہیں طبیعت پر زور دو۔ ہارے تو میں بتاؤں۔ اہل یوروپ کے فیلرز ہیں مشنریز[1] اور مرچنٹس[2] یہی دو گروہ پہلے دوستانہ یا ورنستانی بستم میر سد غیر ملکوں میں جاتے اور وہاں کے حالات کی ٹٹول کرتے اور آخر کار یوروپ کے جھینگر کو چاٹنے کے لیے لا بٹھاتے۔ بس اتنی ہی بات سے سمجھ لو کہ مشنری گاسپل[3] کی منادی سنانے آتے ہیں۔ یا کانکرنگ[4] کی۔ اور سوداگر مال بیچنے جاتے یا ملک خریدنے ✦

اب تک میں نے جو کچھ بیان کیا۔ اس سے لوگ ایسا سمجھے ہونگے کہ میں دینیات کی تعلیم کا مخالف ہوں اگر فی الواقع ایسا سمجھا گیا ہو تو میرے بیان کا قصور ہے۔ میرا مطلب صرف اسیقدر ہے کہ دنیا اور دین میں جتنی علی حدہ کی شاخ کو رکھنی منظور ہے باقی رہے۔ اتنی بات ملحوظ رکھ کر دینیات میں جو چاہو پڑھو اور جتنا چاہو پڑھو۔ بلکہ میں تو دینیات کی تعلیم کو ضرورۃ سے کم بہت کم سمجھتا ہوں۔ مثلاً بلاد اسلام کا جغرافیہ اور مسلمانوں کی تاریخ۔ میں ان دونوں کو ضروریات دین میں سے خیال کرتا ہوں۔ اور ہمارے ہاں دونوں سلسلۂ درس سے خارج۔ نتیجہ یہ ہے کہ حدیث پڑھنے بیٹھو جگہ جگہ مقامات کے پہاڑوں کے نام آتے ہیں بے اختیار جی چاہتا ہے کہ ان کی لوکیلٹی معلوم ہو نہ کسی نے کبھی نقشہ بنایا اور نہ دیکھنے میں آیا۔ بہت تفتیش کی تو اتنا پتہ لگا وہ بھی کسی کسی کا بلد[5] فی الشام جبل[6] علی مسافۃ عشر لیال من مکۃ اشم[7] ما یرو کان بنو فلان ینزلون بہ۔ رہی تاریخ باوجودیکہ مسلمان ضبط تاریخ میں کسی قوم سے ہیٹے نہیں رہے اور چونکہ ان کا زمانہ متاخر ہے ان کی تاریخ بھی سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے لیکن از بسکہ عموماً تاریخ داخل درس نہیں پڑھے لکھے یعنی مولوی تک اسلام کی تاریخ سے گویا کہ ناواقف محض ہیں اور عوام تو اپنے پیغمبر کے حالات سے بھی اچھی طرح آگاہ نہیں حدیث بھی ایک قسم کی تاریخ ہے مگر مسلسل اور جامع نہیں اور وہ تاریخ کی حیثیت سے مدون بھی نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کو گدگدانے کا سب سے بہتر طریقہ یہی کہ ان کو ان کے بزرگوں کے حالات سے آشنا کیا جائے۔ اور یہ سمجھیں کہ ان کے بڑے کیا تھے اور انھوں نے کیسے

---

[1] پادری ۱۲ [2] سوداگر ۱۲ [3] انجیل ۱۲ [4] فتوحات ۱۲ [5] ملک شام میں ایک شہر ہے ۱۲ [6] مکہ سے دس دن کے رستے پر ایک پہاڑ ہے ۱۲ [7] ایک تالاب کا نام ہے جو فلاں قبیلے کے لوگوں کا تھا اور وہ اس کے پاس آکر رہا کرتے تھے ۱۲

دلوں سے کم تو ہوا مگر مٹا نہیں۔ حامل دین اسلام دو گروہ ہیں۔ علما اور مشائخ۔ میں بیان میں اب تک
علما کی طرف متوجہ تھا۔ حالآں کہ تشدید و تشدد کا الزام علما پر ایک چھٹانک تو مشائخ پر ایک من نہیں بلکہ
ایک ٹن۔ اگر تشدد نہیں تو طریقہ کوئی چیز نہیں۔ دیکھو ان کے مجاہدات ریاضات ترک حیوانات اربعینات
اور کیا اور کیا۔ یہ لوگ اس کو کہتے ہیں نفس کُشی اور میں کہتا ہوں خودکشی۔ یہ سب تدبیریں ہیں ابطال فطرۃ
اور نقض قانون قدرۃ کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کبھی کوئی مذہب اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوا
کامیابی سے مراد ہے اُس مذہب والوں کا اطمینان کہ ہم اس امتحان میں پاس ہوئے۔ جو مرتا ہے تشکی کُنندۂ
بائی ہسم سلف۔ اور جب تک جیتا ہے اپنے قصور کا معترف اور نجاۃ سے مایوس۔ بات یہ ہے کہ مذہب کا
کوہ گراں دیکھ کر لوگوں نے جا چھوڑ دیا ہے۔ جسقدر بوجھ اُٹھا سکتے اور خدا کو اُسیقدر اُن سے اُٹھوانا منظور ہے
لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اُس کو بھی کندھا نہیں دیتے۔ جانتے ہیں کہ قسائی کے گھر اول جانا آخر جانا کیوں
لاحاصل زحمۃ اُٹھائی۔ مذہب کی یہ حالت بڑی ہاربل اور ڈس اپوائنٹنگ ہے اور میں اسکو ہوپ فل اور چیرنگ
بنانا چاہتا ہوں اور یہی اصل مطلب ہے جس کو کانفرنس پر موسٹ فورسبلی پرش کرتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ
بات کا پہلو بدلوں ایک دخل مقدر کے دفع کرنے کی ضرورۃ معلوم ہوتی ہے۔ باوجودیکہ تشدد اعلےٰ درجے
کا تشدد صلب عیسائیۃ میں داخل ہے اس پر بھی عیسائی دنیاوی ترقی کے معراج الکمال پر پہونچ گئے ہیں اور
مسلمان ہر چند ان کے اصل مذہب میں تشدد نہیں سختی نہیں اور جو تشدد اور سختی دیکھتے ہو وہ خارج سے اس
میں گُھس پڑی ہے اس پر بھی ان کی دنیاوی حالۃ ابتر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائی صرف
نام کے عیسائی ہیں۔ ان میں جو تعلیم یافتہ صاحب الرأے ہیں اکثر دہریئے یا ان کے چھوٹے بھائی نیچری ہیں
اور جو مذہب کا ادب کرتے ہیں اُنھوں نے ایک ایبسٹریکٹ ریلجن بنا لیا ہے اور اس کو دنیاوی باتوں
میں انٹرفیر نہیں کرنے دیتے۔ نہ لوتھر پیدا ہو نہ مذہبی غلامی سے ان کو آزاد کرے اور نہ دنیاوی ترقی کے
رستے میں یہ لوگ ایک قدم سرکیں۔ ہمارے یہاں بھی خدا نے لوتھر تو پیدا کر دیا ہے قوم کو بھی اس کی رائے
پر عمل کرنے کی توفیق خدا دے تو بس سب کام سدہ ہیں۔ پانی نے جگہ کرلی ہے اور قطرہ قطرہ جمع ہو رہا ہے

---

[۱] اقراری مجرم ۱۲ [۲] اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر اس کی طاقت کے ۱۲ [۳] خوفناک ۱۲ [۴] مایوسانہ ۱۲ [۵] امید دلانے والا ۱۲ [۶] خوش کن ۱۲ [۷] نہایت زور سے ۱۲ [۸] یعنے کانفرس کو زبردستی اس کی طرف متوجہ کرتا ہوں ۱۲ [۹] خلاصۂ مذہب ۱۲ [۱۰] مداخلۃ ۱۲ [۱۱] انگریزوں میں بڑا نامی رفارمر ہو گزرا ہے ۱۲

نم ہے - اب ہم اسی ایک بات کو دیکھتے ہیں کہ آیا دین میں اس کی بھی کچھ اصل ہے یا نہیں۔ قرآن سے اتنا
۔ تو چلتا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر اس سے علما کے
روہ یا شکوہ کے ہونے کی ضرورۃ تو ثابت۔ اب رہی توکل پیشگی تو اگر مولوی اپنی آمدنی سے (جو اکثر نہیں بلکہ
ں صدقات کی قسم میں سے ہے گو اُس کو زبردستی ہدیہ قرار دیا جائے) راضی مند ہوں اور وہ ضرور رضا مند
ں مجکو اُن سے بحث کرنے کی ضرورۃ نہیں۔ لینے والے جانیں اور دینے والے مگر مولویوں کی توکل پیشگی
ے جو ایک بڑی قباحۃ پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے انسداد کے لیئے جہاں تک مجھ سے ہو سکے ضرور اصرار
روں گا۔ وہ قباحۃ یہ ہے کہ مولوی لوگ دینیات کی تعلیم تھیوریٹکلی جیسی کرتے ہیں سو کرتے ہیں۔ ایک پریکٹکل
لیم ان کے اپنے نمونوں کی ہے جو وہ اپنے تلامذہ اور معتقدین اور پبلک کو دکھاتے ہیں۔ مولوی نہ بھی
ہیں تاہم اُن کے نمونے لوگوں کو سکھاتے ہیں کہ دین داری یا کمال دین داری کے لیے زہد و توکل
شرط ہے۔ اور یوں مسلمانوں کو دنیا کی طرف سے نفرۃ اور بے دلی پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ اور دنیا کا
ال یہ ہے کہ طلب صحیح پر بھی اس کا حصول دشوار تو نفرۃ اور بے دلی کے ساتھ اس کو محال ہونا چاہیئے
ور وہ محال ہے بھی۔ آخر مولویوں کی معاش لوگوں کی امداد پر ہے تو کیوں اس امداد کو قاعدے کے پیرایئے
ں لاکر مولویوں کو دوسرے مدرسوں کی طرح تنخواہ دار ملازم نہ بنایا جائے۔ مولوی بھی عار صدقات سے
چ جائیں گے اور زہد و توکل ہی باقی نہ رہے گا کہ لوگ اس کی تقلید کریں۔

ں دو پیغمبروں کو دیکھتا ہوں۔ ایک نے راہبانہ زندگی کی گو وہ زندگی بہت ہی مختصر تھی۔ نہ بیاہ کیا
گھر بنایا۔ نہ کوئی پیشہ لے کر بیٹھے۔ نہ دنیا سے کسی طرح کا تعلق رکھا۔ اور اپنی قوم و امۃ کو تعلیم بھی کی تو
یسی ہی کہ کل کے لیئے ذخیرہ مت کرو۔ دشمن سے دشمن کے ساتھ بھی صمیم قلب سے ایسی محبۃ رکھو جیسی
پنے اکلوتے فرزند سے۔ اگر تمہارے ایک کلّے پر کوئی طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کے آگے کر دو کہ
ملا یا اَور مار۔ ان کی تلقین کا لُب لباب تھا۔ جوگ۔ سنیاس۔ زہد۔ ترک دنیا۔ فقر و درویشی۔ اُن کی
ۃ کو دیکھتا ہوں سلطنۃ کرتے ہوئے۔ اور سلطنت بھی ایسی ہیکڑ کہ اگر کوئی نظر بھر کر دیکھے تو اس کی
نکھیں نکال لیں۔ اور کتنوں کی نکال لی ہیں اور اب نکال لینے کو طیار رہیں۔ دولتمندی کا یہ حال ہے کہ
ٹی سونا ہے اور سونا مٹی۔ دوسرے پیغمبر صاحب کو دیکھتا ہوں تو اُن کے اصول ہی دوسرے ہیں

۵ تم میں ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیئے جو بھلائی کی طرف بلائیں نیکی کرنے کو کہیں بدی سے منع کریں ۱۲ ملہ صاف تلفظ ۱۲ ملہ ضمنی ملکر ۱۲

کیسے کارنمایاں کیے تھے۔ پھر کہاں تک اِن کو غیرۃ نہ آئے گی اور کب تک عرق حمیتہ پڑی سویا کرے گی۔ مگر یہ اس سے
نہیں ہونے کا کہ موٹی موٹی ضخیم کتابیں جو اُٹھائی نہ اُٹھیں بنا کر مسلمانوں کے سر ماریں۔ کسی کو اُن کے خریدنے کا
مقدور ہو اور کسی کو افکار دنیا سے فرصت بھی ملی اور تاریخ دانی کا مذاق بھی ہوا تو اُس نے کبھی کبھی مشغلے کے طور
پر سرسری نظر سے دیکھ لیں۔ نہیں۔ تاریخ اور جغرافیے کو کورس میں لینا ہوگا۔ دینیات کا ہو یا علوم دنیاوی کا۔
انگریزی تعلیم میں تاریخ بڑی اہم چیز سمجھی گئی ہے اور بلاشُبہ وہ بڑی اہم چیز ہے بھی۔ لیکن سرکاری تعلیم میں
جو تاریخیں ہیں وہ ان ہی کے مطلب اور ان ہی کے ڈھب کی ہیں۔ ہم کو اپنی وقتی ضرورتوں کے مطابق کتابیں
بنوانی ہوں گی۔ مٹیریل موجود ہیں +

میں نہیں سمجھتا کہ کانفرنس کے فنڈ اگر کچھ ہوں اس سے کسی بہتر مصرف میں انوسٹ کیے جاسکتے ہیں۔ بات یہاں تک
پہونچی ہے۔ اس بنا پر کہ میں کانفرنس کو مسلمانوں کے مذہبی خیالات کے اصلاح کی صلاح دیتا ہوں۔ اگرچہ اسلام میں
بہت سی باتیں جن کو دین سے کچھ علاقہ نہیں داخل دین ہوگئی ہیں۔ مگر تاہم ہندوستان کے دوسرے ادیان کے
مقابلے میں بہت کچھ آزادی اسلام میں باقی ہے۔ اور اگر اصلی آزادی جو اسلام میں ہے حاصل نہ کی جاسکے اور بلاشُبہ
اس کا حاصل کرنا ہے بھی مشکل تو جسقدر باقی رہی ہے اسی کی احتیاط کیجائے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ اتنی ہی آزادی
کی بنیاد پر مسلمان بہت کچھ ترقی کر سکتے ہیں۔ اور یہی آزادی جس کے لیے میں اتنی دیر سے غل مچا رہا ہوں اس آپس کی
پھوٹ کو بھی روکے گی۔ یا کم سے کم اس کو کم کرے گی جس کی وجہ سے اسلام ضعیف ہوتا چلا جا رہا ہے۔ میں نے
تو اس خیال کو ایسا پکا یا ہے کہ چھوٹے چھوٹے اختلافات کی تو میں تارعنکبوت کی برابر بھی حقیقۃ نہیں سمجھتا ان[1]
اوھن البیوت لبیت العنکبوت۔ وہ سُنی شیعہ کا بڑا اختلاف جس نے شروع سے مسلمانوں کو دو بڑی پارٹیوں
میں تقسیم کر رکھا ہے اصل دین کے اعتبار سے میں اُس کو بھی فضول و لایعنی خیال کرتا ہوں۔ اور اگر مسلمان
میری آج کی باتوں کو سہہ نکلے اگرچہ بد اقبالی کی وجہ سے جو ان کے سر پر سوار ہے سہتے ہوئے نظر نہیں آتے
لیکن اگر سہہ نکلے تو ایک دن بشرط زندگی سنی شیعہ کے اختلاف پر ایک خاص لکچر دونگا۔ اور شاید اسی کانفرنس
میں۔ اب مجھکو تعلیم دینیات کے متعلق کانفرنس کو ایک صرف ایک صلاح اور دینی ہے۔ وہ یہ کہ مولوی لوگ
تعلیم دینیات کے گویا ٹھیکہ دار ہیں۔ لیکن جو مولوی تعلیم دینیات کے ٹھیکہ دار ہیں وہ توکل پیشہ بھی ضرور
ہیں۔ یہاں تک کہ جو مولوی توکل پیشہ نہیں وہ عالمِ دین نہیں سمجھا جاتا۔ یعنی عالمِ دین ہونے کے لیے توکل پیشگی

[1] گھروں میں سب سے بودا گھر مکڑی کا گھر ۱۲

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ
اللہ کی بناوٹ جس کے مطابق لوگوں کو بنایا اللہ کی خلقت
لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ
کو کون بدلے یہ ہے ٹھیک دین لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں

فطرۃ اللہ

یعنی

جناب مولانا مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب
کا لکچر جو انھوں نے انجمن حمایت اسلام لاہور
کے آٹھویں سالانہ جلسے میں توحید کی نسبت دیا

سنہ ۱۳۱۱ ہجری المقدس

بفرمایش محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں

مطبع انصاری واقع دہلی میں رونق طبع پائی

وہ دنیا کو دنیا کی جگہ سمجھتے اور جس قدر کی وہ لائق ہے اس کی قدر کرتے اور فرماتے ہیں ۱ ربنا ما خلقت هذا باطلا اور ۲ کلوا واشربوا ولا تسرفوا اور ۳ من حرم زینة الله التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل هی للذین امنوا فی الحیوة الدنیا خالصة یوم القیمة اور ۴ زین للناس حب الشهوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذهب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث ذلک متاع الحیوة الدنیا والله عندہ حسن الماب اور ۵ والخیل والبغال والحمیر لترکبوها وزینة اور ۶ وعد الله الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم۔ غرض ان کی تعلیم وہدایة کا خلاصہ یہ تھا کہ دنیادار خداپرست بنو۔ ایسے ہی وہ آپ تھے اور اپنی اُمتہ کو بھی وہ ایسا ہی بنانا چاہتے تھے اور جیسا بنانا چاہتے تھے بنا گئے تھے۔ اب اُن کی اُمتہ ہے خستہ حال۔ خراب۔ تباہ۔ مفلس۔ محتاج دوسری قوموں کی محکوم۔ مغلوب۔ بے وقعت۔ ذلیل۔ خوار۔ یعنے مسلمانوں نے عیسائیوں کی شان اختیار کرلی ہے اور عیسائیوں نے مسلمانوں کی ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی ست

اس سے بڑھکر بوالعجبی یہ ہے کہ نذیر احمد مسلمان ہوکر ۷ ہیر پنشنر آف ہز ہائینس دی نظام۔ اور لارڈ لینڈ ون کرسچن ہوکر وائسرائے۔ اگر پنشنر آف نظام نہیں تو کم سے کم مولوی لینڈ ون ہونا چاہیئے اور مجکو وائسرائے نہیں تو کم سے کم لارڈ نذیر احمد۔ لارڈ نذیر احمد کے نام سے تم کو بڑی ہنسی آئی اور بیشک ہنسی کی بات بھی ہے۔ مگر ہمارے ہی بھائی بندوں نے سلطنتیں کی ہیں۔ ملک گیریاں کی ہیں ملک داریاں کی ہیں ؎ آگے تھے ابتدائے عشق میں ہم + اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہ +

---

۱ اے پروردگار تو نے اس دنیا کو نکما تو نہیں بنایا ۱۲ ۲ کھاؤ اور پیو اور فضولی نہ کرو ۱۲ ۳ اللہ کی بنائی ہوئی زینة کی چیزیں جو اُس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیں۔ اور پاک روزی ان کا حرام کرنے والا کون ہے ان لوگوں سے کہدو کہ جو لوگ دنیا میں ایمان لائے ہیں قیامة کے دن یہ چیزیں خاص کر اُن ہی کو ملیں گی ۱۲ ۴ لوگوں کو فریفتہ کردیا گیا ہے خواہشوں کا عورتوں سے اور بیٹوں سے اور سونے چاندی کے ڈھیروں سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے اور چارپایوں سے اور کھیتی سے یہ جیتے جی کے فائدے ہیں اور اچھا انجام خدا کے پاس ہے ۱۲ ۵ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے تاکہ ان پر سواری کرو اور زینة کی چیزیں ۱۲ ۶ جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا مالک بنائے گا جیسے ان لوگوں کو بنایا جو ان سے پہلے ہوگزرے ہیں ۱۲ ۷ سرکار نظام کا ایک وظیفہ خوار ۱۲

لکچر ختم ہوا

نحمدہ و نصلے علی رسولہ الکریم صلے اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اب سے غالباً پینتیس ۳۵ برس پہلے کا مذکور ہے کہ ایسٹ انڈین ریلوے کا وہ حصہ جو الہ آباد اور فتحپور کے درمیان واقع ہے کھولا گیا۔ میں اُن دنوں مدارس الہ آباد کا ڈپٹی انسپکٹر تھا۔ اور مجھکو دورے کی ضرورت سے اکثر ریل پر سفر کرنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ چونکہ ریل نئی چیز تھی۔ انتظام میں بھی بہت سے نقص تھے اور لوگ ریل کے ضبط اوقات اور اُس کی قوتِ رفتار سے بھی اچھی طرح آگاہ نہ تھے۔ ایکسیڈنٹس (حادثات) اکثر واقع ہوتے رہتے تھے اُسوقت کی دو باتیں ابھی تک مجھے یاد ہیں۔ ایک ہنسی کی اور ایک افسوس کی +

ہنسی کی بات تو یہ ہے کہ اتفاق سے خبر نہیں کہاں کے۔ مگر وضع سے معلوم ہوتا تھا لکھنؤ کی طرف کے دو صاحب ایک سٹیشن پر گھنٹوں پہلے سے ریل کے منتظر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں گھنٹی ہوئی اور ریل کے کسی ملازم نے آواز دی کہ پچھم کے جانیوالو ٹکٹ لینے چلو۔ اِن دونوں نے بھی ٹکٹ لیئے اور پھر فراغت سے اپنی جگہ جاکر باتوں میں مشغول ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد ریل آموجود ہوئی اور لوگ گاڑیوں پر سوار ہونے کے لیئے دوڑے یہ دونوں بھی ٹکے گز کی چال سے چلے۔ اول تو جس تکلف سے انہوں نے اسباب اُٹھایا ہے قابل دید تھا۔ دونوں ہاتھ اور لبستر۔ اسباب کی گٹھڑی۔ پاندان۔ حقہ اور اُسکے اجزاے ثلاثہ نیچہ و چلم۔ بٹیوں کی تھیلی۔ ایک کف دست کے برابر ٹوپی جو سر پر اوڑھے تھے یا اُنھی کے محاورے میں کہیں نہ کہوں سر پر دیئے تھے۔ وہ اور شاید ناشتہ بھی۔ اتنی چیزیں سنبھالنے کو۔ اب مجھے یاد نہیں کہ انھوں نے اِن چیزوں کو کیونکر سنبھالا۔ مگر گٹھڑی کو تو میں دیکھتا تھا الگ سے بغل میں پڑے تھے اور کمر بل کھا کھا جاتی تھی +

اللہ اللہ کیا اختلاف اوضاع ہے ایک تو وہ ٹوپی تھی کہ میں نے اسکو کف دست کے برابر بتایا اور

یہ وہ لکچر ہے جسکی بنا پر لاہور کے مشہور مقدمات لائیبل و توہین مذہب وغیرہ دائر ہوئے اور جس طور پر مقدمات مذکور کا خاتمہ ہوا وہ محرم علی چشتی اڈیٹر اخبار رفیق ہند کے معافی نامہ ذیل سے ظاہر ہوگا +

معافی نامہ

میں محرم علی چشتی نہایت عاجزانہ طور پر سچے دل سے مولوی نذیر احمد صاحب سے معافی کا ملتجی ہوں۔ مجھے نہایت ہی رنج ہے کہ میں نے اپنی تحریرات میں اُنکی نسبت متعدد سخت الفاظ اور بلا موقع اور نا ملائم اور بیجا فقرے اور گالیاں لکھیں۔ جن کی وجہ سے اُنکو رنج اور تکلیف ہوئی۔ ان سب کی تلافی کا جو کچھ مجھ سے ممکن ہے میں سچے دل سے اور نہایت الحسان سے بذریعہ اس تحریر کے کرتا ہوں اور یقین واثق دلاتا ہوں کہ آئندہ کسی قسم کی بیجا تحریر اُن کی نسبت شائع نکرونگا۔ اور نیز صفحہ اول رفیق ہند میں اس تحریر کو چھاپنے کے علاوہ اخبارات پنجاب میں جن کی تفصیل ۱۹۔ اپریل سنہ ۱۸۹۳ء کے رفیق ہند میں ہے اور جنہوں نے مولوی صاحب کے برخلاف لکھا ہے ایک ایک بار معافی کو مشتہر ہونے کے لئے بھیجدونگا نیز یہ اقرار ہے کہ میری طرف سے جسقدر استغاثے مولوی صاحب پر دائر ہوئے ہیں اُن سب میں باز دعوی داخل کردونگا۔ میں نہایت افسوس اُن بیجا دلائل اور لاطائل الفاظ کی نسبت کرتا ہوں جو میں نے اپنی تحریرات میں استعمال کئے۔ مولوی صاحب نے مقدمہ کا خرچہ معاف کردیا ہے +

راقم محرم علی چشتی ۱۹ جون سنہ ۹۳ء مقام لاہور

دستخط انگریزی

رام ناتھ مجسٹریٹ درجہ اول لاہور

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	بیقراری نہیں	بیقراری نہیں
[illegible]	[illegible]	دلسوزی نہیں	دلسوزی نہیں
[illegible]	[illegible]	میٹریل	میٹریل
[illegible]	[illegible]	دافضی	رافضی
[illegible]	[illegible]	بول جانہ	بول جائے
[illegible]	[illegible]	اینک	رینک
[illegible]	[illegible]	مہاتب	راتب
[illegible]	۷	جزیلیتی	جزیلیتی
[illegible]	[illegible]	ٹیلر	[illegible]
[illegible]	[illegible]	متجس	متجس

تھا تکلف اور ظاہر داری کا۔ وہ قبلہ تھا دکھاوے کا۔ تپاک کا۔ وہ قبلہ تھا
نے کا۔ وہ نام کو قبلہ تھا اور حقیقت میں قطب انجا بجنبید۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ریل
ں کرتے رہ گئے ٭

یب ہے کہ ایک مقام پر ریل کی سڑک دور تک اونچا ٹیلہ کاٹ کر نکلی تھی دونوں
بیچ میں سڑک۔ میں نے کہا تھا نہ کہ یہ اُن دلوں کا مذکور ہے کہ ریل نئی نئی
ں کا ایک گلے کا گلہ کیونکر سڑک میں اتر آیا۔ ڈرائیور نے دیکھکر دور سے ڈراؤنی
ں۔ پانی اُڑایا۔ غل مچایا۔ بیل کیا سمجھیں۔ یہاں تک کہ ریل اُن دونوں دیواروں کے
نے عجیب تماشا کیا۔ ایک تو بیچ سڑک میں گردن جھکا کان کھڑے کر بھنکار
یار ہوا۔ اُس نے ریل کو شاید بھینس سمجھا ہوگا۔ اور دوسرا دم دبا کر نہیں بلکہ اُٹھا کر
حیران و مبہوت ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے کہ کدھر جائیں کدھر نہ جائیں چکّی
ٹرنا چاہتا تھا اور اُسکا جو ریل کے آگے آگے بھاگتا تھا مگر ریل کی تیزی کو کیا پاتا
تھے مگر کچھ کرتے نہ تھے غرض سب ہی کا توقیمہ کر دیا۔ وہ ہاربیل سین (منظر خوفناک)
ر بھولے گا بھی نہیں ٭

ں سے سوچنے اور سمجھنے والے کے لیئے بہت بڑی نصیحت نکلتی ہے۔ ریل کو سمجھو کہ
ں کا گلہ ہم لوگ ہیں۔ اگر ہم زمانہ کی قوتِ رفتار سے واقف نہوں تو۔ اور اُسکا مقابلہ
ہ ساتھ نہ چل سکیں تو اور کچھ نہ کریں تو زمانے کی ریل ہم میں سے کسی کو پیٹر کرنیوالی
پکی ہے کہ خدا کسیکو اسکے پاٹوں میں ڈالے ہی نہیں۔ پاٹوں میں آیا اور چلے آٹا
بھدیتی ہے۔ یہ وہ درانتی ہے کہ گیہوں یا سرسوں یا السی جو کچھ اسکے منہ پر چڑھ گیا
اب یہ تمہارا کام ہے کہ زمانہ کی رفتار کو پہچانو۔ اُسکی قوت کو سمجھو۔ اور پھر یہ دیکھو کہ
ں کی نکٹے گز کی چال چلکر ریل پر سوار ہو لوگے یا زمانے کی ریل کا مقابلہ کروگے
جاؤگے۔ یا آنکھوں پر پٹی باندھکر کانوں میں روئی ٹھونسکر (پرانی رعیّت) زمانے
ر ہو رہو گے۔ گم سم کھڑے دیکھا کروگے اور ریل اوپر لوپر چلی جائے گی۔ ریل کے
نا۔ وہ آئی یہ آئی۔ بھاگو بھاگو بچو بچو انا النذیر العریان فالنجا فالنجا ٭

ایک تمہارے سامنے ہیں کہ باقی سارا لباس ایک طرف اور ایک سر بند ایک طرف۔ پھر مختلف بندش کی پگڑیاں ہیں اپنے ہاتھ کی باندھی ہوئی۔ دستار بندوں سے بندھوائی ہوئی۔ ایک منی ایچر آدی پر امنڈ آو ایجبٹ آن دی سمالسٹ سکیل یعنی ننھا منّا اہرام مصر کا نمونہ پارسیوں کی پگڑی اگر کہیں نظر پڑی ہو۔ اور ایک منصبداری پگڑی ہمارے حیدر آباد کی ہے۔ ہلکی۔ سبک۔ پگڑی کی پگڑی اور ٹوپی کی ٹوپی۔ عمامے میں پھنٹے ہیں۔ ہمارے ہاں کے نیچریوں کی وضع مختص لال پھندنیدار ترکی ٹوپی ہے۔ نیچری تو یہاں بھی بہت ہونگے۔ مگر لال ٹوپیاں کم دکھائی دیتی ہیں۔ اور خدا جانے کتنی قسم کی ٹوپیاں ہیں۔ جتنے سر وتنی پوششیں اور دی لاسٹ دو نوٹ دی لیسٹ (سب سے آخر مگر رتبے میں کم نہیں) ایک بنگالہ ہے کہ اُسکو ٹوپی یا پگڑی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ غرض ہمارا ہندوستان بھی عجیب مختلف الشئوں خطہ ہے۔ ہر ایک کی وضع نرالی۔ ہر ایک کی طرح جدا گانہ۔ اور جتنا اختلاف ظاہر کا ہے اس سے کہیں زیادہ مذہب کا معتقدات کا۔ تم کو تعجب ہوتا ہو گا کہ وہ بقدر کف دست ٹوپی سر پر کیسے سنبھلتی ہوگی۔ اگر اوڑھنے کا ارادہ ہو تو تدبیریں بتا دوں۔ وہ ٹوپی آلپینوں سے بالوں میں اٹکا لیجاتی ہے۔ لیکن اب پُرانی باتیں چھوٹتی چلی جاتی ہیں اِلّا یہ ایک عجیب سیر دیکھنے میں آتی ہے کہ جو صوبے بعد کو انگریزی عملداری میں آئے وہ جلد جلد انگریزی اثر سے متاثر ہوتے گئے۔

خیر تو وہ ریل کے دو مسافر اپنا سارا بکھیڑا لیتے ہوئے سوار ہونے کی غرض سے چلے۔ پلیٹ فارم پر جانے کو اکیلے اکیلے ایک گلیارے میں سے گذرنا ہوتا تھا۔ گلیارے کے سرے پر دونوں ٹھٹکے اب یہ اُس سے کہتا ہے کہ اے قبلہ آپ اور وہ اُس سے اصرار کرتا ہے اے قبلہ آپ۔

یہ قبلہ قبلۂ بیت المقدس تو نہ تھا کہ حکم آیا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔ (اے پیغمبر اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کو پھیر لو اور تم لوگ کہیں بھی ہوا کرو مسجد حرام کی طرف اپنا منہ پھیر لیا کرو) اور حکم کے ساتھ سب کے سب کعبہ شریف کو مڑ گئے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تحویل قبلہ کے بعد پہلی نماز پڑھی اور نماز پڑھکر گھر جا رہے تھے راہ میں ایک مقام پر بیت المقدس کی طرف کو نماز جماعت ہو رہی تھی۔ اُنھوں نے نمازیوں سے کہا تم کدھر کو نماز پڑھ رہے ہو قبلہ تو بدل گیا اور میں آنحضرت صلعم کے پیچھے ابھی کعبہ کی طرف نماز پڑھے چلا آتا ہوں وہ لوگ رکوع میں تھے سنتے ہی کعبہ کو پھر گئے۔

غرض ہمارے ان لکھنوی دوستوں کا قبلہ قبلۂ بیت المقدس تو نہ تھا کہ ایک حکم میں اسکی

اور پھر بھی جیسی قدر ہونی چاہیئے نہیں ہوگی کیونکہ تمہارے یہاں برس دن[1] رمضان آئے گا اور انجمن میں بارہ مہینے امیرخانی رمضان رہتا ہے +

امیر خانی رمضان کا قصہ یہ ہے کہ امیر خاں پنڈارا ایک لوٹیرا آدمی تھا اور اُسنے اپنی قسم کے سپاہی جمع کرلیئے تھے۔ اِن لوگوں کو کبھی تنخواہ نہیں دیجاتی تھی۔ اتفاق سے نقالوں کا ایک طائفہ اس کے لشکر میں پہنچا اور لوگوں کو اپنا تماشا دکھانا چاہا۔ لوگوں نے عذر کیا کہ ہمکو دانے گھاس کی مشکل پڑی رہتی ہے۔ تم کو انعام واکرام کہاں سے دینگے۔ سرگروہ طائفہ نے کہا کہ ہمارا تماشا کراؤ تو ایسی نقل کرینگے کہ شاید تمہاری تنخواہیں بھی تقسیم ہوجائیں۔ چنانچہ ایک شخص بہت بزرگ صورت جیسے ہماری انجمن کے نقیب الاولیا (خان نجم الدین صاحب) موجود ہوئے طائفے میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت آپ کون بزرگ ہیں اُنھوں نے جواب دیا کہ رمضان شریف۔ اتفاق سے وہ مہینہ شاید ربیع الاول کا تھا تو دوسرے نے حیران ہوکر پوچھا کہ رمضان شریف کے اِس مہینے میں آنے کا کونسا موقع ہے اُنھوں نے جواب دیا کہ تم کو معلوم نہیں میری تعیناتی امیر خاں کے لشکر میں ہے۔ صرف ایک مہینے کی رخصت ملتی ہے اِسی میں سارے جہان میں پھر آتا ہوں اور پھر اپنے ٹھکانے آلگتا ہوں ۔ سُنا ہے کہ یہ حکایت امیر خاں کے کان تک پہنچی اور اُسنے تنخواہ کے تقسیم کیئے جانے کا حکم دیا +

کیا ہمہ وقت کوئی آدمی تمہارے آگے جھولی پھیلائے کھڑا رہے۔ یا ہر ماہواری رسالہ میں تمہارے پاس عرضیاں بھیجی جایا کریں۔ یا ہر سالانہ جلسے میں تمکو یاد دلایا جائے کہ ایک انجمن ہے اور اُسنے قوم کی اُمید پر رفاہ قومی کے بہت سے کام اُٹھا رکھے ہیں۔ اُسنے ہول پر اوس کے یتیموں کو اپنی حفاظت میں لیا ہے اور یتیم آدمی کے بچے ہیں لاوارث بےکس اُنکو تمہاری طرح دو وقت بھوک لگتی ہے۔ جاڑوں میں سردی اُنکو رہنے کو مکان۔ ستر عورت کے لیئے کپڑا درکار ہے غرض سبھی آدمیوں کی سی ضرورتیں رکھتے ہیں اور سوائے خدا کی ذات کے کوئی اُن کی ضرورتوں پر نظر کرنے والا نہیں۔ یا نیچے تم۔ اگر خدا تمہارے دل میں رحم ڈالے اور یتیموں کا ترس کھاؤ۔ یا انجمن بیوہ عورتوں کی پرداخت کرتی ہے یا انجمن نے اسکول جاری کیا اور اب وہ اُسکو کالج کرنے پر مجبور ہوئی۔ اور اِن سب باتوں کو چاہیئے خرچ۔ انجمن کیمیا بنانی نہیں جانتی۔ اُسکو دست غیب کا عمل نہیں آتا۔ اُسنے کہیں سے وبا گڑا خزانہ نہیں پالیا۔ انجمن کے ممبر چور نہیں۔ ڈاکو نہیں کہ کسی کا مال جا کر

[1] یہ انجمن کے بڑے سرگرم ممبر ہیں۔ لکچر کے وقت جلسے میں لوگوں کو یہی باترتیب بٹھا رہے تھے +

یہ عربی سمجھے۔ حدیث شریف ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایکبار اہل مکہ میں منادی کرائی
کہ مجھکو تم لوگوں سے کچھ ضروری بات کہنی ہے۔ فلاں وقت فلاں مقام پر جمع ہوجاؤ تو جو کچھ مجھ کو کہنا ہے
تم کو اُس سے آگاہ کردوں۔ لوگ جمع ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ بھلا اگر میں تم سے کہوں کہ دشمن کی فوج تمکو
لوٹنے مارنے کے ارادے سے اس پہاڑ کی آڑ میں آکر چھپی پڑی ہے تو تم میری بات کا یقین کروگے یا
نہ کروگے۔ سب بولے کہ ضرور یقین کرینگے۔ کیونکہ تم اپنی قوم کے بدخواہ نہیں۔ جھوٹ بولنا تمہارا شیوہ نہیں
اسپر آپنے فرمایا کہ تمہاری خرابیاں حد سے گزرگئی ہیں اور نزول عذاب کا وقت آگیا۔ اور میں نے مارے جلدی
کے کپڑے بھی نہیں پہنے اور جیسا بیٹھا تھا تمکو ڈرانے کے لیئے بھاگا ہوا آیا ہوں +

یہی مضمون قرآن میں بھی ہے مگر دوسرے الفاظ میں فانی نذیر لکم بین یدی عذاب
شدید بڑے لوگوں کی بڑی باتیں۔ مگر میں نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقولہ سے تمثل کیا تو
صرف اتنی بات پر کہ میرا نام **نذیر** ہے اور چاہے یوں سمجھو کہ مجھی کو سوجھی۔ یا کسی دوسرے کے سجھانیسے
سوجھی۔ مگر میں تمہارے اس بھرے مجمع میں اقرار کرتا ہوں ولا اُبالی کہ دوسرے کے سجھانے سے نہیں
بلکہ اُسکی دیکھا دیکھی سوجھی۔ کہ مسلمان دُنیاوی تعزز۔ دُنیاوی تمول کے اعتبار سے تباہ اور برباد ہوئے چلے
جاتے ہیں۔ اصل میں غل مچانے والا۔ سوتوں کو جگانیوالا اور ہے اور میں تو اُس کی ہاں میں ہاں ملانے والا ہوں۔
وہ بھی اُس کی سی دلسوزی نہیں۔ اُس کی سی ایمنگزائٹی (بیقراری) نہیں۔ میں تو سمجھا تھا کہ مسلمانوں کی بدقسمتی
کا گرہ کچھ اُترتا چلا ہے۔ اور جب سر سید احمد نے اہل پنجاب کو زندہ دل کا خطاب دیا تو میں نے ایسا خیال کیا
کہ ایسا دوراندیش۔ ایسا تجربہ کار جسنے مسلمانوں ہی کی دنیاوی اصلاح کو اپنا اُوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے اور
شبانہ روز اسی دُھن میں غلطاں پیچاں ہو ایک خطہ کے مسلمانوں کی نسبت ایسی عمدہ رائے ظاہر کرے تو یہاں کے
مسلمان ضرور ایسے ہی ہونگے۔ لیکن سوائے اس ایک انجمن حمایت الاسلام کے پنجاب کے مسلمانوں نے
اور کوئی فلاح قومی کا کام کیا ہو تو بول اُٹھو۔ کیا اتنے بڑے پنجاب کو پنجاب کے اتنے سارے مسلمانوں کو
بس اس ایک انجمن کی اور ایسی انجمن کی حاجت تھی جسکی گزران محض توکل پر ہے **شعر**

زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہیں روزہ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ آمیں آئی تو روزی ہے اور نہیں روزہ

یاد تو کیوں نہ ہوگا مگر ایک مہینے سے بھی کم میں رمضان شریف تشریف لانے والے ہیں۔ اگرچہ گذشتہ سالوں
کی سی سختی اب کے رمضان میں نہیں ہوگی۔ مگر آخر روزہ روزہ ہے۔ اُسوقت انجمن کی حالت کی تمکو قدر ہوگی

تعزز دنیا دی کے۔ بہت بڑا شرف دیا ہے باعتبار خیر خواہی قومی کے اور حدیث شریف میں آیا ہے من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا (جو چھوٹے پر مہربانی نہ رکھے اور بڑے کا ادب نکرے وہ ہم میں کا نہیں) حدیث میں صغیر و کبیر دونوں لفظ مطلق واقع ہوئے ہیں۔ صغیر سے نہ صرف بیٹا یا چھوٹا بھائی مراد ہی اور کبیر سے نہ صرف باپ یا رشتہ کا کوئی الیٰ بزرگ اور نہ اسمیں مذہب و عقائد کی قید ہے بلکہ جناب رسول خدا صلعم کی خدمت میں کچھ وفود یعنی ایلچی آئے اور وہ اُسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اُن کے سرگروہ کو آتا ہوا دیکھکر اصحاب سے جو حاضر خدمت تھے فرمایا - قوموا الی سیدکم (اپنے سردار کو استقبال کرکے لو) غرض من لم یرحم صغیرنا الخ ایسا گولڈن رول (قاعدۂ زرین) ہے کہ اگر مسلمان اسپر پورا پورا عمل کریں تو ان کی سوسائٹی سے بہتر شایستہ و مہذب اور متفق و یکدل دنیا میں کوئی سوسائٹی نہیں ہوسکتی۔ لیکن اگر مسلمان اپنے پیغمبر کی بات نہ مانیں اور لوگوں کو زبان و قلم سے ایذائیں دیں اور اپنے بڑوں کا ادب ملحوظ نہ رکھیں اور یوں مسلمانوں میں رنجشیں اور عداوتیں پھیلیں اور وہ سنار کی سی کھٹ کھٹ کرتا ہی رہے اور یہ ایک لوہار کی سی جڑ دیں اور یہ سارا زلزلہ آخر کار اسلام پر گرے تو اسمیں اسلام اور بانی اسلام کا کیا قصور ہی +

مسلمان رسول کی کیا مانیں گے جب وہ خدا کی نہیں مانتے۔ میں اس کی تائید میں قرآن کی چند آیتیں پڑھتا ہوں یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ - وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (اے ایمان والو کوئی گروہ دوسرے گروہ کی ہنسی نہ اڑائے عجب نہیں جن کی ہنسی اُڑائی جاتی ہی وہ ہنسی اُڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اُڑائیں عجب نہیں جن کی ہنسی اڑائی جاتی ہے وہ ہنسی اڑانے والیوں سے بہتر ہوں اور اپنوں کو چھیڑو مت اور نہ برے لقبوں سے یاد کرو ایمان لائے پیچھے نافرمانی بڑی بدنامی کی بات ہی اور جو توبہ نہیں کرے گا تو وہی لوگ ظالم ٹھیرینگے۔ اے ایمان والو اکثر بدگمانیوں سے بچتے رہو کیونکہ بہت سی بدگمانیاں داخل گناہ ہیں اور لوگوں کے حالات کی ٹوہ میں مت لگے رہو اور ایک دوسرے کی غیبت مت کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اسبات کو پسند کرے گا۔ کہ اپنے مردہ بھائی کے گوشت کو کھائے اِس سے تو تمکو ضرور گھن آتی

مار لائیں۔ اُسکا سرمایہ وہی جو تم ہاتھ اُٹھا کر دیدو تم میں سے کون انجمن کی سی بے آس بے سہارے زندگی بسر کریگا۔ کون ایسی زندگی کرتا ہے۔ کون ایسی زندگی کر سکتا ہے۔ تمکو شروع میں سمجھنا چاہیئے تھا کہ یہ انجمن کہاں تک پاؤں پھیلائے گی۔ اور پبلک کی نظر میں۔ غیر قوموں کی نظر میں۔ خدا و رسول کی نظر میں اُس کے جاری ہونے سے تم کہاں تک فیسہ وار ٹھیرو گے۔ اگر یہ انجمن سسک سسک کر جی جیسی کہ اب تک جی اور اب جی رہی ہے تو سمجھ لو کہ میرے مُنہ میں خاک یہ ایک دن مرے گی اور ضرور مرے گی۔ لیکن خدا نخواستہ مری تو اکیلی نہیں مرے گی مسلمانوں کی عزت کو ساتھ لیکر مرے گی۔ مسلمانوں کی غیرت کو ساتھ لیکر مرے گی۔ مسلمانوں کی حمیت کو ساتھ لیکر مرے گی۔ میں انجمن کے اتنے ثبات کو بھی اپنے زمانے کا اسلامی معجزہ سمجھتا ہوں +

سرسید پر جنہوں نے ہندوستان میں اصلاح کی نباشی (کفن گھسوٹی) کو رواج دیا جیسی چاہو بدگمانیاں کر لو۔ میں سرسید احمد کا بھاٹ نہیں۔ وہ اگر پیر ہوں تو اُن کا مرید نہیں۔ استاد ہوں تو اُن کا شاگرد نہیں مرثیہ خواں ہوں تو اُن کا بسوریا نہیں۔ امیر ہوں اور مجھ کو معلوم ہے کہ نہیں ہیں۔ لیکن اگر امیر ہوں تو اُن کا دست نگر نہ کبھی تھا نہ اب ہوں اور نہ انشاء اللہ مدت العمر ہوں گا۔ مگر ہے کیا۔ آدمی ہوں۔ دوست دشمن میں تمیز کرنے کی۔ قومی حالت اور قومی ضرورتوں کی شناخت کی عقل رکھتا ہوں۔ تمہارے اس لاہور میں اور لاہور کیا چیز ہے علیگڈہ میں اور علیگڈہ کے شہر میں بھی نہیں۔ نیچر گڈہ میں یعنی محمڈن کالج میں خود سرسید اور اُن کے حواریین کے روبرو میں نے اسبات کے کہنے میں مطلق باک نہیں کیا۔ اور کیوں کرتا کہ میں اُن کے سب نہیں بعض معتقدات کو غلط سمجھتا ہوں۔ لیکن جیسا مجھ کو اُن کی غلطیوں کا تیقن ہے اس بات کا بھی تیقن ہے کہ وہ شخص منافق نہیں۔ بُزدل نہیں۔ مکار نہیں اور قومی خیر خواہی سے ایسا سرشار ہے کہ اُس کا بس چلے تو اپنی تو پہلے ہی سے اُتار رکھی ہے۔ دوسروں کی پگڑی بھی اُتار کر مسلمانوں کے حوالے کر دے وہ جو کہتے ہیں حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ (آدمی کو ایک چیز کی محبت اندھا بہرا کر دیتی ہے) سید احمد خاں کو مسلمانوں کی دنیاوی اصلاح کی دُھن میں آگا پیچھا کچھ نہیں سوجھتا۔ افراط تو ہر ایک چیز میں مذموم ہے۔ پس میرے نزدیک سید احمد خاں میں عیب ہے تو یہ ہے۔ میری رائے سید احمد کی نسبت اگر صحیح ہے تو میں کسی سے اُسکی تائید نہیں چاہتا۔ اور اگر غلط ہے تو اصلاح کے لیئے اس کو کسی کے روبرو پیش نہیں کرتا۔ میں نے سید احمد خاں کے ساتھ کسی امر میں مخالفت کی ہو تو سب سے زیادہ مجھی کو اسکا افسوس ہے۔ اگر مجھ سے اُس میں کسیطرح کی بے تہذیبی سرزد ہوئی ہو۔ اُن کو خدا نے شرف دیا ہے باعتبار عمر کے۔ شرف دیا ہے باعتبار نسب کے۔ شرف دیا ہے باعتبار

کے ساتہ مجھ کو سمیٹ لیا۔ میرے ساتہ اس بیچاری انجمن کو سان لو ٭

مجھکو تو نیچری کہلانا عار تھا۔ مگر نیچریت کے اب وہ معنے نہیں رہے۔ جن کی وجہ سے میں نیچریت کو عار سمجھا کرتا تہا۔ اب نیچریت یہ ہے کہ سید احمد خاں کو علی گڈہ کالج کا بانی کہو۔ نیچری۔ علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ کا اڈیٹر کہو۔ نیچری۔ سر کہو۔ نیچری۔ ڈاکٹر کہو نیچری۔ آدمی کہو نیچری۔ تو ایسی نیچریت کا قبول کرنا اس سے زیادہ موجب عار نہیں ہونا چاہئیے جیسے دو اور دو کا چار کہنا۔ میرا نیچریت کو تسلیم کرنا اسی قبیل سے ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ان کان رفضا حب آل محمدٍ ٭ فلیشہد الثقلان انی رافضی (اگر آل محمد کے ساتہ دوستی رکھنا رفض ہے تو دونو جہان اسپر گواہ رہیں کہ میں رفضی ہوں) ٭

میں جو اپنے نفس کا احتساب کرتا ہوں تو میرا صرف ایک ہی خیال ایسا ہے۔ جسکو کوئی معاند نیچریوں سے ملتا ہوا کہہ سکتا ہے۔ یہ میری راے ضرور ہے کہ تاویل کرنیسے کسی حکم کی ایسی بیحرمتی نہیں ہوتی جیسے اصرار اور اعلان اور تعمیم کے ساتہ اسکی تعمیل نہ کرنیسے۔ بات کو صبر و سکون کے ساتہ سنو ہی نہیں تو اسکا کیا علاج ہے۔ مگر سنو گے۔ اور زمانہ۔ ہماری دعا تو یہ ہے کہ تم ہی کو سنانے ورنہ تمہاری پہلی نسل نہیں تو دوسری اور دوسری نہیں تو قسم کھانے کی بات ہو کہ تیسری ضرور سُنے گی۔ کیا چھوٹی چھوٹی باتوں کی فکر میں پڑے ہو انگریزی ایجوکیشن کو روکو۔ اگر تم سے روکی جاے اور اب تو یہ ایسی جڑ پکڑ گئی ہے کہ بعض انگریز بھی جن کی بلا لائی ہوئی ہے **مصرع** اے صبا این ہمہ آوردۂ تست ٭ اسکو روکنا چاہتے ہیں اور نہیں رُکتی۔ جن لوگوں نے ایجوکیشن کی قدر و قیمت کو جانا پہچانا وہ ایسے اسکے گرویدہ ہیں کہ اگر گورنمنٹ اعلے درجہ کی تعلیم سے دست کش ہونا چاہے تو مارے ایجیٹیشن کے یہاں سے ولایت تک گورنمنٹ کی دھجیاں بکھیر دیں لیکن اگر گورنمنٹ اعلیٰ درجہ کی تعلیم سے دست کش ہو بھی جائے تو وہ لوگ چاہے بھوکے مریں ننگے پھریں۔ بھیک مانگیں مگر ایجوکیشن کا بال بیکا نہ ہونے دیں۔ بنگالی تو بنگالی ہمارے نارتھ ویسٹرن پراونسز (ممالک مغربی و شمالی) کی میں گورنمنٹ نے دو کالج بند کر دیئے لوگوں نے چندہ کرکے دونوں کو بدستور قائم رکھا۔ تو جو لوگ اسلام کو معرض خطر میں سمجھتے ہیں انکو چاہیئے کہ ایجوکیشن کو روکیں اگر اُنسے روکی جائے اور یہ نہ رُکی اور نہیں رُکے گی۔ تو جن باتوں کا سُننا ناگوار ہے وہ اور اُنسے بڑہ بڑہ کر تم آپ کہو گے یہ اپنے آنکھوں دیکھے واقعات ہیں کہ جن باتوں کی اب کوئی مطلق پروا نہیں کرتا۔ اب سے چالیس برس پہلے ایک ایک بات کفر و زندقہ سمجھی جاتی تھی میں ایسے باپ کا بیٹا ہوں کہ دہلی کالج کے پرنسپل نے ہرچند چاہا کہ میں انگریزی پڑھوں والد مرحوم نے جو ایک غریب آدمی تھے

ہوگی۔ اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے)

اور خیر سید احمد خاں سے یہاں بحث بھی کیا ہے۔ وہ اس انجمن کے سکرٹری نہیں ممبر نہیں۔ پیٹرن نہیں۔ بلکہ بس وجہ یہ چاہتے ہوں تو تعجب نہیں کہ انجمن کے فنڈز جو کچھ ہوں لیجاکر علیگڈھ کالج میں ٹھونس دیں کہ نہ ہزار ادھورے اور نہ ایک پورا۔ مگر جن کی طبیعتیں نیشنز واقع ہوئی ہیں وہ ہر ایک کی گاڑی میں کسی کی بھی ہو بے روڑہ اٹکائے نہیں رہتے۔ شعر

دود شوند ار بد ماغے رسند　　　باد شوند ار بچراغے رسند

اِن کی مثال خچر کی سی ہے کہ گدھوں کو لادنے لگے تو کہا میں گھوڑا ہوں گھوڑوں پر زین کسنے کی نوبت آئی تو لگا ہینچوں ہینچوں کرنے ان انکر الاصوات لصوتُ الحمیر (سب سے بُری آواز گدھے کی ہے) اے ظالم کہیں تو لد اور لدیگا نہیں تو یہ قومی بوجھ کیونکر اُٹھیگا۔ یہ لوگ کیسا ہی نیک کام ہو ہمیشہ بُرے سوٹوز (اغراض) پر ڈھال لیجاتے ہیں شعر

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　　میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

اور کچھ بھی ہوئی پھبتی نہیں سوجھتی تو مذہب کا حیلہ نکال کھڑا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر تعدیہ امراض میں اختلاف کرتے ہیں لیکن جسمیں اختلاف ہی وہ تعدیہ امراض جسمانی ہے۔ روحی امراض کے متعدی ہونے میں کچھ بھی شبہہ نہیں۔ ایک گندہ دل سارے کمیونٹی کے دلوں کے بگاڑدینے کو کافی ہے۔ جیسے ایک دیا سلائی ایک شہر کے جلادینے کو بس کرتی ہے۔ اگر میٹریل ڈرائی (چیزیں خشک) اور ہوا موافق ہو فکونوا علی حذر (خبردار ہو) شعر

اے بسا ابلیس آدم روے ہست　　　پس بہر دستے نباید داد دست

میں اپنے زعم میں بہت ہی آزادانہ زندگی بسر کرتا ہوں۔ نہ کسی کالج کا بانی ہوں۔ نہ کسی انجمن کا سکرٹری نہ کسی اخبار کا اڈیٹر۔ لوگوں کی مدح و ذم سے مستغنی۔ تحسین و تحمیق سے بے نیاز۔ میں نے ساری عمر لکچر نہیں دیئے۔ خدمت سے علٰحدہ ہوکر خانہ نشین ہوا۔ نہیں معلوم لوگوں نے کیونکر سمجھ لیا کہ میں ہوا کا رُخ پہچانتا ہوں جو کچھ آپ سمجھتا ہوں دوسروں کو سمجھا سکتا ہوں۔ بشرطیکہ سمجھنا چاہیں اور سمجھ کے پیچھے لاٹھی لیئے نہ پھر رہے ہوں۔ دس دفعہ بلایا ایک دفعہ آ کھڑا ہوا۔ اور آ کھڑا ہوا تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ دل میں ہو کچھ اور کہوں کچھ شعر

راست می گویم و یزداں نہ پسندد جز راست　　　حرف نا راست سرودن روش اہرمن است

مجھ سے اختلاف ہو تو مجھے جو جی چاہے کہو اور جو جی چاہے سمجھو۔ مگر از برائے خدا یہ نہ کرنا کہ جیسے سید احمد خاں

مذہب نے کھڑا کیا۔ مذہب نے ہمکو ترقی دی۔ مذہب نے ہماری حالت درست کی۔ مفلس تھے مذہب کی بدولت امیر ہو گئے۔ خاک مذلت پر پڑے تھے۔ مذہب کی بدولت اوج عزت پر متمکن ہوئے۔ محکوم تھے مذہب کی بدولت حاکم بنے۔ رعیت تھے مذہب کی بدولت بادشاہ بنے۔ شاہنشاہ بنے۔ غرض کچھ نہ تھے مذہب کی بدولت سب کچھہ ہو گئے۔ کیا یہ کچھہ کم افسوس کی بات ہی کہ اب وہی ہم ہیں اصل ابتدائی حالت سے بھی کمتر فروتر۔ حالت میں اتنا انقلاب ایسا زیر و زبر بدل۔ اس قدر اختلاف۔ یہ کیوں؟ یہ وہی مذہب کا منحوس یعنی مذہبی غلط فہمی۔ مذہب کو بُری طرح سے عملمیں لانا۔ یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہی۔ ہر شخص اپنی جگہ اسکا فیصلہ کرلے۔ کہ ہم مسلمان ہندوستان میں انگریزوں کی عملداری میں اسلام کو دنیاوی عزت دنیاوی تمول کے ساتھ جمع کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں کر سکتے۔ تو کچھ بحث نہیں۔ تکرار نہیں۔ لڑائی نہیں جھگڑا نہیں۔ چلو اپنا اپنا بوریا بدھنا باندھہ باندھہ کر ان ظالموں کی عملداری سے نکل بھاگیں۔ لیکن کتنے آدمی ہیں جو ایسا ارادہ کریں یا چلنے والوں کے ساتھ چل کھڑے ہوں۔ جس سے کہو گے وہی کانوں پر ہاتھ دھریگا کہ نا بابا ہم ایسا امن۔ ایسی آسائش۔ ایسی آزادی کہاں پائیں گے۔ رہا مذہب وہ ہمارے دل کے ساتھ ہی جہاں ہم وہیں مذہب **شعر**

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں　　میں ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہوں میں

یہاں ہمکو کاہے کی روک ٹوک ہی۔ نماز پڑھنی چاہیں، روزہ رکھنا چاہیں۔ کوئی مانع نہیں۔ زکوۃ دینی چاہیں یعنی انجمن حمایت اسلام کی مدد کرنی چاہیں۔ کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ حج کو جانا چاہیں کوئی مزاحم نہیں۔ ہاں روک ٹوک سمجھو تو صرف اتنی کہ دوسرے مذہب والوں کے حقوق میں دست انداز نہوں لیکن کچھ ایسے بھی نکلیں گے جن کے حق میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سات سو برس پہلے کہہ مرے ہیں **شعر**

ترک دنیا بمردم آموزند　　خویشتن سیم و غلّہ اندوزند

اور شاعر عربی کہتا ہے **شعر**

عجبت من شیخی و من زہدہ　　و ذکرہ النار و اھوالھا

یکرہ ان یشرب من فضۃ　　و یسرق الفضۃ ان نالھا

مجھہ کو اپنے پیر صاحب اور انکی پرہیزگاری پر تعجب آتا ہی اور وہ جو دوزخ اور اسکی ہولناک باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں اس سے بھی تعجب آتا ہے چاندی کے باسن سے تو پانی پینا مکروہ سمجھتے ہیں اور اگر دسترس ہو تو چاندی چرا کر ڈب میں کہہ لیتے ہیں

مگر اپنے وقت کے بڑے دیندار صاف کہدیا کہ مجھے اسکا مرجانا منظور۔ اس کا بھیک مانگنا قبول مگر انگریزی پڑھنا گوارا نہیں۔ میں ایسے مولوی کا شاگرد ہوں جنہوں نے لاٹ صاحب سے بااستکراہ بر حیہ تمام تر اور بمجبوری ہاتھ ملاکر اُس ہاتھ کو مٹی سے رگڑ رگڑ کر دھوڈالا تھا۔ انگریزی صابون سے نہیں۔ جنہوں نے پانی پینے کا مٹکا جو جماعت میں رکھا رہا تھا تڑوا ڈالا تھا۔ اسواسطے کہ اُس میں سے ایک شامت زدہ انگریزی خواں مسلمان پانی پی گیا تھا۔ تم کیا دینداری برتو گے۔ دینداریاں یہ تھیں جو ہمنے دیکھیں ہیں اور اب انکے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔ اور ایک دینداری یہ ہے جو ہم اور تم سب دیکھ رہے ہیں۔ ان نینن کا یہی بسیکھ۔ وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ۔ اور ایک دینداری اب سے پچاس برس بعد ہوگی اگر امام مہدی نہ آگئے۔ تم ایک سید کو لیئے پھرتے ہو۔ کچھ خبر بھی ہے زمانہ کتنے سر سید پیدا کر چکا اور کرتا چلا جا رہا ہے۔ جن میں کے سر سید ہیں۔ ان کا تو یہ مقولہ ہے شعر

اذا مات منا سیدٌ قام سیدٌ   قؤل لما قال الکرام فعول

(جب ہم میں سے ایک سردار مر جاتا ہے تو اُس کی جگہ دوسرا سردار کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ بھی بزرگوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے اور اُنھیں کے سے کام)

قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ پر جہاں اور اعتراض ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ جو کچھ تمہاری کتاب میں لکھا ہے اسپر تو عمل کرو فاتوا بالتوریة فاتلوها ان کنتم صٰدقین ولیحکم اهل الانجیل بما انزل الله فیه (توریت لے آؤ اگر تم سچے ہو تو اُسے پڑھکر دیکھو۔ اور جن پر انجیل اُتری ہے انکو چاہیئے کہ جو کچھ اللہ نے انجیل میں اتارا ہے اُسکے مطابق تو حکم دیں) یا اُن وقتوں کی باتیں رہنے دو۔ احکام عشرہ ہیں کے یہ احکام کہ کل کے لیئے ذخیرہ مت کرو۔ یا تمہارے داہنے کلے پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا اُسکے سامنے کردو۔ ہم نہیں کہتے کہ خدا نے یہ ناممکن التعمیل احکام بھیجے تھے شاید اُس زمانہ میں ایسے متوکل ایسے بےنفس لوگ رہے ہونگے۔ مگر اب ہمارے وقتوں میں کوئی ایک یہودی کوئی ایک نصرانی یا کوئی ایک آدمی ان حکموں کی تعمیل کرتا یا کر سکتا ہے۔ تو خود اُنہی کا لا (قانون) اُن کو کنڈم کر رہا ہے (مجرم قرار دے رہا ہے) اب تم اپنی جگہ آپ احتساب کر لینا کہ مسلمان کسی ایسے الزام کے مورد ہیں یا نہیں۔ کیونکہ معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ شعر

زورت ار پیش میرود با ما ✦ باخداوند غیب داں نہ رود

کوئی نہیں کہتا اور کسی کو کہنا چاہیئے بھی نہیں کہ مذہب سے قطع نظر کرو۔ مذہب قطع نظر کرنے کی چیز نہیں ہی آدمی کی اور خصوصاً ہم مسلمانوں کی دنیاوی اور دینی فلاح موقوف ہی مذہب پر۔ ہم اُس گروہ کے لوگ ہیں جنکو

اسلام کی جنرلیٹی (عمومیت) کہ قیامت تک اب کوئی پیغمبر نہیں آئیگا ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور ما ارسلنٰک الا کافۃ للناس (محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ خدا کے رسول ہیں جن پر نبوت ختم ہوگئی اور ہمنے تمکو کل دنیا کے سارے لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کے بھیجا ہے) غرض کیا بلحاظ زمان اور کیا باعتبار مکان اسلام کی جنرلیٹی پڑی پکار رہی ہے کہ اسکو کیا ہونا چاہئیے اور لوگوں نے اسکو کیا بنا رکھا ہے۔ مگر وہ اپنی اصلیت پر آئے گا ضرور آئے گا۔ اور یہی ایجوکیشن اسکو اسکی اصلیت پر لائے گی۔ لیکن یہ جنریشنز کے کام ہیں۔ ایجوکیشن اور مذہب یعنی مذہب متعارف میں کسر و انکسار ہونیکو مدتیں چاہئیں۔ اُسوقت تک پیشین گوئی کے جرم میں جس جس کی قسمت میں گالیاں کھانی لکھی ہیں گالیاں کھالے اور جس جس کی تقدیر میں لعنتیں بدی ہیں لعنتیں سُن لے۔ پھر جو ہونا ہے وہ ہوگا ۵

نوشتہ بماند سیاہ بر سفید   نویسندہ را نیست فردا امید

ایسا پریکٹیکبل (ممکن التعمیل) ایسا سمپل (سلیس) ایسا ریزنیبل (معقول) مذہب جیسا کہ حقیقت میں اسلام ہے۔ کوئی شخص جسکو خدا نے کامن سنس (معمولی عقل) دیا ہے اسکو ریجکٹ (نامنظور) نہیں کر سکتا۔ وہ صرف تنکے کے اوجھل پہاڑ ہے۔ ذرا از برائے خدا اس نکتے کو تو سمجھو کہ فطرۃ انسانی اسیطرح سے واقع ہوئی ہے کہ جو پیدا ہوتا ہو وہ مسلمان ہی پیدا ہوتا ہے اسکے یہی معنی ہیں کہ تمام بنی آدم اصل خلقت کی رو سے مسلمان ہیں۔ یہ وہی بات ہی کہ کسی نے پوچھا ناک کدھر ہوتی ہے ایک نے سامنے سے ناک پر انگلی رکھ کر بتا دیا کہ یہ ناک ہے دوسرے نے گدی کے پیچھے سے ہاتھ لیجا کر بتایا کہ یہ ناک ہے۔ ناک تو جہاں ہے وہیں ہے صرف بتانے کے طریقے مختلف ہیں قرآن سے تو اسکی سند سُن ہی چکے ہو وہی فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا۔ اب لو حدیث۔ ایک بار اُس رحمۃ اور شفقۃ کے جوش میں جو پیغمبروں کا خاصہ ہے ہمارے پیغمبر صاحب نے اپنے خادم بلالؓ کو حکم دیا کہ اے بلالؓ جا دینے کی گلی کوچے میں میری طرف سے پکار من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ (جو ایک خدا کا قائل ہو وہ جنتی ہے) بلالؓ چلے۔ راہ میں ملے عمرؓ پوچھا بلالؓ کدھر اُنھوں نے بیان کیا تو عمرؓ انکو آنحضرتؐ کی خدمت میں لوٹا لائے اور عرض کیا اے جناب کہیں ایسا نہو یہ حکم عام سُن کر لوگ نیک کاموں کے کرنے سے باز رہیں۔ وہ حکم ایک مصلحت سے اُسوقت مشتہر نہوا لیکن لکھا ہوا موجود ہے اور پڑھے لکھے اس سے واقف ہیں۔ اگر اسلام کو اسکے اصلی پیرایے میں پیش کیا گیا ہوتا تو لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ اسلام کو لیا ہوتا۔ مگر دنیا کی بدنصیبی سے وہ پیش کیا گیا غارتگری اور خونریزی کے

حافظ شیراز فرماتے ہیں **شعر**

فقیہ مدرسہ دی مست بود و فتوے داد
کہ مے حرام ولے بہ ز مال اوقاف ست

یہ ہیں جو مسلمانوں کو اُبھرنے نہیں دیتے۔ عام مسلمانوں میں اتنی لیاقت نہیں کہ انجام کار کو سوچیں۔ بیچارے بہکائے پھسلائے میں آجاتے ہیں۔ اور یوں مسلمانوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔ لیکن یہ رفتار یقدم رجلا وبؤخر اخری (ایک پاؤں آگے رکھیں اور ایک پیچھے) اس بُعد مسافت پر نظر کرتے کچھ بھی نہیں جو ہمکو طے کرنی ہے۔ کب تک اس تذبذب میں رہوگے بات کو یکسو کر چلو۔ یا تو کچھ مت کرو کہ اوپر والوں کو صبر آجائے اور کرتے ہو تو جی کھو لکر کرو۔ یا مُرغے لڑانے منظور ہیں اور اسی میں کچھ مزہ ملتا ہے تو ویسی کہو۔ میں تو اس مرتبہ تم سے دو ٹوک بات کرنے آیا ہوں۔ میری نسبت اگر مذہبی بدگمانی ہے اور میرے عقائد بُرے ہیں تو مجھ کو اُن کا وبال بھگتنے دو۔ میں تم میں کسی سے شفاعت کا خواستگار نہیں **شعر**

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر ست
رفتن بہ پائے مردیئے ہمسایہ در بہشت

یہ میری کبھی خواہش نہیں ہوئی اور انشاء اللہ ہوگی بھی نہیں کہ لوگوں کو مذہبی عقائد میں اپنا ہمخیال بناؤں اور اہل الجماعۃ کا بھی لیڈر سمجھا جاؤں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مجھ سے میرے اور لوگوں سے اُنکے افعال و معتقدات کا حساب لیا جائے گا و لا تزر وازرۃ وزر اخری (ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جائیگا) لیکن کہلواتے ہیں تو کہتا ہوں۔ پوچھتے ہیں تو بتاتا ہوں۔ سوال کرتے ہیں تو جواب دیتا ہوں کہ میرے نزدیک اسلام لازمہ انسانیت ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون (اللہ کی بناوٹ جسکے مطابق لوگوں کو بنایا اللہ کی خلقت کو کون بدلے یہی ہے ٹھیک دین لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں) کھانے سے پینے سے۔ پہننے سے کسی وضع میں رہنے سے کسی زبان کے سیکھنے سے کسی علم کے پڑھنے سے۔ آب ہوا سے۔ دنیاوی حکومتوں کے ردوبدل سے اس میں فرق نہیں آسکتا۔ اگر انسان ایک خدا کا قائل نہیں تو وہ اوج انسانیت سے ساقط ہوکر حضیض حیوانیت پر آگرا ہے۔ اور اگر ایک خدا کا قائل ہے۔ اور بندہ بشر ہے کوئی امر نامشروع بھی اُس سے سرزد ہو جاتا ہے تو وہ ڈسپلن (قواعد) کو توڑتا ہے اور اُسکی پاداش میں شاید اُسکی دلیل بول جائے یا اُسکا اینک (درجہ) توڑ دیا جائے یا اُسکا ریش (مرتب) گھٹا دیا جائے یا اُسکا بھتہ موقوف یا اور کوئی سزا دیجائے مگر فوج سے اُسکا نام نہیں کٹے گا۔ اُسکو گولی نہیں ماردیجائے گی اُسکو پھانسی نہیں لگیگی۔ ڈیٹس آل (بس ہو چکا)

اصلاح کا ایسا شغل ہے کہ اگر وہ اس ڈیوٹی کو اچھی طرح ادا کرے تو اُسکو دوسروں کے حالات کی تجسس
کی فرصت ہی نہیں ملسکتی۔ میری باتوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہوگا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُسپر عمل کرتا ہوں
لیکن اگر عمل کرتا ہوتا تو تم سب پر عمل مقناطیسی کر دیا ہوتا۔ اثر جو نہیں ہوتا اسی سے نہیں ہوتا کہ کہا
سب کچھ جاتا ہے اور کیا کچھ بھی نہیں جاتا ۔ **بیت**

ہر یکے ناصح برائے دیگراں ۔ ناصح خود یافتم کم در جہاں

کہنے کو تو چھوٹے چھوٹے دو جملوں میں سارے اسلام کا خلاصہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
(خدا ایک محمدؐ برحق) لیکن منہ سے ایک اور برحق کہنے کی سند نہیں۔ کردار سے۔ گفتار سے۔ رفتار سے
ثابت کرو کہ تم نے خدا کو ایک اور محمدؐ کو برحق سمجھا۔ ایک توحید ہی کی ایسی ٹیڑھی کھیر ہے کہ ہتیں کی ہتیں
اسی امتحان میں فیل ہوگئیں۔ باوجودیکہ عقلی شہادت موجود ہے اور جو عقل ہمکو بتاتی ہے کہ خدا ہے۔ وہی
یہ بھی بتاتی ہے کہ وہ ایک ہے۔ مگر آدمی کچھ ایسا ڈھل مُل یقین مخلوق ہے کہ وقت پر بہک ہی جاتا ہے اسلام
سے پہلے خدا ہی کی اُتاری ہوئی شریعتیں تھیں۔ ان شریعتوں میں اوامر تھے۔ نواہی تھے آداب تھے
مواعظ تھے۔ حِکم تھے۔ سب ہی کچھ تھا۔ یہی باتیں تھوڑی رد و بدل سے اسلام میں بھی ہیں۔ پھر کیا ضرورت
داعی ہوئی کہ ایک نیا مذہب جاری کیا جائے کہ وہ جورو کو خصم سے۔ باپ کو بیٹے سے۔ دوست کو دوست سے
مالک کو جائداد سے۔ گھر سے۔ وطن سے۔ آدمی کو آدمی سے جدا کر دے۔ اور ایک جدید قانون ہو اور وہ فیصلہ
کرے۔ فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر (ایک گروہ جنت میں ایک گروہ دوزخ میں) ہاں وہ ضرورت
تھی اُسی توحید کی خامی۔ اُسی توحید کا تزلزل۔ پس بڑی بات سب سے بڑی بات۔ عظیم الشان بات جو اسلام
میں ہے وہ توحید ہے۔ پاک۔ صاف۔ خالص۔ بے آمیزش +

جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اسکا اسقدر اہتمام تھا کہ ساری عمر اسی کی رخنہ
بندیوں میں لگے رہے۔ اپنی تعظیم تک جائز نہیں رکھتے تھے کہ کہیں ایسا نہو لوگ مبالغہ کرنے لگیں۔ اور
میرے ساتھ وہ معاملہ کریں جو یہود نے حضرت عزیر اور نصاریٰ نے حضرت عیسے علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ
والسلام کے ساتھ کیا۔ بدر کی لڑائی فتح ہوئی تو انصار کی لڑکیاں بیت الرسالت میں آکر شادیانے گانے
لگیں۔ آپ خاموش پڑے سنتے رہے۔ یہاں تک کہ اُنھوں نے کہا ہم میں رسول ہیں جو غیب کی باتیں جانتے
ہیں۔ جھٹ اُٹھ بیٹھے۔ اور فرمایا کہ نہیں نہیں وہی اپنا پہلا گیت گائی جاؤ۔ اپنی قبر کے بارے میں تو آپ نے

پیرایے میں پیش کیا گیا عذاب اور مصیبت کے پیرایے میں اور پیش کرنیوالے کون ۔ دنیا کے بادشاہ ۔ جاہ و ثروت کے فریفتہ ملک گیری کے حریص ۔ پس لوگ اسلام کی ڈراونی صورت سے لگے بھاگنے ۔ اور افسوس ہے کہ اب بھی مسلمانوں کی طرف سے استمالت اور تالیف قلوب کی مطلق کوشش نہیں کیجاتی ۔ وہ پشت ہا پشت کے موروثی مسلمانوں کو اسلام سے نکال دینے کی فکر میں لگے ہیں ۔ مسلمانوں کو کافر کہہ بیٹھنا مرتد بنا دینا یہ تو اُن کی ایک معمولی بات ہے ۔ جن طبیبوں کے پاس مرجوعہ زیادہ ہوتا ہے وہ موسمی امراض کے کسی ایک نسخہ کی بہت سی نقلیں کرا رکھتے ہیں ۔ نہ نبض دیکھیں نہ حال پوچھیں مریض آیا اور اُنھوں نے مسند کے تلے سے نسخہ نکال حوالے کیا ۔ اُدھر ایک عطار لگا ہوا ہے وہ حکیم صاحب کے دستور سے واقف ہے اُس نے پہلے ہی سے پُڑیاں باندھ رکھی ہیں اتنا دیکھ لیا کہ نسخہ حکیم صاحب کا ہے ۔ دواؤں کے نام اور اوزان پڑھے اُسکی بلا لونڈے سے کہا فلاں خانے میں جو پُڑا رکھا ہے اُسکو لاکر دیدے ۔ لائیے حضرت ساڑھے چار پیسے ۔ قریب قریب یہی حال ہے اس زمانے کے کفر کے فتووں کا ۔ لیکن اے آریو ۔ اے برہمو ۔ اے ہندو بھائیو ۔ اے عیسائیو ۔ اے اسلام کے سوا کسی اور مذہب کے ماننے والو ۔ اے مذہب کی تلاش رکھنے والو اِن لوگوں کی بات پر مت جاؤ ۔ اگر تم آدمی ہو اور ضرور آدمی ہو اگر تم عقل بھی رکھتے ہو اور ضرور رکھتے ہو تو تم خدا کو مانتے ہوگے اور اُسکو ایک بھی جانتے ہوگے ۔ اب تم سارے دنیا کو چھان مارو دیکھو تو اتنی ہی بات پر کوئی بھی تم پر ہاتھ دھرتا کوئی بھی تمکو نجات ابدی دلا دینے کا وعدہ کرتا ہے ۔ ہاں ایک شخص ہے محمدؐ عربی اسلام کا پیغمبر منکسر متواضع سیدھا سادہ ۔ بے تصنّع ۔ بے تکلف ۔ بے طمع وہ اطمینان کرتا ہے کہ چلو میں تم کو بخشوا دیتا ہوں ۔ بے شک لوگوں نے اس کی برائیاں تم سے کی ہوں گی اور اب بھی کرتے ہونگے لیکن اگر کوئی تم سے کہدے کہ کوّا تمہارے کان لیگیا ۔ تو کیا سننے کے ساتھ کوّے کے پیچھے دوڑے دوڑے پھروگے ۔ کیوں نہیں پاس کے پاس ٹٹول لیتے کہ سر میں کان بھی ہیں یا نہیں ۔ اس کی بات کو تو جانچو کہ کہتا کیسے پتے کی ہے ۔ ابدی نجات اور ایسی سستی ۔ اور اگر نجات کی قدر ہی نہیں اور دُبدے میں مرنا منظور ہے تو پڑو چولھے میں ۔ ہم تو اپنا اُلاہنا اُتار چکے ۔

مذہب کا گڈ یوس لیعنے اچھا استعمال (یہ ہے کہ ہم اپنے نفوس کی اصلاح کریں ۔ ہمکو آپ اپنا جج بننے کا کوئی استحقاق نہیں لا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی ۔ اپنے مُنہ آپ نیکو کار مت بنو خدا ہی کو خبر ہے کہ اُسکے نزدیک کون نیکوکار ٹھیرتا ہے) میں خیال کرتا ہوں کہ انسان کو اپنے نفس کی

میرا اور تمھارا سب کا پروردگار ہے اور جب تک میں اُن کے ساتھ موجود رہا میں اُن کے حالات دیکھتا رہا جب تونے مجھ کو اپنے پاس بلا لیا۔ تو تو اُن کا نگراں حال تھا۔ اور تو سبھی چیزوں کو دیکھتا رہتا ہے اگر تو اُن کو سزا دینی چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں تیرے حکم سے باہر نہیں اور اگر معاف کردے تو تو اختیار رکھتا ہی اور مصلحت شناس ہے۔ اسپر اللہ جلشانہ فرمائے گا۔ آج کا دن وہ دن ہے کہ سچوں کو اُن کا سچ کام آئے گا اِن کے لیے باغ ہیں۔ جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اُن میں رہیں گے اللہ اُنسے راضی اور وہ اللہ سے خوش یہ ہے بڑی کامیابی +)

انبیا کے بھی مدارج ہیں چنانچہ خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (یہ ہمارے رسول ہیں۔ ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر مدارج کے اعتبار سے بزرگی دی اور مریم کے بیٹے عیسٰے کو ہمنے معجزے دیئے اور روح القدس سے مدد دی۔) +

جب تک قرآن یا حدیث میں صراحت نہ ہو ہم کسی پیغمبر کے درجے کی تعیین نہیں کرسکتے اِس آیت میں جو مَیں نے ابھی پڑھی عیسٰے علیہ السلام کا بالتخصیص نہ کور ہی اور ایک جگہ فرماتے ہیں شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى (تمہارے لیئے دین کی ایسی راہ نکالی جس کی وصیت نوح کو کی تھی اور اسی کی وحی ہم نے تمہاری طرف بھیجی اور اسی کی وصیت ابراہیم اور موسی اور عیسی کو کی تھی) اور ایک جگہ فرماتے ہیں ولقد ارسلنا نوحا وابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتٰب فمنھم مھتد وکثیر منھم فسقون ثم قفینا علٰی اٰثارھم برسلنا وقفینا بعیسے ابن مریم واٰتینٰہ الانجیل (اور ہمنے نوح اور ابراہیم کو رسول بناکر بھیجا اور اُنکی نسل میں نبوت اور کتاب کو رکھا تو اُن میں سے بعضے راہ یاب ہیں اور اکثر ان میں کے بدکار ہیں۔ پھر انہیں کے قدم بقدم ہمنے اپنے دوسرے رسولوں کو چلایا اور انہیں کے قدم بقدم عیسٰے کو چلایا اور ہمنے انکو انجیل بھی دی)۔ اِن آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰے بھی بڑے درجہ کے پیغمبر ہیں اور صاحب کتاب ہونے میں تو کچھ شک ہی نہیں۔ ایک بات اُن میں خاص ہے کہ دوسرے انبیا کو معجزے دیئے گئے تھے اور حضرت عیسٰے کو بھی دیئے گئے تھے مگر وہ خود بھی ایک معجزہ تھے۔ کیونکہ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ بہرکیف وہ ایسے کچھ تھے کہ لاکھوں کروڑوں آدمیوں نے غلطی کی۔ بیجا کیا۔ بُرا کیا۔ مگر اُن کو خدا مانا۔ اچھا خدا

بار بار فرمایا کہ دیکھنا میرے بعد میری قبر کو نہ پوجنے لگنا تصویر کے کھینچنے۔ تصویر کے رکھنے کے باب میں جیسے جیسے وعید ہیں وہ سب بیر بن ہیں سدباب بُت پرستی کی ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھکر انسان اور کیا کرسکتا ہے کہ پانچوں وقت نماز میں ہر مسلمان کے منہ سے کہلوایا جاتا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ

اس نبی موحد علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی امت کو دیکھو۔ ہمکو دوسرے ملکوں کی تو خبر نہیں مگر غالب ہی کہ یہی حال ہوگا جو یہاں کا ہے کہ بزرگان دین کی تعظیم کو حد عبادت تک پہنچا دیا ہے۔ جب تک منہ سے کہیں معلوم نہیں ہوتا کس سے حاجت طلب کر رہے ہیں اور کس کی شفاعت چاہتے ہیں اور اگر خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (بہتر لوگ میرے زمانہ کے۔ پھر جو انکے بعد پھر جو انکے بعد۔) کے سلسلے کی رعایت کیجائے اور رعایت ہونی چاہیئے کیونکہ وہ فرمودہ رسول ہے تو ان بزرگوں کی نوبت بھی نہ آئے۔ لیکن مسلمانان درگور مسلمانی درکتاب۔ معدودے چند مسلمان ہیں جو توحید کا پاس کرتے ہیں سو انکو وہابی وہابی کہہ کر اس فکر میں لگے ہیں کہ انکو باغی سرکار ٹھہرا کر بن پڑے تو جلا وطن کرا دیجے۔ سورۂ مائدہ کا اخیر رکوع میرے اس مطلب سے بہت ہی چسپاں فرماتے ہیں۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۖ بِحَقٍّ ۭ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

(اور جب اللہ پوچھیگا کہ اے مریم کے بیٹے عیسٰے کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ مجھکو اور میری ماں کو معبود قرار دو تو حضرت عیسٰے بارگاہ رب العزت میں عرض کرینگے کہ اے خداوند تو عار شرک سے بری ہے۔ بھلا یہ کہیں مجھ سے ہو سکتا تھا کہ جو بات مجھکو سزاوار نہیں منہ سے نکالوں۔ اگر میں نے کہی ہوگی تو اے خدا ضرور تجھکو اُس کا علم ہوا ہوگا کیونکہ تو میرے دل کی بات جانتا ہے اور مجھکو تیرے اسرار قدرت کی کچھ خبر نہیں میرے دل کی بات کیا تجھ کو غیب کی ساری باتیں معلوم ہیں۔ مجھ کو جو تو نے ارشاد فرمایا تھا وہی جوں کا توں میں نے ان لوگوں کو کہہ سنایا تھا اسکے سوا ایک حرف نہیں کہ اللہ کی پرستش کرو جو

ہیں۔ پھر تمکو ہماریطرف لوٹ کر آنا ہے اُسوقت ہم تمکو بتا دینگے۔ کہ تمنے کیسے عمل کیئے (منہ بھر بھر کر فرعون پر لعنت کرنے کو تو سب ہی ہو جاتے ہیں اور مجھے ایک دن خیال آیا کہ فرعون کی طرح اَلَیْسَ لِی مُلْکُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھَارُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ (کیا میں ملک مصر کا مالک نہیں ہوں اور یہ نہریں میرے محلوں کے تلے پڑی بہ رہی ہیں) ہو اور پھر آدمی اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ نہ کہے تو جانیں۔ وہ شیخی جو مادہ فرعونیت ہے ہمارے ہاں کے ناموں اور خطابوں میں پڑی جھلک رہی ہے۔ تو غرض یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ کی شان سے نہایت بعید تھا کہ دعوےٰ خدائی کریں اور اپنی پرستش کرانا چاہیں ماکان لبشر ان یؤتیہ الله الکتب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادًا لی من دون الله ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتب وبما کنتم تدرسون ولا یامرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون (یہ کسی بشر کا کام نہیں کہ خدا اسکو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور پھر وہ لوگوں سے لگے کہنے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بنو بلکہ وہ تو یہ کہیگا کہ خدا پرست بنو کیونکہ تم کتاب الله پڑھتے پڑھاتے رہے ہو اور تمکو ایسا حکم نہیں دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا بناؤ۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تم تو اسلام لے آئے اور وہ تمکو کفر کا حکم دے) لیکن حضرت عیسےٰ کے معتقدین نے ان کی پرستش کی اور ان کو اور انکی والدہ کو خدائی کے درجہ میں لیا۔ لیکن یہ ایسا ان کو سپری ہنپل (خلاف قیاس) خیال ہے کہ واقع میں سخت تعجب ہوتا ہے۔ لوگوں نے کیوں اسکو ایک لمحہ کے لیئے بھی دلمیں آنے دیا۔ مگر پھر کچھ بھی تعجب نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت عیسےٰ تو پھر بھی بڑے رتبے کے پیغمبر تھے۔ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے معجزے کی طاقت سے مردوں کو جلاتے۔ اندھوں کو بینا۔ کوڑھیوں کو چنگا کرتے تھے ان کی نسبت ایسا شبہہ کر لیا گیا ہو کہ یہی خدا ہیں یا یہ بھی خدا ہیں تو انسان کے ضعف سے کچھ بھی بعید نہیں۔ لیکن ہم مسلمانوں کا کیا حال ہے کہ ہم میں کا ایک جم غفیر قریب قریب اسیطرح کی مدارات ہر ایک شخص کے ساتھ کرتا ہے۔ جسکو بزرگ سمجھ لے تو ہم کس منہ سے اعتراض کر سکتے ہیں یہود پر نصارٰے پر مشرکین پر*

باقی رہی تاویل کہ ہم ان کی تعظیم کرتے ہیں نہ پرستش ہم اُن سے شفاعت چاہتے ہیں نہ حاجت سو یہ تاویل تو نئی نہیں بلکہ مشرکین سے لی گئی ہے اور خدا کی جناب سے نامنظور ہو چکی ہے وہ بھی یہ کہتے تھے ھٰؤُلَآءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ (یہ ہیں ہمارے سفارشی الله کی سرکار میں) مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی (ہم تو ان کی پرستش اسی لیئے کرتے ہیں کہ الله کی سرکار میں ہماری رسائی کی تقریب کر دیں) کیا انصاف

مانا تو کیا کیا۔ وہ کیا جو خدا کے ساتھ کرتے ہیں۔ اُن سے دعائیں مانگیں۔ اُن سے حاجتیں طلب کیں
اُن کو خدا کی طرح متصرف باختیار سمجھا۔ اُن کی وہ تعظیم کی جو خدا کی کیجاتی ہے۔ اسیکا نام ہے شرک
اور یہی وہ بلا ہے۔ جس کی خدا کو چڑ ہے۔ وہ فرماتا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (شرک بڑی ہی ظلم کی
بات ہی) اور فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (اللہ کے ہاں
سے اُس کی تو مغفرت نہیں جو شرک کرتا ہے لیکن شرک سے کم جو گناہ ہوں وہ جس کو چاہے معاف کردے)
اور واقع میں شرک تو کھلی کھلی بغاوت ہے۔ جب ایک شخص خدا کو خدا ہی نہیں مانتا۔ پھر اُس سے امید
مغفرت کیسی۔ جو تیرا خدا ہو اُسکے پاس جا اور اُسی سے مغفرت مانگ۔ خیر تو لوگوں نے حضرت
عیسیٰ کو اور اُن کی والدہ کو شریک خدائی گردانا۔ آدمی سے سب حمق ہو سکتے ہیں۔ مگر نہیں ہو سکتا تو یہ
وہ اپنے تئیں خدا سمجھے اور فرعون کا انا ربکم الاعلی سنا ہو تو وہ اُسکی بیہودہ شیخی تھی۔ اور خوشحالی اور
حکومت کے غرہ میں آکر حضرت موسیٰ کی ضد سے اُس نے نالائق بات مُنہ سے بکدی۔ بجز وبے کسی کا
وقت آیا۔ تو اُس کی ساری قلعی کھل گئی۔ حتی اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت انہ لا الہ الا الذی
اٰمنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین (جب لگا ڈوبنے تو بول اُٹھا کہ میں ایمان لایا اس بات پر کہ جس
خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مان نکلا) اور فرعون پر کیا موقوف ہی تمام
آدمیوں کا یہی حال ہی کہ مصیبت کے وقت اُن کو خدا یاد آتا ہے اور خوشحالی میں خدا کی کچھ پروا نہیں کرتے چنانچہ
انسان کی اس عادت کو خدا تعالی نے اس طرح پر بیان فرمایا ہی حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بہم بریح
طیبۃ وفرحوا بہا جاءتہا ریح عاصف وجاءہم الموج من کل مکان وظنوا انہم احیط بہم دعوا اللہ
مُخْلِصِيْنَ لہ الدین لئن انجیتنا من ھذہ لنکونن من الشکرین فلما انجاہم اذا ہم یبغون
فی الارض بغیر الحق یایہا الناس انما بغیکم علی انفسکم متاع الحیوۃ الدنیا ثم الینا مرجعکم فننبئکم
بما کنتم تعملون ہ (یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور باد موافق اُسکو لے چلتی ہے اور مرضی
کے موافق ہوا پاکر خوش ہوتے ہیں تو ہوا کا جھونکا ناؤ کو آ لگتا ہے اور ہر طرف سے موجیں آنے لگتی ہیں اور
لوگوں کو خیال ہوتا ہے کہ اب تو ہم گھر گئے تو بڑے خلوص کے ساتھ خدا کو پکارنے لگتے ہیں کہ اگر ہم کو
اس بلا سے نجات دے تو ہم تیرے شکرگزار بندے ہو کر رہیں گے۔ جب اُنکو خدا نجات دیتا ہے تو ناحق
خشکی میں جا کر بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ لوگو یہ بغاوت تمہارے ہی حق میں مضر ہے دنیا کے جیتے جی کے فائدے

مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق پر بس کرتے کیونکہ اتنا کہنے سے وہ اپنی صفائی کر چکے تھے۔ مگر شاید تو تقرب کے بھوکے ہوتے ہیں ان کو خدا سے بات کرنے کا موقع ملے تو ایک منٹ کی جگہ ایک گھنٹہ لگا دیں۔

جس وقت حضرت موسیٰ کو خلعت پیغمبری عطا ہو رہا تھا تو خدا تعالیٰ نے پوچھا وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ یا موسیٰ (موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا ھِیَ عَصَایَ۔ ھی کا لفظ بھی زیادہ ہی تھا مگر عصا سے ھی عصای کہنے میں کچھ دیر لگتی ہی ہے۔ پھر موسیٰ تو ھی عصای پر بھی کب بس کرنے والے تھے۔ عرض کرتی ہیں اور کرتے ہی چلے جاتے ہیں اتوکأ علیہا و اھش بہا علی غنمی ولی فیہا مارب اُخری (میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور درختوں کے پتے جھاڑ کر بکریوں کو کھلاتا ہوں۔ اور اس سے میرے اور بھی مطلب نکلتے ہیں

یہی حال حضرت عیسیٰ کا ہوا۔ بلکہ انکو تو اپنی صفائی بھی کرنی تھی۔ جہاں تک زبان نے یاری دی کہتے ہی چلے گئے۔ کہ میں نے ایسی نالایق بات منہ سے نکالی ہوگی تو تجھ کو ضرور خبر ہوئی ہوگی۔ کیونکہ تو تو میرے دل تک کا حال جانتا ہے۔ اور میں تیرے دل کی بات کیا جانوں۔ کہ تو مجھسے تبلیغ رسالت کے سوا اور کیا چاہتا تھا۔ اور تجھ سے تو غیب کی بھی کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ ابھی حضرت عیسیٰ کیا چپ کر سکتے ہیں اُن کو اپنی برارت کا جوش آ رہا ہے اور کہے چلے جاتے ہیں کہ مجھکو تو جو حکم ملا تھا میں نے بے کم و کاست وہی کا وہی اُنکو سنا دیا تھا کہ اللہ کی پرستش کرو جو میرا تمہارا سبکا پروردگار ہے۔ اور جب تک اُنکا میں ساتھ رہا۔ اُن کی خبر رکھتا رہا کہ کہیں توحید سے بھٹک نہ جائیں۔ پھر جب تو نے مجھکو اپنے پاس بلا لیا تو اے خدا تو آپ اُن کا نگراں حال تھا۔ تجھکو خبر ہوگی کہ اُنھوں نے میرے بعد کیا کیا۔ ہائے ہائے نبوت کی شان نہیں جاتی۔ اُمت کی وجہ سے مفت جواب ہی میں پکڑے گئے۔ اپنا قصور نہیں۔ لگاؤ نہیں مگر امت کے حال پر جو شفقت تھی اسمیں کمی نہیں آئی۔ وہ لوگ خدا کے ساتھ شرک کریں انکو جواب ہی میں کھپائیں اور یہ ان کی سفارش کریں کہ اے خدا اگر تو انکو سزا دینی چاہے تو تیرے بندے ہیں تیرے حکم سے باہر نہیں۔ جو چاہے سو کر اور اگر تو ایسے درگزر فرمائے تو کوئی تیرا ہاتھ پکڑنے والا نہیں کہ تو کیوں انکو معاف کیئے دیتا ہے۔

اسیطرح میں ایک دن سورہ یوسف پڑھ رہا تھا۔ جب اُس مقام پر پہنچا جہاں حضرت یوسف قید ہو چکے ہیں اور اُن کے ساتھ کے دو قیدیوں نے خواب دیکھے ہیں اور اُنسے تعبیر پوچھی ہے تو آپنے فرمایا لا یاتیکما طعام ترزقانه الا نبأتکما بتاویله قبل ان یاتیکما ذلکما مما علمنی ربی انی ترکت مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰہ وھم بالاخرۃ ھم کفرون واتبعت ملۃ اٰبائی ابراھیم واسحٰق ویعقوب

ہے کہ وہ خدا کی نظر میں ایسی ہی شفاعت اور ایسی ہی تقریب کے ہوتے مشرک ٹھہریں اور ہم موحد کے موحد
توحید نہ ہوئی بی بی تمیز کا وضو ہوا کہ وہ کسیطرح ٹوٹتا ہی نہیں۔ پس ہمنے بنی اسرائیل کیطرح خدا کے ساتھ
ایک دعائی خصوصیت پیدا کر رکھی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے نحن ابناء اللہ واحباؤہ (ہم اللہ کے فرزند ہیں
اور اُسکے دوست) لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ (سوائے چند روز کے ہمکو آتش دوزخ چھوئیگی
بھی تو نہیں) اُنسے پوچھا جاتا ہے اتخذتم عند اللہ عہدًا فلن یخلف اللہ عھدہٗ ام تقولون
علی اللہ ما لا تعلمون (کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے کہ خدا اپنے عہد کے خلاف نہیں
کر سکتا یا بے جانے بوجھے خدا پر بہتان بندی کرتے ہو) اگر ہمسے پوچھا جائے تو کیا جواب ؟ +

لو تو اصل مطلب کی طرف دو باتیں متیقن تھیں ایک یہ کہ حضرت عیسٰی نے اپنی اور اپنی والدہ کی
پرستش نہیں کرانی چاہی دوسری یہ کہ خدا کو بھی علم تھا کہ انھوں نے نہیں کرانی چاہی۔ بااینہمہ چونکہ خدا کو شرک
سے صد درجہ کی ناراضی ہے۔ خدا نے نہ تو حضرت عیسٰی کے تقرب کا پاس کیا اور نہ اُنکی برارت پر نظر فرمائی۔ اور
ہمارے محاورے کے مطابق اُنسے نہ صرف کیفیت دریافت کی بلکہ جواب طلب کیا ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ
(کیا تو نے لوگوں سے کہا کہ مجھکو اور میری ماں کو خدا سمجھو) حضرت عیسٰی کو اپنی برارت معلوم تھی اور یہ بھی جانتے
تھے کہ خدا کو بھی میری برارت معلوم ہے۔ چاہیئے تھا کہ ہیکڑی اور بے باکی سے جوابدہی کرتے مگر وہی شعر

به تهدید گر بر کشد تیغ حکم * بمانند کروبیاں صُمٌّ و بُکم

سوال سنکر تھرا اُٹھے اور جوابدہی کا وہ پیرایہ اختیار کیا کہ اقراری مجرم بھی نہیں کرتا **بیت**

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ　　　تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من ست

چھوٹتے ہی تو یہ عرض کیا سُبْحٰنَكَ اے پروردگار تیری شان اس سے کہ کوئی تیرا شریک خدائی ہو اُرفع
واعلےٰ ہے۔ اے عیسٰی تپر خدا کی رحمت آپنی صفائی ظاہر کرتے ہیں مگر کس خوبی سے تعلیم شرک کا الزام تھا پہلے ہی
شرک کی جڑ کاٹ دی۔ اسکے بعد عرض کیا مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ (بھلا میں اور ایسی بات کہتا جو مجھکو
کہنی سزاوار نہ تھی) میں تو تیری طرف سے رسول بنکر گیا تھا اگر خدائی کا دعوے کرتا تو اپنے تئیں آپ ہی جھٹلاتا۔ اور
مجھکو وہ خدائی پھبتی ہی کب تھی۔ دوسرے لوگوں میں اور مجھ میں رسالت کے سوا امتیاز ہی کیا تھا کہ میں خدا
بننا چاہتا۔ ساری حاجتیں اور ضرورتیں جو دوسروں کو پیش آتی ہیں مجھکو بھی پیش آتی تھیں۔ بے اختیاری اور
درماندگی جیسی دوسروں میں ویسی مجھ میں۔ حضرت عیسٰی چاہتے تو صرف سبحٰنک کہکر چپ کر جاتے۔ یا خیر

تصدیق کی کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ تمہاری امت آپ بہکی۔ تم نے کسی کو نہیں بہکایا۔ تم ہمارے بندے تھے اور بندگی کی شان سے رہے۔ اور اب بھی ہمارے مقبول بندہ ہو۔ یہ باغ جن میں نہریں دوڑ رہی ہیں تم ہی جیسوں کے لیئے ہیں یہ نہیں کہ دیکھا بھالا اور رخصت۔ بلکہ تم ہی ان باغوں کے مالک ہو اطمینان کے ساتہ ان میں رہو سہو ع

چشم ما روشن و دل ماشاد

اس رکوع کے پڑھنے سے ذہن میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ جب حضرت عیسےٰ سے بازپرس کی گئی تو ایسا نہو کہیں ان بزرگوں سے بھی خدا پوچھ بیٹھے کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ ہماری قبروں شاندار بناؤ۔ اُنپر قیمتی غلاف اُڑھاؤ۔ پنکھے چڑھاؤ۔ روشنی کرو۔ میلے جماؤ۔ ڈھولک بجواؤ۔ ناچ کراؤ اور ہماری ایسی تعظیم کرو کہ آمیں اور عبادت میں تمیز کرنی مشکل ہو۔ شفاعت کے لیئے ہمارے آگے گڑگڑاؤ۔ اور حاجت کے لیئے خدا کے آگے نہیں۔ یہ بزرگ تو حضرت عیسےٰ کی طرح عذر و معذرت کر کے چھوٹ ہی جائیں گے مگر دیکھیئے امت پر کیا بنتی ہے ۔

یہ ہے وہ اسلام جسکو لوگ منوانا اور یورپ اور امریکہ میں لیجانا چاہتے ہیں۔ بھلا کوئی شخص جسکے سر میں داغ اور دماغ میں عقل اور عقل میں سلامت ہے ایسے اسلام کو مان سکتا یا ایسے اسلام میں رہ سکتا ہے اور پھر اس زمانے میں۔ وہی تمہارے قادیانی صاحب کی شکل ہوئی۔ مجھکو تو اُن بزرگ کیخدمت میں نیاز نہیں۔ مگر میں نے انکا دہلی تشریف لانا سُنا اور یہ بھی سنا۔ خدا جانے غلط یا صحیح کہ اپنے تئیں مسیح موعود کہتے ہیں۔ میں نے تو سُن کر یہ کہا تھا کہ آج کو سچ مچ کے مسیح اُتر آئیں تو یہ ایسا ٹیڑھا اور بُرا وقت ہے کہ اُنکو بھی اپنا منوانا مشکل ہو۔ ان بیچاروں کو کون پوچھے گا۔ آخر وہی ہوا۔ کہ اب تو انکا غل دبا سا گیا۔ لیکن میں مسلمانوں کو آگاہ کیئے دیتا ہوں کہ یہ نیچریت کا غل آسانی سے دبنے والا نہیں۔ اسواسطے کہ یہ شورش کسی ایک شخص خاص کی پیدا کی ہوئی نہیں۔ اے کاش یہ شورش سید احمد خاں کی ذات خاص سے پیدا ہوتی ہوتی کہ ایکدن اُنہی کے ساتہ مٹی میں دب جاتی ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ نہیں نہیں۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہے زمانہ کی۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہے انگریزی عملداری کی۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہے انگلش ایجوکیشن کی۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہے لوگوں کے مخمصۂ اضطرار کی۔ سید احمد خاں کو اگر اس سے تعلق ہے تو اسیقدر کہ اُن کو خدا نے گدھ کی سی آنکھ دی کہ جو بلا آنے والی تھی اور آگئی اُنہوں نے اُسکو پہلے سے دیکھ لیا۔ پہلے سے ہوتے تو دیکھکر چپ کر رہے ہوتے ع خدا جو بیٹھے بٹھائے اُسے خراب کرے ہد لگے غل مچانے۔ یہ شورش تو تب دبے کہ خدا انگریزی عملداری کو غارت کرے اور وہی اگلے وقتوں کی سی گھس گھس پھر ہونے لگے۔ نہ ریل ہو۔ نہ تار ہو۔ نہ ڈاک ہو۔ نہ منی آرڈر ہو۔ نہ ٹیلیفون ہو۔ نہ

ماکان لنا ان نشرك باللہ من شئ ذلك من فضل اللہ علینا و علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون
یا صاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القھار ما تعبدون من دونہ الا اسماءً
سمیتموھا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا
ایاہ ذلك الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون یا صاحبی السجن اما احدکما (حضرت یوسف بےگناہ
قید ہو گئے تھے اول تو قید ہی بے حرمتی کی چیز ہے اور پھر ایک جھوٹی تہمت پر۔ ضرور مستعجل ہونگے کہ کب وہ وقت
آئے کہ میں عذاب سے چھوٹوں۔ بارے خدا کا کرنا۔ اذا اراد اللہ شیئاً ھیأ اسبابہ (جب اللہ کسی چیز کا ارادہ
کرتا ہے تو اُسکے اسباب مہیا کر دیتا ہے) کیوں بادشاہی رکابدار اور ٹیلر (ساقی) یوسفؑ کے ساتھ قید میں
جائیں اور کیوں انکو خواب دکھائی دیں۔ اور کیوں یوسف سے تعبیر پوچھنے کی ضرورت واقع ہو اور یوں یہ
واقعہ قید خانہ سے یوسف کے خلاص پانیکا سبب ہو جائے۔ انھوں نے خواب بیان کیے تو یوسف نے
کہا گھبراؤ نہیں کھانے کے وقت سے پہلے پہلے میں تمکو تعبیر بتادونگا۔ خدا نے مجھکو اسکا سلیقہ دیا ہے کیونکہ
میں اُن لوگوں میں نہیں ہوں جو خدا کو نہیں مانتے۔ اور آخرت کے منکر ہیں میں اپنے آبائی دین یعنی ابراہیم
اور اسحٰق اور یعقوبؑ کے دین پر ہوں۔ ہم لوگ کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں سمجھتے۔ اور یہ اللہ کا احسان ہے
ہم پر اور لوگوں پر ولیکن اکثر لوگوں کا دستور ہے کہ احسان نہیں مانتے (اے یاران مجلس بھلا سمجھو تو سہی کہ کئی
خدا کا ہونا بہتر یا ایک زبردست خدا کا جو سب پر حکمرانی کرے۔ خدا کے سوائے تم جنکو پوجتے ہو بس اُن کا نام ہی
نام ہے۔ خدا کے پاس سے تو اُس کی کوئی سند آئی نہیں اور خدا کے سوائے دوسرے کو حکم دینے کا اختیار نہیں
اُسنے تو یہی فرمایا ہے کہ میری ہی پرستش کرو۔ سچا دین یہی ہے مگر بہتیروں کو معلوم نہیں۔ اے یاران مجلس
تم میں کا ایک) آگے چلکر خوابوں کی تعبیر کا بیان ہے۔ تو مجھ کو یہ خیال آیا کہ حضرت یوسف سے پوچھی تو گئی خواب
کی تعبیر وہ دوسرا دُکھڑا لے بیٹھے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ دُکھڑا رسالت کا دُکھڑا تھا جو ہمہ وقت حضرت
یوسف علیہ السلام کے نصب العین تھا۔ ان کی تمام دنیاوی ضرورتوں پر مقدم لن اجد من دونہ ملتحداً الا بلاغاً
من اللہ و رسالاتہ (مجھے اسکے سوا کہیں پناہ ہی نہیں کہ خدا کا پیغام پہنچاؤں اور حق رسالت ادا کروں) میں
لائن سے اِدھر اُدھر ہو جاتا ہوں اور اس کی وجہ ہے میری کم مشقی۔ بے مہارتی۔

جب حضرت عیسیٰؑ اپنا اظہار دے چکے تو اللہ جلشانہ احکم الحاکمین نے یہ حکم اخیر صادر فرمایا کہ آج وہ دن
ہے جو سچ بولتا ہے سچ اُسکے کام آئے اور وہ سچ سے فائدہ اُٹھائے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی

علاوہ اسکے ہر قسم کی کتابیں اردو فارسی عربی دکان محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں سے ملسکتی ہیں اور ہندوستان کے مشہور مصنف مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب کی کتابیں ہماری دکان سے ملتی ہیں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
سیرۃ الفاروق یعنی سوانح عمری حضرت عمر فاروق رضی اسلام لانے کے وقت سے اخیر زمانۂ خلافت کا ذکر ہے قیمت فی جلد	عه	تذکرۂ غوثیہ یعنی سوانح عمری و ملفوظات مولانا غوث علی صاحب	عه	دلفریب ایک اعلےٰ درجہ کا ناول ہے	۶؍	الجزیہ۔ لفظ جزیہ کی تخصیص کہ کس زبان کا لفظ ہے اور جزیہ لینا کس نے ایجاد کیا ہے	۲؍
شرف المناقب یعنی سوانح عمری بوعلی شاہ قلندر پانی پتی	۳؍	تواریخ عجیبہ موسوم بہ سوانح احمدی مصنفہ حضرت سید احمد صاحب شہید	عه	مرقع لیلیٰ مجنوں یعنی لیلیٰ مجنوں کی نظم میں بطور ڈراما کے	۸؍	سلطان الاذکار فی مناقب غوث الابرار	۱۲؍
روضۃ الاقطاب اردو یعنی سوانح عمری حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی	۶؍	معین الارواح یعنی سوانح عمری خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ	۴؍	حسن بے پردہ یعنی فرنگیوں کا کچا چٹھا۔	۳؍	رسالہ جہادیہ	۱؍
آئینہ سکندری یعنی سوانح عمری سکندر اعظم شاہ مقدونیہ	۸؍	**کتب ناول وغیرہ**		حسن انجلینا بہت ہی عمدہ ناول ہے	۱۴؍	احوال مشائخ	۱؍
سوانح عمری عمرو عیار عمدہ کتاب ہے	۸؍	ملک العزیز ورجنا یہ وہ ناول ہے جسمیں شان و شوکت اسلام اور دینی جوش اسلام کے بے نظیر نمونے نظر آتے ہیں۔	۱۴؍	درگیش نندنی عمدہ ناول ہے	عه	حکایت الصالحین	۴؍
سوانح عمری ملا دوپیازہ	۲؍	منصور وموہنا یہ وہ ناول ہے جسمیں سلطان محمود غزنوی کے جوش اسلامی اور ہندو راجہ اجمیر کی بہادری کی سچی تصویریں نظر آتی ہیں۔	۱۴؍	شہید وفا یہ بے نظیر ناول ہے	عه	اعجاز غوثیہ	۲؍
حیاتِ نورجہاں یعنی سوانح عمری نورجہاں بیگم	۲؍	بزم خیال حصہ اول قابل دید ہے	۱۲؍	ناول مسعود یہ بھی قابل دید ہے	۳؍	کمالات عزیزی	۱؍
تذکرۂ تیموریہ یعنی سوانح عمری امیر تیمور شاہ صاحبقران	عه	دلکش حصہ اول عمدہ ناول ہے	۶؍	پیرنا بالغ یہ عمدہ ناول ہے	۶؍	مونس الذاکرین فارسی	عه
تذکرۃ الحسنین یعنی سوانح عمری حضرت امام حسین رضی	۴؍	ایضاً حصہ دوم	۸؍	قصہ مہتاب بیگم۔ عمدہ قصہ ہے	عه	مصباح المجالس	عه
سوانح عمری شیخ ابو الفضل علامی	۲؍	دلربا یہ بہت عمدہ ناول ہے	۶؍	ناصح۔ اسمیں اچھی اچھی نصیحتیں اور عمدہ عمدہ مفید باتیں بچوں کے لئے درج ہیں۔	۲؍	فضیلت کتاب گویا معلم الطلبہ ہے	۱۲؍
سوانح عمری راجہ بیربل	۱؍	ناول جہانگیری یہ بھی قابل دید ہے	عه	مثنوی صبح عید	۳؍	شگرد سہیلی	۲؍
تذکرۂ بابر یعنی سوانح عمری بابر شاہ	۳؍			لکچر اسلام	۱؍	مثنوی نکہت گل یہ مثنوی جدت الطبع ہے	۲؍
				لکچر مسلمانوں کی نماز پر	۳؍	سیر الاولیا مصنفہ حضرت امیر خسرد خلیفہ حضرت نظام الدین زری زر بخت دہلوی	عه
				نماز اور اسکی حقیقت جسمیں نماز کی خوبیاں اور افضل عبادت ہونا عمدہ پیرایہ میں ثابت کیا ہے۔	۲؍	افضل الفوائد ملفوظات حضرت نظام الدین اولیا مرتبہ حضرت امیر خسرو	۸؍
				باقیات الصالحات	۱؍	رسائل البرکات یعنی اوراد [illegible]	۶؍

پارسل ہو۔ نہ ریلوے سلائی ہو۔ نہ چاقو ہو۔ نہ سوئی ہو۔ نہ انگریزی کپڑے ہوں۔ نہ امن ہو۔ نہ آسائش ہو نہ آزادی ہو۔ نہ حقوق کی حفاظت ہو۔ نہ فریاد کی شنوائی ہو۔ نہ بندوبست ہو۔ نہ انتظام ہو۔ اگر یہ منظور ہے تو میں قرآن کے لفظوں میں کہتا ہوں تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ (آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم بھی اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم بھی گھر کی بی بیوں کو بلائیں اور تم بھی گھر کی بی بیوں کو بلاؤ۔ اور ہم بھی ہوں اور تم بھی ہو پھر خدا کے آگے گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر لعنت کریں) نصارے نجران میں سے چند لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت میں مباحثہ مذہبی کے لیئے آئے اور جناب رسولِ خدا صلعم کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ دل سے اپنے عقائد کے قائل نہیں ہیں اسپر آپنے ان سے مباہلہ یعنے قسما قسمی کی ٹھہرائی آنحضرت نے اپنے ساتھ حضرت علیؓ جناب بتولؓ اور دونوں صاحبزادوں حضرت حسنؓ و حسینؓ کو لیا اور فرمایا اللھم ھؤلاء اھل بیتی (اے پروردگار یہ ہیں میرے گھر والے) لیکن نصارے نکل بھاگے اور قسم کھانے پر رضامند نہوئے۔

اب میں کہتا ہوں کہ اسی طرح لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہمکو کہنا چاہیئے علی اھل یورپ یا علی الانگلین تو میں بھی تمہارے ساتھ قسما قسمی کرنے پر رضی ہوں۔ کوئی ایک تو تم میں سے آمین کہو۔ مگر یہ سمجھے رہنا کہ دن رات میں کوئی نہ کوئی گھڑی قبولیت کی بھی ہوتی ہے ایسا نہو کہ آمین کہنے کے ساتھ لاہور میں سکھ آکر اپنا عمل دخل کرلیں۔ اور حمایت اسلام کے ممبر چوہوں کے بلوں میں گھستے پھریں۔ غرض یہ نیچریت کی شورش تو تب دبے کہ انگریزی عملداری اُٹھ جائے۔ یا تب دبے کہ مسلمانوں کو کچھ کرنا نہ پڑے اور انکی دنیاوی حالت آپ سے آپ درست ہو جائے۔ مگر یہ تو شیخ چلی کے سے منصوبے ہیں نہ انگریزی عملداری کے اُٹھنے کی کوئی صورت ہے اور نہ اُٹھے گی۔ اور مسلمانوں کو اپنی دنیاوی حالت کے مزاج کو صلاح پر لانے کے لیئے آج کے آج اور کل کے کل چارو ناچار انگریزی تعلیم کا مسہل لینا پڑے گا۔ علیگڈھ کالج کا مسہل لیں تو اور حمایت اسلام کا مسہل لیں تو۔ وہ جلپ یا کسٹرائیل کا جلاب ہے۔ اور یہ ہمارا ویسی املتاس۔ اب جسکو جو پچے بہتر ہے کہ یہ املتاس کا جلاب تیار ہے۔ آنکھیں میچکر پی بھی جاؤ۔ شاباش۔ شاباش۔ وہ پی لیا۔ اب ذرا طبیعت کو میری باتوں میں مشغول کرو کہ جلاب اچھی طرح اُتر جائے لیکن جن کی دوکان سے جلاب بندھ کر آیا ہے یعنی انجمن حمایت اسلام کے سکرٹری منشی شمس الدین صاحب سررشتہ جلاب کے دام بھی تنگ آرہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسمیں لکچروں کی اصلی شیرخشت اور نظموں کی ترنجبین قیمتی دوائیں ہیں تو بھائی مانگیں سو دو۔ بلا روپیہ تو ہاتھ کا میل ہے۔ تم اچھے ہو جاؤ گے تو بہتیرا کما لوگے۔

تمت

لکچر نمبر ۱۶

جناب مولٰنا و بالفضل اولٰنا مولوی حافظ محمد نذیر احمد خان صاحب

متعلق

اجلاس ہشتم محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ

دسمبر ۱۸۹۳ء بمقام علیگڈھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پھر آخر ہوا سال خورشید خاور ۔۔۔ کہ ہو چکنے پر آیا ماہ دسمبر
لگا روز آہستہ آہستہ بڑھنے ۔۔۔ بندھا ہے تنزل ترقی کا چکر
مسلمانوں پہ صادق آئے تو جانیں ۔۔۔ کہ ہے یہ بھی اک رسم دنیا مقرر
اچھل آئے ڈوبے ہوئے کتنے بیڑے ۔۔۔ سنبھل جاتے ہیں لوگ کھا کھا کے ٹھوکر
ہم ان اپنی آنکھوں سے دیکھا کئے ہیں ۔۔۔ ہلالوں کو بنتے ہوئے بدر انور
ہوئے ہیں بہت دانۂ بے حقیقت ۔۔۔ بزور طبیعت درخت تناور
ولیکن بظاہر توقع نہیں ہے ۔۔۔ کہ اسلام کو ہو بحالی مکرر
اگر ہو تو سمجھو کہ جی اٹھے مردے ۔۔۔ اگر ہو تو جانو ہوئے موم پتھر
تو سمجھو ہوا خرق عادت محقق ۔۔۔ تو جانو لگا بہنے الٹا سمندر
گئے دن کہ اسلام سے کانپتے تھے ۔۔۔ زمان و زمین بید کی طرح تھر تھر
بت و برہمن کی زبان پر تھا جاری ۔۔۔ دم نعرۂ ذکر اللہ اکبر

مطبع عزیز الاسلام دہلی میں طبع ہوا

درختوں پہ پھل اور پھلوں پر پرندے
ہوئے ہیں مگر چہچہے سنتے سنتے
ہر اک قطعہ پھولوں کے تختے کے تختے
تعالی اللہ فواروں کی سربلندی
فواکہ اگر کھائیے رزق طیب
جو نہ ہوں گرا و صاف جنت کے نمنے
نظر لگ گئی پھولتے پھلتے اُس کو
اب اُسکی یہ نوبت ہوئی ہے دریغا
نہ سبزہ نہ سایہ نہ اک قطرہ پانی
جہاں نغمہ خواں جھنڈ تھے طائروں کے
الٰہی وہ کیا ہو گئیں سب بہاریں
جہاں وہ گئیں یہ تمنا بھی جائے
خزاں ہو تو جائے شکایت نہیں ہے
مگر یہ تباہی اور اتنی تباہی
نہ حق ماتم ادا اس الم کا
مگر صرف رونا ہے رانڈوں کا شیوہ
یہ مردوں میں ای وائے او ہائے کیسی
بہ تفہیم ہمت کمر چست باندھو
خدا کے لئے کوئی صورت نکالو
مسلمان فاقوں سے مرنے نہ پائیں
اگر تم میں ہے مردمی اور مروت
جو تمکو حمیت ذرا چھو گئی ہے
سہارا لگاؤ علی قدر طاقت

زمین پر دھرے دیتی ہیں ٹہنیاں سر
شب و روز صبح و صبا گوش گل کر
ہر اک حوض پانی کی چادر کی چادر
کہ قطرے بنے انجم چرخ چنبر
شگوفے اگر سونگھئے مشک و عنبر
اُسیکا نمونہ تھا روئے زمیں پر
حوادث کی پیہم چلی باد صرصر
کف دست میدان ہے جیسے کلر
نہ لطف تفرج نہ تفریح منظر
پڑے ہیں وہاں منتشر مشت پر
مزین ہیں جن کے بیانوں سے دفتر
کہ ہم بھی اُنھیں دیکھتے اک نظر بھر
کہ ہر باغ کے واسطے ہے مقدر
اور ایسی تباہی ہے اک امر آخر
اگر روئیے تا قیامت برابر
کہ اُنکو مناجات حالی ہے ازبر
کہ بیٹھو منغص اور اُٹھو مکدر
ذرا دل کو مضبوط رکھو برادر
بتاؤ کوئی ایسی تدبیر مل کر
کہ اب ان کی حالت ہے بدتر کمتر
اگر کچھ ہے پاس خدا و پیمبر
اگر تم پہ چلتا ہے غیرت کا منتر
اسی طرح اٹھتے ہیں لوگوں کے چھپر

جدھر رخ کیا سلطنت زیر فرمان
جدھر آنکھ اٹھائی ممالک مسخر

یہ حاکم ہر اک شخص ان کی رعیت
یہ آقا تمام آدمی ان کے نوکر

زمانے میں اُس وقت جتنے ہنر تھے
یہی سب میں فائق یہی سب میں برتر

یہ ممتاز تھے حق بجانب کہ کوئی
نہ ند مقابل نہ ثانی نہ ہمسر

طبیعت میں ہر ایک کے غمگساری
مزاجوں میں سب کے شرافت کا جوہر

خدا نے عجب دل دیئے تھے کہ جنمیں
کسی کی طرف سے نہ تھا کینہ مضمر

اگر صبح کو لڑ لئے بھائی بھائی
تو پھر شام تک ہوگئے شیر و شکر

کبھی رونق افزائے بزم مسرۃ
کبھی مرد میدان و سالار لشکر

لڑائی میں ایک ایک دس دس پہ بھاری
شہیدان بدر و شجاعان خیبر

لگیں دشمنوں کے تئیں ہو کے چھرّے
اگر پھینک دیں لے کے مٹھی میں کنکر

بھگایا ہے اعدا کو یوں غازیوں نے
اُڑا کر ہوا جیسے لے جائے مچھر

خدا اور رسول خدا اُن کے حامی
کوئی آسکے اُن سے کس طرح برسر

ہلا ڈالی بنیاد ایوان کسرے
رگڑ دی پکڑ گردن ملک قیصر

پر اس سے کہ دادا کو تخمہ ہوا تھا
بھلا ہو کے پوتوں کو سیری ہو کیونکر

بڑوں نے لپیٹے ہوں شال و ردو شالے
میسر نہیں اُن کی نسلوں کو دھوتر

رہے ہونگے اگلے خزانوں کے مالک
ہمیں ایک پیسا ہے کبریت احمر

ہمیں مر گئے جبکہ فاقوں کے مارے
بزرگوں کے کٹ کٹ کے نکلے مزعفر

خدائی بدل جائے واللہ باللہ
اگر ہم سنور جائیں اتنے بگڑ کر

مگر کیا کیا جائے آخر تو دل ہے
سریع التاثر نہ لوہا نہ پتھر

پگھلتا ہے دیکھے سے درد و مصیبت
اذیت سے ہوتا ہے بے چین و مضطر

خصوصًا وہ دل جسکو سینے میں اپنے
لئے بیٹھے ہیں یہ بزرگ معمر

لگایا تھا اک باغ نانا نے ان کے
کئی سو برس تک رہا تازہ و تر

بکثرت ریاحین و گلہائے رنگیں
بافراط شمشاد و سرو و صنوبر

۵ ہر کسے را بہر کارے ساختند ۔ میل آن اندر دلش انداختند ۔ اب ہم اسرار الٰہی کی سرحد پہ پہنچ گئے ہیں ۵

اگر یک سر موئے برتر پرم ۔ فروغ تجلی بسوزد پرم ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۔ یہ ٹکڑا ہے قرآن مجید کی ایک آیت کا جو سورۂ ن میں واقع ہے وَدُّوْا کا مادہ ہے وُدّ اور اسی سے ہے مَوَدَّۃ وِ دَاد ثلاثہ جس کے معنی ہیں۔ دوستی محبت رغبت خواہش میلان خاطر وامثالہا تا۔ تدھن اور یدھنون دونوں باب ادھان سے ہیں۔ اور اُسکا مادہ ہے دھن جس کے معنی تیل کے ہیں۔ اور چونکہ تیل کا خاصہ ہے چکناہٹ۔ ادہان اور مداہنت کے معنی ہیں نرمی ملایمت وَدُّوْا اور یُدْهِنُوْنَ کی ضمیریں راجع ہیں کفار قریش کی طرف۔ اور تدھن خطاب ہے جناب رسالت مآب سے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو ودوا لو تدھن فیدھنون کے معنی یہ ہوئے کہ اے پیغمبر کفار قریش چاہتے ہیں کہ تم اُن کے ساتھ نرمی اختیار کرو تو وہ بھی تمہارے ساتھ نرمی اختیار کریں۔ قرآن میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ کفار قریش پیغمبر صاحب سے کس طرح کی نرمی چاہتے تھے۔ اور نہ اُس نرمی کا مذکور ہے جس کے کرنے پر کفار قریش آمادہ تھے۔ اس کا پتہ چلتا ہے احادیث سے سیر سے۔ اس بارے میں بڑی لمبی لمبی حدیثیں نظر سے گزری ہیں۔ اور توضیح مطلب کے لئے ان کے سنانے کو بھی جی چاہتا ہے۔ مگر مجکو معلوم ہے کہ کتنے مسلمان عربی سمجھ سکتے ہیں۔ اور جو سمجھ سکتے ہیں۔ اُن میں کتنے ہیں جو عربی سنکر خوش ہوتے ہیں اور یہ جو میں کہہ رہا ہوں حاضرین پر نظر کر کے کہہ رہا ہوں جو تعلیم کے اعتبار سے مسلمانوں میں منتخب اور سر برآوردہ ہیں ورنہ عام مسلمانوں کے شمار کی رو سے بلکہ خواندہ مسلمانوں کی شمار کے رو سے بھی مجکو کہنا چاہیے کہ ایک مسلمان بھی عربی دان نہیں کیونکہ کوئی چھوٹی سی کسر ہوئی بھی تو وہ کس گنتی میں۔ جنھوں نے برٹش انڈیا کے زمانۂ جاہلیت میں یعنی ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے یہ نادانی کی۔ اور انگریزی عملداری کے لحاظ سے طالب دنیا کے حق میں عربی کے حاصل کرنے کو نادانی کے سوائے اَور کیا کہا جا سکتا ہے۔ غرض جنھوں نے ۱۸۵۷ء سے پہلے عربی حاصل کی تھی اور اُن میں ایک کم سواد ساٹھ ملّا میں بھی ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ ایسے سب لوگ افسوس کرتے ہیں کہ کیوں ہم نے عربی جیسی بیکار چیز کے پیچھے اپنا وقت ضائع کیا۔ اور غدر کے ادھر جو یوں ہی سا چرچا عربی کا دیکھتے ہو۔ ان میں مدرسے کے پڑھے ہوؤں کو تو میں کچھ عربی دان سمجھتا وجھتا نہیں۔ اور وہ بیچارے عربی داں ہو بھی کیسے سکتے ہیں۔ کسی نے بڑی ہمت کی عربی کو سکنڈ لینگویج کے

جو سر کو تو منزل پہ پہنچو ہی پہنچو — بشرطیکہ ان کو کرو اپنا رہبر
بہت سو چکے کھو چکے اب تو چیتو — کہاں تک کروگے ستم اپنے اوپر
کوئی حد بھی ہے بدگمانی کی آخر — ارے ظالمو! خیرخواہوں سے بدبر
سنا بھی کرو گوش دل سے نصیحت — کہ سوئے ظن تو ہے ممنوع منکر
جو دنیا و دیں میں ہوا ایسا تخالف — کہ یہ جائے دکھن تو وہ جائے اُتر
تو تم کس طرف کے ہوئے منہ سے پھوٹو — کشاکش ہیں دونوں کی مجبور و مضطر
کوئی بات ہو اُس میں دیں کے اڑنگے — کوئی کام ہو اُس میں مذہب کی بپچڑ
یہ دنیا میں رہنے کے لچھن نہیں ہیں — اُٹھاؤ چلو تہ کرو اپنا بستر
مگر ترک دنیا کچھ آسان نہیں ہے — دکھائے کوئی کر کے بر رغم نخچیر
ضوابط یہ باندھے ہوئے ہیں خدا کے — نہ بدلے نہ بدلیں الے یوم محشر
یہ طامات و دعوی ہیں دہوکے کی ٹٹی — اگر زہد ہے بھی تو زہد مزوّر
پڑے کیا ہو سید مذہب کے پیچھے — سنو جی یہ کافر سہی بلکہ اکفر
ولے گر کہے دنیوی فائدے کی — تو کیا ضد سے کر لوگے نقصان سراسر
سیادت کا دعوی اور اُمت کا دشمن — ہمیں تو نہ آیا نہ آئے گا باور
اُسی باغ کو جڑ سے کاٹے اُجاڑے — کہ جو باغ ہے اس کی میراث مادر
جو کہئے کوئی بات ایسی تو کہئے — کہ داخل ہو امکان عقلی کے اندر
نہ ایسی کہ سُن کر جسے گر پڑے چھت — نکل جائے کتنوں کا دب کر کچومر
پڑھا ہو گا قرآن میں وزر اُخرے — کریں یہ تو تم کیوں بھرو اُس کا کیفر
خدا کو بھی سمجھے ہو کیا اپنے دل میں — کہ جج ہے سشن جج تم اُسکے اسیسر
دیا اُسکے ہاں بھی کوئی کونسل ہے — تم اُس کونسل کے اراکین و ممبر
اُسے رائے لینے کی تم سے ضرورت — خدا ہو کے محتاج تعلیم دیگر
پڑی کیا پرائی تم اپنی نبیڑو — كُلٌّ رَهِينٌ وَّكُلٌّ مُيَسَّرٌ

کل رھین اشارہ ہے کل امرء بما کسب رھین کی طرف اور کل میسر سے مراد ہے کل میسر لما خلق له

ابا طالب انت کبیرنا وسیدنا فانصفنا من ابن اخیك فمرہ فلیکف عن شتم الھتنا وندعه والھه قال فبعث الیه ابو طالب فلما دخل علیه رسول الله صلی الله علیه واله وسلم قال یا ابن اخی ھؤلاء مشیخة قومك وسراتھم وقد سالوك ان تکف عن شتم الھتھم ویدعوك والھك قال صلی الله علیه واله وسلم یا عم افلا ادعوھم الی ما ھو خیر لھم قال والی ما تدعوھم قال صلی الله علیه واله وسلم ادعوھم ان یتکلموا بکلمة تدین لھم بھا العرب ویملکون بھا العجم فقال ابن جھل من بین القوم ما ھی وابیك لنعطینکھا وعشر امثالھا قال صلی الله علیه واله وسلم تقولون لا اله الا الله فنفروا وقالوا سلنا غیرھا قال صلی الله علیه واله وسلم لو جئتمونی بالشمس حتی تضعوھا فی یدی ما سالتکم غیرھا فقاموا من عندہ غضاباً وقالوا والله لنشتمنك والھك الذی امرك بھذا وانطلق الملأ منھم ان امشوا واصبروا علی الھتکم ان ھذا الشیء یراد۔ اس حدیث کا حاصل مطلب یہ ہے کہ روساے قریش نے جمع ہوکر مصلحت کی کہ چلو ابو طالب پاس چلیں اور اُن سے چلکر درخواست کریں کہ تمھارے بھتیجے صاحب ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ اس کا انصاف آپ کے ہاتھ ہے ایسا ہو کہ یہ گالیاں دینے سے باز رہیں۔ اور ہم بھی اُن سے اور اُن کے خدا سے متعرض نہوں۔ چنانچہ سب لوگ ابو طالب پاس گئے۔ اور اپنا مدعا ظاہر کیا۔ اُنھوں نے پیغمبر صاحب کو بلا کر کہا بھتیجے یہ لوگ تمھاری قوم کے سردار ہیں اور تم سے اتنی بات چاہتے ہیں کہ ان کے معبودوں کو بُرا نہ کہو تو یہ بھی تم سے اور تمھارے خدا سے دست بردار رہیں پیغمبر صاحب نے کہا تو کیا چچا جان آپ کی یہ مرضی ہے کہ میں ان کے فائدے کی بات بھی ان سے نہ کہوں۔ ابو طالب بولے آخر وہ کیا بات ہے پیغمبر صاحب نے فرمایا میں ان سے ایسے دو اچھر کہلانے چاہتا ہوں جن کی برکت سے کیا عرب اور کیا عجم سب ان کے مطیع ہو جائیں یہ سُن کر ابو جہل بول اُٹھا وہ کون سے دو اچھر ہیں۔ اگر ان میں ایسی برکت ہے تو دو نہیں بیس کہنے کو ہم طیار ہیں۔ آپنے فرمایا بس وہ آچھر ہیں ”لا اله الا الله“ یہ کہنا تھا کہ سب کے سب بھڑے اور لگے کہنے یہ نہیں اس کے سوائے کوئی اور بات کہئے آپنے فرمایا تم روٹھو یا بگڑو۔ بس میں تو یہی ایک بات چاہتا ہوں۔ اور اگر آسمان سے آفتاب کو اُتار کر میری مٹھی میں رکھدو تو بھی میں دوسری بات کہنے والا نہیں۔ اسپر سب کے سب خفہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور لگے کہنے بخدا ہم تم کو گالیاں دیں تو سہی۔ اس حدیث کے متعلق مجھکو ایک ذری سی بات جملہ معترضہ کے طور پر کہنی ہے کفار قریش کو گالیوں کی شکایت تھی۔ تو کیا واقع میں پیغمبر صاحب اُن کے معبودوں کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ حاشا وکلا۔

طور پر اختیار کرلیا۔ اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کیسی عربی جانتے ہیں اور کیسی عربی جان سکتے ہیں فرسٹ اور سکنڈ کیسی یہاں ساری عمر عربی۔ دی اونلی لینگوج رہی اور آئی تو اتنی ہی آئی کہ یوں تنہائی میں شاید صفحے کے صفحے اپنے دل میں گھڑتا چلا جاؤں مگر جیا تا کسی عرب سے بات چیت کرنے کا اتفاق ہوتا ہے تو پہلے ہی جملے میں سٹی بھول جاتی ہے۔ دو سطری خط قلم برداشتہ نہیں لکھ سکتا۔ سبب کیا؟ بے مہارتی۔ اور عدم مزاولت۔ یہ ہیں زمانے کے خلاف کوشش کرنے کے نتیجے۔ عربی تو سوائے کتابوں اور پرانے کھنڈروں اور قبروں کے کتبوں کے اور کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اور نہ سوائے نماز کی اس کی کہیں آواز سُن پڑتی ہے۔ مگر یاں انگریزی ہے کہ ریل پر سوار ہو گاڑی گاڑی اور سٹیشن کے دروازے دروازے پر انگریزی۔ دیا سلائی کے بکس پر انگریزی۔ سوت کی پیچک پر انگریزی۔ چاقو پر انگریزی مقراض پر انگریزی کپڑے کے تھانوں پر انگریزی کہ نہ دیکھو تو دیکھو اور نہ سنو تو سنو۔ عربی ہماری ملکی زبان نہیں۔ دنیاوی کوئی حاجت اس پر بند نہیں پھر مہارت اور مزاولت ہو تو کیونکر ہو۔ شکر ہے کہ سنسکرت اور لیٹن جیسی تو نہیں کہ روئے زمین سے ناپید ہو گئی ہے۔ مگر اپنے حساب سے تو عربی بھی ڈڈ لینگوج (زبان مردہ ہی ہے) اگر دین اسلام کا سہارا نہ ہوتا تو ابجد اور الحمد کے اختلافات کبھی کے نکل کھڑے ہوئے ہوتے۔ اتنا غنیمت ہے کہ کتاب اللہ عربی ہے۔ کتاب الرسول یعنے حدیث عربی ہے۔ نماز عربی ہے۔ اور ان شاء اللہ جنت میں بھی ہم تم جن کو عربی آتی ہے وہ اور جن کو نہیں آتی وہ سب عربی ہی بولیں گے۔ ورنہ ہندوستان میں اور انگریزی عملداری میں عربی ایسی ہی بے جوڑ ہے جیسے **امریکا** اور **لورپول** میں اشاعت اسلام۔ مجھ میں ایک یہ بڑا سخت عیب ہے کہ تسلسل سخن قائم نہیں رکھ سکتا۔ کہنا یہ چاہتا تھا کہ مداہنت کے متعلق جی چاہتا ہے کوئی حدیث پڑھ کر سناؤں۔ مگر پہلے ہی جی بیٹھا ہوا ہے باد ل ناخواستہ کچھ پڑھا بھی تو پڑھنے والے کا پڑھنا بے لطف اور سننے والوں کا سننا بدمزہ۔ مگر مداہنت کا مطلب تو بیان کرنا ضرور ہے۔ ایک مختصر سی حدیث اس بارے میں یہ ہے ان ناسا من قریش اجتمعوا فیھم ابوجھل بن ھشام و العاص بن وائل و الاسود بن المطلب و الاسود بن عبد یغوث فی نفر من مشیخۃ قریش فقال بعضھم لبعض انطلقوا بنا الی ابی طالب فلنکلمۃ فیہ فلینصفنا منہ فلیکف عن شتم آلھتنا و آلھۃ الذی یعبدہ فانا نخاف ان یموت ھذا الشیخ فیکون منا الیہ شئ فتعیرنا بہ العرب یقولون ترکوہ حتی اذا مات عنہ تناولوہ فبعثوا رجلا منھم یقال لہ المطلب فاستأذن لھم علی ابی طالب فقال ھؤلاء مشیخۃ قومک وسراتھم یستأذنون علیک قال ادخلھم فلما دخلوا علیہ قالوا

خدا کا بندۂ فرمان بردار رہ کر دنیا سے اُٹھ جانے اور اللہ کے نیکوکار بندوں میں جا شامل ہونے کو وہ سلطنت سے زیادہ عزیز رکھتے تھے جس سے کمال عبودیت ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح کی بہت باتیں ہیں جنکو میں حضرت خاتم النبیین کی لائف میں پاتا ہوں۔ از انجملہ حلم و انکسار۔ عجز و تواضع چشم پوشی و درگزر تہذیب و شائستگی۔ نرمی ولینت پیغمبر صاحب کو بہت کثرت سے غیظ و غضب کے مواقع پیش آتے تھے۔ کیوں کہ مذہبی پرخاش کی وجہ سے لوگ اُن کو طرح طرح کی ایذائیں دیتے رہتے تھے کبھی کبھی بشرے پر غصہ کے آثار کا مترتب ہونا تو کتابوں سے ثابت ہے۔ مگر کسی دشمن نے جھوٹوں بھی بدزبانی اور سخت کلامی اور درشتی کا الزام نہیں دیا۔ اُن کی ہدایت تھی۔ ادفع[1] بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم و ما یلقھا الا الذین صبروا و ما یلقھا الا ذو حظ عظیم لا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن[2] لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔ حضرت کے خادم انس رضؓ گواہی دیتے ہیں کہ میں نے دس برس حضرت کی خدمت کی۔ اس اثنا میں خدمت کے متعلق میرے کسی فعل پر آں حضرت صلعم نے اعتراض نہیں فرمایا۔ یعنی میں نے کوئی کام نہ کیا تو نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا۔ اور کیا تو نہ پوچھا کہ کیوں کیا۔ اور حالانکہ حضرت انس رضؓ اُن دنوں لڑکے تھے نو عمر۔ آں حضرت کسی کام کو بھیجتے۔ اور یہ جیسے لڑکوں کا قاعدہ ہے کھیل میں لگ جاتے۔ ایک یہودی کا آپ پر قرض آتا تھا۔ اُس نے ایسی سختی سے تقاضا کیا کہ صحابہ کو ناگوار ہوا تو آپ نے فرمایا۔ ان[3] لصاحب الحق مقالا ایک یہودی نے اگر السلام علیکم کہنے کے عوض دبی زبان سے السام علیک کہا اور سام کے معنی ہیں موت تو اُس نے دعا کے بدلے بددعا دی۔ حضرت تو علیک کہکر خاموش ہو رہے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے سُن پایا تھا۔ اُنھوں نے کہا علیک السام واللعنۃ۔ جناب رسول خدا ناخوش ہوئے اور زجر فرمایا۔

مال غنیمت میں سے ایک چادر گم ہو گئی کسی بدنفس نے کہا پیغمبر صاحب نے لے لی ہوگی تو آپ کیا فرماتے ہیں خدا مجھکو رسالت کے لئے امین سمجھے اور میں ایسی دنی چیز پر نظر کروں وما[4] کان لنبی ان یغلل و من یغلل یات

---

[1] جواب میں تو کہہ اُس سے بہتر پھر دیکھے تو جسمیں تجھ میں دشمنی ہے جیسے دوستدار ہے ناتے والا اور یہ بات ملتی ہے انہیں کو جو سہار رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے اُسکو جس کی بڑی قسمت ہے ۱۲ [2] جھگڑا نہ کرو کتاب والوں سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو ۱۲ [3] اور تم لوگ برا نہ کہو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا کہ وہ برا کہنے لگیں اللہ کو بے ادبی سے نہ سمجھکر ۱۲ [4] صاحب حق جو کچھ کہے اُسکو زیبا ہے ۱۲ [5] اور نبی سے خیانت نہیں ہو سکتی اور جو کوئی خیانت کریگا قیامت کے دن اُسی چیز کو لا حاضر کرے گا ۱۲

پیغمبر صاحب کی لائف نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھی ہوئی موجود ہے اور پیغمبر صاحب کا کوئی قول کوئی فعل اس سے چھوٹنے نہیں پایا۔ حتی کہ پردے تک کی باتیں لوگوں نے قلمبند کردی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ پیغمبر صاحب کی لائف کو لوگ دیندارانہ زندگی کا نمونہ بنانا چاہتے تھے تاکہ اُس کی تقلید کرسکیں۔ اور ایسی کاوش کے ساتھ واقعات کی تفتیش کی گئی ہے کہ از آدم تا این دم کسی شخص کے ایسے تفصیلی حالات معلوم نہیں پیغمبر صاحب کی لائف کو بالاستیعاب پڑھو اور بار بار پڑھو اور موافقت اور مخالفت دونوں سے قطع نظر کرکے پڑھو تو ضرور تمھارا دل اندر سے گواہی دے گا کہ اس طرح کی بے داغ بے لوث پاکیزہ اور مقدس زندگی پیغمبر کے سوائے کسی بشر سے ہو نہیں سکتی۔ میں نے جو پیغمبروں کی طرف سے اپنے دل کو مطمئن کیا ہے تو اُنکی لائف ہی سے کیا ہے مثلاً حضرت یوسف ہی کو لو۔ عام مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ ان کی پیغمبری کا ثبوت تھا اُن کا حسن کیا تم نے یہ شعر نہیں سنا ؎

حُسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

بے شک میرے نزدیک کوئی پیغمبر کریہ المنظر مبعوث نہیں ہوا اور چاہیے بھی تھا کہ نہو۔ تاکہ لوگ نہ تو اُس سے وحشت و نفرت کریں اور نہ اُس کو نظر حقارت سے دیکھیں۔ مگر حسن صورت کو کسی پیغمبر کا معجزہ قرار دینا ہم تو ایسی باتوں کے قائل ہیں نہیں۔ لوگوں کو گرویدہ حسن یوسف ہونے کا اختیار ہے میں تو حضرت یوسف ع کی تین اداؤں کا فریفتہ ہوں۔ ایک تو اُن کا امراۃ العزیز سے کہنا اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔ کہ عزیز میرا آقا ہے اور میرے ذمے اُسکے حقوق پرورش ہیں مجھ سے ایسی نمکحرامی نہیں ہوسکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یوسف کی طبیعت میں اعلیٰ درجہ کی احسان شناسی اور مُروّت کی صفت ایسی راسخ تھی کہ کوئی ترغیب اسکو متزلزل نہیں کرسکتی تھی۔ یہ ہے یوسف ع کی پیغمبری کی ایک شناخت یا اُن کا ایک معجزہ۔ دوسرے یوسف کا بھائیوں سے کہنا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرٰحمین۔ مجکو تم سے کچھ شکایت نہیں میں نے تمھارا قصور معاف کیا خدا بھی تمھارا قصور معاف کرے۔ یہ ہے عفو بعد القدرت۔ یہ ہے صلۂ رحم۔ یہ ہے پاس اُخوت تیسرے یوسف ع کی آخری تمنا۔ توفنی مسلمًا و الحقنی بالصالحین یوسف ع نے سلیمان کی طرح نہیں کہا ھب لی ملکًا لا ینبغی لاحد من بعدی اور اگر یوسف ع نے ایسا کہا ہوتا تو کچھ تعجب نہ تھا۔ کیونکہ وہ غلامی اور قید کی مصیبتیں جھیل کر سلطنت پر پہنچے تھے۔ اور ان کو سلطنت زیادہ عزیز ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن

---

۱ موت دے مجکو اسلام پر اور ملا مجکو نیک بختوں میں ۲ بخش مجکو وہ بادشاہی کہ نہ چاہیئے کسی کو میرے پیچھے

کو کیا حکم دیا۔ درخواست مداہنت کو دو ممانعتوں کے بیچ میں رکھا۔ پہلے فرمایا فلا تطع المکذبین اور پھر وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ‎ؕ سے درخواست مداہنت کا بیان کر کے ارشاد کیا وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ قرآن میں جا بجا کافروں کی ہجو ہے مذمت ہے مگر وہ خلے میں تو یہ گریپ ہے میں چاہوں تو اس مضمون کو اتنی وسعت دے سکتا ہوں کہ تمام وقت جو میرے لئے مقرر ہے اس ایک آیت۔ اور آیت بھی نہیں جزو آیت میں تمام ہو جائے جب میں جانتا ہوں کہ لوگوں کو سوائے خاموش بیٹھے سنتے رہنے کے اور کچھ چارہ نہیں تو رطب و یابس جو کچھ موُنہہ میں آئے کہتا چلا جاؤں مگر یہ تو فرمائیے کہ جو کچھ میں نے اب تک کہا اُس کو اس مجمع سے اس تقریب سے اس ہال سے مناسبت کیا؟ ہاں تو مناسبت یہ ہے کہ میں کئی کئی برس سے دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے بزرگ سر سید مداہنت کی پالیسی اختیار کی ہے اور اختیار کرتے چلے جاتے ہیں میں نے اکثر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ سر سید اگر مذہب کی کرید نہ کرتے تو وہ لوگوں میں زیادہ مقبول ہوتے۔ اور علی گڈہ کالج کبھی کا یونیورسٹی ہو گیا ہوتا۔ مجکو اس رائے سے اتفاق نہیں میرا خیال یہ ہے کہ اگر مذہب کی کرید نہوتی تو سر سید کو کوئی پوچھتا بھی تو نہیں کہ کدھر رہتے ہیں۔ اور یونیورسٹی ہونا تو درکنار علی گڈھ کالج حنیف لو ور سکول ہی میں پڑا سڑتا۔ سر سید کے مقبول و مردود ہونے کی تو میں جانتا نہیں مگر یہ جو کچھ ہوا ہے اور بہت کچھ ہو رہا ہے اور بہت کچھ ہونے کی امید ہے۔ یہ سب متفرع ہے اس پر کہ سر سید نے مسلمانوں کے اصلی مرض کو دریافت کیا۔ اس کے اسباب تحقیق کئے اور آخر کار ازالہ سبب کے قاعدے کے مطابق علاج شروع کیا۔ علاج تو ٹھیک ہے۔ اور بیمار کی حالت میں افاقہ بھی ہے۔ مگر خدا جانے کیا سمجھکر بیمار کو بد پرہیزی کی اجازت دے دی ہے اور مجکو بڑا خوف ہے کہ کہیں خدانخواستہ مرض عود نہ کر آئے اگر نکس ہوا تو پھر جالینوس بھی قبر سے اُٹھ کر آئیں تو بیمار سنبھلنے والا نہیں تشبیہ و استعارہ کو الگ رکھکر صاف صاف کیوں نہ کہوں مسلمانوں کو بیماری کیا تھی؟ افلاس۔ اور ذلت اور غلامی اور محکومی یہ سب اس کے لوازم۔ پھر مسلمانوں میں اکثر ایسے تھے جو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ہم بیمار ہیں۔ روگی ماں باپ کی روگی نسل۔ انھوں نے سمجھا ہماری خلقت ہی ایسی ہے اور جب بیماری مزمن ہو جاتی ہے تو اس کی ایذا کا احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ یا مدہم پڑ جاتا ہے بعض نے اپنے تئیں بیمار سمجھا تو اُن سے تشخیص سبب میں غلطی ہوئی۔ تقدیر الٰہی پر صبر و شکر کر کے بیٹھ رہے۔ الیاس احدی الراحتین مسلمانوں میں یہ تقدیر کا مسئلہ ایک اعتبار

۱؎ اور کہا نہ مان کسی قسم کھانیوالے بیقدر کا طعنے دیتا اور چغلی کرتا پھرتا بھلے کام سے روکنے والا حد سے بڑھتا بڑا گنہگار۔

بما غل یوم القیمة قصہ افک سے بڑھکر بھی کوئی بات ہوگی اور مسطح نے جو حضرت ابوبکرؓ کے خالہ زاد بھائی تھے اور ان ہی کا دیا کھاتے تھے۔ اس نالایق بات کو شہرت دی تھی سو ابوبکر اُن کی اعانت سے دست کش ہو بیٹھے تو یہ آیت نازل ہوئی و لا یأتل[۱] اولوا الفضل منکم و السعة ان یؤتوا اولی القربی و المساکین و المہاجرین فی سبیل اللہ و لیعفوا و لیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم و اللہ غفور رحیم۔ مجھکو تو پیغمبر صاحب کی نبوت اور ابوبکرؓ کی صدیقیت پر ایمان لانے کے لئے بس یہی ایک آیت بس کرتی ہے غرض پیغمبر صاحب کی بُردباری اور تہذیب تو اس درجہ کی تھی کہ اپنی زبان سے بُرا کہنا کیسا وہ اسکو بھی جائز نہیں رکھتے تھے کہ ان کے دشمن سے دشمن کو بھی کوئی ان کی طرف سے سخت بات کہے۔ پس ہو نہ ہو وہ سب و شتم جس کی شکایت کفار قریش ابوطالب پاس لے کر گئے تھے وہ اس قسم کی باتیں تھیں یا ایہا الناس[۲] ضرب مثل فاستمعوا لہ ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا و لو اجتمعوا لہ و ان یسلبہم الذباب شیئا لا یستنقذوہ منہ ضعف الطالب و المطلوب ما قدروا اللہ حق قدرہ ان اللہ قوی عزیز۔ یا انکم[۳] و ما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم انتم لہا واردون لو کان ہؤلاء الہة ما وردوہا و کل فیہا خالدون لہم فیہا زفیر و ہم فیہا لا یسمعون۔ ضرور یہی باتیں تھیں جن کا تنگ بنانے کے لئے اینڈ ٹو گو کا رٹو دیر کمپلینیٹ (اپنے بیان شکایت کو رنگ مبالغہ دینے کے لئے) سب و شتم سے تعبیر کیا۔ پس مداہنت جو پیغمبر صاحب سے چاہی جاتی تھی یہ تھی کہ بتوں کو عاجز و مجبور و جماد کہنے سے فی زعم معتقدیہم اُن کی توہین ہوتی ہے پیغمبر صاحب اس سے باز آئیں۔ یا بعبارت دیگر خدائے واحد کی منادی جس کے لئے وہ مبعوث ہوئے تھے بند کریں۔ یا بہ تغیر الفاظ منصب رسالت چھوڑ بیٹھیں۔ یا دوسرے پیرایہ میں اُس وقت کے ادیان باطلہ میں سے کسی دین میں رہیں۔ پس یہ مداہنت کا ہے کو تھی۔ کفار قریش پیغمبر صاحب سے اقبال دعوی داخل کرا کے اپنے حق میں ڈگری چاہتے تھے مع خرچہ۔ اچھا تو اس مداہنت کے بارے میں خدا نے پیغمبر صاحب

---

[۱] اور قسم نہ کھاویں بڑائی والے تم میں اور کشایش والے اسپر کہ دیویں ناطے والوں اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمکو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ۱۲

[۲] لوگو ایک کہاوت کہی ہے اُسکو کان رکھو جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا ہرگز نہ بنا سکیں ایک مکھی اگرچہ سارے جمع ہوں اور اگر کچھ چھین لے اُن سے مکھی نہ لے سکیں وہ اُس سے۔ بودا ہے چاہنے والا اور جسکو چاہتا ہے اللہ کی قدر نہیں سمجھی جیسی اسکی قدر ہے بیشک اللہ زور آور ہے زبردست ۱۲

[۳] تم اور جو کچھ پوجتے ہو اللہ کے سوا جھونکنا ہے دوزخ میں تمکو اُسپر پہنچنا ہے اگر ہوتے یہ لوگ ٹھاکر نہ پہنچتے اور سارے اسمیں پڑے رہیں گے انکو وہاں چلانا ہے اور وہ

لغت غریب نہیں تعقید نہیں۔ اس کے سیدھے اور متبادر معنی یہ ہیں کہ ہمارے نیک بندے بادشاہ یا حاکم وقت ہوتے ہیں مشکل یہ آگر پڑی کہ لوگوں نے صلاح کو منحصر سمجھ رکھا تھا نماز و روزہ میں اور اب بھی ایسا ہی سمجھا جاتا ہے اور دیکھا تو ایسی صلاح اور وراثۃ الارض کو اپنے زمانے میں مانعۃ الجمع پایا تو ضرور ہوا کہ دونوں میں سے ایک کی تاویل کریں۔ پس صالحوں کو نکالا صلاحیت سے۔ اس تدبیر سے وہ اشکال دفع تو کیا ہوتا۔ مگر من سمجھوتی سی ہو گئی اشکال دفع ہوا اس واسطے کہ ان[۵] فی ھذا البلاغا لقوم عابدین تاویل کو جمنے نہیں دیتا لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص انگریزوں کی طرح ملک داری کرے اور خلق اللہ کو آسائش پہنچائے گو وہ معتقد اسلام نہ بھی ہو تاہم اُس سے صالح اور عابد کے خطاب کو کیوں دریغ کیا جائے آخر عدل کے لئے حدیث میں آیا ہی کہ ایک ساعت کا عدل ایک برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ اسی طرح کی دقت ایک اور آیت کی تفسیر میں بھی واقع ہے واذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ یہاں مسلمان اپنے تئیں اور صرف اپنے تئیں الذین اتبعوک کا مصداق سمجھتے ہیں تو چار و ناچار ان کو فوقیت کے معنی الغلبۃ بالاستدلال کہنے پڑتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ڈر سے اس تاویل کو مان بھی لیا جائے تو دل کو تسلی نہیں ہوتی۔ ایک تاویل مجکو سوجھی ہے۔ مناسب مقام۔ مقام سے میری مراد سیاق و سباق عبارت نہیں۔ بلکہ یہ مقام جہاں میں کھڑا ہوں۔ کیونکہ اس قسم کی تاویلیں یہیں بہت سوجھا کرتی ہیں۔ وہ تاویل یہ ہے کہ یہود نے مذہبی غلامی کو حد غایت تک پہنچا دیا تھا یہی مذہبی غلامی ہے جسکو قرآن میں اصر اور اغلال سے تعبیر کیا گیا ہے یضع[۵] عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم انکی مذہبی قیود اور رسوم اسقدر سخت ہیں کہ اگر انکی پوری پوری تعمیل کی جائے تو حقیقت میں زندگی وبال ہے ہمارے ملک کے ہندوؤں کو بھی بڑی بڑی مذہبی سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں اگر کریں تو۔ مگر یہود کے مقابلہ میں وہ ایسے ہی دنیا کے مزے اڑاتے ہیں جیسے ہندوؤں کے مقابلہ میں ہم وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء سُنا ہے اور سنا ہے میں اس لئے کہتا ہوں کہ اول تو یہود اس ملک میں بہت ہی کم ہیں اور کثرت سے ہوتے بھی تاہم ان کو خاصکر ہم مسلمانوں سے سخت مذہبی عداوت ہی لتجدن[۵] اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیھود

---

[۵] جسوقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجکو بھر لونگا اور اُٹھا لونگا اپنی طرف اور پاک کرونگا کافروں سے اور رکھونگا تیرے تابعوں کو اوپر منکروں سے قیامت کے دن تک ۱۲ [۵] اور اتارتا ہے اُنسے بوجھ اُنکے اور شکنجے جو اُنپر تھیں ۱۲ [۵] یہ اللہ کا فضل ہی جسے چاہے دے ۱۲ [۵] اسمیں مطلب کو پہنچے ایک لوگ بندگی والے ۱۲ [۵] تو پاویگا سب لوگوں سے زیادہ دشمنی میں مسلمانوں سے یہود اور مشرک

سے عمدہ بھی ہے توحد سے زیادہ عمدہ اور ایک اعتبار سے برا بھی ہے توحد سے زیادہ اور حد سے زیادہ عمدہ ہے اس اعتبار سے کہ مرتے کو سکرات تک کی تکلیف نہیں ہونے دیتا اور برا اور حد سے زیادہ برا ہے اس اعتبار سے کہ انسان کو ابھرنے نہیں دیتا غرض جنہوں نے تقدیر الٰہی پر حوالہ کیا وہ تو ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ گئے کہ خدا ہی کو منظور نہیں تو ہمارے کئے کیا ہوتا ہے۔ الدنیا سجن المومن وجنة الکافر[1] چند روز کی بات ہے۔ ان شاء اللہ عاقبت میں جھونپڑوں کے بدلے زمرد و یاقوت کے محلوں میں چل کر رہیں گے۔ یہاں آٹھ آنے مہینے کی ماما نوکر رکھنے کا مقدور نہیں۔ نہ سہی وہاں حوروں سے خدمت لیں گے۔ رہی ظاہری عزت۔ دو دن کی کوتوالی پھر وہی کھرپا اور جالی۔ اصلی عزت ایمان کی جیسا کہ اللہ خود قرآن میں فرماتا ہے للہ العزة و لرسوله و للمومنین۔ الٰہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ۔ جن کے ایسے خیالات تھے اُن کا مرض بڑھتے بڑھتے اُس میں ایسی ردات آگئی کہ متعدی ہو گیا۔ جو اُن کو چھو گیا وہ بھی انہیں کی طرح لنج لنج کرنے لگا۔ سامری نے حضرت موسیٰ ؑ کی غیر حاضری میں بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی کی ترغیب دی تھی۔ حضرت موسیٰ ؑ نے واپس آ کر دیکھا تو بڑے ناخوش ہوئے اور سامری کو بد دعا دی۔ اُسکا حال یہ ہو گیا تھا کہ اچانک کسی سے اُسکی بھینٹ ہو جاتی تو دونوں کو بخار چڑھ آتا۔ بس وہ لامساس لامساس[5] کہتا ہوا اکیلا جنگلوں میں مارا مارا پڑا پھرتا۔ کوئی ہے جو ایسی ہی بد دعا اُن لوگوں کو دے جو ایسی ہی بد دعا اُن لوگوں کو دے جو آپ کاہل ہیں اور دوسروں کو بہکا کر اپنے برے نمونے دکھا کر کاہل بناتے ہیں۔ نہ صرف ہم معدودے چند مسلمانوں میں بلکہ شاید نارتھ ویسٹرن پراونسز بلکہ شاید انڈیا کی ہول محمڈن کمیونٹی میں سرسید ہی ایک ایسے مسلمان ہیں جنھوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کا یہ مرض افلاس زوال پذیر ہے۔ اور جہالت سے پیدا ہوا ہے اور اگر ان کو علوم مفیدہ سکھا پڑھا کر ان کی جہالت دور کر دی جائے تو یہ خاصے بھلے چنگے جنٹلمین ہو سکتے ہیں۔ مال دار مرفہ الحال۔ دنیا میں اسباب کا ایک سلسلہ قائم ہے اس قاعدے کے مطابق مسلمانوں کے افلاس کا سبب تھا۔ (اور تھا کیا معنے؟ ہے) ان کی جہالت۔ پھر ان کی جہالت کا سبب تھا (اور تھا کیا معنی؟ ہے) ان کا تعصب مذہبی۔ اس گر کو بہت تھوڑے آدمیوں نے سمجھا ہے کہ مذہب کے صحیح و غلط ہونے کا معیار شناخت کیا ہے؟ اب میں کہتا ہوں ولا ابالی۔ (اینڈ ڈونٹ فیر کنٹرڈکشن (اور میں مخالفت سے نہیں ڈرتا) کہ اسکا معیار شناخت ہے دنیاوی رفاہ۔ دنیاوی فلاح۔ دنیاوی بہبود اور اسکی تصدیق ہوتی ہے کلام خدا سے ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون اس آیت میں کوئی

۵ بچھا بچھا

[1] دنیا مومن کو قید خانہ اور کافر کو بہشت ہے [2] اصلی عزت تو اللہ اور رسول اور مسلمانوں ہی کی ہے [3] اور ہم نے لکھدیا زبور میں نصیحت کے پیچھے

میاں جی ہیں کہ خلیفہ جی کی ایک نہیں سنتے۔ اور کہتے ہیں جھک مار دمکتب کی بھی خبر رکھو اور گھر کا سودا سلف بھی کرو
جتنے دن یہود خلیفہ رہے سودے سلف کے پیچھے مکتب کا ناس مار دیا۔ تو اُس حکیم برحق نے پہلے حضرت عیسیٰ
کو مبعوث کیا۔ اور بغرض اُن کی بعثت سے کیا تھی۔ یہود کو مذہبی غلامی سے آزاد کرنا۔ بعض اُس آزادی سے
مستفید ہوئے اور اکثر نہیں۔ جیسے ایک جانور قفس میں پیدا ہو۔ اور ساری عمر قفس میں رہے اور اسکو اگر رہا
کر دیا جائے تو وہ آزادی سے متأذی ہوتا ہے اور اُس سے اڑا نہیں جاتا۔ **شعر**

پروں کا باندھنا صیاد کی اک بدگمانی ہے + قفس میں آکے کھولی آنکھ ہم پرواز کیا جانیں۔

جن دنوں میں پرنس آف ویلز صاحب تشریف لائے تھے تو انہوں نے کچھ قیدی بھی آزاد کئے تھے کوئی سکھ
تھا عمر قید۔ وہ جو چھوٹ کر گیا تو دیکھا گانوں کے جان پہچان والوں میں کوئی باقی نہیں۔ اور سازوسامان زندگی
کا بہم پہنچانا اُس کو ایک کھڑاک معلوم ہوا تو اُس نے واپس آکر حاکم ضلع کو عرضی دی کہ اس سے تو محکمۂ قید خانہ
ہی میں زیادہ آسائش تھی۔ یہی حالت یہود کی ہوئی کہ اُن کو مذہبی غلامی سے نکلنا ایک مصیبت معلوم ہوتا
تھا حضرت عیسیٰ ع بہت تھوڑے دن دنیا میں رہے اور شروع سے اُنکے مشن پر کچھ ایسی اوس سی پڑ گئی
تھی کہ وہ پنپا ہی نہیں۔ اسی مشن کی تکمیل کے لئے ہمارے پیغمبر صاحب آخر الزمان بھیجے گئے۔ وہ کیا مشن تھا؟
ایک دفعہ اس کی پھر صراحت کر لو۔

مذہبی غلامی سے جس نے یہود کو دنیا کے کام کا نہ رکھا تھا آزادی

اس تمہید کے بعد اس آیت کو لو جس کے معنی میں بحث کی جا رہی ہے۔ واذ قال اللہ یا عیسےٰ انی متوفیک
و رافعک الی و مطہرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ
اب معنی ایسے سلیس ہیں جیسے لبناً خالصاً سائغاً للشاربین[1] اور ایسے صاف ہیں۔ جیسے آئینہ میں کہتا ہوں
جن لوگوں نے یہود یا نہ مذہبی غلامی سے جو مانع اصلاح معاش تھی آزادی حاصل کی کسی دین و مذہب کے ہوں
وہ سب الذین اتبعوک میں داخل ہیں۔ اور جب یہ لوگ الذین اتبعوک ہوئے تو جو ان کے ضد ہیں اور دین کو مانع
اصلاح معاش جانتے ہیں۔ سمجھ لو کہ وہ خود کون ٹھیرے؟! اب دیکھو الی یوم القیمۃ آیت میں کیسا بیٹھا ہے جیسے
ٹھپّے میں نگینہ۔ غرض میں ستے دنیاوی یہود کو دین حق کی شناخت ٹھیرا رکھا ہے اگر دین و دنیا میں ایک ایسی

---

[1] وہ دودھ خالص خوشگوار پینے والوں کو ۱۲

والذین اشرکوا اور ہم مسلمان تو کچھ ایسے گھڑے مزاج کے ہیں کہ نصاریٰ جن کی نسبت اسی آیت میں ارشاد ہے ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصاریٰ یہی اور یہ لوگ کثرت سے بھی ہیں اور حاکم وقت بھی ہیں۔ کم بیش سو برس انکو ہم پر حکومت کرتے ہوئے ہوگئے ان ہی سے ہمنے کونسا ربط بڑھا لیا ہے سید احمد خاں پر یہ ساری بھرمار ہوکیوں رہی ہے اسی لئے نہ کہ انگریزوں سے ربط رکھتے اور مسلمانوں کو اُنکے ساتھ ربط پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔ غرض سنا ہے آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ یہودیوں کے یہاں ایک ذبیحے ہیں ایسی ایسی نازک اور باریک احتیاطیں کرنی پڑتی ہیں کہ ایسا ویسا ربی ان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا لیکن اس مذہبی غلامی کا نتیجہ کیا تھا۔ اور اسکے سوا نتیجہ اور ہوتا بھی کیا کہ یہود کی دنیاوی حالت یومًا فیومًا اور ساعۃً فساعۃً اور آنًا فآنًا متنزل ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک بڑی عظیم الشان سلطنت کھو کر ضربت علیھم الذلۃ اینما ثقفوا الا بحبل من اللہ وحبل من الناس وباؤ بغضب من اللہ۔ وضربت علیھم المسکنۃ کی تنار میں آگئے اور جہاں حضرت مذہب نے دنیا میں اس طرح پر دخل دیا ہے وہاں دنیا کی ایسی ہی مٹی پلید ہوئی ہے ہم مسلمانوں ہی کی دنیا کو کہ معراج الکمال ترقی پر پہنچ کر اسفل السافلین تنزل میں آگرے اور ابھی ٹھیرے نہیں گرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن دنیا کو خدا نے کسی مصلحت سے بنایا ہے ربنا ماخلقت ھذا باطلاہ اور اس کو منظور ہے بلکہ اسکا حکم ہے اور حکم بھی موکد لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا کہ یہ کارخانہ ایک وقت خاص تک اسی طرح چلتا رہے اور اسکو چلائے کون۔ چلائیں ہم اور تم جن کو اللہ میاں نے روئے زمین پر اپنا خلیفہ یعنی نائب بناکر بھیجا ہے وہ سند خلافت بھی پڑھ کر سنادوں واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ ۱۱ اور یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کا کتنا بڑا عظیم الشان کارخانہ ہے اور اسکے سنبھالنے کو بڑی محنت اور مستعدی اور ہوشیاری درکار ہے تو جب خلیفہ جی خود ہی خبر نہ لیں کارخانہ میں بدنظمی پھیلائی چاہے مشکل یہ آکر پڑی ہے کہ خلیفہ جی کو مکتب کی خبر گیری سکے علاوہ گھر کا سودا سلف بھی لانا ہے اور خلیفہ جی ہیں بھدے بھیس ان سے محنت ہو نہیں سکتی۔ مکتب کہ دیکھتے ہیں تو سودا سلف رہا جاتا ہے اور سودے کو جاتے ہیں تو مکتب میں لونڈے اودھم مچاتے ہیں۔ اور

ع۵ ماری گئی ہے اُن پر ذلت جہاں دیکھئے سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگوں کے۔ اور کما لائے غصہ اللہ کا۔ اور ماری گئی اُن پر محتاجی ۱۲ ع۵ اے رب تو نے انکو بیکار پیدا نہیں کیا ۱۲ ع۵ اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو مجکو بنانا ہے زمین میں ایک نائب ۱۲ ع۵ اور تو پاویگا سب سے زیادہ محبت میں مسلمانوں کی وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں ۱۲ ع۵ اور زمین میں سنورے پیچھے خرابی نہ ڈالو ۱۲

رہے۔ مہمان نے صاحب خانہ کی بی بی کو دیکھا میلی کچیلی معلوم ہوا کہ صاحب خانہ خانہ داری کی طرف متوجہ نہیں رات
ہوئی تو صاحب خانہ نے عادت کے مطابق ساری رات کی نماز کی طیاریاں کیں۔ اور مہمان کو بھی ساتھ کھڑا رکھنا
چاہا۔ مہمان نے کہا یہ کہاں کی عبادت نکالی ہے۔ تم پر ایک خدا ہی کا تو حق نہیں۔ اُسکے حق کے علاوہ بی بی کا حق ہے
میرا حق ہے کہ تمھارا مہمان ہوں۔ پھر تمھارے اپنے نفس کا بھی حق ہے کہ اتنی زحمت اُٹھاؤگے تو دنیا کے کام کے نہ رہوگے
اور یہ نہیں کہ یہ اس مہمان صحابی کی ذاتی رائے تھی اور بس نہیں پیغمبر صاحب کے سمع مبارک تک یہ حکایت پہنچی اور
آپنے اسکی تصویب فرمائی۔ اگر الا لیعبدون کے یہ معنی ہوتے جو تم سمجھے ہو تو ملک گیریاں۔ انتظام سلطنت۔
شام و روم تک کے دھاوے۔ تجارتیں اور اُنکی سی خانہ داریاں کہ ایک ایک کی درجنوں بیبیاں اور گوڑیوں
بیٹے بیٹیاں یہ سب کام کیسے ہوتے تھے۔ دن رات تو اُنکے بھی ۲۴ ہی گھنٹے کے تھے۔ بات یہ ہے کہ انکے پاس
دنیا کے کام ہم سے بہت زیادہ تھے اور وہ اُن کو انجام دیتے تھے عبادت سمجھکر یہ ہیں معنی الا لیعبدون کے
سو تم بھی ایسا ہی کیوں نہیں کرتے۔ تم نے تو خدا سے ہرائی جتائی کر رکھی ہے۔ وہی مکتب کے خلیفہ والی بات کہ مکتب
کی نگرانی اور گھر کا سودا سلف دو دو کام تو مجھسے نہیں ہو سکتے۔ غرض یہ ہے کہ مسلمان اس زمانے کے مسلمان
دین و دنیا کے باہمی تعلق کے سمجھنے اور اندازہ کرنے میں سخت غلطی کرتے ہیں اور ہمارے زمانے کے رفارمر کا کام ہے
اس غلطی کی اصلاح۔ علی گڈھ کالج ہوا یا کانفرنس ہوا یہ تو از قسم فروعات ہیں۔ بڑا کام جو سید احمد خاں نے شروع
کیا تھا یہی تھا کہ وہ مسلمانوں کی دینی غلط فہمیوں پر اُنکو متنبہ کرتے تھے لیکن میں دیکھتا ہوں تو اب اُنہوں نے
اس کو سکنڈری کام بنا لیا ہے۔ اگر اُنھوں نے یہ سمجھا ہے کہ کالج قائم کر دینے سے ان کے مشن کا کام پورا ہوا تو میں
وِتھ ڈیو ڈفرنس ٹو ہز اکسپیرئنس ٹو ہز ایج اینڈ ٹو ہز ٹیلنٹس (اُنکے تجربے اور عمر اور دانشمندی کے ادب کے ساتھ) بڑے
زور سے اُن کے ساتھ مخالفت کرتا ہوں۔ اگر مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی اصلاح نہوئی۔ اور افسوس ہے کہ نہیں
ہوئی اور اب اس کی چھیڑ چھاڑ بھی نہیں ہوتی تو جو عمارت سید احمد خاں نے کھڑی کی ہے میرے منہ میں خاک اُس کی
بنیاد بالکل باد رہوا ہے۔ سید احمد خاں سے بڑھ کر کوئی اسکو نہیں سمجھ سکتا اور ہم میں سے کوئی کچھ سمجھتا ہے تو اُن ہی
کے سمجھانے سے کہ مسلمانوں کو مذہبی غلط فہمیوں نے تعلیم سے محروم رکھا۔ اُنھوں نے اسکے لئے کمیٹیاں کیں جابجا
مضمون لکھوائے۔ انعام دیئے۔ اور باطمینان ایک رائے قائم کرکے اُسی پر کارروائی کرنی شروع کی۔ اور یہ جو کچھ ہم
دیکھ رہے ہیں اُسی کارروائی کا نتیجہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ اور ساری کوششیں ایک طرف اور تہذیب الاخلاق مرحوم
ایک طرف۔ اُس کے سٹرِیل سے سٹریل پرچے کو علیگڈھ انسٹیٹیوٹ وِتھ مچ ازا بیلگمٹیڈ واٹ آئی فارگٹ دی نیم

حد فاصل قرار دی جاسکتی کہ دونوں میں سے کوئی دوسرے علاقے میں مداخلت نہ کر سکتا تو شاید اختلافات سے بہت کچھ نجات ملتی مثلاً موت ایک سرحد ہوتی اُس سے پہلے پہلے دنیا۔ اور اُسکے بعد دین۔ لیکن دنیا کا فائدہ اسی میں تھا کہ دین اسکا سرپرست ہو۔ مسلمانوں نے دین و دنیا کے باہمی تعلق کے سمجھنے میں غلطی کی اسی سے وہ اس نوبت کو پہنچے۔ اور جب تک وہ اس غلطی میں مبتلا ہیں وہ اپنی دنیاوی حالت درست کر نہیں سکتے منطقی اصطلاح کے مطابق تو لوگوں نے دنیا اور دین میں **تباین** کی نسبت قرار دے رکھی ہے اور واقع میں ہے عموم و خصوص من وجہ جس کو چاہیے۔ ایک مادہ اجتماع کا اور دو مادے افتراق کے موجود ہیں۔ یعنے بعضے کام صرف دین کے ہیں مثلاً جیسے نماز اور بعضے کام صرف دنیا کے جیسے انتم اعلم بامور دنیاکم[1] اور بعضے مشترک جیسے حتی اللقمۃ یضع فی فم امرأتہ کہ جورو کو کما کر کھلانا بھی عبادت مالی سمجھا گیا۔ اور لقمے کا تذکرہ تو تمثیل کے طور پر فرمادیا ہے۔ ورنہ مقصود ہے کسب معاش۔ نوکری سے ہو یا کاشتکاری سے یا حرفت سے یا کسی اور پیشے سے۔ بس یہ مادۂ اجتماع محل غلطی ہے کہ اس کو خالص دنیاوی سمجھکر مادۂ افتراق بنا لیتے ہیں۔ اور جب افتراق ہی افتراق ہو تو آپسے آپ تبائن ہوا۔ پھر دین و دنیا کے باہمی تعلقات پر غور کیا جاتا ہے تو دین و دنیا میں ایک طرح کی جلبسی (محاسدۃ) ضرور ہے اور جلبسی نہوتی تو ایک چھوڑ دو مادے افتراق کے کہاں سے آتے مگر یہ جلبسی دنیا کے طرف سے زیادہ ہے یعنی دنیا نہیں اجازت دیتی کہ دین کا کوئی کام کیا جائے۔ مگر دین کا ہرگز یہ حال نہیں۔ وہ دنیا کے اکثر کاموں کو اپنا ہی کام سمجھتا ہے بشرطیکہ علی وجہ المشروع ہوں لوگوں کو دین کی اس فیاضی اور کشادہ دلی اور وسعت پر نظر نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح دنیا اجازت نہیں دیتی کہ دین کا کوئی کام کیا جائے۔ اسی طرح دین بھی اجازت نہیں دیتا کہ دنیا کا کوئی کام کیا جائے یہی وہ غلطی تھی جو یہود نے کی۔ اور جس نے اونکی دنیا کو تباہ کرایا۔ اور یہی غلطی ہم مسلمان کر رہے ہیں۔ اور ہم بھی اپنی دنیا کو بجا بے تباہ کر چکے ہیں ہم۔ ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون[2] کے یہ معنی سمجھتے ہیں کہ ہمکو سوائے نماز روزے کے دنیا کا کوئی کام کرنا نہیں چاہیے۔ ہم دنیا میں پیدا کئے گئے ہیں۔ مگر دنیا کے کام کرنے کے واسطے نہیں۔ بلکہ صرف عبادت کرنے کے لئے۔ لیکن اگر یہ مطلب ہوتا تو رہبانیت کو کیوں منع کیا جاتا۔ نکاح کی نسبت کیوں فرماتے سنتی و من رغب عن سنتی فلیس منی[3] سفری نماز کی قصر کا کیوں حکم دیتے۔ بلکہ سرے سے سفر ہی کی مناہی کر دیتے۔ پارسال کے دلی والے لکچر کی وہ حدیث یاد کرو کہ ایک صحابی دوسرے صحابی کے مہمان

---

[1] اپنے دنیا کے کام تم ہی خوب جانتے ہو ۱۲ [2] یعنے انسانوں اور جنوں کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے ۱۲ [3] میری سنت ہے اور جو میری سنت سے

بہت کچھ خار اشگاف دعقلوں سے مسلمانوں کو جلاب دیا۔ جلاب تھا کڑوا اور کڑوا اسا کثر نے تو پیتے کے ساتھ اگل دیا بعض پیتے تو پی گئے مگر وہ اُن کی چھاتی پر دھرا رہا۔ اور بعض کو راس بھی آیا وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ[۲] قریب یہی حال سید احمد خاں کا ہے۔ اور نہ صرف سید احمد خاں کا بلکہ ہر ایک شخص کا جو رفارمر بننا چاہے۔ میں پبلک میں سرسید کو تہذیب الاخلاق کے بند کرنے کا الزام دیتا ہوں مگر یہ نہیں سمجھتا کہ سرسید جلاب کے اگلنے والوں کی کمر وہ آوازوں سے ڈرے ہوں۔ اگر وہ ڈرپوک دل کے ہوتے تو انکے دل میں رفارم کا خیال ہی پیدا نہوا ہوتا۔ رفارم کا بیڑا اُٹھانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرسید اُن لوگوں میں ہیں جنکا موٹو ہے لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ[۱] اچھا پھر انھوں نے تہذیب الاخلاق کو کیوں بند کیا۔ اِسکا جواب تو سرسید ہی کو دینا چاہیئے مگر میں بھی تو اپنے احتمالات عقلی دوڑالوں۔ اس احتمال کا تو ذکر بھی نکرو کہ تہذیب الاخلاق سرسید کے مشن کے مقاصد کے لئے ضروری نہ تھا تو خود سرسید احمد خاں کا ہونا بھی ضروری نہیں علیگڈھ کالج بھی ضروری نہیں[۳] یعنی مسلمانوں کا ہونا ہی ضروری نہیں۔ ایک احتمال یہ کیا جا سکتا ہے کہ سید احمد خاں نے فی زعمہ تفسیر کو تہذیب الاخلاق کا نعم البدل سمجھا ہو تفسیر اُسکے متن کے اعتبار سے تو دونوں جہان کے عوض میں بھی سستی ہے **شعر** + ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ + نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

رہے اُسکے مضامین یعنے وہ مضامین جو حضرت کے ایجاد طبع ہیں اُنکے اعتبار سے شب برات کے دنوں میں اس تفسیر کی کچھ قدر ہو جاتی ہو تو خبر نہیں اور یوں تو عام مسلمان اُسکو ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھتے ہیں یعنی لوگ قرآن کے ٹائیٹل پیج یا جلد کے پشتے پر لَا یَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ[۴] لکھوا دیا کرتے ہیں لیکن سید احمد خاں کی تفسیر کی نسبت پوچھا جائے تو معدودے چند نیچری مسلمانوں کے سوا باقی مسلمان تو یہی رائے دینگے کہ اسپر لَا یَمَسُّهُ الْمُطَهَّرُوْنَ[۵] لکھوانا مناسب ہے اگرچہ تہذیب الاخلاق اور تفسیر دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں مگر ایک بات تفسیر کے پیرائے میں کہی جاوے اور وہی بات استے یا آرٹیکل کے طور پر اخبار میں شائع ہو دونوں میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ شتان بینہما غرض تہذیب الاخلاق بھا بُھا عام مسلمانوں میں اتنا مردود نہیں جیسی سید احمد خانی تفسیر بھا سنہا۔ علاوہ بریں تفسیر کی اشاعت بھی تو تہذیب الاخلاق کی اشاعت کو نہیں پاتی + ایک وجہ تہذیب الاخلاق کے بند ہونے کی یہ سمجھ میں آتی ہے اور یہ ہے بھی قرین قیاس کہ سید احمد خاں کو فرصت نہیں تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ سید احمد خاں نے جو نیچریوں کا اتنا بڑا کثیر الانفار گروہ کھڑا کیا ہے اُن میں سے کسی میں اتنی لیاقت یا ہمت یا حمیت نہیں کہ تہذیب الاخلاق کے چلانے میں سید احمد خاں کی نیابت کرتا۔ پس سید احمد خاں کے مشن کو ٹوٹل فیلیور (ناکامی محض) کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے جب سرسید

۱؎ نہیں ڈرتے ملامت کرنے والوں کے ملامت کرنے سے ۲؎ اور وہ تھوڑے ہیں ۳؎ اسکو پاک ہی لوگ ہاتھ لگائیں ۴؎ اسکو پاک لوگ ہاتھ نہ لگائیں

(جسکے ساتھ مجھے یاد نہیں کونسا اخبار مدغم ہوگیا ہے) کے عمدہ سے عمدہ پرچے سے مقابلہ کرکے دیکھو تو معلوم ہو کہ سید احمد خاں پہلے کیا تھے اور اب کیا ہیں ؎

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
ہوگئے خاک انتہا ہے یہ

خود سید احمد خاں کو اور آپ صاحبوں میں سے اکثر کو معلوم ہے کہ میں بعض مذہبی عقائد میں سید احمد خاں سے اختلاف کرتا ہوں۔ اور اسکو خشت سمجھو یا بے پروائی یا خود پسندی کہ میں کبھی سید احمد خاں کی تصنیفات کا سبسکرائبر نہیں رہا ایں ہمہ میں تہ دل سے اس کا معتقد تھا کہ تہذیب الاخلاق مسلمانوں کی رفارمر دی اوّلی تدبیر ہے مسلمان بعض مذہبی غلط فہمیوں کے اعتبار سے محتاج تنقیہ تھے۔ تہذیب الاخلاق میں کبھی کبھی ایسے آرٹیکل بھی نکلتے تھے جنکو میں نے وری شرانگ پرگیٹو (بڑا زبردست مسہل) سمجھا۔ مگر جب معدہ عاصی ہوتا ہے اور مادہ سوداوی عسیر الانقلاع تو بدون شرانگ پرگیٹو کے کام نہیں چلتا۔ دہلی میں علماء کا ایک نامی گرامی خاندان ہو گزرا ہے۔ انھوں نے ترجموں سے تصنیفات سے پند و نصیحت سے ہندوستان میں اشاعت اسلام کے لئے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں۔ اور یہ ان ہی بزرگوں کی کوششوں کے نتیجے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو تجوزاً مسلمان کہا جا سکتا ہے۔ ورنہ یہاں کے مسلمانوں میں اور ہندوؤں میں صرف انگرکھے کے پردے ہی کا فرق رہتا تو رہتا۔ وہ بھی شاید۔ شاید کا لفظ میں نے اس لئے کہا کہ آخر وہ دن آنے والا تھا کہ سید احمد کوٹ پتلون کو رواج دیکر اس امتیاز کو بھی اٹھا دیں تاکہ مذہب کا پردہ ڈھکا رہے الناس[ل] علی دین ملوکھم بھی اپنی جگہ صحیح ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں الناس علی دین من یساکنھم اس سے زیادہ صحیح ہے عبارت نہیں بلکہ مطلب مسلمان جب ہندوستان میں آکر رہے اور اُن میں اور ہندوؤں میں اختلاط ہوا۔ تو کیا صرف ہندوؤں نے مسلمانوں کی مذہبی رسمیں اختیار کرلیں نہیں بلکہ مسلمان بھی ہندوؤں سے متاثر ہوئے اور بہت کچھ متاثر ہوئے۔ جو شخص اسلام کی اصلیت سے آگاہ ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا اسلام کس قدر اصلیت سے بدلا ہوا ہے۔ علمائے دہلی کا وہ خاندان جس کا میں ابھی ذکر کر رہا تھا اُس خاندان کے ممبروں نے اسلام کی بڑی بڑی اور متنوع خدمتیں کی ہیں مگر سب سے بڑی اور سب سے عمدہ اور سب سے زیادہ ان شاء اللہ مقبول عنداللہ وہ خدمت تھی جو مولوی اسمعیل رحمہ کی اُنھوں نے اسلام کو شائبۂ ہندویت سے پاک کرنا چاہا۔ مگر ہندویت مدتوں کے اختلاط کی وجہ سے اسلام کی رگ و پے میں پہنچی ہوئی تھی۔ اور اس مادۂ فاسد کا اخراج آسان نہ تھا مولوی اسمعیل رحمہ نے کسی قدر **تقویۃ الایمان** اور **صراط مستقیم** اور اسی قسم کی اور چند کتابیں لکھنے سے اور

[ل] لوگ بادشاہوں کے دین پر ہوجاتے ہیں ۱۲

قطع نظر ازیں کہ مداہنت دلیل ضعف ہے۔ وہ حقیقت میں دشمن کا بغل میں پالنا اور اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارنا ہی
اور پھر مداہنت سے ہوتا بھی کیا ہے اور ہوا بھی کیا ہے۔ اگر سید احمد خاں قرآن کا جامہ بھی پہن کر آئیں تو جو پرچوڈو شد
پہلے سے بدگمان ہیں وہ اُسکو ایک دام فریب سمجھینگے اور سمجھتے ہیں۔ اور جو نیولی کنورٹڈ (معتقدان جدید) تھے اُنکے
عقائد میں تزلزل آتا جاتا ہے سو الگ ہمکو تو لارڈ مکالے کی وہ ادا پسند ہے کہ جب نیٹوز (دیسیوں) کو تعلیم دینے کا مسئلہ
پیش ہوا تو اس فیاض دل اور نیک دل نے دوٹوک بات کہہ دی کہ اگر انکو مفید تعلیم دینی منظور ہے تو ان کو انگریزی
پڑھاؤ اور وہ علوم پڑھاؤ جو یوروپ میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اور اس گاڑی کو میرے حوالے کرو کہ میں اس کو چلا کر
دکھا دوں۔ اور اگر ان کو ایشیائی تعلیم کی بھول بھلیاں میں بھٹکانا ہے تو میرا کانشنس (ایمان) اسکو جائز نہیں
رکھتا۔ میں اسکو چھوؤں گا بھی تو نہیں۔ کانگرس والے نہ مانیں تو اس ہٹ دھرمی کا علاج نہیں۔ مگر ہمکو تو خوشامد کے
طور پر نہیں بلکہ اظہار حق کے طور پر من لم یشکر الناس فلم یشکر اللہ (جو شخص انسان کا شکرگزار نہو وہ خدا کا شکر
گزار کیا ہوگا) کہنا پڑتا ہے کہ ہندوستان پر انگریزوں کی کیوں کہوں کہ خوشامد پر محمول ہو۔ انگریزی عملداری کے بےشمار
احسان ہیں۔ ریل اور تار برقی اور ڈاک اور سٹیمر اور سڑکیں اور نہریں اور مدارس اور شفاخانے اور کیا اور کیا وان تعدوا
نعمۃ اللہ لا تحصوھا (اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو نہیں گن سکوگے) لیکن سب میں بڑا احسان وہی تھا جو لارڈ مکالے
ہم ہندوستانیوں پر کر گیا۔ وہ ہمارے لئے تمام دنیاوی برکتوں کو شیورا اور سرٹن کر گیا ہے بشرطیکہ ہم آنکھ بند کرکے اُسکی
بنائی ہوئی سڑک پر چلے جائیں۔ ہم چلتے ہیں یا یوں کہو کہ گورنمنٹ ہمکو اُسی رستے ہانکتی ہے لیکن ایشیاٹک تعلیم کی
لٹک ہمارے سروں سے نہیں گئی ہم کبھی اس کو مذہبی حیلے۔ اور کبھی نیشنیلٹی کی یادگار کے بہانے سے تازہ کرتے
رہتے ہیں اور ان دونوں تعلیموں میں رقابت کا سا بیر ہے ؎

ہم اور رقیب ہرگز یک جا بہم نہوں گے
ہم ہوں گے وہ نہوں گے وہ ہوں گے ہم نہوں گے

میں مسلمانوں کو گو گنگا جمنی آدھا تیتر آدھی بٹیر تعلیم کی طرف بہت راغب دیکھتا ہوں۔ اور یہ آثار کچھ اچھے نہیں۔ اور افسوس
یہ ہے کہ اگر میری رائے غلطی نہیں کرتی تو یہ کانفرنس مسلمانوں کی ہاں میں ہاں ملاتا رہتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کو
نئے طور کی تعلیم سے اگلی سی نفرت نہیں لیکن نفرت نہیں تو شوق و رغبت بھی نہیں۔ اور تعلیم کا جو رنگ اسوقت ہے
اُسکے اعتبار سے میں کہہ سکتا ہوں کہ ہونا چاہئیے بھی نہیں کیونکہ شوق و رغبت متفرع ہے انڈیوسمنٹ (ترغیب) پر ہمارے
ان بیچارے طالب العلموں کو لے دے کر ایک انڈیوسمنٹ نوکری کا۔ اور اس کا ناکافی ہونا اظہر من الشمس باوجودیکہ
بچے بچے کو یہ بات معلوم ہے مگر تنگی معاش لوگوں کو مجبور کرتی ہے کہ امید موہوم پر اپنے جگر گوشوں سے تعلیم کی

کی سرپرستی میں ان لوگوں سے اتنا کام نہیں ہوسکتا تو انکے بعد یہ کونسے قلعے فتح کرینگے۔ پھر صرف تہذیب الاخلاق کے بند ہوتے کا رونا نہیں ہے بڑا رونا اسکا ہے کہ سید احمد خاں اور کارروائیاں بھی اسطرح کی کرتے ہیں جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں وہ اگلا سا جوش نہیں رہا یا آن شور اشوری و یا ایں بے نمکی۔ ہرچند مجکو ایک طرح کی ارادت سید احمد خاں کے ساتھ ہے مگر میں انکے پہلے طرز کو حال کے طرز سے رکنسائل (متحد و مطابق) نہیں کرسکتا اور شاید یہ میری سمجھ کا قصور ہو۔

گرداب وار یار تیرے صدقے جائیے دریا کا پھیر پائیے تیرا نہ پائیے

غرض سید احمد خاں کی کارروائی میں مجکو بوے مداہنت آتی ہے جس سے میں نے لکچر شروع کیا تھا اور جسکو میں انکے مشن کے حق میں سخت مضر سمجھتا ہوں۔ اس کو استمالت اور تالیف قلوب کہنا بھی غلطی ہے بے تمسک استمالت اور تالیف قلوب کی سند ہمکو جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال میں ملتی ہے لقد[۱] کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ مگر وہ پولیٹکل معاملات میں تھی۔ مولفۃ القلوب کے ساتھ مصالح ملک داری کے لحاظ سے خاص[۲] خاص رعایتیں کی جاتی تھیں تاکہ گروہ مسلمانان ان کی گزند سے محفوظ رہے مثلاً کبھی مال غنیمت سے انکو انداز استحقاق دیا جاتا تھا۔ اور بعض نا عاقبت اندیش مسلمان اُس وقت بھی معترض ہوتے تھے لیکن خدا نے مسلمانوں کو سمجھا دیا تھا واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم[۳] چنانچہ جنگ حنین کے بعد تقسیم غنائم میں ایسا اتفاق پیش آیا اور اس واقعے کے متعلق چند اشعار مجکو یاد ہیں **اشعار**

اتجعل نھبی ونھب العبید بین عیینۃ والاقرع

فما کان حصن ولا حابس یفوقان مرداس فی مجمع

وما کنت دون امرئ منھما ومن تضع الیوم لا یرفع

یہ اُس وقتوں کے مولفۃ القلوب اسی قسم کے تھے جیسے ہماری سرکار میں امیر عبدالرحمن خاں اور فرانٹیر سٹیٹس کے جرگے۔ اس تالیف قلوب کے یہ معنی ہرگز نہ تھے کہ پیغمبر صاحب انکے ساتھ کسی طرح کی مذہبی رعایت کرتے تھے۔ ایسی رعایت کیجاتی تو وہ داخل مداہنت ہوتی جس کی سخت ممانعت تھی۔ غرض تالیف قلوب تاک کا تو مضائقہ نہیں۔ لیکن یہ رنیڑ وگرسو کارروائی۔ یہ رجعت قہقری جس پر میں معترض ہوں تالیف نہیں ہے بلکہ کھلی کھلی مداہنت ہے۔

---

[۱] تم کو بھلی ہے سیکھنی رسول کی چال ۱۲ [۲] جانو اگر رسول ہر بات میں تمہارا کہا مانے تو تمکو مشکل پڑجائے گی ۱۲ [۳] کیا میرا اور میرے گھوڑے کا حصہ آپ عیینہ اور اقرع کو دیتے ہیں حالانکہ نہ تو ان دونوں کے باپ ہمارے باپ سے کسی کام میں بڑھے ہوے تھے اور نہ میں ان میں سے کسی سے ہیٹا ہوں اور جسکو آج آپ ہیٹا کرینگے وہ کبھی سر نہ اٹھا سکے گا ۱۲

طالب العلموں کے شمار اور اُن کے نتیجۂ امتحان اور بورڈنگ ہوسوں کے خالی بھرے ہونے سے کیا جاتا ہوگا
اور میں مسلمانوں کے شوق و رغبت کا اندازہ اسی کانفرنس سے کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ پانی کے بتاسے کی
طرح بیٹھا چلا جا رہا ہے جسطرح **علی گڈھ انسٹیٹیوٹ** گرتے گرتے کالج کا سب سرونٹ آرگن (آلہ مطیع)
ہو کر رہ گیا ہے۔ مجھے وہ دن دکھائی دے رہا ہے کہ یہ کانفرنس بھی سمٹتے سمٹتے اور گھٹتے گھٹتے آخرکار کالج کے
ٹرسٹیوں میں محدود ہو جائے گا مجھکو حقیقت میں تعلیم کی نسبت اپنے خیالات کا ظاہر کرنا مقصود تھا۔ اور میں نے
کوئی نئی بات نہیں کہی۔ یہ وہی باتیں ہیں جو بار بار کہی جا چکی ہیں۔ مگر ہاں سید احمد خاں کے حالات سے میں نے
اس مرتبہ زیادہ تعرض کیا ہے اس واسطے کہ سید احمد خاں کے حالات اور تعلیم اور کانفرنس۔ اور مسلمانوں کی ریفارم
(اصلاح حال) یہ کل مضامین ایسے ایک دوسرے میں تشبتک اور گڈمڈ ہیں کہ کوئی اور شخص ان مضامین کو ایک دوسرے
سے جدا کر کے بیان کرنے پر قادر ہو تو ہو میں تو نہیں ہوں بے شک میں نے سید احمد خاں کی مخالفت کی ہے اور
مخالفت بھی کی ہے تو شاید بُری طرح۔ تو کیا مجکو اس مخالفت کے لئے معذرت کرنی چاہیئے۔ اگر میں سمجھوں کہ
سید احمد خاں مجھ سے معذرت کے متوقع ہونگے تو پہلا آدمی جو منصب ریفارمری سے انکے معزول کئے جانے کی رائے
دے چکا ہوں۔ کیا ہو سکتا ہے کہ یہ مجکو آزادی رائے سکھائیں اور جب وہ آزادی ان کے مقابلہ میں عمل میں لائی
جائے تو بُرا مانیں۔ ہائے ہائے یہی تو وہ صفت تھی جو ہم میں سے نکل گئی ہے۔ اور اسی کے نکل جانے کی وجہ سے
ہم مسلمان اس روز بد کو پہنچے ہیں معاویہ رضہ کی نسبت کسی کتاب میں نظر پڑا ہے کان رجل یقول لمعاویۃ واللہ
لتستقیمن بنا یا معاویۃ او لنقومنک فکان یقول بمہ فیقول القائل بالخشب فیقول معاویۃ اذا نستقیم
سو میں نے بھی سید احمد خاں کے مقابلہ میں ان شروع کے مسلمانوں کی نقل سی کی ہے ٥

دل میں ہمارے بات کا آنا ہے شرط پھر سر جائے یا رہے نہ رہیں پر کہے بغیر

میں نے اب تک تعلیم کی تصویر کا ڈارک سائیڈ (رخ تیرہ گون) دکھایا ہے لیکن ع عیب ہے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو +
اسکا ایک برائیٹ سائیڈ (رخ روشن) بھی ہے۔ اور اگر اسکو نہ دکھاؤں تو تعلیم کا بڑا بھاری حق میری گردن پر
رہ جائے گا۔ اور بجائے دال علی الخیر ہونے کے میں اپنے تئیں مناع للخیر سمجھوں گا بے شک تعلیم کی حالت بہت
ہی ہوپ لس (ناامید) ہے۔ مگر وہ اسی سبب سے ہوپ لس معلوم ہوتی ہے کہ پرفکشن (تکمیل) کو سٹینڈرڈ قرار
دیں اور جو کام جنریشنز (نسلوں) میں ہونے کے ہیں انکو ایک دن بلکہ ایک گھنٹے میں پورا کرنا چاہیں۔ ہم اپنی

---

٥ ایک شخص معاویہ رضہ سے کہہ رہا تھا قسم خدا کی یا تو تم خود سیدھے ہو جاؤ ورنہ ہم آپ سیدھا کر دینگے معاویہ نے کہا کاہے سے وہ بولا لکڑی سے معاویہ بولے خیر پھر تو ہم سیدھے ہی ہو جائینگے ۱۲

مصیبتیں اُٹھواتے ہیں۔ پیشین گوئی اس سے زیادہ صحیح نہیں ہوسکتی کہ تعلیم کے متعلق ری ایکشن (عکس یعنی عود مرض)
اگر شروع نہیں ہوا تو انگریزی بیسویں صدی کے غالباً پہلے ہی ربع میں ضرور شروع ہو جائیگا۔ کیا مشکل کی بات
ہے کہ ایک طرف تو ترغیب سے تحریص سے تلمیع سے افہام و تفہیم سے تعبیر و تحمیق سے لوگوں کو تعلیم پر مجبور کیا جاتا ہے
اور دوسری طرف کیا حکام کیا ریفارمر کیا واعظ کیا ناصح سب کے سب طالب العلموں کو الزام دیتے ہیں کہ یہ احمق
صرف نوکری کی امید سے پڑھتے ہیں۔ تعلیم جو دی جاتی ہے نوکری کے سوائے اور کسی مصرف کی ہے بھی؟ اگر یہ
تعلیم اور کسی مصرف کی ہوتی تو کسی ایک تعلیم یافتہ نے کچھ کر کے دکھایا ہوتا۔ اور جب کسی نے کچھ کر کے نہیں دکھایا تو
معلوم ہوا کہ یہ تعلیم نوکری کے سوائے کچھ اور کرنے کے لئے طالب العلموں کو طیار نہیں کرتی۔ پس ایسی صورتوں
میں اگر صرف نوکری طالب العلموں کا ایم (نصب العین و مقصد) ہو تو الزام کی کیا بات ہے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہٗ ٭ باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

میں گورنمنٹ کے کسی انتظام کو اتنا ناقص و قابل اعتراض نہیں پاتا۔ جتنا انتظام تعلیم کو۔ تمام تعلیم کو گورنمنٹ نے
اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ اور جب رعایا کو آپ اپنی تعلیم کے سنبھالنے کا سلیقہ نہو تو بلاشبہ گورنمنٹ کا فرض ہے
کہ وہ تعلیم کا انتظام کرے۔ لیکن گورنمنٹ نے جو کچھ اب تک کیا ہے اُسکا نتیجہ تو یہ ہے کہ کچھ لوگ نوکریاں پا گئے
ہیں اور وہ اپنی جگہ خوش بھی ہیں۔ اور اکثر بے معاش پڑے پھرتے ہیں۔ نوکری ملتی نہیں اور سوائے نوکری کے
نہ اُن سے کوئی کام ہو سکتا اور نہ اُنکو کوئی کام آتا ہے۔ یہ لوگ تعلیم کے بڑے خطرناک نتیجے ہیں۔ وہ اپنی
ذاتی ناکامیابیوں کو گورنمنٹ کا مظلمہ قرار دے کر ملک میں عام ناراضامندی پھیلانے کی کوشش کرتے
ہیں جسکو تمہید بغاوت کہا جا سکتا ہے۔ اشاعت تعلیم کے لئے جتنی کوششیں کی جاتی ہیں سب ایک طرف
اور ان لوگوں کا نمونۂ عبرت ایک طرف۔ فارسی خواں ناکاموں کے لئے ایک ہندی دوہا مشہور تھا۔
پڑھیں فارسی بیچیں تیل ٭ یہ دیکھو قدرت کے کھیل ٭ اب انگریزی خواں ناکاموں کے لئے ایسا ہی کوئی دوہا
بن گیا ہوگا یا نہیں بنا تو اب بن جائے گا۔ مگر ابھی تک تو سننے میں نہیں آیا۔ جب تعلیم کی یہ حالت ہے تو میں
نہیں سمجھتا کہ کانفرنس کس مرض کی دوا ہے۔ تعلیم تو ٹھیری گورنمنٹ کے قبضہ قدرت میں کہ جو سٹینڈرڈ (معیار)
وہ قرار دے وہی سٹینڈرڈ اور جو کورس (نصاب تعلیم) وہ تجویز کرے وہی کورس۔ کانفرنس بہت کرے تو مسلمانوں
کو گھیر گھار کر اس تعلیم کی طرف لائے تو پھر وہی دور تسلسل لازم آیا۔ کانفرنس اگر تعلیم مروجہ کے نقصانوں کو دور
نہ کر سکے تو وہ ایک باڈی (جماعت) ہے بے کار محض۔ اس حالے میں مسلمانوں کے شوق و رغبت کا اندازہ

ماہ ہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش | صوفیے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبہ از آب و گل | شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
روزہا باید کشیدن انتظار بے شمار | تا کہ در جوف صدف باراں شود دُرِّ عدن

یورپ کی ہمسری کا خیال تو بیہودہ سری ہے کیونکہ یورپ ہمارے حسابوں منزل مقصود تک پہنچ گیا ہے اور ہم کو سینکڑوں برس کی مسافت طے کرنی ہے۔ مگر یوں ہم اپنی ابتدائی حالت کے لحاظ سے تعلیم میں بھی ایسے بُرے نہیں ہیں کہ ماسٹر یک ہمکو یو آنڈل بوائی (اتم شست لڑکو) کہکر خطاب کریں۔ چاہے پلاسے کی لڑائی سمجھو یا اس سے بھی پہلے کی کوئی تاریخ ٹھیرالو۔ مگر ہم تو ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سے انگریزی عملداری کا آغاز شمار کرتے ہیں۔ اور در واقع میں جسکو انگریزی عملداری کہنا چاہیئے اُس کا آغاز غدر کے بعد سے ہی ہوا ہے ورنہ غدر سے پہلے تو ایک جماعت تاجران کی عملداری تھی غرض اس ۴۵ برس کے عرصہ میں ہم نے یہ کچھ کرلیا تو ہمکو شاباش ملنی چاہیئے۔ تعلیم کی اُفتاد اگر بہت اچھی نہیں تو بہت بُری بھی نہیں۔ بُری تو ہوتی اور بہت بُری ہوتی اگر علیگڈھ کالج نہوتا یعنی خدانخواستہ سید احمد خان نہوتے۔ پڑھائی تو جیسی اَور کالجوں کی ویسی علیگڈھ کالج کی اور جب گورنمنٹ اور مذہب[1] دو رسٹر کشنز (مانع و مزاحم) ہمارا گلا گھونٹتے رہتے ہیں تو ہم سے اَور توقع بھی کیا کی جاسکتی ہے ؎ درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند + آنچہ اُستاد ازل گفت ہماں می گویم + مگر پھر بھی سرسید احمد خان کا انفلوئنس (اثر و اقتدار) ان ڈائرکٹلی (بالواسطہ) اپنا کام کر رہا ہے ان ڈائرکٹلی میں نے اس واسطے کہا کہ یوں دیکھئے تو کالج کے متعلق کوئی انتظام اکسکلوسولی (بلا شرکت غیرے) سید احمد خاں کے اختیار میں نہیں۔ ہر کام کی جدا جدا کمیٹیاں ہیں اور کمیٹیوں کے ضوابط مقرر ہیں۔ اُن کے مطابق ممبران کمیٹی کارروائی کرتے ہیں۔ مگر ہم تو سید احمد خاں ہی کو کالج کا الف اور یا و مگا یعنی ابتدا و انتہا یا ہمہ اوست سمجھتے ہیں اور ہے بھی یوں ہی ہی ع خود کوزہ و خود کوزہ گرو خود گل کوزہ لیکن کیا سید احمد خاں دوسروں کو دخل دینے میں مضائقہ کرتے ہیں۔ حاشا وکلا۔ بلکہ وہ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ ان کے اعوان و انصار ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ اُن میں بھی معدودے چند ہیں جنکو سچے دل سے اس بوجھ کے اپنے ذمے لینے کا شوق ہو اور شوق کے ساتھ اہلیت اور صلاحیت بھی ہو۔ یہ ہے اصلی لِم اس نا شدنی پھوٹ کی جواب سے چند برس پہلے سید احمد خان کے کیمپ میں ظاہر ہوئی تھی۔ سید احمد خاں سے بڑھکر اور کس کو اسکی شنا ہوسکتی ہے کہ یکھروندا اور اُس غایت پر نظر کرتے جو سید احمد خاں کو مدنظر ہے یہ گھروندا نغیر

[1] یعنی مذہب متعارف۔

حالت کا مقابلہ کرتے ہیں اہل یوروپ کے ساتھ یعنی ایک مبتدی ابجدخواں کا ایک منتہی فارغ التحصیل کے ساتھ یا ایک پیادہ پا کا اکسپرس (نہایت تیز رفتار ریل) کے سوار کے ساتھ۔ اگر اہل یوروپ کے مقابلے میں ہیٹے ہونے کی وجہ سے ہم تعلیم سے بے دل ہوں تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ ہم تجارت۔ حرفت۔ صنعت فلاحت وغیرہ وغیرہ غرض دنیا کے سب کاموں کو چھوڑ بیٹھیں۔ ابھی حال ہی میں نے کسی اخبار میں پڑھا کہ ولایت کے اخبار ٹائمز نے جو اپنے خاص خاص کارسپانڈنٹوں کی اُجرت مقرر کر رکھی ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ کچھ اوپر ساڑھے چار لاکھ روپیہ کا ہوتا ہے۔ اور یوروپ میں ایسے کئی اخبار ہیں جو آمدنی میں ٹائمز کے ہم پلہ ہیں۔ یہاں سارے ہندوستان کے اخباروں کو اب سے سیکڑوں برس تک بھی یہ بات نصیب ہونے والی نہیں۔ یہ اخبار کا تذکرہ میں نے اتفاقیہ طور پر کر دیا کہ فی الوقت ایک بات یاد آگئی۔ ورنہ دولت اور ایجاد اور ہنرمندی کے متعلق یوروپ کی ایسی بے شمار باتیں ہیں کہ انمیں سے ایک چھوٹی سی بات بھی بیان کی جائے تو یہاں کے لوگوں کو الف لیلہ کی حکایت معلوم ہو فرضی دل سے بنائی ہوئی۔ ہم تو ایسے گئے گزرے ہیں کہ یوروپ کے مقابلے میں ہماری کچھ ہستی ہی نہیں۔ یہ انسان کی ایک نیچرل بات ہے کہ جب وہ اپنے ابنائے جنس میں کسی کو اپنے سے بہتر حالت میں دیکھتا ہے تو اُسکو اپنی حالت سے ایک طرح کی بے دلی پیدا ہوتی ہے اور بے دلی کے دو نتیجے ہوتے ہیں یا تو وہ اپنی حالت کے بہتر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ایسے لوگ کم ہیں۔ اور یا وہ ہمت ہار کر کاہل و بیکار ہو جاتا ہے اور ایسے بہت ہیں۔ اور اسی مصلحت سے شارع تعلیم یہ ہے کہ اگر تم شکرگزار بندے بننا چاہتے ہو تو ہمیشہ اپنے سے فروتر حالت والوں پر نظر رکھو۔ لیکن میں تعلیم کے متعلق سٹوڈنٹس (طلبہ) کو جو آڈینس (حاضرین) میں مجکو الگ پہچان پڑتے ہیں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے سے بہتر حالت کے لوگوں کو دیکھو یعنی اہل یوروپ کو اور اپنی حالت کے بہتر کرنے کی کوشش کرو۔ یوروپ ہی دو چار دس بیس برس میں یوروپ نہیں ہوگیا۔ روم واز نوٹ بلٹ ان اے ڈے (شہر روم ایک دن میں تو نہیں بن گیا تھا) بلکہ یہ اُسکی صدیوں کی نہیں تو ڈیڑھ پونے دو صدی کی کوششوں کے نتیجے ہوتے ہیں شک بھی نہیں ہے پس ہمکو بقول شخصے "کے آدمی کے پیر شدی"، ٹبر ابنے اور بیدل ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس مضمون کو حکیم سنائی نے کمال فصاحت و بلاغت کے ساتھ نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں ادا کیا ہے۔ اس واسطے میں وہ نفیس قطعہ آپ صاحبوں کو پڑھکر سناتا ہوں **قطعہ**

قرن ہا باید کہ تا یک کودکے از لطف طبع ۔۔۔ عالمے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن

سال ہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب ۔۔۔ لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

لامذہب ہو نگے پاکرستان۔ گو کسی مشن سکول میں نہ جائیں گو کوئی مذہبی کتاب نہ دیکھنے پائیں۔

لفظ جنٹلمین کی پوری ڈفنیشن (تعریف) بیان کرنے کو تو بڑا وقت درکار ہے۔ اور میں اپنے میں اتنی قابلیت بھی نہیں دیکھتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مستجمع صفات کمالیہ انسانی میں جنٹلمین کا سنس آجاتا ہے گلیم خویش بردن می برد زموج کی قسم کے لوگوں سے ہماری کاربرآری نہیں ہوسکتی اگرچہ ہم مسلمانوں میں ایسے بھی کم ہیں ہمکو درکار ہیں وہ جو سعی میکند کہ بگیرد غریق را کے ٹائپ کے آدمی اور ایسے لوگ طیار ہوں گے تو اسی کالج سے طیار ہونگے کیونکہ یہاں اور صرف یہیں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے انسٹیٹیوشنوں میں اس کی ضرورت ہی تسلیم نہیں کی گئی اس واسطے کہ کورس سے خارج ہے۔ یہ بات کہ علی گڈہ کالج طالب العلموں کو بی اے۔ ام اے کے علاوہ جنٹلمین بھی بناتا ہے اس کے متعدد شواہد موجود ہیں۔ امتحان میں انٹرنس سے اوپر عمر میں ٹینز[1] سے متجاوز نہیں ہوئے اور یہاں کے طالب العلم ان فکروں میں لگے ہیں کہ ننھے ننھے ہاتھوں سے چھوٹی چھوٹی چندونکی تھوڑی تھوڑی رقمیں جمع کر کے ایک فنڈ بنا دیں جو بے مقدور لڑکوں کو سپورٹ (تکفل) کرے یہ وہ لیاقت ہے کہ آکسفورڈ اور اڈنبرا کی یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کو لیکر ان پر سے قربان کر کے پھینک دیا جائے۔ اگر گورنمنٹ ان باتوں پر نظر نہیں کرتی۔ تو کچھ پروا نہیں افسوس یہ ہے کہ پبلک کی آنکھوں پر بھی خدا نے پردہ ڈال دیا ہے۔ ورنہ پڑہنے والے لڑکے اور علیگڈھ کالج میں نہوں اسکے معنی کیا یہ تو میں نے مثال کے طور پر ایک بات بیان کی مشتے نمونہ از خروارے ورنہ کوئی آدمی کالج میں رہ کر بورڈوں کے ضبط اوقات کو محتسبانہ دیکھے تو جانے کہ کیونکر یہ لڑکے خوش دلی اور چاؤ کے ساتھ پڑھنے لکھنے میں مشغول رہتے ہیں ہم ہندوؤں میں ایک عام غلط فہمی یہ واقع ہے کہ دن بھر کتابکے رٹتے رہنے کو شرط طالب العلمی قرار دے رکھا ہے اس طرح کی طالب العلمی کرنے والوں میں ایک میں بھی ہوں۔ دن کا تو کیا حساب دوں مجھے یاد نہیں کہ زمان طالب العلمی میں میں کسی ایک رات نیند بھر کر سویا ہوں میں سکالرشپ ہوئے پیچھے ایک چوکیدار کو چند پیسے مہینا دیا کرتا تھا کہ وہ مجکو رات کے دو بجے کتاب بینی کے لئے جگا دے میں گرمیوں میں مکان کے اندر گھٹکر اور جاڑوں میں باہر صحن میں بیٹھکر کتاب دیکھتا تھا تاکہ سو نہ جاؤں مجکو کئی قسم کے عطسہ آور نسخے معلوم تھے اور اگر میں سمجھتا کہ اس طرح کی طالب العلمی علی گڈھ کے طالب العلموں کے حق میں مفید ہوگی تو یقین جانو میں ان نسخوں کے بتا دینے میں دریغ نہ کرتا غرض مجکو کئی قسم کے عطسہ آور نسخے معلوم تھے اور اب میں خیال کرتا ہوں کہ غالبًا اسی آل ورک اینڈ نو پلے کا کام ہی کام اور کھیل نہیں اکا یہ نتیجہ ہوا ہو تو عجب نہیں کہ ساری عمر مجھے ریاضی نہ آئی ایک زمانے میں شطرنج

[1] کوڑی ۱۲

تو کیا ہے۔ غرض سید احمد خاں سے ٹبھکر اور کس کو اسکی تمنا ہو سکتی ہے کہ یہ گھروندا اُن کے ساتھ مٹی میں مل نہ جائے۔ مگر جب کوئی سہارا لگانے کی حامی نہیں بھرتا تو بے چارہ بوڑھا اکیلا اس عمر میں اپنی ہڈیاں پیل رہا ہے۔
اب میں ایسی چند باتیں بیان کروں گا جن کی وجہ سے میں علی گڈھ کالج کو عزیز رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اور لوگ بھی خصوصًا مسلمان اس کی قدر و وقعت کریں۔ کیونکہ اس وقت قومی خیر خواہی اسی میں منحصر ہے کہ مسلمان تعلیم پائیں اور تعلیم بھی پائیں تو اسی علی گڈھ کالج میں۔ پہلا سبق جو مسلمانوں کو اس کالج سے سیکھنا چاہیئے وہ سلف ہلپ (اپنی مدد آپ کرو) کا سبق ہے یہ سبق ترقی کا پہلا سٹیپ (قدم) ہے میں اس کالج کو اس شیخی کے نظر سے نہیں دیکھتا کہ یہ ہم مسلمانوں کا کیا ہوا کام ہے۔ مگر ہاں کالج کو دیکھکر اس وجہ سے خوش ہوتا ہوں کہ مسلمانوں نے سلف ہلپ کے رستے میں پہلا قدم رکھا ہے۔ اس سے دو مطلب نکلتے ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں نے اپنے تئیں محتاج مدد سمجھا اور دوسرے یہ کہ اپنی مدد آپ کی۔ یہی دو خیال اگر خدا مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کردے تو دنیا میں وہ کونسا کام ہے جو مسلمان نہیں کرسکتے۔ پھر نظر ظاہر بین میں یہ کالج بھی ایک ایجوکیشنل انسٹیٹیوشن ہے اور ایسے کتنے انسٹیٹیوشن برٹش انڈیا میں بکھرے پڑے ہیں اور اب تو یہ لٹکا سب کو معلوم ہو گیا ہے کہ انگریزوں کو دام میں لانے کا یہ سب سے آسان ہتھکنڈا دانہ دام ہے کہ چار لونڈے گھیر کر ایک سکول جاری کر دیا کالکٹر ڈپٹی کمشنر کا بلا لینا تو کچھ بات نہیں ممکن ہے کہ ان سے کوئی بڑی مچھلی آپھنسے۔ بے شک پڑھائی کے اعتبار سے تو یہی حال ہے جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہم کوئی اور سٹینڈرڈ نہیں ٹھیرا سکتے۔ کوئی دوسرا کورس نہیں تجویز کرسکتے لیکن کورس کے علاوہ ایک اشراقی طور کی تعلیم خاص کر اس کالج میں اور صرف اسی کالج میں دی جاتی ہے جس کے ذریعے سے سید احمد خاں طالب العلموں کو اپنے طور کا بناتے ہیں۔ مذہبی عقائد میں نہیں۔ بلکہ اُن صفتوں میں جنکے بدون اس زمانہ میں کوئی آدمی جنٹلمین ہو نہیں سکتا قسم کھانے کی بات ہے کہ سید احمد خاں نہ اپنے عقاید کو کسی پر فورس (جبر) کرتے اور نہ فورس کر سکتے۔ مگر نفس انگریزی بے شائبہ تعلیم مذہبی طبیعتوں میں مذہب کی طرف سے شکوک پیدا کردے تو اس میں سید احمد خاں کا کیا دوش ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ پادری اور پادریوں کی مذہبی تعلیم اور انکا پریچنگ (وعظ) یہ چیزیں طلبہ کو عقائد سے متزلزل کرتی ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ انگریزی نقد ش چاہئے ان میں حساب اور جغرافیہ اور تاریخ ہی کیوں نہو مذہب سے متزلزل کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اگر سید احمد خاں طلبہ کو نیچری بنانے کی کوشش کریں تو ہم مسلمانوں کو اُن کا شکرگزار ہونا چاہئے کیونکہ لڑکے اگر نیچری مسلمان نہ ہوں گے تو ؟

ناتجربہ کار نوعمر بجائے اس کے کہ ملک کو فائدہ پہنچائیں غالب ہے کہ نادان دوست کی طرح اُلٹا نقصان پہنچانے
کے باعث ہوں گے اور اپنا وقت عزیز مباحث لاطائل میں ضائع کرنے سے امتحانوں میں فیل یا پھسڈے رہینگے
سوا الگ۔ پس ان لوگوں کو خواجہ حافظ کے شعر سے بہتر اور کیا صلاح دی جاسکتی ہے ؎

رموز مصلحتِ ملک خسروان دانند ۔ گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

۱۸۵۷ء کے غدر کے دنوں میں جب باغیوں نے دہلی کے سرکاری میگزین کو لوٹا اور لٹوایا تو بازاری لوگوں
میں کمتر کوئی بچا ہوگا جو کوئی نہ کوئی ہتھیار جزائل بندوق طپنچہ اُڑا کر نے گیا ہو۔ ہمارے محلے میں پنجابی کٹرے کی
ایک بڑی مشہور مسجد تھی۔ اسمیں بہت سے مجاہدین آ بھرے تھے۔ اُن میں اکثر باہر کے گنوار تھے۔ اُس خدائی
لشکر کے ریکروٹ سپاہیوں کا حال یہ تھا کہ نشانہ لگانا اور بندوق چلانا کیسا بیچاروں کو بھرنے کا طریقہ بھی
معلوم نہ تھا۔ ان لوگوں کی بڑی بڑی جماعتیں دھاوا کرنے کو جاتیں۔ شام کو فتح پا کر واپس آتے۔ اور یہی
واپسی اُن کی فتح ہوتی تھی تو دو چار دس پانچ آدمی زخمی بھی ہوتے لوگ جانتے کہ لڑائی میں زخمی ہوئے
اور ان کی بڑی قدر و منزلت ہوتی۔ مگر وہ لڑائی کے زخمی نہیں ہوتے تھے۔ وہ زخمی ہوتے تھے اس طرح
پر کہ بندوق بھرنی چاہئے مثلاً ایک انچ ڈیڑھ انچ اُنھوں نے ناواقفیت کی وجہ سے (اور اناڑی کی
بندوق مشہور ہی ہے) بھردی ایک بالشت سوا بالشت۔ اُدھر جو رنجک (؟) کرنے سے بندوق پھٹی ادھر پھٹی ہی تھی
اپنی ہی طرف کے دو چار دس پندرہ جنکا وقت آ لگا لوٹ گئے اور بندوق اپنے فرض سے ادا ہوئی تو
یہ مجاہد انگریزوں کو گالیاں دیتے کہ ان ایسے تیسوں نے اسی دن کے لئے یہ دھوکے کی بندوقیں بنا بنا کر
رکھی تھیں۔ یک نشد دو شد۔ تو اگر طالب العلم نیشنل کانگرس کے شریک ہوتے تو وہ ایسے ہی کچھ کارنمایاں
کرنے جیسے غدر کے اناڑی مجاہد کیا کرتے تھے۔ لیکن اگر پنجاب کے لاٹ صاحب کو علی گڑھ کالج کے ڈبیٹنگ
کلب کا حال معلوم کرا دیا جائے تو وہ غالباً ہمارے طالب العلموں کو مستثنےٰ کریں گے۔ لیکن ہم پھر بھی
اس رعایت کو ڈکلائن (نامنظور) کریں گے وتھ تھینکس (بشکر گزاری) کیونکہ ہم نیشنل کانگرس کو بڑے سوچ
بچار کے بعد کنڈم (مردود و مطرود) کر چکے ہیں۔ اور ہم اس رائے سے ایک انچ کی قدر بھی توہٹنے والے
نہیں مایبدل القول لدی۔ کیا پنجاب کے لاٹ صاحب ہمارے کالج کے ساتھ بہ خاص رعایت
کرتے ہ گورنمنٹ ہمارے ساتھ اور بہت رعایتیں کرتی ہے۔ اس لئے کہ ہمنے اپنے تئیں اُن کا مستحق

؎ ہماری بات بدلتی نہیں ۱۲

کھیلا کرتا تھا تو ہمیشہ لاتیں کھاتا۔ اور بر دیلنے کو بڑی جیت سمجھتا ہندوستانیوں کے ذہنوں میں یہ غلط خیال ایسا جاہوا ہے کہ اگر کھیل کو کمپلسری (جبری) نہ کیا جائے تو یہ خالی بیٹھے رہیں اور دوڑ دھوپ کے نام گھر سے باہر پاؤں نہ نکالیں ایسے قدر ناشناسوں سے توقع رکھنی فضول ہے کہ یہ علی گڈہ کالج کے ٹیم (کھیلنے والوں کی جماعت) کی داد دینگے۔ مگر ایک وقت آنے والا ہے اور اسکو دور نہ سمجھو کہ آج جن پر لعنت کی جاتی ہے انکے عرش ہوا کرینگے اور ہر ایک بات جس پر اعتراض کیا جاتا ہے دستور العمل ٹھیرائی جائے گی۔ اے کاش میں اُسوقت کے دیکھنے کے لئے زندہ رہوں۔ اور تم سب بھی خیر تو علیگڈھ کالج کی پکیولیریٹیز (خصائص) میں ایک پکیولیریٹی یہ بھی ہے کہ ایسے کھیل جن سے قولے دماغی شگفتہ اور جسم چست وچالاک اور تندرستی شیور (متیقن) اور سیکیور (محفوظ) ہو یہاں کے روٹمیں (سلسلہ درس) میں داخل ہیں۔ اور اُن پر ویسی ہی توجہ کی جاتی ہے جیسی تعلیم کتابی پر علی گڈھ کالج کے خصائص میں سے ایک بڑا مفید اور بڑا بکار آمد یہاں کے طلبہ کا ڈبیٹنگ کلب ہے جہاں یہ لوگ جمع ہو کر گویائی کی مشق بہم پہنچاتے۔ استدلال رد وقدح حاضر جوابی یعنی داب مناظرہ سیکھتے اور اہم معاملات میں رائے زنی کرنے کی عادت کرتے ہیں۔ یہ ہے ماحصل تمام تعلیم کا۔ تعلیم تھیوری (منصوبہ) ہے اور یہ ہے اسکا پریکٹس (عمل) اور جب میں ایسی باتوں پر نظر کرتا ہوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ علی گڈھ کالج کے ہوتے لوگ اپنے بچوں کو دوسری جگہ کیوں پڑھواتے اور کیوں پڑھنے والے دوسری جگہ پڑھتے ہیں۔ پڑھواتے ہو اور پڑھتے ہو تو یہاں پڑھواؤ اور یہاں پڑھو۔ ورنہ امتحان بھی پاس کر لوگے ڈگری بھی مل جائے گی اور شاید کوئی معقول نوکری بھی بغرض اشرفی ہو جاؤ گے۔ مگر ٹکسالی نہیں۔ وثیقہ کہلاؤ گے مگر رجسٹرڈ نہیں ؎

اگرچہ شیخ نے داڑھی بڑھائی سن کی سی ۔۔۔ مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی۔

خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ تعلیم تو اور جگہ بھی ہوتی ہے مگر تربیت جو نتیجہ اور ماحصل تعلیم ہے وہ یہیں ہوتی ہے اور بس۔ ابھی حال میں پنجاب کے لفٹننٹ گورنر صاحب نے طالب العلموں کو بڑی عمدہ نصیحت کی ہے کہ نیشنل کانگرس کی شرکت سے محترز رہیں اور واقع میں نیشنل کانگرس کا انعقاد خود غرضی اور فساد نیت پر مبنی ہو یا نہو۔ اور اُس کا پیرایہ درست ہو یا نہو۔ اور اُس کی غرض وغایت ممکن الحصول ہو یا نہو لیکن اس سے تو کسی کو انکار نہیں کہ نیشنل کانگرس میں نظم ونسق ملک کے متعلق ایسے پیچیدہ اور اہم مطالب پیش ہوتے ہیں کہ ان میں رائے زنی کرنے کو بڑی عقل بڑی معلومات اور بڑی لیاقت درکار ہے اور طالب العلم اپنی جگہ کتنے ہی لائق ہوں۔ امید نہیں کہ ان شرطوں کو پورا کر سکیں تو نیشنل کانگرس میں شریک ہونے سے ایسے اناڑی

ایشیائی تعلیم۔ یہ بات دوسری ہے کہ جو علوم ہم لوگ پڑھتے تھے وہ بے کار تھے یا بکار آمد۔ مفید تھے یا نا مفید۔ مگر وہ ایک طرح کی طالب العلمی تو تھی ہی۔ میں علم کا علم سے مقابلہ نہیں کرتا۔ بلکہ طرزِ تعلیم پر کچھ ریمارک کرنے چاہتا ہوں۔ ہم لوگوں میں مطالعہ بڑی ضروری چیز سمجھا جاتا تھا یعنے اگلے سبق کو زورِ طبیعت سے آپ نکالنا۔ اس میں ایسی زحمت ہوتی تھی کہ جس نے مطالعہ کئے ہیں۔ بس اُسی کا دل جانتا ہے گھنٹوں کتاب پر سر جھکائے جھکائے گردن شل ہو ہو جاتی تھی۔ اور دماغ پر جو فشار پڑتا تھا بس اُس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ دو گھنٹے کے اچھے زبردست مطالعے کے بعد طبیعت اس قدر خستہ ہو جاتی تھی کہ گویا بڑی بھاری منزل طے کر کے آئے ہیں۔ زحمت تو بڑی سخت تھی مگر ویسے ہی اس کے فائدے بھی تھے کسی فن کی ایک کتاب بھی اس طرح پر نظر سے گذر گئی تو بس جانو کہ اُس فن میں اچھا خاصا عبور ہو گیا۔ استعداد جلد جلد بڑہتی تھی۔ مطالعہ کا پڑھا ہوا اس طرح ذہن نشین ہوتا تھا۔ جیسے نقش فی الحجر کہ برسوں کے بعد خیال کرو اور تازہ۔ میں دیکھتا ہوں تو انگریزی خوانوں میں مطالعہ کا دستور بالکل نہیں اور شاید اوور کریمنگ (کثرتِ اسباق) کی وجہ سے اُن کو مطالعے کی فرصت نہیں ملتی۔ مگر کچھ ہی سبب ہو نتیجہ یہ ہے کہ ان کی استعداد ڈیپ اور سونڈ (غائر و عمیق) ہونے کے عوض شیلو اور سوپرفشل (سطحی و قشری) ہوتی ہے نظر مطلب کے اطراف و جوانب اور پیرو زائیڈ کو نز یعنی ہالہ اور ما علیہ پر احاطہ نہیں کرتی۔ اور خود مجھ کو بار بار اس کا تجربہ ہوا ہے۔ بے شک اس میں آنریبل اکسپشنز (مستثنیات لائق اعزاز) بھی ہوں گے۔ اور ضرور ہوں گے مگر لا [۱] کثر حکم الکل چھوٹے بچوں کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھاتے ہیں۔ اور اس سے بہت بہتر وہ طریقہ ہے کہ لکڑی کے ایک چوکھٹے میں جس کو عرفِ عام میں گڈولنا کہتے ہیں پہیے لگا کر اُس کے سہارے سے بچے کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ چوکھٹا آگے کو لڑکتا ہے اور بچے کو خود بخود پاؤں اُٹھانے پڑتے ہیں۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ بچہ پاؤں پر زور دینے کی عادت کرے چنانچہ اس تدبیر سے بچے گڑ پڑ کر چلنا سیکھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم بچوں کو کندھے پر چڑھائے چڑھائے یا گود میں لادے لادے پھریں اور خود بچے کو کسی طرح کی زحمت نہ اُٹھانے دیں تو وہ بچہ کبھی بھی پاؤں چلنا نہیں سیکھے گا۔ یہی حال ہے پڑھنے کا کہ اُستاد صرف ایک سہارا لگانے والا ہے اور اصل میں پڑھنا وہی ہے جو سٹوڈنٹس اپنے آپ سے پڑھتے ہیں۔ یعنی خود معلم ہوتے ہیں اور خود ہی متعلم۔ اب تم کو اپنی ایک حکایت سناؤں تو شاید تم سمجھو کہ

[۱] اکثر کل کے حکم میں ہے ۱۲

ثابت کیا ہے۔ گورنمنٹ کو ہم پر پورا پورا اعتبار ہے۔ اور ہم سچے دل سے پورے پورے اس کے خیر خواہ ہیں اور یہ ہمارے کالج کا بڑا اہم ہے ہیں نے اس بات کو سٹرکچر (طنز و اعتراض) کے طور پر بیان کیا تھا کہ مروجہ تعلیم کلرکل تعلیم ہے یعنی لوگ نوکری کے لئے طیار کئے جاتے ہیں اور بس بے شک دور کے خیال سے تو تعلیم پر یہ اعتراض ضرور وارد ہوتا ہے اور جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جائے گا اس تعلیم کا ناقص اور غیر مفید ہونا ثابت ہوا ورہو۔ مگر ہم مسلمانوں کی حالت موجودہ کے لئے کافی اور مفید دونوں ہے ہم لوگ نوکری ہی کو معاش پیدا کرنے کا معزز ذریعہ سمجھتے ہیں اور ہمارے اس خیال کے بدلنے کو مدتیں چاہئیں۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ نوکری کو جس کے لئے ہم بنائے گئے ہیں اپنے لئے مونوپولائز کرلیں اور اُن لوگوں کو جن کا یہ کام نہیں۔ اور دوسرے پیشے اختیار کرنے میں ان کی طبیعتیں مضائقہ نہیں کرتیں اور نہ اُن کو مضائقہ کرنا چاہیے نوکری میں نہ گھسنے دیں۔ یہ تعلیم کیسی ہی ناقص و ناتمام ہو اس میں اتنی خوبی تو ضرور ہے کہ آدمی کو کلرک بنا دیتی ہے یہی پاپڑ ہم نے بھی بیلے ہیں اور قریب قریب اسی طرز پر تعلیم پائی ہے۔ فرق اگر تھا تو یہ کہ یہی علوم ہمکو ورنیکیولر میں پڑھائے گئے۔ اور جب تک جئیں گے اس ورنیکیولر کا افسوس کریں گے تو میں نے اپنے ساتھ کے طالب العلموں کو دیکھا کہ مختلف کاموں میں مشغول ہوئے۔ مگر خدا کے فضل سے جو جس شان میں تھا یا اب ہے اپنے اقران میں شار الیہ او راماثل میں ممتاز۔ رہا یہ کانفرنس اس وقت تو علیگڈھ کالج کی ہاں میں ہاں ملانے والا ہے۔ مگر یہ ایک جرم (بیج) ہے اگر جم گیا تو آگے چل کر اسکا مزہ آئے گا۔ جب ملک تعلیم کی پوری پوری قدر کرنے لگے گا اور لوگ سمجھیں گے کہ زمانہ کس طرح کی تعلیم کا متقاضی ہے۔ گورنمنٹ تعلیم سے دست بردار ہو بیٹھے گی اور لوگ تعلیم اولاد کو ان کی پرورش کا جزو عظم سمجھیں گے اور اس کا انتظام تمام وکمال اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ اُس وقت اور صرف اُسی وقت لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ہمارے بوڑھے رفارمر سید احمد خاں کو بھی کتنی دور کی سوجھی تھی۔ سید احمد خاں اور ان کے کالجییٹ سٹاف کے ہوتے ہر ایک کا کام نہیں کہ یہاں کے طالب العلموں کو نصیحت کرے یا کسی بات کی صلاح دینے کی جرأت کرے۔ کیونکہ کسی نے سوچ کر کوئی بات نکالی بھی تو وہ دیکھ لے گا کہ اُس کے ذہن میں ہے اور یہاں عمل درآمد ہیں۔ مگر مجھکو تو جو کچھ کہنا ہے اپنی طرف سے کہہ ہی گزروں گا یہی نہ کہ بات مکرر ہوگی اچھا اگر مکرر ہوگی بھی تو قند مکرر۔ ایک اعتراض تو عموماً انگریزی خواں طالب العلموں کی طرز تعلم میں ہے طالب العلمی میں نے بھی کی ہے اور ہزاروں نہیں تو سیکڑوں کو طالب العلمی کرتے دیکھا ہے گر وہی پرانی

خلفائے مہدیین میں ہوتا ہے

شکر پردے ہی میں اُس بت کو حیا نے رکھا + ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

باے لاٹ صاحب دورہ کرتے کرتے الہ آباد آئے اور عاجلاً نہضت فرمائے بنارس ہوئے نیپیل کوڈ
ٹرینلیٹنگ شاف سب اُن کے ساتھ۔ الّا ریڈ صاحب کہ وہ کسی ضرورت سے ایک ہفتے کے لئے الہ آباد رہ گئے
اور مجکو یہ خدمت سپرد ہوئی کہ منشی عظمت اللہ صاحب کا کیا اور مولوی کریم بخش صاحب کا اصلاح دیا ہوا ترجمہ
ریڈ صاحب کو سنا دیا کروں۔ دخل تو دینا پڑا ہی تھا میں نے دو چار ہی دن کی صحبت میں یہ ثابت کر دیا کہ میں
پینل کوڈ کو خوب سمجھتا ہوں۔ اور میری شرکت ترجمے کے حق میں مفید ہے۔ ریڈ صاحب تو میری انگریزی
دانی کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ انھوں نے اپنی روانگی سے پہلے چھٹی دے کر مجکو لاٹ صاحب کے پاس
چلتا کیا۔ اور میں ٹرینلیٹنگ شاف میں جا داخل ہوا اور آخرکار میں نے ہی دفعات کے خلاصے لکھے اور
میں نے ہی اپنی نگرانی میں مجموعۂ تعزیرات ہند چھپوایا۔ مطلب کی بات تو یہ ہے کہ جب ہماری ٹرینٹی کو لاٹ صاحب
نے ڈپٹی کلکٹریاں دینی تجویز کیں۔ ریڈ صاحب نے نومنیشن رول کے فارم میں میری انگریزی دانی کی بڑی
مدح کی۔ اور میرا وہی حال ع عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ + تو کیا ریڈ صاحب نے میری مدح غلط کی۔ ایسا ہو نہیں
سکتا تھا۔ ہاں اُن سے غلطی ہوئی تو یہ کہ انھوں نے فی زعمہ میری استعداد کو انگریزی کی طرف منسوب کیا
حالانکہ وہ استعداد صرف قوت مطالعہ تھی جو میں نے اپنی طالب العلمی میں حاصل کی تھی اور اُس وقت تک ایسی
فرسودہ نہیں ہوئی تھی جیسی اب ہو گئی ہے

مضمحل ہو گئے قوے غالب + وہ عناصر میں اعتدال کہاں

آج کل کے انگریزی تعلیم یافتہ ہم اولڈ فیشن کے پڑھے ہوؤں کو ذرا نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور بلا شبہ
پرانی تعلیم اس جدید تعلیم کے مقابلے میں نظر حقارت سے دیکھے جانے کی مستحق بھی ہے مگر میں تو طرز تعلیم میں
بحث کر رہا ہوں نہ نفس تعلیم میں۔ ہم تعلیم کا اچھا برا تو جانتے نہیں اب بھی جو کچھ کر رہے ہیں وہی اولڈ فیشن کے
دو سے چند تعلیم یافتہ کر رہے ہیں

رنگیں سوا ہے اب کے گل نو بہار سے + پہلا جو برگ زرد کوئی اس چمن میں ہے

ان میں سے کوئی بی اے۔ ایم اے۔ ایل ایل ڈی ہو تو بتا دو۔ ایک سید احمد خاں ایل ایل ڈی ہیں تو وہ نہ
ہماری انگریزی کی وجہ سے۔ اور نہ ہماری پرانی عربی تعلیم کی وجہ سے بلکہ اُس تعلیم کی وجہ سے جس کو علم لدنی

شیخی بگھارتا اور خودستائی کرتا ہے۔ حالانکہ شیخی اور خودستائی نہیں طالب العلموں پر مطالعے کی ضرورت کا ثابت کرنا منظور ہے یعنی میں نے کالج میں سبقاً سبقاً انگریزی نہیں پڑھی اور کسر نفس تو اس کا متقاضی ہے کہ لکھوں مجکو انگریزی نہیں آتی لیکن آپ لوگوں میں انگریزی دانی کا اظہار نہ کروں تو کیا مولویوں میں کہتا پڑا پھروں اور اُنکو بیٹھے بٹھائے اپنی نسبت فتوائے کفر لکھنے کی تکلیف دوں۔ بعد غدر میں الہ آباد میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھا کہ میں نے انگریزی کا شوق کیا نہیں بلکہ ایک دوست نے رغبت دلائی۔ دورے کی نوکری پڑھنا تو کیا ہو سکتا تھا مگر ہیڈ کوارٹر میں آتا تو اُن ہی دوست سے بقدر دست داد فرصت کچھ دیکھ لیتا۔ اور دَورے میں بطور خود اُس کو یاد کرتا۔ چند روز میں اتنی استعداد ہو گئی کہ روبن کی سکول ڈکشنری کی مدد سے عبارت کا مطلب سمجھ لیتا تھا۔ مگر بدقت تلفظ بہت ہی نادرست تھا اور اب تک بھی نادرست ہے۔ میں اُس عیب کی شکایت نہیں کرتا جس سے کمتر ہندوستانی خالی ہوتے ہیں بلکہ میں اپنے میں یہ عیب بہت زیادہ پاتا ہوں اس واسطے کہ ساری عمر میں اہل زبان کے مُنہ سے انگریزی الفاظ بہت سُنے ہوں گے تو شاید ایک ہزار اور اگر مکررات کو حذف کر دوں تو چند درجن اور اسی نادرستی تلفظ کی وجہ سے مجکو انگریزی میں بات کہنے کی کبھی جرأت بھی نہیں ہوئی اور ضرورت بھی نہیں پڑی۔ بہرکیف میری استعداد روبن کی سکول ڈکشنری تک تھی۔ اور اُسی زمانہ میں تمہارے اس پینل کوڈ (تعزیرات ہند) کا ترجمہ ہو رہا تھا تو کس اہتمام سے کہ منشی عظمت اللہ صاحب ترجمہ کرتے اور بہ ترتیب پہلے مولوی محمد کریم بخش صاحب پھر ہنری سٹوارٹ ریڈ صاحب جو اُس وقت ڈرکٹر او پبلک انسٹرکشن تھے پھر آخر کار خود سر جارج ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر اُس میں حک و اصلاح فرماتے۔ اور اتنی نظروں کے بعد ترجمہ چھپنے کو دیا جاتا۔ اب خدا کو منظور ہوا اذا اراد اللہ شیئاً ھیأ اسبابہ[۵۱] کہ یہ ذرۂ بے مقدار روشناس آفتاب ہو یعنی نواب لفٹنٹ گورنر نذیر احمد کا نوٹس لیں۔ اور نذیر احمد کا یہ حال کہ بابو شیو پرشاد صاحب کی ماتحتی میں بنارس سرکل کے تمام ڈپٹی انسپکٹروں میں لیاقت اور کارگزاری کے اعتبار سے ایٹ دی بوٹم آو دی لسٹ۔ یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے بابو صاحب کی ماتحتی میں ایک سو بیس روپے ماہوار کی انسپکٹری سے تنگ آکر اسی روپیہ ماہوار کی انسپکٹری منظور کر لی تھی اور وہ اتفاق سے علیگڈھ کی ڈپٹی انسپکٹری تھی سا گر میں علیگڈھ آ گیا ہوتا اور سید احمد خاں بھی اُن دنوں یہاں ہوتے تو میں آج کوان سکے

---

[۵۱] جب اللہ کو کوئی کام لینا ہوتا ہے تو اُس کے اسباب بھی بنا دیتا ہے ۱۲

فرماکر مہربانی سے لکھا بھی کہ تم چاہو تو اگلے سال شریک امتحان ہونا میں نے یہ سوچا کہ امتحان کا کھٹکا بُرا۔ اور
میں نے صاحب مجسٹریٹ سے عرض کیا کہ فیل ہونے کی صورت میں میری جدید العہدی کا لحاظ فرمایا جائے سررشتہ
تعلیم کے ملازم کو مالگذاری اور فوجداری سے کیا نسبت تحصیلداری کے کاغذات کا ہڈا و ٹیل تک تو مجکو معلوم
نہ تھا۔ علیے انگلی رکھکر بتاتے تو میں دستخط کرتا عملوں نے امتحان سے بہتیرا ہی ڈرایا۔ مگر میں اپنی قوت کتاب
بینی کا بخوبی اندازہ کرتا تھا۔ ایک نہ سُنی اور شریک امتحان ہوا پہلی ہی دفعہ ہول ڈویژن کے تحصیلداروں میں
نمبر اوّل۔ ڈپٹی کلکٹری میں پھر وہی امتحان کا مرحلہ پیش آیا۔ اور گورکھپور میں (یہ اُن وقتوں کا مذکور ہے کہ ضلع بستی
علیحدہ نہیں ہوا تھا) کام کی یہ کثرت کہ خدا کی پناہ۔ مگر وہی کتاب بینی کی عادت ہول پر اوس کے پاس شدگان
میں ہداآودی لسٹ انگلوڈنگ (سیر فہرست بشمول اجائینٹ مجسٹریٹس اسسٹنٹ کلکٹرز۔ ڈپٹی کلکٹرز کینڈیڈیٹس
شاید یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک نیٹو ڈپٹی کلکٹر جنٹوں اور اسسٹنٹوں پر سبقت لیگیا کہ اُس کے بعد سے امتحان کا
ازلسٹ (نتیجہ) دو حصے ہوکر مشتہر ہونے لگا۔ یوروپینز کا الگ اور نیٹوز کا الگ۔

پس اے طالب العلمو! جہاں رہو اور جس حالت میں رہو عربی کے اس چھوٹے سے مصرعے کو جلی
قلم سے خوشخط لکھوا کر سامنے میز پر رکھے رہو ع وخیر جلیس فی الزمان کتاب [1] اس پر عمل کروگے تو تمام
دینی اور دنیاوی برکتوں کا میں ضامن۔ میری ضمانت سے تو تم کو کیوں تسلی ہونے لگی کہو تو بڑے میاں کی ضمانت
دلوا دوں۔ مگر دینی برکتوں کے لئے بھی ان کی ضمانت لوگے؟ میں تو تمکو تعلیم کے متعلق بہتیری صلاحیں
بتاؤں لیکن کچھ ایسے پیچ آ کر پڑے ہیں کہ تعلیم کا روبراہ ہونا ہے دیر طلب اور مشکل۔ سیکیولر (دنیاوی) تو کچھ ہے
بھی اور شاید کچھ ہو بھی جائے گی کیونکہ لوگ اسکی اصلاح کی طرف متوجہ ہیں۔ مذہبی تعلیم ہے جس کی طرف سے مجکو یہ اندیشہ
ہے وہ بلا مبالغہ چینوٹی بھر اکیاب ہے مصیبت یہ ہے کہ لوگ صبر و سکون سے بات سنتے نہیں اور پہلے سے
پریجوڈسڈ ہوں تو صبر و سکون کے ساتھ سُنیں کیا خاک۔ مذہب کا نام زبان پر آیا اور اُنھوں نے کان کھڑے
کئے سننے کے لئے نہیں بلکہ وحشت و گریز کے لئے۔ اور بات جو میں کہنی چاہتا ہوں اسی قدر ہے کہ دین میں جو کچھ
جمع کیا گیا اور جس ضرورت سے جمع کیا گیا اور جس طرح جمع کیا گیا وہ اُس وقت کے لئے تو بہت ٹھیک تھا جس وقت
جمع کیا گیا تھا لیکن اُس وقت میں اور اس وقت میں نور و ظلمت کا فرق ہو گیا ہے ہمکو اس وقت کے لحاظ
سے دینیات کو ترتیب دینا ہے لیکن ترتیب دے کون۔ اور کوئی اتنی جرأت بھی کرے تو اُس کی مانے کون

[1] زمانے میں سب سے بہتر رفیق کتاب ہے ۱۲

کہنا چاہئے علمنا من لدنا علما۔ کہ ایک شخص عربی کا فاضل ہو نہ انگریزی کا پروفیسر اور خدا اُس کے ذہن میں ایسی برکت دے کہ مولویوں اور پروفیسروں کو رستہ بتائے۔ انگریزی پڑھتے تو تم ہو مگر اے کاش میری بڑا اُنکی قدر کرو کہ باوجودیکہ نہ تو جب پڑھنے کی عمر تھی انگریزی پڑھی اور نہ ساری عمر خدا نے انگریزی کو میرا ذریعۂ معاش گردانا۔ تو انگریزی کی ایسی ہی قدر و قیمت دل میں تھی کہ بڑی عمر میں اسکو سیکھا اور بے تقاضاے معاش سیکھا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ہمیشہ افسوس کرتا رہا اور کرتا ہوں کہ کیوں ابتدا میں میں نے انگریزی نہیں پڑھی۔ نوکری تو میں نے مولوی مہدی علی کی مہربانی سے ایسی بیش قرار تنخواہ کی کی کہ سیکڑوں انگریزی خوانوں میں سے ایک کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔ مگر میں اسکو چانس (بخت و اتفاق) ہی سمجھتا رہا کیونکہ وہ اس لیاقت کے صلے میں ملی تھی جس کی انٹرنزک ویلیو (ذاتی قدر و قیمت) اس زمانے میں اتنی ہے نہیں۔ تو اے عزیزو! انگریزی کی اتنی تو قدر کرو جتنی میں نے کی اور کرتا ہوں۔ اور یہ معلوم ہوگا اس سے کہ معاش سے قطع نظر کرکے تم کو انگریزی کا شوق ہو۔ اگر تم یہ سمجھ کر انگریزی پڑھ رہے ہو کہ فی زماننا معاش پیدا کرنے کا ذریعہ ہے تو میں تمھاری راے کی تصویب کرتا ہوں۔ مگر میں اس کو شوق نہیں سمجھتا۔ شوق یہ ہے کہ جب خدا کرے تم امتحان پاس کر لو۔ اور خدا کرے تمکو نوکری بھی مل جائے اور نوکری بھی مل جائے تو معقول یعنے جب تم کو مدرسے سے طالب العلمی کا تعلق باقی نہ رہے۔ اُس کے بعد بھی تم سٹڈی کرتے رہو اور کتاب بینی کو اپنے جیتے جی کا مشغلہ بنا لو۔ روحانی لذتوں میں سے ایک لذت کتاب بینی کی بھی ہے کہ جس کو اس کی چاٹ پڑ جاتی ہے باقی تمام لذتیں اسکی نظر میں حقیر ہو جاتی ہیں۔ شاید اُسکا ظاہر حال خستہ و خراب ہو مگر میں نہیں سمجھتا کہ دنیا میں اُس سے زیادہ کوئی خوش ہو سکتا ہے ؎

نہیں ہے قانع کو حاجت زر وہ مفلسی میں بھی ہے تونگر
جہاں میں مانند کیمیاگر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے

میں جو کتاب بینی کی بیچ کر رہا ہوں اور تم کو اُس کی ترغیب دلاتا ہوں سُنی سنائی نہیں کرتا میرے تو یہ شعار زندگی ہو گئی ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ اگر مجھکو کتاب بینی کا شغل بھی نہ ہوتا تو خدمت سے علحدہ ہونے پیچھے کیونکر زندہ رہتا۔ اور ہاں نوکری کی حالت میں بھی کتاب بینی کی عادت نے بڑے بڑے کام دئے ہیں۔ دو موقعوں کو تو میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ میں ایجوکیشنل لائن سے نکلکر اول اول ساٹھ سلیم پور ضلع کانپور میں تحصیلدار مقرر ہوا۔ آج تو میں تحصیلدار مقرر ہوا۔ اور دو تین مہینے بعد تحصیلداروں کا امتحان ہونے والا تھا۔ سر چارلس الیٹ جوان دنوں بنگال لفٹنٹ گورنر ہیں مجسٹریٹ ضلع تھے۔ انھوں نے میری جدید العہدی پر نظر

۵ یعنے اُسکو اپنے پاس سے علم دیا ۱۲

نہ ہونے پائے اور ہیں اس کے لئے علیگڈھ کالج کی ڈسپلن (ضوابط و قواعد) کو کافی سمجھتا ہوں جو لڑکے قبل الوقت
زیادہ پابندی مذہب دکھاتے ہیں میرا تجربہ یہ ہے کہ یا جاہل رہتے ہیں یا بڑے ہو کر ان کی مذہبی فیکلٹی کند پڑجاتی
ہے الا ماشاء اللہ دل میں تو تقاضا ہے نہیں اس واسطے کہ تقاضا پیدا ہونے کی عمر نہیں پس وہ جو زیادہ تر اپنے
(مذہبی) بننا چاہتے ہیں ضرور ہے کہ متصنع اور مرائی ہوں اعمالھم[1] کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف
لا یقدرون مما کسبوا علی شیٔ کتنا ہی طالب العلموں کو سمجھاؤ۔ منع کرو کہ مذہبی گورکھ دھندوں کے سلجھانے
کا تمہارا وقت نہیں ہے مگر وہ کب باز آتے ہیں حقیقت میں یہ بیچارے بھی طبیعت سے مجبور ہیں۔ مذہبی اختلافات
تو سدا سے چلے آئے ہیں اور نہ صرف چلے جائینگے بلکہ بڑھتے چلے جائیں گے ولو[2] شاء اللہ لجعل الناس امۃ
واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم مگر ایسی چھیڑ چھاڑ جیسی کئی کئی برس سے دیکھنے
میں آتی ہے ہمارے تو خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ اگلے وقتوں میں مذہبی علما وہ بھی سب نہیں بلکہ بعض
اپنی جودت طبع دکھانے کے لئے علم کلام میں کوئی ایک آدھ رسالہ لکھ مارا کرتے تھے ادنا کو مباحثہ و مناظرہ
سے کچھ سروکار نہ تھا عیسے بدین خود موسی بدین خود - یا اب تو یہ حال ہو گیا ہے کہ جو جس دین کا ہے پڑھا ہے
تو اور نہیں پڑھا ہے تو جانتا ہے تو اور نہیں جانتا ہے تو اپنی جگہ مجتہد اور مجاہد بنا پڑا پھرتا ہے۔ یہ ہیں نتیجے رعایا
کی بے ہنگام آزادی اور گورنمنٹ کی نیوٹریلٹی یا امپارشلیمیٹی کے۔ چاہے وہ مجبوری ہی سے کیوں نہ ہو معلوم ہوتا
ہے کہ مذہب کی متوالی کو دوں کھا کر دنیا سڑی ہو گئی ہے تو کیونکر توقع کیجائے کہ طالب العلموں کے کانوں تک
اس غل کی آواز نہ پہنچے۔ آواز پہنچتی ہے تو خدا نے کان دیئے ہیں چار و ناچار سنتے ہیں اور سنتے ہیں تو خدا نے عقل
دی ہے چار و ناچار طبیعت لڑاتے ہیں۔ غرض طالب العلم نہیں چاہیں تا ہم انکو مذہب کی نسبت ایک ایک
رائے قائم کرنی پڑتی ہے۔ جب طلبہ میں اتنی صلاحیت نہ ہو کہ وہ پولیٹکل باتوں میں رائے زنی کریں تو ان میں
اسکی صلاحیت کہاں سے تسلیم کی جاسکتی ہے کہ مذہب کا فیصلہ کریں۔ کیا مذہب پولیٹکل باتوں سے بھی گیا گذرا
ہوا جس کے اختلافات دنیا کے ساتھ ساتھ پیدا ہوئے اور کیسے حکیم کیسے فلسفی کتنے مناظر کتنے متکلم ہو گزرے
اور یہ اختلاف رفع نہوا پر نہوا۔ تو اے طالب العلمو مذہب سے قطع نظر بھی نہ کرو اور قطع نظر تم کر بھی نہیں سکتے مگر اتنا
توغل بھی نکرو کہ تمہارے پڑھنے لکھنے میں حرج واقع ہو جس کام میں تم لگے ہو یہ بھی داخل عبادت ہے بشرطیکہ

ف۱ انکے کئے جیسے راکھ کہ اڑا لے گئی اسکو ہوا آندھی کے دن اپنے کئے پر کچھ قدرت نہیں رکھتے ۱۲ ف۲ اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک سا
کرتا اور لوگ ہمیشہ اختلاف میں رہینگے مگر جس پر اللہ رحم کرے اور اسی لئے انکو پیدا کیا ۱۲

اس سے بہتر ہے کہ اس بحث کو یہیں رہنے دو کہاں تدریس کرتا ہے کہ تمکو ایک ذرا ساہنٹ کر دیا گیا کہ بات تمہا
کان میں پڑی رہے اور اس سے زیادہ زیادہ کہا جا چکا ہے اُسی کا کیا اثر ہوا کہ آج کے کہے کا ہوگا۔ زمانہ کا رنگ
دیکھکر تعلیم کے متعلق جو **سیف** (محفوظ و بیخطر) شوریٰ دیا جا سکتا ہے یہ ہے کہ جو گورنمنٹ کہے سو کرو اور
جو تمہاری سوسائٹی کہے سو کرو **شعر** کرو تحمل کہ عاشقی میں نہ یوں کرو گے تو کیا کرو گے ۔٭ جو درد یہ ہے تو
درد مند و کہاں تلک تم دوا کرو گے ٭ اب اپنی طرز معاشرت کی نسبت ایک بات سنو۔ اس زمانہ میں طالب
العلمی سے بڑھکر بھی کوئی مصیبت نہو گی انگریزی نہیں پڑھتے تو پیٹ کو روٹی نہیں ملتی پڑھتے ہیں تو مذہبی طعنوں
کے علاوہ مغرور اور بے ادب اور مسرف سمجھے جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ گالی لاٹھی نہیں پتھر نہیں چھری نہیں
کہ خون نکلے۔ ہڈی ٹوٹے۔ گوشت پھٹے۔ رگ کٹے۔ مگر خدا جانے کیا چیز ہے کہ ان سب سے زیادہ ایذا دیتی ہے ؎
جراحات السنان لہا التیام ٭ و لایلتام ما جرح اللسان ٭ یہی حال ہے مطاعن کا۔ پہلے تو عام انگریزی
خوانوں پر مذہبی ملاحی گالیاں پڑا کرتی تھیں۔ سو شکر ہے کہ اُن میں تو بہت کمی ہے اب سارا نچوڑ ہمارے اس
کالج کے طالب العلموں پر ہے۔ سوان حضرت سرسید کی بدولت اور میں دیکھتا ہوں تو سرسید بھی بجائے خود اپنے
اور تمہارے حصے کی گالیوں کا خوب انتقام لے رہے ہیں ؎ اسی طرح بت بدخو کو رام میں نے کیا ٭ جب
اُسنے دی مجھے گالی سلام میں نے کیا ٭ اور اس سے زیادہ شدید انتقام یہ ہے کہ پابندی مذہب کالج کے
ڈسپلن میں داخل ہے لوگوں کو ان کے تعصب نے اندھا بہرا کر رکھا ہے مگر کالج کے در و دیوار تو اندھے
بہرے نہیں ہیں وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحھم[1] ذرا صبر کرو۔ ایک دن ہوگا کہ مسجد
کی اینٹیں گواہی دیں گی کہ اے خدا ان طالب العلموں کے سر پر سے لئے ہم پر جھکے اور اُن کی لال لال
ٹوپیوں کے پھندنے۔ اور پیشانیاں خاک آلودہ ہوئیں۔ اُس وقت تمکو سعدی کے اس مقولے کی تصدیق ہوگی
؎ نیک باشی و بدت بیند خلق ٭ بہ کہ بدباشی و نیکت بینند ٭ آدمی کو خدا نے کئی فیکلٹیز (قابلیتیں) عطا فرمائی
ہیں۔ اُن میں سے ایک مذہب بھی ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا[2]۔ اور یہ فیکلٹی (خلقی قابلیت) پورے
طور پر ڈولپ (تروتازہ و شاداب) ہوتی ہے۔ اُسوقت جب آدمی سن وقوف کو پہنچتا ہے اور انبیا علیہم السلام جو
چالیس برس یا اُس سے بھی زیادہ عمر میں مبعوث ہوئے تو اُسکی بھی یہی وجہ ہے تو میرے نزدیک نوعمر لڑکوں سے
جیسے ہمارے طالب العلم ہیں اسقدر پابندی مذہب کرانی چاہئے کہ اُنکی مذہبی فیکلٹی معدوم یا شنڈ پژمردہ و افسردہ

[1] سب چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم نہیں سمجھتے ۱۲ [2] اللہ کی بناوٹ جسپر لوگوں کو بنایا ۱۲

اور غرور تمام رذیلتوں میں بدترین ذلیت ہے۔ کہ مغرور آدمی جتنا اپنے تئیں دور کھینچتا ہے وتنا ہی لوگوں کی نظروں میں گرتا اور ذلیل و مبغوض ہوتا چلا جاتا ہے **شعر**

مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہوگیا۔ آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہوگیا

کچھ معلوم ہے کہ اگر ہم ایک قوم کی قوم کی بنسبت دریافت کرنا چاہیں کہ ان میں خودداری ہے یا نہیں اور ہے تو کتنی ہے تو اسکے معلوم کرنے کا کوئی معیار بتا سکتے ہو۔ نہیں بتا سکتے۔ مجھسے سنو۔ اسکا معیار ہے اُن کا لٹریچر۔ خدا فارسی کا کھوج کھوئے اور الحمدللہ کہ ہمارے ہاں سے تو کھویا ہی گیا اس کمبخت نے مسلمانوں کے اخلاق پر ایسا برا اثر کیا کہ خودداری کا سنس نکلگیا مبالغہ اور جھوٹ اور نفاق اور ریا اور تصنع اور تکلف اور خوشامد فارسی لٹریچر کے یہی کچھ ہنر ہیں اور جن لوگوں کی گھٹی میں یہ زہر لایا گیا ہو وہ خودداری کو کبر و نخوت سمجھا اور کہا ہی چاہیں عربی کا لٹریچر تم مجھسے بہتر جانتے ہو اسمیں کہیں مجرا اور کورنش اور آداب و تسلیمات نظر پڑا ہے یہی سیدھا سادہ السلام علیکم و علیکم السلام اور کسی نے اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا[1] پر عمل کیا تو وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہدیا۔ آؤ بھگت ہو چکی۔ گفتگو میں مخاطب کے لئے بادشاہ نہیں بادشاہ کا باوا کیوں نہو وہی ایک لفظ انتَ۔ مراسلت کہ وہ بھی مکالمہ ہی ہے مگر غائبانہ گفتگو کی ھُوَ ھُوَ نقل۔ ایک خط تو قرآن میں موجود ہے انہ من سلیمان و انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الا تعلوا علی و اتونی مسلمین[2] اور پیغمبر صاحب کے خطوط احادیث میں منضبط ہیں مہربانی فرما کر انکو دستور الصبیان سے لیکر **انشاے طاہر وحید** اور **ابوالفضل** تک کے خطوط سے ملالینا اور ہاں مادہو رام نامی ایک ہندو صاحب بھی ہیں اور انکی انشا بھی داخل درس ہے عربی کے لٹریچر نے بھی عجم کے اختلاط کی وجہ سے وہی فارسی کا رنگ پکڑنا شروع کیا تھا کہ شاید اُسی کی نحوست کی وجہ سے بنیاد سلطنت ہی متزلزل ہوگئی **شعر** قدم بے فلاح ذا مسعود گر بدریا رود برآرد دود۔ لٹریچر کو تمنے ایسا سمجھا کیا ہے؟ لٹریچر قومی کیریکٹر کا فوٹو ہوتا ہے اور لٹریچر کا بگڑنا قومی ادبار کی نشانی ہے۔ غرض اگر نیٹوز تمکو بد دماغ سمجھیں تو یہ خود اُن کی اپنی سمجھ کا قصور ہے کیونکہ ان کے مورل مذاق بگڑے ہوئے ہیں۔ اُن کا خودداری کو غرور سمجھنا اس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا جیسے کسی شخص کو تپوں کا غلبہ ہو اور اُسے میٹھی چیز کڑوی لگے۔ میں تے اس بات کو بہت ہی افسوس کے

---

[1] جب تمکو کوئی دعا دے تو تم اس سے بہتر دعا دو۔ [2] یہ خط سلیمان کی طرف سے اور شروع ہے اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے کہ زور نہ کرو میرے مقابل اور چلے آؤ حکم بردار ہوکر۔

نیت بخیر ہو اور اس سے زیادہ اور کیا نیت بخیر ہو سکتی ہے کہ تم مسلمانوں کی قوم کو معزز بنانا چاہتے ہو جس کا دوسرا عنوان ہے اعلاء کلمۃ اللہ۔ دین و دنیا کے تعلق پر ابھی تھوڑی دیر ہوئی میں کچھ ریمارک کر چکا ہوں اب اسی قدر کہنا چاہتا ہوں کہ ہمکو خدا نے دین اور دنیا پر اتنا اختیار دیا ہے کہ چاہیں دونوں کو لڑا ماریں اور کبھی ملنے نہ دیں اور یہ بالکل خدا کی مرضی کے خلاف ہے اور چاہیں دونوں میں ایسا اتحاد پیدا کر دیں کہ دونوں یک جان و دو قالب رہیں جیسے ہمارے سرسید اور ہمارے جلسے کے پریزیڈنٹ نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں صاحب بہادر کہ ان دونوں میں سے ایک مرتبہ کسی نے لکھا تھا کلا نا روح واحد حل فی جسدین[1]۔ یا اسیطرح کی کوئی دوسری عبارت۔ اور خدا کی بھی عین مرضی یہی ہے کہ دین و دنیا میں ایسا ہی گاڑھا اختلاط ہو۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہمارے اپنے صرف ارادہ سے کہ جو روکو کما کر کھلائیں اور وہ کمائی ہمارے نامۂ اعمال میں عبادت لکھی جائے۔ خدانخواستہ کوئی دوست بیمار پڑے اسکی عیادت کو جائیں اور جو قدم اوٹھائیں جنت کی طرف۔ چاہے کوئی ہمیں مرتد بنائے یا کافر ٹھہرائے مولویوں کے مسئلوں میں تو اپنی عقل کچھ کام کرتی ہے نہیں۔ سفر میں نماز کے قصر کرنے کا حکم ہے اور نہ کرو تو گنہگار۔ اسواسطے کہ خدا اپنے بندوں پر آسانی کرے اور وہ اُس آسانی سے فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ایک طرح کا کفران نعمت ہے۔ بڑا عمدہ خیال ہے اسے کاش اسکو اتنی وسعت دی جائے کہ لوگ روٹیوں کا کچھ دھندا کریں اور خدا بھی خوش رہے۔

اب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمھاری بنسبت مغرور و بے ادب و مسرف کے الزام کہاں تک صحیح ہیں یہ اور اسطرح کے اور چند الزام متفرع ہیں خود داری پر جو ضروری نتیجہ انگریزی تعلیم کا ہے۔ لوگ تو تمکو ملزم قرار دیتے ہیں اور میں کہتا ہوں اور پکارے کہتا ہوں کہ تمہاری ساری اداؤں میں بس یہی ایک ادا مجکو سب سے زیادہ پسند ہے وہ جو کہتے ہیں **ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات** بس اسی ایک ادا سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کچھ کر کے دکھاؤ گے۔ خود داری ہے کیا چیز۔ سلف ارسپکٹ یعنی آپ اپنی عزت کرنا جب ہم آپ اپنی عزت نہ کریں تو ہم دوسروں سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں کہ ہماری عزت کرینگے آپ اپنی عزت کرنا ایسا اچھا خیال ہے کہ انسان کو کسب کمال اور برتری اور ترقی اور لیاقت کی طرف برانگیختہ کرتا رہتا ہے پس وہ انسان کے حق میں ایک بڑا عمدہ سائق ہے۔ اس خیال کا آدمی کبھی فروتر حالت میں رہ نہیں سکتا کیا خوب کہا ہے **شعر**

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق ۔۔ باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

پر ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ خود داری میں افراط نہو نے پائے کہ خود داری میں افراط ہوئی اور وہ منجر بغرور ہوئی

[1] ہم دونوں ایک جان اور دو قالب ہیں ۱۲

لکچر نمبر ۱۷ - توحید

جو

جناب مولانا و بالفضل اولٰنا مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب

نے

انجمن حمایت اسلام لاہور کے نویں سالانہ جلسہ میں دیا

سنہ ۱۸۹۴

بفرمایش محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں

مطبع انصاری واقع دہلی میں رونق طبع پائی

ساتھ سنا ہے کہ ایسا ہی خیال بعض صاحب لوگوں کا بھی ہے۔ اور ہو تو کچھ تعجب نہیں۔ انگریزی خوانوں کو اس نیشنل کانگرس نے بہت بدنام کردیا ہے اور سب طعنے اور اعتراض تو سہے بھی جا سکتے تھے مگر **کانگرس والا** کہلانے سے بیشک ایذا ہوتی ہے چاہے اسکو طبیعت کا بودا پن سمجھو یا انگریزوں کی خوشامد یا کانشنس کا تقاضا۔ یا دوست دشمن کا تفرقہ اور نفع و ضرر کا امتیاز اگرچہ انگریزی لٹریچر عربی لٹریچر کی طرح فارسی کے عیوب سے پاک ہے اور اسی وجہ سے انگریز لوگ سب سے زیادہ خودداری کی قدر کرنے والے ہیں مگر نشۂ حکومت میں بعض از خود رفتہ بھی ہو جاتے ہیں اور یہی ہیں جو نیٹوز کی خودداری کو دیکھ نہیں سکتے۔ انکے نشے پر کڑک کا کام دیتی ہے عملوں اور خدمتگاروں کی مدارات۔ جو کان کچہری میں اور بنگلہ پر ایک طرف **غریب پرور** اور **حضور** اور **جناب عالی** اور دوسری طرف **فدوی** اور **نمک پروردہ** اور **غلام** اور **خانہ زاد** سننے کے خوگر ہوں اونکو **آئی** اور **یو** کی مکروہ آواز سے ایذا ہو تو تعجب۔ مگر سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ جسمیں خودداری نہیں اسمیں آنر نہیں صداقت نہیں دیانت نہیں مروت نہیں وفاداری نہیں ہمت نہیں۔ دلیری نہیں۔ استقلال نہیں۔ بیشک چاپلوسی سے دنیا میں بہت سے کام نکلتے ہیں لیکن سلف رسپکٹ (خودداری) کو سیکریفائیس (قربان) کر کے کوئی کام نکلا بھی تو ایسی کامیابی پر لعنت۔ طالب العلمو اتمکو بڑی مشکل کا سامنا ہے شاید نپر نالائقوں کو ترجیح دی جائے شاید تمھارے حقوق پامال ہوں مگر کچھ بھی ہو سلف رسپکٹ کو ہاتھ سے نہ دینا۔ یہ خود ایک ایسا سٹیسفیکشن (اطمینان قلب) ہے کہ تمام فائدے اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں لیکن اس خیال کے راسخ کرنے کے لئے اخلاقی اور مذہبی خیالات کا پکا ہونا شرط ہے **شعر**

کشود کار کسی سے یہاں ہوا بھی ہے
سماجت انکی بھی آخر کوئی خدا بھی ہے

خدا شاہد ہے میرے دل میں گر کچھ بھی شرارت ہو
طبیعت ہی تو ہے مجھ سے تحمل ہو نہیں سکتا
کُھلا کرتا ہوں اس غم میں مگر بے سود و لاحاصل
مُسلمانوں کی حالت دیکھ میرا دم اُلٹتا ہے
کہاں وہ سلطنت اور وہ حکومت وہ جہانداری
کہاں یہ مفلسی یہ ناکسی یہ ذلت و خواری
یہ میری عمر آئی ہے اور اب تھوڑی سی باقی ہے
خدا کا شکر ہے میں حال پر اپنے بہت خوش ہوں
مجھے پوری سبکدوشی ہے افکارِ معیشت سے
میں اپنی نیند سوتا ہوں مزے سے پاؤں پھیلا کر
نہ گردن میں مری طوق غلامی ہے کسی شر کا
نمک خوارِ نظامِ حیدر آبادِ دکن ہوں میں
مجھے ملتا ہے گھر بیٹھے جو یاں پر مل نہیں سکتا
یہ سُن کر حاسدِ بدنفس مر جائے تو مر جائے
نہ طالب جاہ کا ہوں اور نہ خواہاں ہوں تعزز کا
مگر دیکھا نہیں جاتا کہ اپنی قوم غارت ہو
کہ دنیا میں مسلمانوں کی ذلت ہو حقارت ہو
کہ اس قابل نہیں مجھ سے کوئی تقدیم خدمت ہو
الٰہی دشمنوں کی بھی نہ اس درجے بُری گت ہو
معاذ اللہ خدا ہو جائیں گر اُن کی سی حشمت ہو
کہ اپنی قوم کو خود نام سے اپنے ندامت ہو
اگر واقع میں باقی ہو اور اس میں کچھ طوالت ہو
نہیں ہے یہ کہ مجھ کو خاص کر کوئی شکایت ہو
بڑی دولت ہے جب جس حال میں جسکو قناعت ہو
اگرچہ سر پہ میرے شور و غوغائے قیامت ہو
نہ حاکم ہوں کہ مجھ کو فکر بہبودِ رعیت ہو
جب ایسے کا توسّل ہو تو مجھکو کیوں نہ ثروت ہو
اگرچہ نوکری میں عمر ساری صرفِ زحمت ہو
کہ ہم سب کو بھی اطمینان ہو اسکو بھی راحت ہو
مصیبت ہے اگر حکام میں رشد و وجاہت ہو

غرض دنیا میں جتنی حاجتیں انساں کو پیش آئیں
ذریعہ مجھکو گردانے جو خواہاں ہو تقرب کا
نہ مُلا ہوں کہ مسجد ہے مرا کاسہ گدائی کا
قضا ہونے نہ دوں تکبیر اولیٰ ہر جماعت کی
تباہی جو نہ آئی ہے مُسلمانوں پہ آجائے
ارادہ ہے کہ اب اک مدرسے کا جال پھیلاؤں
کمالِ دین داری کی صفت سے متّصف۔ لیکن
نہ لوگوں کو پڑھانا درس دینا کام ہے میرا
میں تم میں آکھڑا ہوتا ہوں جب مجبور کرتے ہیں
تم آجاؤ۔ اور آکر اپنا لکچر دو تو جلسے میں
کوئی بھاری سی معتدبہ رقم چندے کی آجائے
کما لیتے ہیں کتنے آدمی میرے ذریعے سے
اگر اپنے لیئے چاہوں تو کتنا کچھ نہ حاصل ہو
یہ دلوانا بھی دینے ہی میں داخل ہے اگر سمجھو
پھر آتا ہوں تو کہہ دیتا ہوں جو کچھ میرے دل میں ہے
اگر لوگوں کے خوش کرنے کی حاجت ہو تو اُس کو ہے
یہاں تحسین تک اور داد تک کی بھی نہیں پروا
دلوں کو مول لے لیتے ہیں ہم لطفِ مضامیں سے
کوئی سی انجمن میں نے کھڑی کی ہو تو بتلا دو
غرض ہوتی ہے ہر ایک کام میں انسان کے مضمر
کسی مطلب کو تم میری طرف منسوب کر دیکھو
اور اس کے بعد سوچو تو تمھارا دل گواہی دے
بتاؤ کچھ مزا دان لکچروں کا ان سپیچوں کا

ہر اک حاجت کے بر لانے کی مجھکو پوری قدرت ہو
وسیلہ مجھکو ٹھیرائے اگر مشتاقِ جنت ہو
مجھے دعوت میں جانا فرض ہو اوروں کو سنت ہو
مِری موجودگی میں ہو اذاں ہو یا اقامت ہو
مجھے کیا چاہیئے ہے میں ہوں مسجد ہو امامت ہو
کہ اس تدبیر سے چندے کے ملنے میں سہولت ہو
دکھاوے کا تقدّس ہو نمایش کی عبادت ہو
کہ یہ سب دردِ سر از بہر اظہارِ لیاقت ہو
کہ گر تشریف لاؤ مہربانی ہو عنایت ہو
ہجوم و ازدحامِ خلق ہو لوگوں کی کثرت ہو
ہماری انجمن کو فخر و استحکام و قوت ہو
تمھیں ہو احسان تو فائدہ مجھ کو مسرت ہو
بہت کچھ ہو گدائی کی اگر میرے تئیں لت ہو
کہ مثلِ خیر ہے گر خیر کے اوپر دلالت ہو
خوشی ہو اس کے سُننے سے کسی کو یا کہ نفرت ہو
کہ جو امیدوارِ بخشش و انعام و خلعت ہو
سخن بے قدر و کاسد ہے اگر شاباش قیمت ہو
مگر دل حق پسند و شیوۂ انصاف طینت ہو
ہے کوئی کارخانہ میرے ذمّے جس کی خدمت ہو
کرے انکار گر کوئی تو انکار بداہت ہو
خدا نے عقل دی ہے صاحبِ فہم و فراست ہو
کہ ناممکن ہے جز اصلاح میری کوئی نیّت ہو
بجز اس کے کہ لوگوں کے تئیں مہمیزِ عبرت ہو

یہ کس سے ہو کہ مارے مارے کتّے کی طرح پھریے
سلام از دور کر لیتے اگر صاحب کو فرصت ہو

خدا تک پہنچنا آساں اور ان تک پہنچنا مشکل
مگر ہاں خانساماں جی کی تقریب و شفاعت ہو

بصد دقت جو پہنچے بھی تو صاحب پوچھتے کیا ہیں
کہ وال بتلاؤ گر آب و ہوا میں کچھ ردائت ہو

یہ کالا لوگ کا عادت ہے میلا گھر میں رکھتا ہے
اسی سے کالرا اور انفلوئنزا کی شدت ہو

گھڑی کو دیکھکر فرماتے ہیں خلق و مروت سے
کہ پرسوں میل جانے کو ہے اچھا آپ رخصت ہو

یہ ملنا ہے اگر ملنا اسے کہیے تو فرماؤ
کہ اس جلدی میں کیونکر عرض مطلب کی جسارت ہو

نہ میرا مدعا ہے نامور ہونا زمانے میں
نری شیخی ہی شیخی ہے اگر لوگوں میں شہرت ہو

کسی کی ایک کوڑی مجھ کو دینی ہو تو بول اُٹھو
تنازع کس لیئے ہو وارثوں سے کیوں عدالت ہو

اگرچہ ساز و سامان تکبر جمع ہیں سارے
مگر حاشا کہ مجھ سے بھول کر ایسی حماقت ہو

پر استغنا و خودداری کے ہوتے کیا تعجب ہے
کسی ناداں کو گر مجھ پر گمان عُجب و نخوت ہو

فقط اک مشغلے کے طور پر تھوڑی تجارت ہے
اب اس میں آگے چل کر فائدہ ہو یا خسارت ہو

اگر کچھ فائدہ ہونا ہے ہو گا لاجرم ہو گا
حسد ہو کس لیئے اور کیوں کسی کو رشک و غبطت ہو

پہنچتا ہے ہر اک کو جس قدر جس کا مقدر ہے
موافق چاہیئے تقدیر ہو تدبیر یا مت ہو

وگر نقصاں خدا ناخواستہ قسمت میں لکھا ہے
اسے برداشت کرنے کی الٰہی مجھ کو ہمت ہو

ولیکن یہ نہ ہو لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاؤں
مجھے آ جائے مرگِ ناگہاں گر ایسی نوبت ہو

مسلمانوں کو بھی توفیق دے یارب کہ گھر گھر میں
تجارت ہو! تجارت ہو!! تجارت ہو!!! تجارت ہو

نہ شیخِ وقت ہوں اس بات کے درپے کہ لوگوں کو
ارادت ہو عقیدت ہو میرے ہاتھوں پہ بیعت ہو

کوئی قائل ہو میری خرق عادت کا کرامت کا
کوئی گرویدۂ رمزِ دعا و سرِّ ہمت ہو

ابھی سلبِ مرض ہو گر کسی پر پڑھ کے چھو کر دوں
توجہ ڈال دوں تو مرغِ بسمل کی سی حالت ہو

لطیفات الحیل جاری ہوں میرے ہر بنِ مو سے
قبول خلق و جلب منفعت سے خاص نسبت ہو

فقیری دوسرے لفظوں میں ہے فرمان آزادی
وہ مرفوع القلم کیا ہو جو محکوم الشریعت ہو

کوئی اولاد کی درخواست لیکر میرے پاس آئے
کشایش کا کوئی طالب ہو تا روزی میں وسعت ہو

اگر چاہوں زن و شوہر باپ بیٹے کو لڑا ماروں
رکھوں دل پر تو جانی دشمنوں میں اُنس الفت ہو

کے ہاتھ رہی ہے۔

آفتاب کیا ہے زمانہ کی رفتار۔ مقتضائے وقت۔ جس کا دوسرا نام ہے ڈکری آف گاڈ۔ یعنے حکم خدا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہی۔ دہر یعنے زمانے کو بُرا نہ کہا کرو۔ کیونکہ جس کو تم لوگ دہر سے تعبیر کرتے اور اُس کو متصرف فی الامور سمجھتے ہو۔ وہ متصرف فی الامور میں ہوں

نبارد ہوا تا نگوئی ببار   زمیں نا ورد تا نگوئی بیار

اس میں ایک مذہبی تعلیم مضمر ہے جو اسلام کے ساتھ خاص ہی۔ کہ سوائے خدا کے کسی کو فرشتہ ہو یا پیغمبر انتظام دنیا میں چھوٹا کام ہو یا بڑا۔ کچھ دخل نہیں۔ اور یہ اسباب کا سلسلہ جو دیکھتے ہو ایک دام ہے ابلہ فریب

این نقش کہ دانیش نمونہ   کنہش زدہ نعل واژگونہ

جو شارٹ سائٹڈ ہیں اور دور کی چیز دیکھ نہیں سکتے۔ اُن کو اسباب ظاہر نے گھیر رکھا ہے اُنکی نظر کی رسائی اُن ہی اسباب ظاہر تک ہے اور بس۔ مگر اسلام دُنیا کو فارسینگ (دوربین) بناتا ہے کہ یہ اسباب ظاہر مامور او مجبور ہیں عین لڑائی کے وقت کسی صحابی کی چادر ہوا سے اُڑگئی۔ وہ جیسا دستور ہی ناخوش ہو کر لگے ہوا کو بُرا کہنے۔ فرمایا۔ لَا تَسُبُّوا الرِّيحَ فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ [1] تو بات وہی نکلی کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اُسی ذات پاک کے حکم سے ہو رہا ہے لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ [2] اُس کو مت قیاس کرو دنیا کے بادشاہوں پر کہ اِن میں سے جو بڑے بیدار مغز ہیں۔ وزیروں کی آنکھوں سے دیکھتے۔ اُن ہی کے کانوں سے سُنتے۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ اُن ہی کے ہاتھوں سے لکھتے۔ اور اُن ہی کی زبان سے بولتے بات کرتے ہیں۔ جس طرح کسی مصلحت سے جسکو ہم نہ سمجھے ہیں اور نہ اس زندگی میں سمجھینگے۔ اسباب کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ اسیطرح اگر اُس کی سرکار میں فرشتے ہوں اور اگر ہیں لیا سینے۔ یقیناً ہیں۔ کیونکہ ہمکو مخبر صادق نے ایسی ہی خبر دی ہے تو ہمکو استعجاب کی کوئی وجہ نہیں غایتہ ما فی الباب وہ بھی منجملہ اسباب ہوں۔ جس طرح دوسرا اسباب سے جو مرئی اور مشاہد ہیں۔ اس کی قدرت کاملہ اسکی بے نیازی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ان میں سے ایک فرشتے بھی سہی۔ جب اسطرح اسباب ظاہر کو اور اسباب ظاہر کی تخصیص بھی کیوں کروں بلکہ ماسوی اللہ کو انتظام دُنیا سے بے دخل محض سمجھ لوگے تب تمکو هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ کے معنی معلوم ہونگے کہ شارٹ سائیٹڈ کی نظر میں وہ اگر ہے تو صرف سبب اول باطن ہے اور فارسینگ کی نظر میں جیسا وہ اول و باطن ہے ویسا ہی آخر و ظاہر بھی ہے۔ کیونکہ درمیانی اسباب

---

[1] ہوا کو بُرا مت کہو وہ تو بیچاری تابعدار ہے ۱۲ [2] اُسکے حکم بغیر ذرہ تک نہیں ہلتا ۱۲

غلط فہمی بتائی جائے تاآگے کو سیدھے ہوں ... خطا کاری دکھائی جائے تا آیندہ عصمت ہو
لگا دے تازیانہ گر کسی کو سست رو دیکھے ... چبھو دے آر گر اُس کے چبھونے کی ضرورت ہو
کھلی ہی کی کھلی رہ جائیں آنکھیں سننے والوں کی ... کھلے ہی کے کھلے رہ جائیں منہ حیرت سی حیرت ہو
وہ افسانہ ہو منہ دیں جسکے سننے سے اُچٹ جائیں ... وہ نوحہ ہو درو دیوار تک کو جس سے رقت ہو
وہ چھوڑ ان چھانٹ دے بادی تعصب لائے بے جا کی ... وہ چٹنی تر شئے مست مے پندار و غفلت ہو
نہیں کچھ مگر آئینہ صافی دروں جس میں ... بعینہ منطبع ہوتی ہے جیسی جس کی صورت ہو
اگر آئینہ دکھلاتا ہے زنگی کی سیہ روئی ... اُسے آئینے سے کس واسطے بغض و کدورت ہو
اُسی غازہ بہم پہنچائے ایسا جس کے ملنے سے ... کلف چہرے کا اُسکے دور ہو گوری رنگت ہو
نہیں نے عمر بھر اخبار کی جانب توجہ کی ... یہ وہ کرتا ہے جو واماندہ تدبیر و حیلت ہو
کسی کی ہجو لکھے یا کسی کی مدحت بے جا ... محال عقل ہے بے اسکے ترویج و اشاعت ہو
مذاق قوم بگڑے ہیں کچھ ایسے ان دونوں آکر ... نہ پوچھے کوئی گر پابندئے صدق و دیانت ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں سمجھتا ہوں مسلمان (اہل قسم مسلمان) جن کے لئے لکھنا پڑھنا تحصیل معاش کا ذریعہ ہے اب ان کلے ہیں کہ اس زمانے میں انگریزی تعلیم رزق کی ڈوئی ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں تعلیم انگریزی اب بہت اچھی طرح رواج پا گئی ہے اور باقی چلی جاتی ہے۔ عربی فارسی کا کچھ یوں ہی سا آپ جا جو دیکھتے ہو مہمان چند روزہ ہے

مصرع ہمچو یخ اندر آفتاب تموز + آفتاب کے لفظ پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی ہے تو فرضی اور خیالی مگر اس کا نتیجہ بڑا عمدہ ہے کہ ایک مرتبہ آندھی اور آفتاب میں بحث ہو پڑی کہ دونوں میں کون زیادہ طاقتور ہے۔ کوئی راہ گیر لبادہ اوڑھے چلا جاتا تھا۔ بیچارے کی شامت جو آئی تو یہ ٹھیری کہ آؤ اس پر زور آزمائی کریں اور اس کا لبادہ اُتروائیں۔ پہلے ہوا کا ایک ایسا زور کا جھونکا آیا کہ راہ گیر کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ لگا غبارے کی طرح معلق اُڑا اُڑا پھرنے۔ اتفاقاً کسی گڑھے میں گرا تو وہیں زمین پکڑ کر بیٹھ گیا۔ آندھی جھکڑ بنی۔ بگولا بنی مسافر ہے کہ مزے سے امن کے گنبد میں بیٹھا ہے۔ اس کے بعد آفتاب نے دھوپ نکالی۔ اور آہستہ آہستہ دھوپ تیز ہوتی گئی۔ چند منٹ نہیں گزرے تھے کہ مسافر نے آپ سے آپ لبادہ اُتار پھینکا اور بازی آفتاب

امروزہ آیندہ زندہ رہنے کی توقع کرسکتا ہے ویسی ہی توقع ایک پیر فرتوت بھی کرتا ہے اور اگر عمر کے کسی درجے میں زندگی کی طرف سے بے اعتمادی ہو تو انتظام دنیا درہم برہم ہو جائے ۔

فرض کرو کہ آسمان میں کوئی ایسا فرشتہ ہو جسکو زمین کا کچھ حال معلوم نہ ہو اور اُس سے کہا جائے کہ قدرت کے کارخانے میں ایک زمین بھی ہے۔ اُسپر آدمی بستے ہیں ذی شعور۔ اور اُن کا حال یہ ہے کہ اُن کی بڑی سے بڑی عمر ستر برس کی ہوتی ہے اکثر اعمار امتی بین ستین وسبعین اور وہ بھی غیر مقرر جس کا وقت آدمی کو نہیں بتایا جاتا۔ اچھا تو وہ فرشتہ ہماری نسبت ایک خیال پیدا کریگا۔ اور ضرور سمجھیگا کہ ہم لوگ دنیا میں اُٹھاؤ چولھے کا سا رہنا رہتے ہوں گے۔ ہمہ وقت سفر عاقبت کے لیئے کمربستہ طیار۔ اور وہ فرشتہ یہ بھی ضرور سمجھے گا کہ جب یہ لوگ ذی شعور ہیں اور اُنپر خدا کے احکام نازل ہوتے اور ان پاس پیغمبر جاتے رہے ہیں تو یہ لوگ نیک بھی پرلے ہی درجے کے ہوں گے۔ اور اپنی تمام مختصر اور بے ثبات زندگی عبادت الٰہی میں صرف کرتے ہوں گے +

بہت خوب۔ اب فرض کرو کہ اُن فرشتے صاحب کو حکم ہوا کہ زمین پر جاؤ اور آدمیوں کے حالات دیکھ ریپورٹ کرو اور اپنی راے بھی لکھو۔ فرشتے صاحب آئے اور تمام روئے زمین کی سیر کی۔ ہر ملک اور ہر قوم اور ہر قسم کے آدمیوں سے ملے۔ جزو کل حالات دریافت کئے اور سب کچھ دیکھ بھال کر رپورٹ لکھنے بیٹھے۔ تو فرماؤ وہ فرشتہ کیا رپورٹ لکھیگا یہی کہ اگر میں نے زمین اور آدمیوں کی شناخت میں غلطی نہیں کی تو میں ان کا عجیب حال دیکھتا ہوں۔ یہ تو ایسے اطمینان سے بیٹھے ہیں کہ گویا ان کو مرنا ہی نہیں۔ عمارتیں بنواتے ہیں پکی مستحکم جن میں یہ تو یہ ان کے بیٹے پوتے پڑپوتے پڑپوتے بڈھے پھونس ہو ہو کر مرکھپ جائیں۔ اور عمارتیں جیسی کی تیسی قائم۔ باغ لگواتے ہیں ایسے کہ دادا۔ پردادا۔ سکڑدادا لگائے اور اولاد۔ اولاد کی اولاد۔ اور اولاد کی اولاد کی اولاد پھل کھائے جتنی چیزیں ان کے مصرف کی ہیں۔ یہاں تک کہ جوتی اور کپڑا وہ بھی پائدار اور جلاؤ دیکھے بدون نہیں لیتے۔ ان کی زندگی محدود ہے۔ بے شک۔ بے ثبات ہے بے شک۔ اور یہ ان باتوں کو جانتے اور مانتے بھی ہیں بے شک۔ مگر یہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں +

جب موت جیسی چیز کے ساتھ آدمی کا یہ برتاؤ ہے تو کیونکر اِس سے اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ اسباب ظاہر سے قطع نظر کرکے ایسے سبب کا قائل ہو یعنے خدا پر ایمان لائے جسکو وہ دیکھ نہیں سکتا لا تدرکہ الابصار

له میری امت کی اکثر عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوں گی ۱۲   له نظریں اسپر احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ نظروں پر محیط ہے ۱۲

عجز و بے اختیاری کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہیں۔ اور اسلام جو بت پرستی کا سخت مخالف ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ بت پرستی اسباب ظاہری کی پابندی اور شارٹ سائیٹڈنس سکھاتی ہے۔ مگر انسان کچھ ایسا بودا مخلوق ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا[1] اس کا جسم تو بہت سے جانوروں کے مقابلے میں جیسا کمزور ہے سو ہے۔ اسکا دل اس کے جسم سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ وہ ایک بات کو سمجھتا ہے اور سمجھتا بھی ہے تو ایسا سمجھنا کہ سوائے تسلیم کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اور پھر اس سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گویا اس بات سے منکر ہے مثلاً موت ایک ایسی یقینی چیز ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر یقین اور کیا ہوگا۔ بلکہ قرآن میں جو ایک مقام پر آیا ہے وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ[2] تو یقین سے موت ہی مراد ہے۔ اور جسطرح موت کا آنا یقینی ہے **بیت**
رہا گر کوئی تا قیامت سلامت ٭ پھر آخر کو مرنا ہے حضرت سلامت ٭ اسیطرح یہ بھی یقینی ہے کہ اسکا وقت مقرر نہیں۔ آجتک تو کوئی آدمی ایسا پیدا ہوا نہیں اور پیدا ہوگا بھی نہیں۔ جسکو بچپنے میں جوان ہونے کا اور جوانی میں بوڑھے ہونے کا کامل یقین رہا ہو۔ ہمارے ملک میں تو زندگی کے بیمہ کرانے کا کچھ ایسا دستور نہیں۔ مگر شاید کسی زمانے میں کسی قوم نے زندگی کی ایسی قدر و حفاظت نہیں کی۔ اور نہ زندگی سے ایسا فائدہ اٹھایا۔ جیسا اہل یوروپ نے ان لوگوں میں زندگی کے بیمہ کا بڑا رواج ہے۔ لیکن بیمہ نکلا ہے بیم سے۔ یعنی بیم مرگ ان سے یہ جوئے کھلواتی ہے۔ اور بیمہ جوا نہیں تو کیا ہے۔ غرض زندگی کی بے ثباتی کا تو حال یہ ہے کہ اسکو اجلی البدیہات حق الیقین جو کہو سو بجا ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں آپ صاحبوں میں کوئی ایک بھی ہے جسکو اس جلسے میں تشریف لاتے وقت یہ واہمہ بھی گزرا ہو۔ کہ دیکھئے انجمن کے مکان تک پہنچتا بھی ہوں یا نہیں۔ اور پہنچتا ہوں تو پورا لکچر سننے پاتا ہوں یا نہیں۔ اور لکچر ختم ہوئے پیچھے صحیح سلامت گھر لوٹ کر آتا ہوں یا نہیں۔ میں یہ بات آپ لوگوں کو الزام دینے کے لیے نہیں کہتا۔ خود میرا کیا حال ہے۔ دلّی سے ریل میں آیا ہوں۔ اور ریل ہی میں واپس جاؤں گا۔ اور یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ ریل بجائے خود محل خطر ہے۔ اخباروں میں ہمیشہ پڑھا کرتا ہوں۔ ریلوں کا ٹکرانا۔ پٹڑی سے اُترنا۔ مشینری کا بگڑنا۔ مگر جب دلّی سے چلا۔ تو پورے یقین سے چلا کہ ضرور لاہور پہنچوں گا۔ اور پہنچوں گا تو ضرور لکچر دوں گا۔ اور اتفاق سے دے بھی رہا ہوں۔ اور ضرور دلّی واپس جاؤں گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے آدمیوں سے کہہ آیا ہوں کہ سٹیشن پر حاضر ہوں۔ اسیطرح جب آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے مثلاً جیسے میں ہوں۔ چاہیئے کہ تصور مرگ ہمہ وقت اُسکے نصب العین رہے۔ لیکن واقع میں حال کیا ہے **مصرع** مرد چوں پیر شود حرص جوان میگردد ٭ جیسے طفل

---

[1] انسان کی خلقت بودی واقع ہوئی ہے ۱۲ [2] اپنے رب کی عبادت کر جب تک کہ وہ وقت آئے جسکا آنا یقینی ہے ۱۲

اُسکو بے تامل آندھی قرار دیتا۔ اور آفتاب کو تو میں کہہ ہی چکا ہوں زمانے کی رفتار۔ مقتضائے وقت جسکا دوسرا نام ہے ڈکری آف گاڈ یعنے حکمِ خدا +

زمانے کی رفتار دھیمی ہوتی ہے مگر سیدھی یعنی اسکا قدم سُست پڑے چھوٹا پڑے۔ مگر پڑیگا آگے ہی کو۔ زمانہ حرکت میں آکر رُکنا اور پیچھے ہٹنا جانتا ہی نہیں۔ احمق اور بدبخت ہیں وہ لوگ جو زمانے کی رفتار کو روکنا چاہیں۔ اے مسلمانانِ پنجاب میں تمکو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم اس حمق اور بدبختی میں چنداں مبتلا نہیں ہوئے اس کی مصیبت کوئی پوچھے پنجاب کے سوا دوسرے مقامات کے مسلمانوں سے اور خاص کر ہم دلّی والوں سے کچھ خبر بھی ہے دلّی ہے کیا چیز؟ وہ سینکڑوں برس ہندوستان کا دارالسلطنت رہی ہے۔ اسکو دوسرے بلادِ ہند سے وہ نسبت تھی جو دل کو اعضائے بدن سے ہُوا کرتی ہے۔ اگرچہ بہت سے مابہ التشبیہ سمجھ میں آتے ہیں مگر سب سے عمدہ وہ ہے جسکا ماخذ حدیث ہے۔ اَلَاۤ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ[1]۔ اسی طرح سارے ہندوستان کا بگاڑ یعنی ادبار اور تنزل اور زوالِ سلطنت اور مفلسی وغیرہ وغیرہ خرابیاں اس سے پیدا ہوئیں کہ پہلے دلّی خراب ہوئی۔ دوسرے اعضاء کا فساد کمتر مہلک ہوتا ہے۔ مگر ہارٹ ڈسیز (بیماری دل) کا بیمار جاں بر ہو نہیں سکتا۔ دلّی کا خراب ہونا تھا کہ تمام ہندوستان تباہی میں آگیا بے شک اب دلّی کچھ نہیں اور کچھ نہیں سے بھی بدتر ہے۔ اور اسکو ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ مگر جیسے میر تقی صاحب فرماتے ہیں **بیت** دل و دلّی ہیں گرچہ دونوں خراب + پہ کچھ لُطف اس اُجڑے گھر میں بھی ہیں + دلّی سے اُس کی تمام عظمتیں چھین لی گئی ہیں۔ اسواسطے کہ وہ چھینی جاسکتی تھیں۔ مگر اسکی حکومت زبان ملکی پر بدستور باقی ہے۔ اور ابھی سینکڑوں برس باقی رہے گی۔ اگر سچ پوچھو۔ تو ہندوستان میں اسلام کی اشاعت دلّی سے ہوئی ہے وکفٰی بہٖ فخرا[2] +

اشاعت اسلام سے میں یہ مراد نہیں رکھتا کہ مسلمانوں نے دلّی میں سلطنت قائم کی جس کی وجہ سے اشاعت اسلام ہوئی۔ بلکہ میں اشاعت اسلام سے وہ اشاعت مراد رکھتا ہوں جو علمائے دین کی وجہ سے ہوئی میں نے اشاعت اسلام کو دلّی کے مفاخر میں گنا ہے۔ اور واقع میں وہ اِسی قابل ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہی اسلام جسکو سرتاسر رحمت اور برکت اور یسر اور سہولت ہونا چاہیئے مسلمانوں کی غلط فہمی اور سوءِ احتمال کی وجہ سے ان کو پریشان کر رہا ہے +

---

[1] سُن رکھو جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ جب تک وہ ٹھیک ہے سارا جسم ٹھیک ہے اور اُسمیں بگاڑ پڑا تو سارا جسم بگڑا۔ میں تمھیں جتائے دیتا ہوں کہ وہ لوتھڑا دل ہے ۱۲

[2] اس کو یہی فخر کافی ہے یعنے اگر اور موجبات فخر نہ بھی ہوں تو ایک فخر اشاعت اسلام بس کرتا ہے ۱۲

دھو یدرک الابصار - یہ ہے منشا بُت پرستی کا - یہ ہے منشا شرک کا - یہ منشا کفر کا - یہ منشا اختلاف مذاہب کا
اگر دوسرے مذہب کے لوگ خدا کے بارے میں غلطی کرتے ہیں تو وہ کسی قدر معذور بھی سمجھے جاتے ہیں کہ انکو
ان کے بزرگوں نے یہی سکھایا یا سجھایا ہے - سب سے بڑی تعجب کی بات یہ ہے کہ مُسلمان بھی کثرت سے اس قسم
کی غلطیاں کرتے ہیں - حالانکہ اسلام کا سارا زور توحید پر ہے یعنی اس بات پر کہ خدا ایک ہے وحدہ لاشریک لہ
اُس کی وحدت اس طرح کی وحدت نہیں ہے - جیسے پنجاب میں ایک لفٹنٹ گورنر یا برٹش انڈیا میں ایک
وایسرائے یا ایک ایمپرس وکٹوریا - یہ وحدتیں ناقص اور برائے نام ہیں - اصلی وحدت اُس خدائے پاک کی
ہے جس کی نہ ذات میں کوئی شریک اور نہ صفات میں لیس کمثلہ شئی نہ صرف اس سے نقص توحید ہوتا ہے
کہ معاذاللہ دوسرا خدا مانا جائے - بلکہ اس سے بھی کہ معاذاللہ دوسرا اُسکے اختیارات میں دخیل مانا جائے اور اس سے بھی
کہ معاذاللہ دوسرا مستحق عبادات سمجھا جائے - بیشک ہر ایک مُسلمان کہیگا کہ میں ایسی کامل اور اصلی توحید کا معتقد ہوں
مگر اسکا یہ کہنا اس سے زیادہ صحیح نہیں ہوگا جیسے وہ کہے کہ میں زندگی کے محدود اور بے ثبات ہونے کا معتقد ہوں اسکے معتقد ہونے
کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ انکار نہیں کرسکتا - نہ یہ کہ اسکا کردار اسکی گفتار کا مصدّق ہے - وہ جو پیغمبر صاحب نے دہر اور ریح کو برا کہنے
سے منع فرمایا اس کی علّت بھی یہی تھی کہ دہر اور ریح مجبور اور مامور ہیں اور ان کا بُرا کہنا مُوہم ان کے منصرف فی الامور
اور مختار ہونے کا ہے اور وہ شرک ہے - اصل توحید تو یہ چاہتی ہے کہ یہ بھی نہ کہو کہ کونین دافع تپ ہے بلکہ یوں کہو
دافع تپ حکم خدا ہے اور بس - رہی کونین اسکو کسی مصلحت سے سبب ظاہری ٹھیرا دیا ہے - مگر ان باتوں کا لحاظ کون
کرتا ہے - ایشیائی شاعروں کے وصل و ہجر - گل و بلبل - شوق و انتظار - جہاں اور معمولی مضامین ہیں ان میں سے
ناصح یا شیخ یا زاہد کو بُرا کہنا اور آسمان کو الاہنا دینا بھی ہے - شیخ و زاہد کو بُرا کہنا دین کے ساتھ استہزا کرنا ہے
اور آسمان کو الاہنا دینا وعید لاتسبوا الدھر میں داخل بیت

از آسمان و زمیں شکوہ میکنی شب و روز چہ دادۂ بہ زمیں زآسماں چہ مے خواہی

بحث تو دلچسپ ہے مگر میں مطلب سے الگ جا پڑا - آندھی اور آفتاب کی حکایت کو میں تطبیق دینا چاہتا ہوں
مُسلمانوں کی حالت پر - میں نے مُسلمانوں کو وہ راہ گیر سمجھا ہے - جس پر آندھی اور آفتاب نے زور آزمائی کی تھی
لبادہ مُسلمانوں کے اوہام اور تعصبات - آندھی اصل کہانی میں ہے - مگر ہم اسکا کوئی نمونہ نہیں پاتے - اگر ہم
خدانخواستہ کسی ظالم بے انصاف بادشاہ کے محکوم ہوتے - اور وہ ہمکو ترک اسلام پر مجبور کرتا - تو میں

ف۱ اُس جیسی کوئی چیز ہی نہیں ۱۲ ف۲ زمانے کو بُرا مت کہو ۱۲

مگر ہر ایک اہل مذہب جانتا ہے کہ یار خورسند از دوست۔ پس حیرت کا کیا محل ہے۔ اپنا تو مسلک ہے[۱] انا عند ظن عبدی بی۔ اگر تم خدا کو غفور اور رحیم اور رؤف اور بخشندہ بخشایندہ اور مہربان سمجھ کر تقرب کرتے ہو وہ ویسا ہی ہے جیسا تم نے سمجھا۔ اور اگر تم اُسکو ہوّا سمجھ کر اُسکے پاس جاتے ہو تو ذرا سنبھل کر جانا۔

فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا تھا کہ تم تو ایک نیا خدا تصنیف کرکے لائے ہو۔ ہزاروں لاکھوں آدمی جو پُرانے عقیدے کے ہو گزرے اُنکا کیا ہونا ہے ما بال القرون الاولی اگر حضرت موسیٰ کی جگہ ہمارے زمانے کے علما ہوتے تو فرعون کا سوال پورا ہونے نہ دیتے۔ اور جھٹ سے بول پڑتے[۲] حصب جہنم ہی ہیں۔ مگر موسیٰؑ نے۔ اُس بڑے صاحب عزم پیغمبر نے جس کے حالات ہمارے پیغمبر آخر الزمان سے بہت ملتے جُلتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جگہ جگہ موسیٰؑ کا تذکرہ ہے۔ دُنیا کے اُس بڑے مقنن نے ما بال القرون الاولی کا کیا جواب دیا تھا۔ علمها[۳] عند ربی فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسی الذی جعل لکم الارض مهدا وسلک لکم فیها سبلا وانزل من السماء ماء فاخرجنا به ازواجا من نبات شتی کلوا وارعوا انعامکم ان فی ذلک لایت لاولی النهی منها خلقنکم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارة اخری[۴]

موسیٰؑ بڑے بولنے والے پیغمبر ہوئے ہیں۔ اور پارسال اسی جگہ مَیں بیان کر گیا ہوں کہ خدا نے اتنا ہی پوچھا تھا۔ وما تلک بیمینک یا موسی[۵]۔ جواب میں موسیٰؑ نے ایک تار باندھ دیا۔ هی عصای اتوکؤا علیها واهش بها علی غنمی ولی فیها مارب اخری جب خدا کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو فرعون کیا بلا تھا۔ اُس نے ما بال القرون الاولی تین لفظ کہے۔ حضرت موسیٰؑ نے تین لفظوں کے جواب میں اتنا کچھ کہہ ڈالا اور یہ گویائی اسپر تھی کہ خدا سے عذر کیا تھا کہ میرے بھائی ہارونؑ کو میری مدد پر آمادہ کر کہ وہ مجھ سے زیادہ گویا ہے رب[۶] اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی واجعل لی وزیرا من اهلی هرون اخی اشدد

---

[۱] یہ حدیث قدسی ہے یعنی خدا فرماتا ہے کہ میرا بندہ میرے ساتھ جیسی عقیدت رکھتا ہے میں بھی اُسکے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں ۱۲ [۲] دوزخ کا ایندھن ۱۲ [۳] انکا حال تو میرا پروردگار ہی جانتا ہے اُسنے ازل سے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے نہ بھولتا ہے نہ چوکتا۔ اُسنے تمھارے آرام کے لیے فرش زمین بچھا دیا ہے اور اُسمیں رستے جاری کر دیئے اور اوپر سے پانی برسا کر طرح طرح کے گھانس بوٹے پیدا کیے کہ خود بھی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی کھلاؤ عقلمندان واقعات کو قدرت الٰہی کی نشانیاں سمجھتے ہیں دیکھتے نہیں کہ تمکو مٹی ہی سے پیدا کیا اور پھر اُسمیں ملا دیتے ہیں اور پھر اُسی سے دوبارہ تمکو نکالینگے ۱۲ [۴] موسیٰ تمھارے داہنے ہاتھ میں یہ کیا چیز ہے ۱۲ [۵] یہ میری لاٹھی ہے اسپر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے میرے اور بھی بہت سے کام نکلتے ہیں ۱۲ [۶] اے میرے پروردگار میرا سینہ کھولدے اور میری مہم آسان کر دے اور میری زبان کی لکنت دور کر دے تاکہ وہ میری بات سمجھیں اور میرے ہی گھرانے سے میرے بھائی ہارون کو میرا قوت بازو بنا اور میری کمر مضبوط کر دے اور اس امر (تبلیغ رسالت) میں میرا ساجھی کر دے تاکہ ہم دونوں ملکر تیرا تقدس کثرت سے بیان کریں اور کثرت سے تیری یاد کریں ۱۲

آفتاب بتقضائے وقت ہی کہ سمت الراس پر آپہنچا اور لبادۂ تعصب نے اس قدر اپنا دے رکھی ہی کہ دم بولایا جاتا ہے۔ پسینے پسینے ہو رہے ہیں۔ بدن میں مرچیں سی لگی ہیں۔ اتنا تو ہوا ہے کہ آگے سے لبادہ کھولدیا ہے کہ کچھ ہوا لگے اور ذرا تسکین ہو۔ مگر یہ نہیں کہ اُتار پھینکیں۔ اب تجویزیں کیا درپیش ہیں۔ کہ تعلیم انگریزی اور مذہب دونوں کو کیونکر جمع کیا جائے۔ پہلے بسم اللہ ہی غلط۔ اگر تعلیم انگریزی اور مذہب میں اتنی مخالفت بھی ہی جتنی اُٹرد پر سفیدی۔ تو آفتاب مغرب سے طلوع کرے تو کرے۔ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نکلے تو نکلے۔ ہمالیہ پہاڑ دکن میں سمندر سے جا لگے تو جا لگے۔ میری آج کی بات کاغذ پر نہیں پتھر پر لکھ رکھنا۔ انگریزی تعلیم اور مذہب دونوں جمع نہیں ہوں گے۔ نہیں ہوں گے۔ نہیں ہوں گے۔ تاریخ سے استشہاد کرے ہماری بلا۔ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مذہب دنیا کی مقاومت کر نہیں سکتا۔

ہم تو اس بات کے قائل ہیں نہیں کہ کوئی آدمی اپنے مادری مذہب کو بتقاضائے حقانیت چھوڑتا ہی الا ماشاء اللہ انسان کے دل ہی کو خدا نے اس طرح کا بنایا ہے کہ وہ جس سوسائٹی میں رہتا ہے۔ اُسکے سے خیالات پیدا کر لیتا ہی۔ یہ تو بڑی بے انصافی ہوگی کہ تم دوسرے مذہب والوں کو صرف اس وجہ سے کہ وہ تمھارے ہم عقیدہ نہیں متہم کرو۔ اور لوگوں میں بھی خدا ترسی ہے جیسی تم مسلمانوں میں۔ وہ بھی کانشنس رکھتے ہیں۔ جیسے تم مسلمان رکھتے ہو۔ اوروں کے دل بھی نیکی سے تسلی پاتے ہیں جیسے تم مسلمانوں کے دل تسلی پاتے ہیں۔ ایک مسلمان جس ارمان سے آب زمزم نوش فرماتا ہے۔ اُسی ارمان سے ایک ہندو گنگا جل پیتا ہی۔ پانی مختلف ہیں اور ارمان یکساں۔ ایک مسلمان جس خوشدلی سے سفر حج کی تکالیف کو برداشت کرتا ہی ایک ہندو اسی خوشدلی سے تیرتھ جاترا کے دُکھ سہتا ہے۔ زیارت گاہیں الگ الگ ہیں۔ مگر تکالیف اور خوشدلی برابر۔ جس امید سے ایک مسلمان حرمین شریفین میں مرنا چاہتا ہے۔ اُسی اُمید سے ایک ہندو کاشی میں پران چھوڑنے کی اچھا رکھتا ہے۔ مرنے کے مقام جدا۔ اُمید ایک۔ اور یہ نہ صرف میرا خیال ہی۔ خدا تعالے فرماتا ہے کل حزب بما لدیھم فرحون۔

شعر

زاہد بہ نماز و روزہ ضبطے دارد	عاشق بہ خیال دوست ربطے دارد
معلوم نشد کہ یار خورسند زکیست	ہر کس بہ خیال خویش خبطے دارد

اس قطعہ کا قائل اختلافات دیکھکر حیران رہ گیا ہوگا اور اسی لئے کہتا ہے کہ معلوم نہ شد کہ یار خورسند زکیست

لہ مگر جو اللہ نے چاہا ۱۲   ے ہر فرقہ اپنے خیال میں مگن ہے ۱۲

درست نہیں۔مگر حکم شرع کو۔اور صرف حکم شرع ہی کو نہیں۔بلکہ عقل و انصاف کو بھی مانتا ہی کون ہی۔اب تو لوگ تعیین اسی پر بھی قناعت نہیں کرتے۔جب تک اُس وہمی مقتدی کی سی تعیین نہ کرلیں۔جو نماز کی نیت کرتے وقت اقتدیت بھذا الامام کے کہنے پر بس نہ کرکے مُنہ سے امام کی طرف اشارہ بھی کیا کرتا تھا۔پھر اسکا وہم ترقی کرتا گیا۔تو صف سے نکل کر امام کو ہاتھ سے چھونے لگا۔تو اگر لوگ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح چُپ رہیں۔یا موسیٰ کی طرح علم خدا پر حوالہ کریں۔تو پھر ہماری ہندوؤں کی۔ہماری عیسائیوں کی۔ہم میں سُنی شیعوں کی۔مقلدوں غیر مقلدوں کی۔دوالین ذوالین کی لڑائی کیا۔اگر کوئی جنت میں جانا چاہتا ہے تو چشم ماروشن دل ماشاد۔وہ کوئی دنیا کا سامکان تو ہے نہیں کہ بہت آدمی جمع ہونگے تو جگہ گھِر جائے گی اسکی وسعت تو عرضہا السّمٰوٰت والارض سے ظاہر ہوتی ہے۔اور اگر کوئی جہنم کی طیاری کر رہا ہے۔تو اُس کی خوشی آخر جہنم بے چاری بھی تو ھل من مزید پڑی پکار رہی ہے۔اُس کی فریاد بھی تو کسی کو سننی چاہیئے۔لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض تو پورے پورے ادا کر چکے۔آدمی خالی بیٹھا کیا کرے۔چلے خدا کا کام اپنے ذمے لینے

لے تو کار زمیں را نکو ساختی + کہ با آسماں نیز پرداختی + بات یہ ہی کہ انسان ایسا مخلوق خود غرض ہی کہ اگر اُس کی حاجتیں خدا سے متعلق نہ ہوں تو یہ بھُول کر بھی خدا کو یاد نہ کرے۔کہ وہ ہی کون۔اور کدھر رہتا ہے ہم جیسی نمازیں پڑھتے ہیں۔اگر واقع میں پڑھتے بھی ہوں تو انصاف کی بات یہ ہی کہ نہ پڑھنے سے بدتر ہی۔کیونکہ حکم کا نہ بجالانا نافرمانی ہی۔لیکن اسکو بُری بھونڈی طرح پر۔بے دلی۔بے توجہی۔بے پروائی سے بجالانا بے ادبی اور گستاخی جو بعض صورتوں میں نافرمانی سے زیادہ ناگوار ہوتی ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز جو بے حضور قلب ادا کی جائے وہ اُلٹی پڑھنے والے کے مُنہ پر مار دی جاتی ہے۔وہی دوسرے کے مافی الضمیر کے جاننے کی مشکل ہے۔لیکن میں اپنے اوپر قیاس کرکے کہتا ہوں کہ اگر لوگ ایسی ہی نمازیں پڑھتے ہیں جیسی میں ساری عمر پڑھتا رہا ہوں۔تو افسوس اس نماز پر۔افسوس اسکے پڑھنے پر۔افسوس اس کی مقبولیت کی اُمید پر افسوس اسکے صلے کی توقع پر۔یہ نماز اس سے زیادہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔جیسے کسی سکول کا لڑکا سکول کے وقت میں حاضر ہوتا۔اور پڑھنا لکھنا خاک نہیں۔کیا صرف حاضر رہنے سے وہ امتحان پاس کریگا۔ہرگز نہیں۔ہاں اتنا کہنے کو ہو جائے گا کہ فلاں سکول کا لڑکا ہے۔سو میں اسکو بھی بس غنیمت سمجھتا ہوں۔کہ اسلامیہ کالج کے رجسٹر میں نام تو لکھا رہے۔کیا عجب ہی کہ کوئی بھوپال کی بیگم جیسی اللہ کی بندی اتفاق سے لاہور میں آنکلے

لے میں اس امام کے پیچھے ہولیا ۱۲ ۲ اُس کا پھیلاؤ زمین سے لیکر آسمان تک ہے ۱۲

بِہٖ اَزْرِیْ وَاَشْرِکْہُ فِیْۤ اَمْرِیْ کَیْ نُسَبِّحَکَ کَثِیْرًا وَّنَذْکُرَکَ کَثِیْرًا دوسری جگہ صاف فرماتا ہے[1] وَاَخِیْ ھٰرُوْنُ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْہُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ بات یہ ہے کہ دل میں جوش نبوت تھا۔ ہمارے پیغمبر صاحب کے حالات میں بھی لکھا ہے کہ آپ نماز پڑھاتے ہوتے تھے تو پیچھے سننے والوں کو آپ کے سینے سے ایسی آواز آتی تھی کہ گویا دیگ اُبل رہی ہے۔ موسیٰ کی زبان آفت لکنت کی وجہ سے اچھی طرح یاری نہ دیتی ہوگی۔ مگر وہ دل کا جوش کہاں جائے۔ خود موسیٰ اسکے ضبط پر قادر نہ تھے۔ خیر تو موسیٰ کی جواب میں بات تو اتنی ہی تھی عِلْمُھَا[2] عِنْدَ رَبِّیْ۔ یعنے جو لوگ پرانے عقیدے پر مرے۔ اُن کا حال خدا جانے۔ کیا فرعون موسیٰ کا سوال و جواب ہم کو ایک حکایت سمجھ کر سن لینا چاہیئے اور بس۔ نہیں۔ یہ تو معمولی طور کی سمجھ ہے اور کچھ زیادہ تعریف کے لائق نہیں۔ ایسی ہی سمجھ کی نسبت مولانائے روم فرما گئے ہیں **بیت**

من ز قرآں مغز را برداشتم　　استخواں پیش سگاں انداختم

ذرا اور پیچے چلو۔ اس سے ایک نہایت ضروری۔ نہایت بکار آمد۔ نہایت عمدہ ہدایت نکلتی ہے۔ کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو دنیا میں امن آجائے۔ وہ کیا ہدایت نکلتی ہے کہ خدا کے ساتھ ہر شخص ایک خاص معاملہ رکھتا ہے

اے ترا با ہر دلے رازے دگر　　ہر گدا را بر درت نازے دگر

اور کسی دوسرے آدمی کو اسکے معاملے میں دخل دینا مناسب نہیں۔ موسیٰ نے صرف قرون اولیٰ کے بارے میں خدا پر حوالہ کیا۔ اور ہمکو چاہیئے کہ کسی کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہ کریں۔ کیونکہ کوئی شخص ہم سے کیسا ہی اختلاط رکھتا ہو ہمکو اُس کے دل کا حال تو معلوم نہیں ؎

تواں شناخت بیک روز از خصائل مرد　　کہ تا کجاش رسیدست پایگاہ علوم
ولے ز باطنش ایمن مباش و غرہ مشو　　کہ خبث نفس نہ گردد بہ سالہا معلوم

غیر تو کیا جانے گا خود صاحب دل کو اپنے دل کی چوری کی خبر نہیں ہوتی۔ جس لفافے کو خدا بند رکھنا چاہے کس کی طاقت ہے کہ کھول سکے ؎ عمر بھر مستور رکھا راز دل + قبر میں جا کر لفافہ کھل گیا + امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حکایت ہے کہ کسی نے اُن سے پوچھا مَا تَقُوْلُ فِیْ یَزِیْدَ[3] آپ سن کر خاموش ہو رہے۔ یہ خاموشی وہی حضرت موسیٰ کی عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ کِتَابٍ کی مرادف تھی۔ اور حکم شرعی بھی یہی ہے کہ بالتعیین کسی کو کافر کہنا

---

[1] اور میرا بھائی ہارون اُس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے تو اُسکو میرے ساتھ بھیجدے کہ میرا قوت بازو ہو کر میری تصدیق کرے ۱۲

[2] اُن کا حال تو میرا پروردگار ہی جانتا ہے ۱۲ [3] یزید کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں ۱۲

ثابت کرنے کے لیئے کیا کبھی اتنا بھی منہ سے نہ کہا ہوگا کہ خدا ہمکو بھی حج نصیب کرے پس کیونکہ ولدتہ امہ بن گئے۔ اب آؤ انفاق فی سبیل اللہ پر جسکے لیے یہاں جمع ہوئے ہو۔ میں تو عالم النیات ہوں نہیں ہاں اتنا جانتا ہوں کہ اگر مسلمان خوشدلی اور کشادہ دلی کے ساتھ انجمن حمایت اسلام پر خرچ کرتے۔ اور دینا وہی ہے جو خوشدلی اور کشادہ دلی کے ساتھ ہو تو اس انجمن کی یہ کیفیت نہ ہوتی کہ اس انجمن کے ممبروں کو چندیں شکل برائے کل بنانی پڑتی ہیں۔ الفقرار کا سوانگ بھر کر گلی گلی کوچے کوچے بھیک مانگتے پڑے پھرتے۔ ماہواری رسالے میں مضمون بھی لکھتے۔ آرٹکل بھی دیتے۔ مگر ترجیع بند مصرع ما مقیمان کوے دلداریم۔ وہی کہ کچھ دو ہمارے صوفی صاحب ہیں مصرع بہر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیداست + کوئی شہر تو انہوں نے چھوڑا نہوگا اب گاؤں گاؤں دھاوے کرنے کی فکر میں ہیں۔ پھر گھر گھر۔ پھر متنفس متنفس۔

اچھا سالانہ جلسہ کیا ہے یہ بھی چندے کی مچھلیاں پھنسانے کا ایک دام ہے۔ اور لکچر اور وعظ اور رپورٹ اور کیا اور کیا۔ یہ سب بیٹ (لقمۂ ماہی) ف بہر رنگے کہ خواہی جلوہ گر باش + کہ من آں قدر عنا می شناسم +

سنتا ہوں کہ انگریزوں کی ولایت میں دستور ہے کہ گلی گلی کے نکڑ پر خیراتی بکس دھرے رہتے ہیں۔ جسکو کچھ دینا منظور ہوا بکس میں ڈالدیا۔ ایک ہمارا ملک ہے۔ اونٹ رے اونٹ تیری کوئی بھی کل سیدھی۔ خیرات بھی ہے تو اکثر گدھے کا کھایا پاپ نہ پن۔ اس سے کچھ بچا تو چڑیا اپنی جان سے گئی۔ کھانے والوں نے مزہ نہ پایا۔ بات یہ ہے کہ نہ مانگنے والوں کو مانگنے کا ڈھنگ۔ نہ دینے والوں کو دینے کا سلیقہ۔ یہ نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں خیرات نہیں ہے۔ بہت کچھ ہے۔ مگر بے تمیزی کی وجہ سے ضائع۔ اکارت۔ رائگاں +

لوگوں کو خیرات کے بارے میں بڑی سخت غلطی واقع ہے۔ ان کو کسی نہ کسی طرح سمجھانا چاہیئے کہ محتاجی ایک مرض ہی اور بلاشبہہ اسکا علاج یہی ہے۔ اور یہی ہو سکتا ہے۔ اور یہی ہونا چاہیئے کہ محتاج کی حاجت رفع کردی جائے۔ بھوکا ہے تو اسکا پیٹ بھر دو۔ ننگا ہے تو اسکو کپڑے پہناؤ۔ جیسے فرض کرو کہ بخار کی ہوا چلے تو اس کا علاج یہی ہے کہ کونین اور سنکونا اور فیبوریل اور فیور ٹنکچر غرض وہ دوائیں جو دافع تپ ہیں تقسیم کرائی جائیں اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور ٹھیک ہوتا ہے۔ اور بڑی ثواب کی بات ہے لیکن اس سے بہت زیادہ ثواب کی بات ہو اگر بخار ہی نہ آنے دیا جائے۔ ایک انگریزی مثل ہی پریونشن از بیٹر دین کیور (سلب مرض سے سد مرض کہیں بہتر) اس کلیے کو مرض محتاجی پر کیوں نہ جاری کیا جائے۔ اس سے کہ بھوکے کا پیٹ بھر دو۔ یا ننگے کا بدن ڈھانک دو۔

ف گویا وہ آج اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے ۱۲

اور سطلق اسلامیہ کالج کا نام سُن کر کچھ دے۔ وہ عطیہ حق توان کا ہے جو حق طالب علمی ادا کرتے ہیں
مگر انکے طفیل میں نکمے طالب علم بھی کچھ فائدہ اُٹھا لیتے ہیں ؎

شنیدم کہ در روز اُمید و بیم	بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم
چہ کم گردد اے صدر فرخندہ پے	ز قدر رفیعت بدرگاہ حے
کہ باشند مشتے گدایان خیل	بمہمان دار السلامت طفیل

مجھ کو سخت حیرت ہی کہ لوگوں کو نماز میں کیونکر حضور قلب ہو جاتا ہوگا۔ اگر ہوتا ہو۔ نماز نام ہے ارکان خاص کا۔ اور ارکان ہیں کہ کسی میں قرأت ہی یعنے کچھ قرآن پڑھنا ہوتا ہی۔ کسی میں تہلیل و تسبیح ہے کسی میں دعا ہے اور یہ سب کچھ زبان عربی میں ہیں۔ پس حضور قلب کی ایک کیفیت خاص تو نہیں ہی کہ آدمی نے شروع سے ایک تصور جما لیا۔ اور آخر تک اس خیال کو بدلنے نہ دیا۔ بلکہ کبھی خدا کی عظمت کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ جہاں خدا کی حمد ہے۔ کبھی ابتہال و تضرع کرنا پڑتا ہے۔ جہاں دعا ہے۔ کبھی اظہار ندامت کیا جاتا ہے۔ جہاں اعتراف گناہ ہی۔ کبھی عبرت۔ کبھی خوف۔ کبھی رجا۔ کبھی بیم۔ کبھی امید۔ یہ ہیں پیرائے حضور قلب کے۔ اور انکے لیئے شرط ہی فہم عربی۔ اور مسلمانوں کو جیسی عربی آتی ہے معلوم۔ پس انکو حضور قلب ہوتا ہوگا تو ویسا ہی ہوتا ہوگا جیسے کسی جاہل نے کسی مولوی سے ہر ایک حالت اور ہر ایک موقع کے مناسب دعائیں سیکھ لی تھیں۔ بے فہم عربی اسکو ہُوا خلط مبحث۔ تو وہ استنجا کرتے وقت دعا پڑھتا۔ اللّٰھم ارحنی رائحۃ الجنۃ اور عربی نہ سمجھنے کا کیا الزام دیا جائے۔ یہاں فہم عربی پر یہ شامت ہی کہ ساری عمر ایک رکعت بھی حضور قلب سے پڑھنی نصیب نہیں ہوئی ؎ توکے بدولت ایشاں رسی کہ نتوانی ✤ جزایں دو رکعت و آں ہم بصد پریشانی ✤ اگر آدمی اپنے فرائض کا ٹھیک طور پر اندازہ کرے۔ تو اسکو اپنے ہی نفس کے احتساب سے فرصت نہ ملے کہ دوسروں کے ایمان کو جانچے۔ اور اُنکی نیکی بدی کو تولے۔ ایسی تو نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ اگر پڑھی جاتی ہوں۔ اور اُن پر ناز یہ ہی کہ دوسروں کو سگ و خوک کی طرح ذلیل سمجھا جاتا ہی اور خدا پر منت رکھی جاتی ہے سو الگ۔ اسکے صلے میں خدا جانے کیسے کیسے توقعات ہیں کہ جنت کو تو اُسکا رو کھن سمجھنا چاہیئے۔ ؎ کیا زاہد کو مانوں کہ نہ ہو گرچہ ریائی ✤ پاداش عمل کی طمع خام بہت ہے ✤ روزے کا حال نماز سے بدتر۔ ہاں فی زعمہم رضوان جنت باب الریان کھولے اُنکو اہلاً و سہلاً و مرحبا کہنے کے لیئے اُن کا منتظر کھڑا ہے۔ حج اگر کر آئے ہیں تو رجسٹرڈ جنتی ہو چکے ہیں۔ اور اگر نہیں گئے تو لوگوں پر اپنی دینداری

ؔ۱ اے خدا مجھکو جنت کی خوشبو سنگھا ۱۲

یقین کا تو حال یہ ہے اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ یقین جسکو یقین کہتے ہیں۔ ہوتا تو آج انجمن حمایت اسلام میں ایک لاہور سے لوگوں کی بیبیوں۔ بہو بیٹیوں کے زیوروں کے انبار لگ گئے ہوتے کہ بھائی شمس دین سے رکھتے اور سنبھالتے نہ بن پڑتا۔ تمھاری کیا تخصیص ہے مسلمانوں میں تو جیتے جی قیامت آگئی ہے کہ نفسی نفسی ہو رہی ہے۔ اور نفسی نفسی نہ ہوتی۔ تو ہم اس روز بد ہی کو کیوں پہنچتے۔ تم نے دیا۔ اور دیتے ہو۔ اور دو گے۔ خوب کیا۔ بہت خوب کیا۔ خوب کرتے ہو۔ بہت خوب کرتے ہو۔ خوب کرو گے۔ بہت خوب کرو گے اور میں مانتا ہوں کہ تمھارا دینا شیخی اور منّ و اذٰی سے بھی پاک ہے۔ مگر پھر بھی سچی فیاضی اور خالصۃً لوجہ اللہ اور چیز ہے۔ تم نے مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ یا مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً یا اسی طرح کی کوئی اور آیت کہ قرآن میں شاید ہی کوئی ورق ایسی آیتوں سے خالی ہو۔ غرض ایسے ایسے لمبے چوڑے وعدے سن کر دیا۔ تو کیا دینے میں دیا۔ دنیا میں تو لوگ چند پیسے سیکڑے پر سودی روپیہ چلاتے ہیں۔ اور کن کی ضمانت پر۔ جن کی زندگی کا ٹھکانا نہیں۔ بات کا بھروسہ نہیں۔ یا جائداد ہے تو اُس کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور خود معرض خطر میں ہے۔ تو تم نے خدا کی ضمانت پر اور ایسے بھاری سود پر کہ ایک ایک کے سات سات سو اور شاید اس سے بھی زیادہ کچھ دے دیا تو کونسا کمال کیا۔ سچی فیاضی اور خالصۃً لوجہ اللہ دینا تو وہ ہے جسکی نسبت فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ۔ جب تم میری ٹسٹ (جانچ) میں نہیں ٹھیر سکتے۔ کہ میں ایک بندہ ہوں۔ عاجز گنہگار۔ بدتر سے بدتر۔ تو خدا کی بازپرس کی تم سے کیا مقاومت ہو سکے گی۔ اپنے مُنہ میاں مٹھو بننے سے کام نہیں چلتا۔ لَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى اگر سب آدمی آپ اپنے جج ہوا کریں تو نیک بد کا تفرقہ اُٹھ جائے۔ عذاب ثواب کا امتیاز باقی نہ رہے ہم کو ایک ایسے جج کی حضور میں جوابدہی کرنی ہے

---

۱ گمان تو ہم بھی کرتے ہیں مگر یقین نہیں ۱۲ ۲ ایسا کون ہے کہ اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اُسکو کئی گنا بڑھا کر دے ۱۲ ۳ جو لوگ اپنے رب کے خوف سے بے چین رہتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں پھر بھی اُن کے دل ڈرتے ہیں کہ دیکھئے خدا کے ہاں گئے پیچھے قبول بھی ہوں یا نہ ہوں ایسے لوگ اچھے کاموں میں قدم بڑھا کر سب سے آگے ہو جاتے ہیں ۱۲ ۴ آپ اپنے مُنہ سے پارسا مت بنو۔ خدا پارساؤں کو خوب جانتا ہے ۱۲

بہت زیادہ بہتر ہوگا کہ لوگوں کو بھوکا ننگا ہونے ہی نہ دو۔ اب پوچھو ایسی کون سی تدبیر ہے جس سے لوگ بھوکے ننگے نہ ہوں۔ ہاں یہی وہ تدبیر ہے جو انجمن حمایت اسلام اور اُس کی سسٹر انسٹیٹیوشنز (اسی طرح کی دوسری انجمنیں) کر رہے ہیں۔ بھلا اور لڑکوں کو تو رہنے دو۔ یہ یتیم بچے جنکا کوئی سرپرست نہیں۔ اوپر خدا۔ یا نیچے انجمن حمایت اسلام۔ اُنکی نسبت تم کیا خیال کرتے ہو۔ کیا خدانخواستہ یہ ننگے پھرینگے۔ کیا خدانخواستہ یہ بھوکے مرینگے۔ کیا خدانخواستہ یہ ٹوکریاں ڈھوئیں گے۔ اور اگر تم معمولی طور پر جیسا تمھارا دستور ہے۔ اُن کی مدد کرتے تو قسم کھلانے کی بات ہے کہ یہ بھیک بھی مانگتے۔ بھوکے بھی مرتے۔ ننگے بھی پھرتے۔ ٹوکری بھی ڈھوتے۔ اور اِس سے بڑھکر چوری بھی کرتے۔ قید بھی ہوتے۔ لیکن اب حمایت اسلام کی حمایت اور تربیت میں یہ ان شاء اللہ بھلے آدمی ہوں گے خوشحال آرنمنٹ آف سوسائٹی (سوسائٹی کی زینت) میں نے ان کو یتیم کہا تو غلطی کی۔ کوئی اپنے باپ کا بیٹا ہوتا ہے۔ اور یہ قوم کی قوم کے بیٹے ہیں۔ لیکن اُسی وقت تک کہ انجمن حمایت اسلام ان کی پرداخت کرتی ہے۔ بھائیو! کیوں نہیں اپنی خیرات کا قاعدہ ٹھیک کرتے کہ ایسے عمدہ نتیجے دکھا سکو۔ جیسے تمھاری خیرات جو انجمن حمایت اسلام میں دیتے ہو دکھا رہی ہے اور آیندہ اِس سے بہتر دکھائے گی۔ اور ضرور دکھائے گی۔ اگرچہ مانگنے والے بھی مانگنے کے طور پر نہیں مانگتے۔ بہتوں نے بلا استحقاق مانگنے کو پیشہ بنالیا ہے۔ بہتیرے ہیکڑی سے دھرنا دیکر۔ بہتیرے باڈیلی انفرمٹیز (جسمانی عیوب) دکھا اور لوگوں کو نفرت دلا دلاکر مانگتے ہیں۔ اور یہ بدترین پیرائے ہیں ابرام کے۔ مگر یہ دینے والوں کی کمزوری ہے کہ ایسی نالائق گداگری کی مقاومت نہیں کرسکتے۔ دینا تو ہر حال میں اچھا ہے۔ مگر ؎

بے طلب دیں تو مزہ اس میں سوا ملتا ہے ‏ ‏ ‏ ‏ وہ گدا جس کو نہیں خوئے سوال اچھا ہے

لیکن مانگنے والوں سے خوئے سوال چھوٹے تو کیونکر چھوٹے۔ دینے والوں کے بے طلب دینے سے چھوٹے سو دینے والے طلب پر تو مشکل سے دیتے ہیں۔ اگر لوگ طلب کرنا چھوڑ دیں تو باب خیرات ہی مسدود ہو جائے فیاضی بھی عبادت ہے۔ بلکہ کل عبادتوں سے افضل۔ کیونکہ یہی ایک عبادت ہے جس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے۔ لیکن وہ ضعف انسانیت خود غرضی کہاں جائے لوگ دیتے ہیں۔ مگر یہ سن کر دیتے ہیں مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؎ اگر قیامت کا اور خدا کا حق الیقین ہو تو کون ہے جو اِس طرح کا سودی روپیہ نہ چلائے۔ ایک ایک کے سات سات سو۔ مگر ہمارے

؎ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُنکی مثال ایسی ہی جیسے ایک دانہ کہ اُس سے سات بالیں اُگیں ہر بال میں سو دانے ۱۱

اور دیکھے کہ اسلامی امتحان میں اسکو پاس ہونا چاہیئے یا فیل - یہ میرا ایک پرانا خیال ہے - اور میں نے اپنے
نفس پر اسکو اکثر آزمایا ہے - جوانی میں - پیری میں - نوکری کی حالت میں - خانہ نشینی میں - سفر میں حضر
میں - خلوت میں - جلوت میں - اور میں نے پاس کے نمبر بھی کیسے لو (کم) لیئے تھے ۱۰۰ میں ۱۰ - تو میں
اس بھرے مجمع میں اقرار کرتا ہوں - کہ میں کسی ایک سبجکٹ میں بھی اپنے تئیں ۱۰ نمبر نہیں دے سکا - ۱۰۰
میں دس ہمیشہ فیل - اور فیل بھی وِتھ ڈسگریس (بے عزتی کے ساتھ) اور اب تو امتحان کے لیئے پرپیپر طیار
ہونے کی نہ مجھ میں طاقت ہے اور نہ توانائی ہے - یہ تو میں عمل کے اعتبار سے کہتا ہوں - رہے خیالات معتقدات
بھلا ساری عمر کے جمے ہوئے زنگ اب کیا چھوٹیں گے - اپنی حالت تو ایسی ہوپ لس (مایوسانہ) ہے اور
میں خیال کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی نسبت ایسا ہی خیال کریگا ؎ گر تو چشم خدا بینی بہ بخشند * نہ بینی ہیچکس عاجز
تر از خویش * اور یہ تو حقوق اللہ کے اعتبار سے کچھ یوں ہی سرسری سی جانچ کی تھی کہ ساری قلعی کھل
گئی اور اگر کہیں حقوق العباد کی کسوٹی پر کس کر دیکھا جائے تو معلوم ہے کہ ہم صرف نام کے مسلمان ہیں -
مردم شماری میں ہمکو مسلمانوں میں گن لیا ہے - ورنہ مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب - تو مجھ کو رہ رہ کر
خیال آتا ہے کہ اپنی یہ کیفیت ہو تو کس منہ سے کسی دوسرے پر اعتراض کیجئے - کیا کوئی اندھا کانڑے پر اور
کیا کوئی کانڑا اس پر جسکی آنکھوں میں ناخنہ ہے ہنس سکتا یا اسکو چشم حقارت سے دیکھ سکتا ہے ؎

اے ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھیئے * سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں *

بات چلی تھی اسپر کہ انسان ایسا مخلوق خود غرض ہے کہ اس کی حاجتیں خدا سے متعلق نہ ہوں تو
یہ بھول کر بھی خدا کو یاد نہ کرے کہ وہ کون ہے اور کدھر رہتا ہے - اچھا خود غرضی ہی سہی - مگر تہ دل سے
اسکی یاد تو ہو - یاد کا جو حال ہے وہ سن ہی چکے ہو کہ کیا نماز کیا روزہ کیا حج کیا زکوۃ کوئی بھی تو ٹھیک طور
پر نہیں - ان سب سے بڑھ کر غضب یہ ہے کہ انسان اپنی حاجتوں کو خدا سے متعلق کرنے میں بھی مضایقہ کرتا
ہے - حاجتوں کو خدا سے متعلق کرنے میں مضایقہ کرنا ادائے مطلب کا ایک پیرایہ ہے - دوسرا پیرایہ یہ ہے
کہ وہ خدا کے اختیارات گھٹانے اور کم کرنے کے پیچھے پڑا ہے - یہ کیونکر ؟ یہ اس طرح کہ انسان اپنی تدبیر
پر بھروسا رکھتا ہے - تدبیر پر اعتماد کرنا کچھ بیجا نہیں ممنوع نہیں - تدبیریں بھی خدا ہی نے بتائی ہیں - اس واسطے
کہ اُس حکیم برحق نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا ہے - مگر اعتماد اعتماد میں فرق ہے تدبیر پر اعتماد کرنا
ایک درجے میں عین امتثال حکم الٰہی ہے - ع بر توکل زانوے اشتر بہ بند - اور ایک درجے میں شاید

جس سے ہمارا فعل تو فعل کوئی راز تک مخفی نہیں یعلم[1] خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور دنیا کے ایک ادنے سے ادنے حاکم کے پاس مقدمہ ہوتا ہے تو انسان حواس باختہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اسکا اختیار معلوم ہے ۔ انما[2] تقضی ھذہ الحیوۃ الدنیا تو کیا ہوتا ہے اس روز باز خواست کو جسکو قیامت کہتے ہیں۔ اور جسکی نسبت خدائے تعالے وھو[3] اصدق القائلین فرماتا ہے اِنَّ[4] زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَھَا تَذْھَلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَھَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ھُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ ہ آج کا وہ حال کہ اسکے اختیارات کی کوئی حد نہیں لمن[5] الملک الیوم للہ الواحد القہار مقدمہ کی روئداد تحریری ہوتی۔ تشہد[6] علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون ممکن ہے ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان ہنسے۔ ممکن ہے کہ ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان غفلت کی نیند سوئے ممکن ہے کہ ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان اس طرح زندگی بسر کرے جس طرح کہ ہم کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انصاف کے ساتھ احتساب کرو تو دین و مذہب کا نام لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ خدا جیسا کہ عقل چاہتی ہے کہ ہو۔ اور جیسا کہ قرآن پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہے۔ وہ خدا تو ہمارے جیسے ادعائی دینداری سے رضامند ہو سکتا نہیں۔ اور ہونا چاہیئے بھی نہیں۔ مگر ہاں وہ خدا جو ہمنے اپنے ذہن میں ٹھیرا رکھا ہے ارأیت[7] من اتخذ الٰھہ ھواہ خدا کرے کہ خدا ایسا ہی ہو تو پھر سب بے حساب جنت پر جا قبضہ کریں۔ مجھ کو اس بارے میں جو کچھ بیان کرنا چاہیئے تھا ابھی میں نے ایک شمہ بھی نہیں کیا۔ مگر خیر جو کچھ ذرا طور بیان کیا اسکے بعد میں آپ سب صاحبوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنے دل میں اسلام کا ایک سٹنڈرڈ قرار دے جیسا کہ مدرسوں کے امتحان میں نمبر کامل ہوتا ہے اور پھر الانسان[8] مرکب من الخطاء والنسیان۔ وخلق[9] الانسان ضعیفا کا لحاظ کر کے پاس کرنے کی ایک حد ٹھیرا لئے۔ مثلاً نمبر کامل ۱۰۰ ہوں تو پاس کرنے کی حد ۳۳ یا ۲۵ یا ۲۰۔ پھر ٹھنڈے دل سے اور سچے دل سے خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنے نفس کا احتساب کرے

---

[1] اسکو آنکھوں کی چوریاں اور دلوں کے بھید معلوم ہیں ۱۲ [2] تو بہت کریگا ہماری جان لے لیگا ۱۲ [3] اور وہ سب سے زیادہ سچ کہنے والا ۱۲

[4] بیشک قیامت کا زلزلہ ایک بھاری حادثہ ہے۔ جسدن اسکو دیکھو گے تو یہ حالت ہو گی کہ دودھ پلانے والی اپنے بچے کو بھول جائے گی اور ہر پیٹ والی اپنا پیٹ ڈال دے گی لوگ متوالے دکھائی دینگے حالانکہ متوالے نہیں۔ بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہوگا ۱۲ [5] آج کس کی حکومت ہے؟ اللہ کی جو اکیلا ہے سب سے زبردست ۱۲ [6] ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں انکے مقابلے میں انکے اعمال کی گواہی دینگے ۱۲ [7] بھلا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جسنے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے ۱۲ [8] بھول چوک تو انسان کی سرشت میں رکھی گئی ہے ۱۲ [9] اور انسان کی خلقت بڑی واقع ہوئی ہے ۱۲

اگر اس بارے میں میری رائے سخت ہو اور تشدد بیجا کرتا ہوں تو از برائے خدا مجھ کو ان مشائخ کا معاملہ سمجھاؤ
اختلافات سُنی و شیعہ۔ حنفی۔ شافعی وغیرہ وغیرہ سے قطع نظر کرو۔ تو مسلمانوں کے دو بڑے گروہ ہیں ایک
بیچارے ہم لوگ کلمہ گو اربابِ ظاہر جو پیری مریدی کے سلسلے میں نہیں ہیں۔ ہماری موٹی سمجھ تو یہ ہے کہ خدا کو
اپنے بندوں کی معاش و معاد کی اصلاح کے لیئے جو جو ہدایتیں صادر کرنی منظور تھیں وقتاً فوقتاً پیغمبر صاحب
پر وحی کے ذریعے سے نازل ہوتی رہیں۔ جب جب وحی نازل ہوتی پیغمبر صاحب کمال احتیاط و دیانت کے ساتھ
اُسکو قلمبند کراتے جاتے یہاں تک کہ قرآن جیسا اب موجود ہے۔ مدوّن ہوگیا۔ اور خدا نے فرمادیا اَلیَومَ اَکمَلتُ
لَکُم دِینَکُم[1] جسکے یہ معنی ہوئے کہ فرمان شاہنشاہی کو ختم کرکے اُس کے آخر میں مُہر لگادی کہ آیندہ کوئی
شخص اسمیں کمی و بیشی نہ کرسکے۔ چنانچہ تیرہ سو برس گزر گئے۔ آج تک ایک ایک نقطے کا فرق تو پڑا نہیں اور
پڑے گا بھی نہیں۔ کیونکہ خدا نے اسکی حفاظت کا وعدہ کرلیا ہے اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُونَ[2]
یہ اسی وعدے کا ایفا نہیں ہو تو کیا ہے کہ لاکھوں مُسلمانوں کے دلوں میں اسکے زبانی یاد رکھنے کا شوق
پیدا کردیا ہے۔ ناسخین اور مترجمین کی پیری کیا چل سکتی ہو کہ اسمیں تصرف کریں۔ اگر روے زمین کے سارے
قرآن معدوم ہوجائیں۔ ہوجانے دو مُسلمانوں کے دلوں میں اباً عن جدٍ[3] اسکا ایک ایک حرف کندہ ہوتا
چلا آتا ہے۔ جسکو نہ آگ جلا سکتی نہ پانی دھو سکتا ہے۔ ایک حافظ مرنے نہیں پاتا کہ ایسے ایسے پانچ اور
ہر سکے برس رمضان میں نماز تراویح کی امامت کرنے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ سامان ہی ایسا اکر بند ھاہو کہ یہ
تو ازالی انقراض دنیا پست ہونے والی نہیں ہو۔ خیر یہ تو قرآن اصل دین ہو۔ جیسے تنہ درخت۔ اب ہی حدیث
فقہ اور دوسرے علوم دین۔ یہ سب فروعات ہیں۔ قرآن لا یعنی قانون۔ حدیث پر اسیڈیور یعنی ضابطہ
کارروائی۔ فقہ نظائر۔ اور اسیطرح دوسرے علوم دین کے لیئے بھی کوئی ما بہ المماثلت پیدا کرلیا جاسکتا ہے
لا۔ اور پر اسیڈیور تو تبدیل پذیر نہیں۔ مگر نظائر کا بدلنا موقوف ہے لوگوں کی ضرورتوں کے تجدد پر۔ اور تعجب
سبب کثرت سے ضرورتوں کے تجدد کا زمانہ آیا۔ نظائر کا سلسلہ لوگوں نے موقوف کردیا۔ ابھی دو باتیں اور بھی
ہیں کہ پیغمبر صاحب پر جو وحی نازل ہوئی آپنے بے کم و کاست ہو بہو اسکو لکھوادیا۔ سنادیا۔ مشتہر کردیا۔
فرشتے نے تو کہا کان میں۔ اُنھوں نے کوٹھے پر چڑھ کر پکار دیا۔ دنیا جہان میں اُسکی منادی کی۔ ایسی کہ وہی بات
ہر ہر مُسلمان کے مُنہ میں تھی۔ اور مُنہ میں ہو اور قیامت تک مُنہ میں رہے گی ✦

---

[1] آج میں نے تمہارے لیئے تمہارا دین کامل کردیا ۱۲ [2] ہم ہی نے یہ قرآن اُتارا ہی اور ہم ہی اسکے نگہبان ہیں ۱۲ [3] نسل بعد نسل ۱۲

وہ شرک و کفر تک منجر ہو سکتا ہے۔ اب اسکا فیصلہ کون کرے۔ کہ ہم جو اپنی تدابیر پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہ کس درجے میں ہے۔ اسکا فیصلہ کرے خدا۔ یا ہمارا کانشنس (ایمان) مثال کے طور پر ایک رزق ہی کا معاملہ لو۔ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا[۱] اور دوسری جگہ فرماتا ہے یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ[۲] تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے رزق کی تحریری ذمہ داری کرلی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور وثیقہ کیا ہو سکتا ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں۔ کتنے دل رزق کی طرف سے مطمئن ہیں اس واسطے کہ خدا کا وعدہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید لاکھوں میں ایسا ایک کا بھی دل نہیں۔ ہاں اگر ہم میں کوئی نوکری پیشہ ہے وہ رزق کی طرف سے مطمئن ہے اس واسطے کہ اس کی نوکری لگی ہے۔ یا اس واسطے کہ اُسنے امتحان پاس کر کے نوکری کے لیئے استحقاق ثابت کیا ہے۔ اور کوئی حاکم اسکو زبان دے چکا ہے کہ جب کوئی جگہ خالی ہوگی میں تمہاری پرورش کرونگا۔ یا اس کے پاس دوسرے وسائل ہیں جو اسکو کبھی نہ کبھی نوکری کرا چھوڑینگے۔ اگر تجارت پیشہ ہے وہ مطمئن ہے کہ اس کی تجارت چل رہی ہے۔ اور فائدے کی توقع ہے۔ اگر کاشتکار ہے۔ وہ پیداوار کے بھروسے پر اُدھار کھا رہا ہے۔ غرض ہر شخص کو خدا کے وعدے سے قطع نظر کر کے کچھ نہ کچھ وجہ تسلی ضرور ہے۔ بات وہی ہوتی ہے۔ مگر ذرا سا سمجھ کا پھیر آدمی کو خدا سے بے تعلق کر دیتا ہے۔ یعنی ایمان جاتا رہتا ہے۔ نوکری کرو۔ تجارت کرو۔ کاشتکاری کرو۔ جو تمھارے جی میں آئے کرو مگر یہ سمجھو کہ اصل میں رازق وہ ہے۔ وہ چاہے تو بدون ان حیلوں کے بھی دے ؎ آنچہ نصیب است بہم میرسد ✤ ورنہ ستانی بہ ستم میرسد ✤ اور وہ نہ چاہے تو ایک نہیں ہزار حیلے کریں پھر بھوکے کے بھوکے ؎ گر زمیں را بآسماں دوزی ✤ نہ دہندت زیادہ از روزی ✤ مگر عادت الٰہی یوں ہی ہے کہ ہم کو معاش کے لیئے کچھ نہ کچھ حیلہ کرنا ضرور ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ[۳] خیال کا ٹھیک رکھنا ہی تو کام رکھتا ہے۔ ورنہ مومن اور کافر بلکہ انسان اور حیوان میں کچھ بھی فرق نہیں۔ اگر ہم تدبیر اور اسباب ظاہر پر اعتماد کلی کر بیٹھیں۔ جیسا کہ افسوس ہے کہ ہم کر بیٹھے ہیں۔ تو اس اعتماد کے سوا اسکے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ ہمنے اپنے زعم میں خدا سے اُسکے اختیارات چھین کر اُن چیزوں کو دے دیئے ہیں جو ان اختیارات کے اہل نہیں۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ شرک نہیں تو کیا ہے۔ بُت پرستی نہیں تو کیا ہے۔ اور کفر نہیں تو کیا ہے۔ اچھا

[۱] زمین میں جس قدر جاندار چیزیں ہیں سب کا رزق اللہ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے ۱۲ [۲] جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم ۱۲ [۳] بلاشبہہ اللہ کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا ۱۲

احزاب میں ایک بڑا رکوع کا رکوع ہے۔ اسمیں اسکا بھی بیان ہے کہ پیغمبر صاحب کی دلی آرزو تھی کہ زید چھوڑدے تو میں ان بی بی سے نکاح کرلوں۔ سوائے پیغمبر کے کس سے ہوسکتا ہے کہ ایسے محل پر اپنا میل خاطر لوگوں ظاہر کرکے اپنے تقدس میں بٹہ لگوائے۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں اور ٹھیک فرماتی ہیں کہ اگر پیغمبر صاحب وحی میں سے کچھ چھپا سکتے تو زید کی بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کا حال ضرور چھپا رکھے ہوتے۔ یا آپ کا فرمانا لَوْ کُنْتُ اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء یا انما انا بشر مثلکم یا ما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ یا سب سے بڑھ کر افک کا قصہ۔ کہ لوگوں کو پیغمبر صاحب کے ساتھ مذہبی عداوت تو تھی ہی اور سب علاوہ ولوں میں بہی شدید تر ہوتی ہے۔ کفار پیغمبر صاحب کو ایذا دینے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے تھے۔ اتفاق سے غزوۂ بنی مصطلق میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رض پیغمبر صاحب کے ساتھ گئیں۔ واپس آتیوں کو کہ اگلے دن مدینہ پہنچیں گی۔ قافلے میں کچھ رات رہتے ہی الرحیل پکارا گیا۔ حضرت عائشہ رض رفع ضرورت بشری کے لئے قافلے کے باہر گئی ہوئی تھیں۔ کہ ساربان نے اُن کی سواری کا کجاوہ اونٹ پر لادلیا۔ اور سمجھا کہ یہ کجاوے میں ہیں اُنھوں نے لوٹ کر دیکھا کہ قافلہ آگے بڑھ گیا۔ یہ وہیں بیٹھ گئیں اس خیال سے کہ آخر میری ڈھنڈ یا پڑے ہی گی اور کوئی نہ کوئی مجھکو آکر لے جائے گا۔ قافلے کے پیچھے ہمیشہ ایک شخص رہا کرتا ہے کہ قافلہ روانہ ہو چکتا ہے تو وہ لوگوں کی گری پڑی چیز سمیٹ لاتا ہے۔ اِس قافلے کے ساتھ وہ شخص صفوان تھا۔ وہ جو آیا تو اُسنے آدمی کی پرچھائیں سے دیکھکر معلوم کیا کہ ام المؤمنین ہیں۔ خود تو اونٹ پر سے اُتر پڑا اور اُنکو سوار کر نکیل ہاتھ میں لئے آپ آگے آگے ہولیا۔ دشمن تو ایسے موقع کی تاک ہی میں رہتے تھے۔ نابکاروں نے تمام قافلہ میں چرچا کردیا۔ پیغمبر صاحب کو سُن کر سخت ایذا ہوئی۔ اور حضرت عائشہ کو اُن کے میکے پہنچا دیا۔ اور وہ بھی مارے رنج کے بیمار پڑ گئیں۔ کوئی دو مہینے کے قریب بیت الرسالت میں یہ آفت رہی۔ بارے سورۂ نور کی وہ آیتیں اُتریں جنھوں نے ام المؤمنین کی براءت روز روشن کی طرح ظاہر کردی۔ اِس سے دو مطلب نکلے ایک تو اس مذکور کا داخل قرآن ہونا۔ دوسرے لوگوں کا وحی پر اعتماد کرنا۔ اور سری کا ہوتا تو اس تذکرے کو زبان پر بھی نہ لاتا کہ اب تک کبھی کا بھول بسر گیا ہوتا۔ جیسے اور بہت سے واقعات۔ نہ کہ جزو قرآن قرار دینا کہ ہمیشہ اس تذکرے کی تجدید ہوتی رہے۔ بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب مامور تھے۔ اور ممکن نہ تھا کہ تبلیغ وحی کرنی

---

۱ اگر غیب کا حال معلوم کرلینا میرے اختیار میں ہوتا تو میں بہت سی بہتری جمع کرلیتا اور مجھکو کوئی برائی نہ پہونچتی ۱۲ ۲ میں تو فقط تم ہی جیسا آدمی ہوں ۱۲ ۳ مجکو معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ آیندہ کیا ہونے والا ہے ۱۲

اب میں اسکے چند شواہد بیان کرونگا۔ مثلاً عبداللہ بن ام مکتوم ایک صحابی تھے نابینا۔ وہ حضرت سے ہدایت پانے کے لیئے حاضر خدمت ہوئے۔ اتفاق سے اُس وقت رؤسائے قریش جمع تھے۔ اور پیغمبر صاحب انکو تعلیم و تلقین فرما رہے تھے۔ عبداللہ نے قریب پہنچکر عرض کیا کہ یا حضرت مجھ کو بھی حق کی تلاش ہے آپ مجھ کو بھی راہ راست بتائیے۔ پیغمبر صاحب نے سوچا کہ رؤسائے قریش کو خدا روبراہ کردے تو ان کے دیکھا دیکھی بہت لوگ اسلام لے آئیں گے۔ چنانچہ آپ عبداللہ کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔ اور ملتفت ہونے کا موقع بھی نہ تھا۔ سورۂ عبس کے شروع کی آیتیں اس واقعہ سے متعلق ہیں عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰی اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی وَهُوَ یَخْشٰی فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ[1] دنیا میں اگر کوئی حاکم بالادست اپنے ماتحت پر عتاب کرتا ہے تو شخص معاتب اُسکو چھپاتا ہے کہ لوگوں میں اُس کی سبکی نہو۔ یہاں ایک پیغمبر ہے اور خدا نے تادیباً زجر فرمایا ہے اور وہ ایک ایک کو فرمان عتاب آمیز سناتا ہے۔ جنگ اُحد میں اصحاب سے ایک غلطی ہو گئی تھی کہ پیغمبر صاحب کے حکم کے خلاف اپنی جگہ سے ٹل گئے۔ لڑائی بگڑی۔ کفار نے مشہور کردیا کہ پیغمبر مارے گئے۔ تو لشکر اسلام کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ[2] دنیا کے کسی سپہ سالار نے اپنی نسبت ایسے کلمات کہے ہیں۔ جو اس کی توہین کے موہم ہوں۔ زید بن حارثہ رضہ آپکے غلام تھے۔ آپنے انکو آزاد فرماکر اپنی پھوپی زاد بہن زینب کو اُن سے بیاہ دیا تھا۔ میاں بی بی میں موافقت نہ آئی۔ آخر زید نے انکو چھوڑ دیا۔ اور پیغمبر صاحب نے ان بی بی سے اپنا نکاح پڑھالیا۔ اور پیغمبر صاحب کو زید رضہ کے ساتھ ایسی محبت اور خصوصیت تھی کہ لوگ زید بن محمد پکارتے تھے۔ ان کی بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کو لوگوں نے بہت ہی بُرا سمجھا کہ بہو کو گھر میں ڈال لیا۔ اسکے متعلق سو

---

[1] پیغمبر نے تیوڑی چڑھائی اور منہ پھیر لیا اس سے کہ ان کے پاس ایک اندھا آیا۔ اے پیغمبر تم کیا جانو۔ شاید وہ (گناہ کی آلودگی سے) پاک ہوتا۔ یا تمہاری نصیحت سے نفع اُٹھاتا۔ جو پروا نہیں کرتا تم اُسکے پیچھے پڑے رہتے ہو۔ حالانکہ اسکے راہ راست پر نہ آنے کا تم پر کچھ الزام نہیں اور جو شخص تمہارے پاس دوڑ کر بھاگا ہوا آتا ہے تو تم اُس سے تغافل کرتے ہو خبردار پھر ایسا مت کرنا۔ یہ قرآن تو نصیحت عامہ ہو چکا ہے اِس سے نفع اُٹھائے اُن اوراق میں لکھا ہوا ہے جو بزرگی اور عالی رتبہ رکھتے اور پاک ہیں۔ بزرگ نیک لکھنے والوں کے ہاتھ میں ۱۲

[2] محمد بس بہرینست کہ ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں تو اگر یہ مر گئے یا مارے گئے۔ کیا تم (دین سے) اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے ۱۲

جو میں نے بیان کیا۔اسکے علاوہ دو باتیں اور بھی کھٹکتی ہیں۔ ایک تو پیروں کی تعظیم میں اس قدر افراط کردی ہے کہ اسکو ایک طرح کی پرستش کہا جا سکتا ہے۔ یہ فنا فی الشیخ اور تصور شیخ افراط فی التعظیم نہیں تو کیا ہے۔اس سے بہت کم درجے کی تعظیم صحابہ پیغمبر صاحب کی کرنی چاہتے تھے۔اور پیغمبر صاحب اسکو جائز نہیں رکھتے تھے۔اسی وجہ سے کہ کسی بندے کی تعظیم مفرط مستلزم کسر شان الوہیت ہے۔ایسی قومیں موجود ہیں۔جنھوں نے انبیاءؑ کی تعظیم بڑھاتے بڑھاتے اُن کو خدا اور خدا کا فرزند بنادیا۔ لگے ان کی قبروں کی پرستش کرنے اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد[۱]۔ اور نہیں تو سد باب فتنہ متقاضی ہے کہ یہ شیوہ ترک کیا جاوے ظنوا بالمؤمنین خیرا[۲]۔ ہم خواص مسلمانوں کی نسبت بدگمانی نہیں کرتے۔مگر وہ یہ تو فرمائیں کہ عوام مسلمان کیونکر محترز رہ سکتے ہیں۔ ہندوؤں میں بھی جو لوگ سمجھدار ہیں بت پرستی کو برا سمجھتے اور تاویل کرتے ہیں کہ بت صرف آثار اور علامات ہیں یاد دہانی اور خیال جمانے کے لیئے ممکن ہے کہ خاص خاص آدمیوں کا ایسا ہی خیال ہو۔مگر عوام میں انتہا درجہ کی بلند پروازی اور ایسا انتقال ذہن کیوں ہونے لگا وہ کیا سمجھیں کہ خواص جو اکثر متبوع عوام ہوتے ہیں۔کس غرض سے بتوں کی تعظیم کرتے ہیں۔یوں بت پرستی ایسی جڑ پکڑ گئی کہ کسی کے اُکھاڑے نہ اُکھڑی۔حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام رب انھن اضللن کثیرا من الناس[۳] پس بتوں کی شکایت اُس وقت بھی تھی اب بھی ہے۔اور جب سمجھنے والوں کی سمجھ پر پتھر پڑیں تو جب تک دنیا ہے گی یہ شکایت بھی رہے گی۔ صرف پتھر یا سونے یا چاندی پیتل کی مورتوں کا نام بت نہیں۔کوئی چیز ما سوی اللہ جسکی ایسی تعظیم کیجائے جو خدا کے ساتھ مختص ہے۔گو وہ کوئی فرشتہ۔یا کوئی پیغمبر یا اُستاد یا شیخ یا پیر ہی کیوں نہ ہو۔اسکو بھی ہم بت کہیں گے۔ وہ اپنی ذات سے بت نہیں ہے۔مگر جو اس کی خدا کی سی تعظیم کرے۔جو خدا کی طرح اسکو حاجت روا سمجھے اُس کا وہی بت ہے۔ مجکو لوگوں کے احتساب کا کوئی حق نہیں۔مگر ظاہر حال کیا بتا رہا ہے۔یہی بتا رہا ہے کہ جو حاجتیں انسان کو لاحق ہوتی ہیں۔ان سب کو ان ہی زندہ یا مردہ فقیروں کی حضور میں پیش کیا جاتا ہے پیش کرنے والوں کے دل میں جو کچھ ہو۔مگر دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ انکو حاجت روا نہ سمجھتے تو حاجت لیکر کیوں آتے۔بعینہ دنیا کے حاکموں کی سی مثال ہے کہ گنوار سے گنوار بھی حاکم اور اُسکے اہلکار پیشی میں فرق کرتا ہے

---

[۱] اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ۱۲ [۲] مومنوں پر نیک گمان رکھو ۱۲ [۳] مجکو اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھ اے پروردگار ان کے سبب سے بہت لوگ گمراہ ہوگئے ۱۲

وہ خود فرماتے ہیں قل[1] انما ادعو ربی ولا اشرک بہ احدا قل انی لا املک لکم ضرا ولا رشدا قل انی لن یجیرنی من اللہ احد ولن اجد من دونہ ملتحدا الا بلاغا من اللہ و رسالاتہ ۔

پیغمبر صاحب کے اس کہنے کو دیکھو۔ کہ میں تمکو نفع نقصان کچھ بھی نہیں پہنچا سکتا۔ ہمارے زمانے کے مشائخ تو ایسے بنتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے سب ان ہی کے ایما سے ہو رہا ہے۔ اُن کے مرید اور معتقد انکی تعظیم خلاف شرع کرتے ہیں۔ اور وہ انکو جائز رکھتے ہیں۔ ان سے اُمیدیں لگائی جاتی ہیں۔ اور وہ کبھی اپنا عجز ظاہر نہیں فرماتے۔ اور دوسری بات ہے عموم اسلام وما ارسلناک[2] الا کافۃ للناس کہ دعوت اسلام شامل تھی۔ مرد اور عورت۔ امیر اور غریب۔ شہری اور دیہاتی۔ مقیم و مسافر۔ عالم و جاہل بلا استثناء ہر احد سے سب پر۔ اب ان سب باتوں کو جمع کرو۔ یعنی تمام وحی کا قرآن میں مدوّن ہونا پیغمبر صاحب کا وحی کو اگرچہ وہ ان کی شان کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اخفا نہ کر سکنا۔ اسلام کا عام ہونا نتیجہ کیا نکلے گا۔ کہ مجموع مُسلمان بطور ایک کلاس کے تھے۔ اور پیغمبر صاحب انکے معلم۔ کہ وہ ساری کلاس کو ایک ہی کتاب اور ایک ہی سبق پڑھاتے تھے۔ تو پھر مشائخوں نے بلا تشبیہ فری میسنوں کی طرح یہ اپنا خاص کر لیا بنا رکھا ہے کہ ایک تعلیم ہے سینہ بسینہ اور وہ راز ہے درمیان پیر و مرید کے۔ اگر تعلیم وہی تعلیم ہے جو قرآن و حدیث و فقہ میں ہے تو اسکا اخفا کیا۔ اور اگر اسکے خلاف یا مغائر ہے۔ تو بڑی مشکل پیش آئے گی اور کچھ تاویل نہ کرتے بن پڑے گی۔ اس آیت کی یا ایہا[3] الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ کیا کوئی تعلیم ایسی بھی تھی کہ پیغمبر صاحب نے اپنے عزیزوں میں سے کسی کو یا اپنے حواریوں میں سے کسی کو اسکے لیے خاص کیا تھا۔ ہم کو تو اس کی کوئی سند ملی نہیں اور عقل بھی اس سے ابا کرتی ہے معلوم ہے کہ بڑے بڑے بزرگان دین طائفہ علیہ صوفیہ میں ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مجھ کو انکے سیکرٹ (راز) میں دخل نہیں۔ اور کیا ایک مجھ کو دخل نہیں۔ لاکھوں کروڑوں مُسلمان میری طرح اس نعمت سے اگر ہو محروم ہیں۔ اور چونکہ اوائل کار میں اشتباہات واقع ہو گئے۔ کبھی ارادہ بھی نہیں ہوا کہ اس راز کو معلوم کیجئے۔ یہ شبہ چند

[1] اے پیغمبر لوگوں کو سنا دو کہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں۔ اور اُس کے ساتھ کسیکو شریک نہیں کرتا۔ کہدو کہ میں تمھارے بھلے بُرے کا مالک نہیں۔ کہدو کہ مجکو اللہ کے (عذاب سے) ہرگز کوئی پناہ نہیں دیگا۔ اور نہ مجکو اُسکے سوا کوئی ٹھکانا۔ ہاں اُسکے پیغام پہنچا دینے پر میں بری ہو سکتا ہوں۔ (ورنہ نہیں) ۱۲ [2] ہم نے تو تمکو سبھی لوگوں کی طرف رسول کرکے بھیجا ہے ۱۲ [3] اے رسول جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے اترا ہے سب پہونچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے حق رسالت نہ ادا کیا ۱۲

اگر ان ہی معنوں میں جو لوگوں نے ٹھیرا رکھے ہیں شفاعت اور توسل کی ضرورت ہے بھی تو ایک طرف یہ ضرورت ہے اور دوسری طرف عوام کو روکنا تھامنا ہے کہ کہیں ہاؤیہ شرک میں اوندھے مُنہ نہ گر جائیں اور وہ گرا رہے ہیں اور ان کا وبال بھی ان لوگوں کی گردنوں پر ہے جو شرک و شفاعت میں فرق کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں۔ اور پھر اپنا ظاہری برتاؤ ایسے طور کا نہیں رکھتے کہ عوام کو مغالطہ واقع نہ ہو کسی آدمی کو اگر خدا نے نسب یا حسب یا جاہ یا حکومت یا علم یا کسی اور طرح کا امتیاز و تفوق دیا ہے تو اسکے ساتھ متبوع عوام ہونے کی ذمہ داری بھی ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ[1] پیغمبر صاحب نے سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے تو ان میں لکھوایا تھا اسلم تسلم[2] فان تولیت فعلیک اثم الاریسیین یہ اس لیے کہ دیہاتی تابع روسا قوم ہوتے ہیں نہ صرف دنیاوی امور میں بلکہ دین و مذہب میں بھی اور الناس علی دین ملوکھم[3] سے بھی یہی بات نکلتی ہے۔ اور نسب حسب جاہ حکومت وغیرہ وغیرہ۔ جہاں اور اسباب امتیاز ہیں ایک سبب امتیاز تقدم زمانی بھی ہے کیونکہ متاخرین ہمیشہ متقدمین کو نیکی سے یاد کرتے اور انکی سند پکڑا کرتے ہیں چنانچہ قرآن پاک میں بھی ایک جگہ ہے۔ قالت اخرٰھم لاولٰھم ربنا ھٰؤلاء اضلونا فاٰتھم عذابا ضعفا من النار۔[4]

مسلمانو ! اپنے پیغمبر کے حالات پر نظر کرو کہ ان کو توحید کے بارے میں کیا کچھ اہتمام تھا تصویر تک کا بنانا منع۔ رکھنا ناروا۔ اسی خیال سے کہ ایسا نہ ہو مسلمان پیغمبروں۔ بزرگانِ دین کی تصویریں بنا کر رکھیں۔ ان کی تعظیم کریں۔ اور رفتہ رفتہ بُت پرست ہو جائیں۔ جس تعظیم کے آپ پیغمبری سے قطع نظر بھی مستحق تھے۔ وہ بھی لوگوں کو نہیں کرنے دیتے تھے۔ کہ کہیں افراط نہ کرنے لگیں مثلاً تعظیم کے لیے کھڑا ہو جانا۔ اتنا تک ناپسند تھا۔ اور اپنی قبر کے بارے میں تو آخری وقت تک یہی دعا فرمایا کیے اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد۔[5]

جنگ بدر فتح ہوئی۔ انصار کی لڑکیاں بیت الرسالت میں جمع ہو کر شادیانے گانے لگیں طبیعتیں تو سب کی موزوں تھیں ہی۔ کسی نے ایک مصرع یہ بھی موزوں کر دیا وفینا[6] رسول اللہ یعلم ما فی غد۔ پیغمبر صاحب

---

[1] تم سب کے سب کچھ نہ کچھ ذمہ داری رکھتے ہو ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کی جواب دہی لی جائیگی ۱۲ [2] سلامتی چاہتے ہو تو اسلام لاؤ ورنہ دیہاتیوں کا وبال بھی تمہاری گردن پر رہیگا ۱۲ [3] لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتے ہیں ۱۲ [4] دوزخیوں کی پچھلی جماعت پہلی جماعت سے یوں کہے گی کہ اے ہمارے پروردگار انہوں نے ہمکو گمراہ کیا تھا انکو ہم سے دگنا عذاب دے ۱۲ [5] اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنائیو کہ لوگ اسکی پرستش کریں ۱۲ [6] اور ہم میں اللہ کا

خوب جانتا ہے کہ اہلکار حاکم نہیں۔ اِس پر بھی رشوت سے۔ خوشامد سے۔ خدمت سے۔ حاضر باشی سے اہلکار کو رضامند کرنا چاہتا ہے اور اسکو یقین ہی کہ وہ اہلکار اس کی کار برآری کر سکتا یا کرا سکتا ہے۔ اگر ایسا اور اِتنا خیال بھی خدا کے بارے میں ہو تو میں اسکو بُت پرستی کہوں گا۔ خدا حاکمانِ دنیا کی طرح غافل نہیں۔ بے خبر نہیں۔ [۱] لاتاخذہ سنۃ ولا نوم۔ [۲] یجیر ولا یجار علیہ۔ یہ بحث ہمکو لے جاتی ہے مسئلہ شفاعت کی طرف۔ اور یہ مسئلہ بڑا منزلۃ الاتی ام ہے۔ اور جو میں نے سمجھا ہے اگر اسکو بیان کروں۔ لوگوں کو کانونس (مقیقن) کرانے کے وقت چاہیئے۔ جسکو میں اپنے ڈسپوزل (اختیار) میں نہیں پاتا۔ لیکن اِتنا تو کہہ دینا ضرور ہے کہ خدا کو دنیا کے حاکموں یا بادشاہوں پر قیاس کرنا ایک طرح کی بدگمانی ہے اُس جناب کے ساتھ۔ دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں کا حال یہ ہے کہ ان تک ما و شما کی رسائی دشوار۔ اور وہ دو جہان کا بادشاہ فرماتا ہے [۳] نحن اقرب الیہ من حبل الورید

قطعہ

دوست نزدیک تراز من بمن ست　　ویں عجب ترکہ من ازوے دورم

چہ کنم باکہ تواں گفت کہ او　　درکنار من و من مہجورم

انسان سے بڑھکر بھی کوئی احمق اور بدنصیب اور دشمن کام ہو سکتا ہے کہ خدا اس سے ملنا چاہے اور وہ اُس سے بھاگے۔ وہ اسکی طرف جھکے۔ اور یہ اس سے پرے ہٹے۔ اور پھر نری قربت نہیں۔ فرماتا ہی [۴] ادعونی استجب لکم۔ لیکن اگر بندہ اسکے ساتھ مغائرت اور اجنبیت سمجھے اور اپنے میں اور اسمیں ذرائع اور وسائل ٹھہرے کرے تو اسمیں خدا کا کیا قصور ہے۔ شفاعت اور توسل کے یہ معنی ہی نہیں جو لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں۔ ایسی شفاعت کی نسبت تو ایک نص صریح موجود ہے [۵] ام اتخذوا من دون اللہ شفعاء قل اولو کانوا لا یملکون شیئا ولا یعقلون قل للہ الشفاعۃ جمیعا۔ خدا تو اپنے بندوں پر اسقدر مہربان ہے [۶] ان اللہ بالناس لرؤف رحیم کہ وہ آپ ہی شفاعت کرنے والا اور آپ ہی شفاعت سننے والا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر روز نصف شب کے بعد رب العزت کی طرف سے ندا ہوتی ہے [۷] ھل من داعٍ استجیب لہ۔ لیکن

---

[۱] خدا اونگھتا اور سوتا نہیں ۱۲ [۲] وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی ان کے مقابلے میں کسیکو پناہ نہیں دے سکتا ۱۲ [۳] ہم شاہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ۱۲ [۴] مجھ سے مانگو اور لو ۱۲ [۵] کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوائے حمایتی ٹھیرا رکھے ہیں ان سے پوچھو کہ گو کسی چیز پر کچھ اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ سمجھتے ہوں۔ پھر بھی تمہارے حمایتی کے حمایتی ان سے کہدو کہ ساری حمایت اللہ کی اور بس ۱۲ [۶] بیشک اللہ لوگوں پر ترس کھانیوالا مہربان ہے ۱۲ [۷] کیا کوئی مجکو پکارتا ہے کہ میں اس کی سنوں ۱۲

انسان کی گو وہ کیسا ہی بندہ مقرب و مقبول کیوں نہ ہو۔ عاجزی اور بے اختیاری کا خیال تازہ ہوتا ہے! ۵

بنیاگر کسے پاینده بودے ✤ ابو القاسم محمدؐ زنده بودے ✤ یہ تھا وہ فتنہ جو پیغمبر صاحب کو پہلے سے دکھائی

دے رہا تھا۔ اور اسی کے انسداد کے لیئے فرمایا کہ ۱؎ اللّٰھم لاتجعل قبری وثنا یعبد۔ اسی کے انسداد کے

لیے قبروں کے اونچا کرنے پکا بنانے کی ممانعت کی تھی ✤

کہتے ہیں کہ مشائخ میں بعض کو ایسا ملکہ ہوتا ہے کہ جس قبر کی طرف توجہ کریں مقبور کا حال معلوم

کر لیتے ہیں۔ کہ وہ سعید ہے یا شقی۔ اور صلحا کی قبر سے ان کو فیضان پہنچتا ہے۔ شاید ایسا ہو۔ مگر ہماری

جمع پونجی تو قرآن و حدیث ہی۔ سو ایک حدیث ام العلار انصاریہ صحابیہؓ کی ہے وہ کہتی ہیں کہ جناب رسول

خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مہاجرین کو ہم انصاریوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان میں سے عثمان بن مظعونؓ ہمارے

حصے میں آئے۔ اتفاق سے بیمار پڑے اور مر گئے۔ جب ان کو ہم لوگ کفنا چکے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

آلہ وسلم تشریف لائے۔ میرے منہ سے ایسے الفاظ نکلے کہ ان کے جنتی ہونے میں کیا شک ہے یہ تو خدا کے

برگزیدہ بندے تھے۔ اسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ تم نے کیونکر جانا؟ میں نے عرض کیا

یا حضرت یہ بھی برگزیدہ نہ ہوں تو اور کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ ۲؎ اما ھو فقد جاءہ الیقین واللہ انی لارجولہ

الخیر واللہ ما ادری و انا رسول اللہ ما یفعل بی۔ اسکے بعد سے ام العلار کہا کرتی تھیں ۳؎ فواللہ لا ازکی احدًا

بعدہ ابدًا۔ عشرہ مبشرہؓ مشہور ہیں یعنی ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ عبد الرحمٰنؓ بن عوف۔ سعد بن ابی

وقاصؓ۔ سعید بن زیدؓ۔ ابو عبیدہ ابن الجراحؓ۔ دس صحابی جنکو پیغمبر خدا نے ان کی زندگی میں خدا کے حکم

سے جنت کی بشارت دی تھی اور کہہ دیا تھا کہ تم جنتی ہو۔ اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت

خدیجۃ الکبریٰؓ اور ام المومنین عائشہ رضؓ وغیرہم چند لوگ اور بھی ہیں جو عشرہ مبشرہؓ میں نہیں۔ مگر جناب رسول اللہ

کے فرمانے سے ان کا جنتی ہونا معلوم ہے۔ مگر ان مبشرین بالجنۃ کا کیا حال تھا ۴؎ اخرج البیہقی فی شعب الایمان

۱؎ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنائیو کہ لوگ اس کی پرستش کریں ۱۲ ۲؎ لیکن اس شخص کو موت جو امر یقینی ہے آ پہونچی۔ اور خدا کی قسم میں اسکے لیئے بہتری کی امید کرتا ہوں۔ خدا کی قسم میں رسول ہو کر بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا ۱۲ ۳؎ خدا کی قسم میں اسکے بعد کبھی کسیکو بے گناہ نہیں کہتی ۱۲ ۴؎ بیہقی نے شعب الایمان میں ضحاک سے نقل کیا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میں رستے کے کنارے پر ایک درخت ہوتا پس میرے پاس ایک اونٹ آتا۔ اور مجھکو منہ میں ڈال لیتا۔ پھر مجھکو چباتا پھر نگل جاتا۔ پھر مینگنیاں بنا کر نکالتا لیکن میں آدمی نہ ہوتا اور عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کاش میں دنبہ ہوتا میرے مالک جہاں تک ان سے بن پڑتا مجھکو موٹا کرتے یہاں تک کہ میں بہت موٹا ہو جاتا تو ان کے پاس انکا کوئی دوست آتا پھر مجھکو ذبح کرتے پھر میرے گوشت کا کچھ حصہ تو بھون لیتے اور کچھ سکھاتے پھر مجھکو کھاتے لیکن میں آدمی نہ ہوتا۔

اندر لیٹے ہوئے سنتے رہے علم الغیب کا ان کی طرف منسوب کرنا تھا کہ اُٹھ بیٹھے اور روک دیا۔ شراب حرام ہوئی تو جو برتن شراب کے لیئے خاص تھے۔ دوسرے اغراض کے لیئے بھی ان کے استعمال کو منع فرمادیا یوں اللہ کے حدود کی حفاظت کی جاتی ہے۔ تب کہیں جاکر لوگ ٹھیک رہتے ہیں حدود کی حفاظت کرنا تو درکنار ہم بے احتیاطیاں کرنے لگے ہیں خطرناک +

اسلام کے احکام پر ایک اجمالی نظر ڈالو کہ مسجدیں سادہ۔ نہ ان میں کوئی تصویر۔ نہ مورت۔ بلکہ زیب و زینت اور نقش و نگار بھی ایجاد ما بعد ہے۔ اور دیواروں پر جو کلمہ یا درود یا آیات قرآنی لکھ دیا کرتے ہیں فقہا اسکو بھی نادرست لکھتے ہیں۔ پھر نماز میں نہ ڈھول ہے نہ ناقوس ہیں نہ گھنٹے ہیں۔ نری قرارت۔ وہ بھی لَے نہ ہو۔ گٹکری نہ ہو۔ راگ نہ ہو غرض داخل نماز اور خارج نماز کوئی چیز نہیں۔ کہ صارف توجہ ہو۔ یہ ایک شان عبادت ہی اور عبادت ایسی ہی ہونی چاہیئے ؎ سجدہ میں پائے خم مے پہ ہے کس لطف سے مست + یوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے مزے + اور ایک شان وہ ہے جو ہم بزرگان دین کے مزاروں پر دیکھتے ہیں۔ میں بہت بزرگوں کے عرسوں میں شریک ہوا ہوں۔ تو کیا دیکھا کہ ٹھوس چاندی کے چوبوں پر زربفت کا شامیانہ تنا ہے۔ قبر پر قیمتی اور پر تکلف غلاف ہیں۔ تو ہنوز پھولوں کے انبار لگے ہیں۔ اگر کی بتیاں روشن ہیں۔ بیرون گنبد خدام درگاہ مثل چوبداران شاہی صف بستہ کھڑے ہیں۔ مزار شریف کے روبرو مشائخ سرنگوں اور مودب بیٹھے ہیں۔ جیسے ارکین سلطنت۔ پائین حلقہ میں رنڈیاں کھڑی مجرا کر رہی ہیں اور کہیں شرع کی زیادہ پابندی ہے تو قوالوں کا طائفہ ہے۔ ایک خوش رو۔ خوش گلو لڑکا غزل گا رہا ہے ؎ شراب لعل کش و روے مہ جبیناں ہیں + خلاف مذہب آناں جمال بیناں ہیں + ٹپہ اور ٹھمری۔ اور ہولی اور دادرا اور دیس اور بہاگ اور بھیرویں اور پیلو جتنے راگ و راگنیاں ہیں۔ اپنے اپنے وقت پر گائی جا رہی ہیں۔ وجد کی حالت میں کوئی حضرت کھڑے ہو جاتے ہیں تو ساری محفل کو اُن کی تعظیم کے لیئے کھڑا رہنا پڑتا ہے۔ اب اس شان کو اُس سیدھی سادی مہذب باوقار متین شان نماز کے ساتھ ملا کر دیکھو۔ اور آپ ہی اپنے دل میں فیصلہ کر لو۔ یہی وہ زیارت قبور ہے جس کی نسبت پیغمبر صاحب فرماگئے ہیں۔ کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا فانھا تزھد عن الدنیا و ترغب فی الآخرۃ یہی وہ زیارت قبور ہے۔ جس کے اجر و ثواب کی امید کی جاتی ہے؟ یہی وہ زیارت قبور ہے جس سے خدا کی عظمت۔ اور بے نیازی۔ دنیا کی بے ثباتی۔

سلہ میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا اور اب ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ قبروں کی زیارت دنیا سے بیدلی اور آخرت کی طرف رغبت پیدا کرتی ہے۔

یہ ہے کہ فرقۂ مشائخ نے توحید کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انا الحق۔ اور ہمہ اوست و انا العرب بلا عین۔ اور انا احمد بلا میم ؎ احمد کو ہمنے جان رکھا ہے وہی احد ٭ مذہب کچھ اور ہوگا کسی بوالفضول کا ٭ ؎

من آن وقت کردم خدارا سجود — کہ ذات و صفات خدا ہم نبود

یہ اور اس قسم کی اور بہت آوازیں کہاں سے پیدا ہوئیں۔ اسی فرقۂ مشائخ سے۔ پیشوایان مذہب یعنی پیران طریقت کی تعظیم میں اتنی افراط کہ اسمیں اور عبادت میں فرق کرنا مشکل ہو۔ کہاں سے نکلی۔ اسی فرقۂ مشائخ الفاظ کے مدلول ظاہر کو کس نے بدلا کہ شراب سے مراد ہو شراب حدت۔ ساقی سے شیخ۔ جام سے دل وغیرہ وغیرہ۔ اسی فرقۂ مشائخ نے۔ شرع ظاہر کی کس نے بے توقیری کی ؎ نماز زاہداں سجادہ سجود ست ٭ نماز عاشقاں ترک وجود ست ٭ اسی فرقۂ مشائخ نے۔ میں نے بہت سوچکر یہ بات نکالی ہے کہ جس طرح قرآن میں ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون کہ مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیئے جو لوگوں کو نیک راہ کی طرف بلائے بھلی باتوں کے کرنے کو کہے۔ اور بری باتوں کے کرنے سے روکے۔ اور یہی ہے ماخذ گروہ علماء کا۔ واعظین کا۔ اسی قیاس پر یہ گروہ مشائخ کھڑا ہوا کہ تزکیۂ باطن اور اصلاح خیالات کرے اور واقع میں ایسے گروہ کی ضرورت تھی۔ کیونکہ اسلام نے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا۔ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ[۱] قرآن کی شان میں فرماتے ہیں یاایھا الناس قد جاءکم موعظۃ من ربکم و شفاء لما فی الصدور و ھدی و رحمۃ للمؤمنین[۲]۔ مگر حضرت انسان ایسی ٹیڑھی بناوٹ کے ہیں کہ ان کا مرکز ثقل کہیں ٹھہرتا ہی نہیں۔ ظاہر پر جھکے تو ایسے جھکے کہ لگے شرعی حیلے تصنیف کرنے۔ وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ اور اسمیں مثلاً بولنے بات کرنے کی نہاہی ہے۔ جس کا مطلب واقع میں یہ ہے کہ آدمی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ ہمارے وظیفچی صاحب ہیں کہ وظیفہ بھانتے جاتے ہیں اور ہوں ہوں اور اوں ہوں اوں ہوں اشاروں سے دنیا جہان کی باتیں ہوتی ہیں بندے کے ایک دوست تھے چاندی کے خاصدان میں گلوریاں بھروا کر رکھتے۔ گلوری کھانی ہوتی۔ تو خاصدان سے نکالی تکیے پر رکھ دی۔ تکیے سے اٹھائی منہ میں۔ میں نے پوچھا حضرت یہ کیا غرفایا۔ چاندی کے باسنوں کا استعمال منع ہے ٭

---

[۱] تم دل کی باتیں ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تو سب کا حساب لیگا ۱۲ [۲] اے لوگو تمھارے رب کی طرف سے تمہارے پاس یہ ایک نصیحت آئی ہے اور وہ باطنی بیماریوں کو شفا دیتی ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے ۱۲

عن الضحاك قال قال ابو بکرؓ واللہ لوددت انی کنت شجرۃ الی جنب الطریق فمر علی بعیر فاخذنی فادخلنی
فاہ فلاکنی حبانا ثم ازدردنی ثم اخرجنی بعرا ولم اکن بشرا فقال عمرؓ یالیتنی کنت کبشا ھلی سمنونی مابدا لھم
حتی اذا کنت کاسمن مایکون زارھم من یحبون فذبحونی فجعلوا بعضی شواءً وبعضی قدیدا ثم اکلونی ولم اکن بشرا
اور ان سے بھی بڑھ کر وہ حدیث ہے کہ حضرت عمرؓ زخمی ہوئے اور لوگوں نے جانا کہ اب مرنے کو ہیں تو ان کو
تسلی دینے لگے کہ تم نے دین کی بڑی بڑی خدمتیں کیں۔ اور یہ کیا اور وہ کیا تو اُنھوں نے کہا اما واللہ لوددت
انی خرجت منھا کفافا لاعلی ولالی وان صحبۃ رسول اللہ سلمت لی۔ ایک روایت ام المومنین عائشہؓ سے ہے
کہ آنحضرت فرمایا کرتے تھے۔ سددوا وقاربوا وابشروا فانہ لن یدخل الجنۃ احدا عملہ قالوا ولا انت یا رسول اللہ
قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ منہ برحمۃ یہ تو پیغمبر اور ان لوگوں کے مقولے ہیں جنکو خدا کی طرف سے جنت کا
وعدہ مل چکا تھا میں نہیں سمجھتا کہ سوائے رسولؐ کے کوئی کسی کی نسبت تعین کے طور پر جنتی ہونے کا حکم
بھی لگا سکتا ہے۔ اور جب یہ نہیں تو کہاں کا توسل۔ کیسا تقرب۔ پیر خود درماندہ شفاعت کرا کند+ اس کی
تصدیق ہوتی ہے اس مشہور حدیث سے۔ کہ قیامت کے دن لوگ بدحواس پڑے پھرینگے۔ اور یکے بعد دیگرے
آدمؑ اور نوحؑ۔ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سب انبیاء کے پاس شفاعت کرانے جائیں گے۔ کوئی حامی نہیں
بھرے گا۔ اور نفسی نفسی کہہ کر الگ ہوجائیں گے۔ آخر کار یہ خلعت بزرگی ہمارے پیغمبر صاحب آخرالزمان کو
عطا ہوگا۔ اور خدا کی درگاہ میں سجدہ کرینگے۔ اور گڑگڑائیں گے اور اُمت کو بخشوائیں گے +

مُسلمانوں نے اپنی دنیا کو اتنا تباہ نہیں کیا جتنا دین کو۔ ہر ایک فرقہ جادۂ استقامت سے منحرف
ہوگیا ہے۔ فسادات سب میں ہیں۔ مگر مجکو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کو کسی فرقے کی خرابی نے
اتنا نقصان نہیں پہنچایا۔ جتنا کہ اس فرقۂ مشائخ کی خرابی نے۔ علماء بھی اس الزام سے بری نہیں۔ مگر انھوں
نے اور طرح کی خرابیاں ڈالی ہیں۔ شرائع تو ہمیشہ بدلتی ہی چلی آئی ہیں۔ وہ کچھ بڑی بات نہیں۔ اسلام کا بڑا
فخر یہ ہے کہ اسنے آب حیات توحید کو فلٹر (صاف) کرکے اسمیں کسی طرح کی آمیزش نہیں رہنے دی۔ اب دیکھنا

---

۵۱ سنو! میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں خلافت کی جواب دہی میں برابر سرابر بھی چھوٹ جاؤں کہ نہ لینا آئے نہ دینا تو بھی
غنیمت ہے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا اجر پورا ملے تو زہے قسمت ۱۲ **۵۲** راست روی اور میانہ روی اختیار
کرو اور لوگوں کو خوشخبری سناؤ کیونکہ کسی کو اُسکا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں
فرمایا مجکو بھی نہیں۔ مگر یہ کہ مجکو اللہ اپنی رحمت میں ڈھانک لے ۱۲

سلامت رکھے کہ وہاں سے حرمین شریفین کے لوگوں کو بہتیری کچھ فتوحات ہی۔ ادھر موسم حج میں خاطر خواہ آمدنی ہو جاتی ہے۔ مگر ہمارے اپنے ہموطن برادران اسلام کا کیا حال ہی۔ ماشاءاللہ اتنا بڑا پنجاب اس کثرت سے مُسلمان۔ انجمن حمایت اسلام نے جلدی کی اور شاید خطرناک جلدی کی۔ مگر کیوں ؟ انھوں نے خدا پر توکل اور اپنی قوم پر بھروسا کیا۔ اُنھوں نے سمجھا کہ مسلمان لاکھ بگڑ گئے ہیں تاہم ہیں تو مُسلمان ہیں تو ان ہی کی نسل ان ہی کے نام لیوا جنھوں نے خاک مذلت سے اُبھرنے کا ارادہ کیا تو فلک الافلاک عروج پر جا بر آجے اتنی قلیل مدت میں جسکو دوسری قوموں کے مقابلے میں طرفۃ العین کہنا بھی مبالغہ نہیں۔ اے کاش جس جلدی سے وہ بلند ہوئے تھے۔ ایک بارگی دھڑام سے گر پڑے ہوتے۔ وہ مرگ مفاجات بہت بہتر ہوتی۔ اس سے کہ پڑے سسک رہے ہیں لا یموت ولا یحییٰ اور یہ نہیں کہ ان کے جاں بر ہونے کی اُمید نہیں اُمید ہے۔ اور تدبیر بھی معلوم ہے۔ وہ تمھاری ہی حمایت اسلام ہے مگر بندگان خدا ذرا تم بھی تو ہاتھ پاؤں ہلاؤ سالانہ جلسہ کر کے دیکھ چکے۔ الفقرا بن کے دیکھ چکے۔ کچھ ہوتا بھی ہے۔ مگر اس کام پر نظر کرتے جسکو شروع کر بیٹھے ہو۔ اس قدر ہے جیسے پیاسے کو اوس۔ سرکار نے ہندوستان کی مردم شماری کرنی چاہی ایک دن ایک وقت مقرر کر دیا۔ اس سرے سے اُس سرے تک سارے ہندوستان کی مردم شماری ہو گئی تم سے اور کچھ نہ ہو سکے تو اتنا ہی کرو۔ کہ اسیطرح ایک دن مقرر کرو اور اس کا نام رکھو روز گدائی۔ یہ روز روز کے مانگنے سے لوگوں کو مساوات سی ہو گئی ہے اور رہی سہی اور ہو جائے گی اس دن تمام پنجاب میں انجمن کے لیئے بھیک مانگی جائے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ شاید وہ اخیر بھیک ہو گی۔ اغراض انجمن کے لیئے بخوبی کافی۔ مگر تم تو یہ چاہتے ہو کہ لا دو لدا دو لادنے والا ساتھ دو۔ سومائی ڈیر آپکا کام مہا کام خدا تمھارے دلوں میں القا کرے۔ کہ یہ تمھارا اپنا کام ہے۔ جس دن اسکو اپنا کام سمجھو گے۔ بس پھر چٹکی بجاتے میں ہوا دھرا ہے۔ بھلا قوم کی یہ حالت ہو کہ سارا پنجاب اتنا بڑا پنجاب ایک کالج نہ کھڑا کر سکے۔ تو اس قوم کو زہر کھانے کا کیا موقع ہے۔ نہیں نہیں۔ میں اپنے اس مقولے کو ممبران انجمن حمایت اسلام کی مخالفت کے ڈر سے واپس لیتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ جب مسلمانان پنجاب اپنا ایک کالج قائم نہ کر سکے۔ اور یہ جو تم نے بے آس بے سہارے ایک ڈھوڈا ما کری آف اے کالج (کالج کی ہنسی) کھڑا کر لیا ہے اس کی تو میرے ذہن میں کچھ بھی وقعت نہیں۔ غرض جب مُسلمانان پنجاب اپنا ایک کالج قائم نہ کر سکے

لے نہ مرتا ہے نہ جیتا ہے ۱۲

وہ حکایت سنی ہوگی کہ ایک بزرگ مالک چندیں نصاب تھے مگر زکوٰۃ کبھی نہیں دی۔ برس پورا نہیں ہونے پاتا تھا کہ زبانی بی بی کے نام ہبہ کردیتے تھے۔ پھر بی بی سے اپنے نام ہبہ کرالیتے تھے۔ گھی کہاں گیا کھچڑی میں۔ اس سے کہیں زیادہ غضب کی بات اور سنو۔ کہ ایک مسلمان بادشاہ تھا۔ (کیا ضرور ہے کہ اُس کا نام لوں)۔ اُسکے محل میں ایک لونڈی تھی اسکے باپ کی مدخولہ۔ وہ اُس لونڈی کو اپنی مدخولہ بنانا چاہتا تھا ایک فقیہ سے حیلہ پوچھا۔ فقیہ صاحب نے کہا۔ اسکے مدخولہ اعلیٰ حضرت ہونے کا ثبوت؟ بادشاہ نے جواب دیا۔ اسکا خود اپنا اقرار۔ اسپر فقیہ صاحب نے فتویٰ دیا کہ لونڈی ہے۔ اس کی عدالت مخدوش۔ گواہی نامقبول۔ یہ ہے وہ گروہ ظاہر آباد باطن خراب۔ غیرت اجازت نہیں دیتی مگر مجبوری کہنا پڑتا ہے کہ کثرت سے بدمعاملگی اور خبث نفس دیکھتے دیکھتے لوگ تشرع ظاہری سے بدگمان ہوگئے ہیں۔ غرض جھوں نے ظاہر کا پہلو اختیار کیا۔ اسکی یوں مٹی پلید کی۔ اور جو باطن پر ڈھلے لگے خدائی کا دم بھرنے لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ فقیر اور درویش اور مشائخ یہ سب الفاظ ہیں مرادف ہمدگر۔ ان لوگوں کی تعلیم کا لب لباب ہے زہد۔ ایک مثال ہے کہ جب مجکو موقع ملتا ہے اسی کا اعادہ کیا کرتا ہوں۔ اس واسطے کہ اس سے بہتر کوئی مثال نہیں سوجھتی۔ وہ یہ ہے کہ دین طب روحانی ہے۔ طبیب کا کام ہے کہ ہر مریض کو اسکے مناسب حالت دوا دینا۔ شاید کوئی مریض ضعیف و ناتواں ہے۔ اسکو دوائی مقوی دی جاتی ہے۔ کوئی ہیجان کی وجہ سے محتاج تنقیہ ہے۔ طب کی کوئی سی کتاب اُٹھاکر دیکھو نسخے ملینگے۔ ضد یکدگر۔ بعض کمزور کرنے کے ہیں۔ بعض طاقت بڑھانے کے۔ اب یہ طبیب کا حصہ ہے کہ کس کو کیا مرض ہے۔ اور اسکو کون سی دوا دینی مناسب ہے۔ طبیب نسخہ نہیں تصنیف کرتا۔ نسخے کتاب ہی میں لکھے موجود ہیں۔ بلکہ یہ تجویز کرتا ہے کہ ان نسخوں میں کونسا نسخہ اس مریض خاص کو مفید ہوگا۔ بعینہ یہی حال ہے دین کا۔ ایک وقت تھا کہ مسلمانوں میں سلطنت تھی۔ حکومت تھی۔ دولت تھی۔ یہاں تک کہ لوگ جھولیوں میں روپے بھرے ہوئے مدینہ شریف کی گلیوں میں پکارتے پڑے پھرتے تھے۔ کہ کسی کو حاجت ہو تو بولو۔ کوئی نامی نہیں بھرتا تھا کیوں کہ ہر شخص بجائے خود مستغنی تھا۔ وہ وقت تھا تعلیم زہد کا۔ جیسے برسات کی آمد میں صفرا کا جوش ہوتا ہی اور زلال آلو بخارا۔ اور زلال تمر ہندی اور سکنجبین لیمو وغیرہ صفرا شکن دوائیں استعمال کرائی جاتی ہیں۔ اگر اسوقت زہد کا چرچا نہ پھیلایا جاتا۔ تو مسلمانوں کو دنیا کا تخمہ ہوگیا ہوتا۔ لیکن اب کیا حال ہے۔ خدا تعالیٰ سلطنت روم کو

لہ خدا جو کچھ کرتا ہے اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں اُن سے کیئے ہوئے کی باز پرس کی جائے گی ۱۲

نہیں۔ اسکا وہ غل نہیں کہ کان پڑے آواز سُنائی نہ دے۔ مگر بھنبھناہٹ سی اب بھی ہے۔ جب دوسری قوموں کے پاس شاہ نامے کا ایک افسانہ ہے۔ اور بس۔ مسلمان سلطنت کو اسطرح یاد کرتا ہے۔ جیسے ایک سال کا دودھ چھوٹا ہوا بچہ دودھ کو۔ اسکے مقابلے میں دوسری قوم کا بڈھا پھونس ہی۔ اور اسکو یاد دلایا جاتا ہے کہ اسنے بچپن میں دودھ پیا تھا۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ بااین ہمہ ہم میں جو سمجھدار ہیں اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کہ جن دنوں ہمکو سلطنت حاصل تھی۔ حاصل تھی باستحقاق۔ اب اگر چھن گئی ہی تو چھن بھی گئی ہے باستحقاق۔ اب زمانے کا وہ اگلا سا رنگ نہیں رہا۔ دنیا اسقدر ترقی کر گئی ہے کہ ہم میں سلطنت کرنے کی صلاحیت ہی نہیں کہ اس کی آرزو کریں۔ زوال سلطنت کچھ بچوں کا کھیل نہیں۔ کہ تھی تھی نہیں تو نہیں سہی۔ سلطنت کے مٹ جانے سے قومیں مٹ گئی ہیں۔ گویا سلطنت قومی زندگی تھی۔ شکر ہی کہ ہم رعایا بھی بنے تو ایسوں کی کہ جنکی عملداری میں ہمکو اپنی سلطنت سے زیادہ آرام و آسایش ہی۔ اب اگر ہم مٹتے ہیں اور مٹنے میں باقی ہی کیا ہے تو اپنی کاہلی اور نااہلی سے۔ بیشک سلطنت بڑی چیز ہے اور کیوں نہ ہو۔ السلطان ظل اللہ[1] الحکومۃ نصف الکرامۃ[2] مگر اہل یورپ نے ثابت کر دکھایا کہ علم و ہنر بڑی چیز ہے۔ انسان کی شیخی نے سلطنت کی قدر بڑھا رکھی ہے۔ یا اس کی قدر و منزلت کریں تو وہ لوگ کریں۔ جو حکومت کے سوا اور کسی تدبیر سے دولت نہیں کما سکتے۔ مگر بادشاہ جیسے رعایا سے خراج لیتا ہے۔ ویسے ہی اسکو ملک کی حفاظت اور انتظام کے لیئے خرچ بھی کرنا پڑتا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا اتنی بڑی سرکار کہ آج کوئی سلطنت محاصل میں لگا نہیں کھا سکتی۔ مگر چند روز سے چاندی کا بھاؤ متنزل ہو رہا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ہے کہ بدحواس ہی۔ آمد کم۔ خرچ زیادہ ٹیکس لگاتی ہے تو رعایا ناخوش ہوتی ہے نہیں لگاتی تو پورا نہیں پڑتا۔ یوروپ یوروپ نہیں ہو گیا سلطنت کی بدولت۔ بلکہ علم و ہنر کی بدولت۔ سو علم و ہنر کے حاصل کرنے کے لیئے نہ کوئی ہمکو روکتا۔ نہ روک سکتا۔ بلکہ ہر طرح کی ترغیبیں دی اور سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں لوگوں نے تو اس لائن میں کچھ کیا بھی ہے۔ مگر بدنصیب مسلمان اس نعمت سے گویا کہ محروم مطلق ہیں۔ اسے وہ کرنا چاہتا تھا من بھر۔ اور کیا چھٹانک۔ تو اس کرنے کو کرنا نہیں کہتے۔ اس کا تم کو کیونکر یقین آئے۔ اس کا یقین آئے مشاہدے سے۔ کہ جس آفس میں جاؤ بھرا ہندو۔ ادھر تو کوئی اللہ کا مارا اکا دکا مسلمان دکھائی بھی پڑتا ہے۔ ذرا ہماری طرف چلو بمبئی۔ مدراس۔ بنگالے پر نظر ڈالو تو مسلمان ڈھونڈھو تو ڈھونڈا نہیں ملتا۔ اور شاذ و نادر ہے بھی تو وہ ایسا بے مناسبت۔ بے جوڑ معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ہنسوں کی پنچایت میں کوا۔ مگر مسلمان

[1] بادشاہ اللہ کا سایہ ہوتا ہے ۱۲ [2] حکومت آدھی کرامت ہے ۱۲

توان کو تعلیم زہد کی سخت ضرورت ہے۔ مگر کس طرح پر کہ جو کچھ لوگوں کی زاہدانہ ضرورت سے زائد ہو۔ اور جب آدمی نے زہد کا دم بھرا تو سوائے اسکے دفع حر و برد کے لیئے کچھ موٹا جھوٹا کپڑا پہن لے اور قوت عبادت کی غرض سے بقدر کفاف کچھ کھا لیا کرے۔ اسکو اور کیا ضرورت ہو سکتی ہے ۵

حرص قانع نیست صائب ورنہ اسباب جہاں — آنچہ من درکار دارم بیشتر درکار نیست

الحاصل ممبران انجمن حمایت اسلام تو یہی رائے دینگے۔ کہ مسلمانوں کو زہد کی تعلیم دی جائے تاکہ جو کچھ لوگوں کی زاہدانہ ضرورت سے زائد ہو۔ وہ سب انجمن کے حوالے کریں۔ مگر ایسے زہد کی تعلیم کہیں ہے بھی۔ ایسا زہد کوئی کر بھی سکتا ہے۔ کوئی کر بھی سکتا ہے فما الذین فضلوا برادی رزقھم علی ما ملکت ایمانھم فھم فیہ سواءٌ وہی جیسے میں نے اب سے دو مہینے پہلے علی گڈھ کالج میں کہا تھا۔ ۵

مگر ترک دنیا کچھ آساں نہیں ہے — دکھائے کوئی کر کے بر رغم نیچر
ضوابط یہ باندھے ہوئے ہیں خدا کے — نہ بدلے نہ بدلیں الیٰ یوم محشر
یہ طامات و دعوی ہیں دھوکے کی ٹٹی — اگر زھد ہے بھی تو زھد مزور

جو لوگ زاہد بنتے۔ اور دوسروں کو زاہد بنانا چاہتے۔ وہی لوگ ملکی خیرات میں سے لائنز شیر (غالب حصے) پر قابض و متصرف ہیں +

اگرچہ دین اسلام کے ہر ہر شعبے میں فتور واقع ہو گیا ہے۔ مگر شعبہ فقر میں سب سے زیادہ۔ وہ گھاٹی تھی ہی دشوار گزار۔ مشائخ نے ایک دم سے بلا امتیاز سب کو مونڈنا شروع کر دیا۔ ہر چہ آید درپیش نگذارد درویش نتیجہ یہ ہوا کہ فقیری متہم ہو گئی بجا۔ بدنام ہو گئی بوجب +

آدمیوں کی طبیعتیں اسقدر مختلف واقع ہوئی ہیں کہ سب کو ایک طرح کی تعلیم دینے سے فائدے کے عوض اُلٹا نقصان ہوتا ہے۔ اور جو حال دنیاوی تعلیم کا ہے وہی دینی تعلیم کا بھی ہے۔ ہمارا سررشتہ تعلیم کیا غلطی کر رہا ہے یہی کہ سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنا چاہتا ہے۔ جس کا ثمرہ پیش رس ہے نیشنل کانگرس۔ رعایائے ہندوستان میں ہم مسلمانوں سے بھی بڑھ کر کسی قوم کو سلطنت کے پھر حاصل کرنے کی خواہش ہو سکتی ہے۔ ہم سے سلطنت چھنے ہوئے بہت سے بہت تین چار پشتیں ہوتی ہوں گی۔ جب کہ دوسری قوموں کی بیس بیس پچیس پچیس پشتیں غلامی میں گل گئیں + ہماری سلطنت کے آثار منہدم پڑ گئے ہیں گر مٹے

۵ جنکو ضرورت سے زیادہ روزی دیدی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنے غلاموں کو نہیں بانٹ دیتے کہ وہ ان کے برابر ہو جائیں ۱۲

خدا کے فضل سے انگریزی عملداری میں آنکھ کھولی ہے۔ خدا اسکو ابدالآباد تک سلامت رکھے پچھلی عملداریوں کی مصیبتیں۔ روز کی لوٹ مار۔ ڈاکے۔ بے اطمینانی۔ بدامنی۔ حاکموں کے ڈنڈ۔ چٹی۔ بیگار۔ ہنگامے۔ خانہ جنگیاں۔ قحط۔ مری۔ دیکھیں نہیں۔ اور خدا دکھائے بھی نہیں تو کسی قدر بزرگوں سے سُنیں اور بہت کچھ کتابوں میں پڑھیں۔ مجکو تو حیرت ہوا کرتی ہے کہ ایسی بدعملیوں میں نسل آدم منقطع کیوں نہیں ہوگئی۔ اب چشم بد دور ایک عملداری یہ ہے کہ شیر بکری کا ایک گھاٹ پانی پینا ایک شاعری خیال تھا۔ یہاں ہر جگہ اور ہمہ وقت یہی ہو رہا ہے۔ جیسا کلکتہ۔ مدراس بمبئی یا دوسرے بلاد میں جو گورنمنٹ سیٹ (دارالحکومتہ) ہیں۔ ویسا ہی پہاڑکی کھوہوں میں۔ جنگلوں میں۔ شہروں میں۔ قصبوں میں۔ گاؤں میں۔ آبادی میں۔ ویرانے میں سڑیل۔ تار برقی ڈاک۔ مدرسے شفاخانے۔ نہریں۔ کلیں۔ انواع واقسام کے ساز و سامان زندگی۔ ہر طور کے انتظام۔ ہر طرح کے بند و بست میں نہیں سمجھتا کہ اس سے بہتر اور کیا عملداری ہو سکتی ہے۔ ہم نے تو جب سے ہوش سنبھالا۔ یہی دیکھتے رہے۔ اترسوں سے پرسوں بہتر تھا۔ پرسوں سے کل۔ کل سے آج۔ اور آج سے ان شاء اللہ آنے والا کل ضرور بہتر ہوگا اور کل سے پرسوں۔ پرسوں سے اترسوں۔ اور اسیطرح برسوں برسوں۔ پھر ہیں تو آدمیوں ہی کے انتظام۔ یہ لوگ حضرت عیسیٰ ہی کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں۔ اپنے تئیں تو خدا کا بیٹا نہیں کہتے۔ کچھ نہ کچھ نقص تو آدمی کے انتظام میں رہیگا۔ دنیا ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ نئی نئی ضرورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ نئی نئی حاجتیں۔ لیکن گفتگو اس میں ہے کہ آیا یہ نقص ایسے ہیں کہ ان کے لیئے اتنا شور و غل مچایا جائے۔ عرض حاجت کو کوئی منع نہیں کرتا۔ پیرایہ قابل اعتراض ہے۔ بات ایک ہی ہوتی ہے اور طرز ادا مختلف۔ نوش جان فرمایئے۔ تناول کیجئے کھایئے۔ ایک طرز ہے۔ نگلو۔ ٹھونسو۔ زہر مار کرو۔ یہ دونوں طرزیں جیسا کہ متضاد اثر رکھتی ہیں۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے نیشنل کانگرس نے ایک قسم پیرایۂ عرض مطلب بُرا اختیار کیا ہے۔ وہ مانگتے ہیں گڑگڑانے کی جگہ تڑاکر دعا کے عوض گالیاں دے کر خوشامد کے بدلے ہیکڑی سے +

دنیا کا انتظام مبنی ہے فرق مراتب پر۔ کہ ایک امیر ہے ایک غریب۔ ایک حاکم ہے۔ ایک محکوم ایک باپ ہے ایک بیٹا۔ ایک استاد ہے ایک شاگرد۔ جعلنا بعضکم لبعض سخریا[1] مصرع گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی + اسلام سے بڑھکر کوئی مذہب سلف ریسپکٹ (خودداری) کیا سکھائے گا کہ خدا سے غیر مرئی و نا مشاہد کے سوائے مسلمان کسی کے آگے جھکتا ہی نہیں۔ اس پر بھی تو حکم ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و[2]

---

[1] ہم نے تم میں سے ایک کو ایک کا تابع بنایا ۱۲ [2] اللہ کا حکم مانو اور اللہ کے رسول کا حکم مانو اور ان کا جو تم میں صاحب حکومت ہوں ۱۲

کہاں نہیں ملتا۔ کچھر یوں ہیں۔ افسوں ہیں۔ زمرۂ تاجران مالدار میں۔ گروہ زمینداراں و کاشتکاراں خستہ حال میں۔ غرض کسی کی جماعت خوش پوش ہیں۔ گمرہاں کنجڑے تعلی گر۔ گھٹلے لوہار۔ بڑھئی۔ معمار۔ بیلدار۔ درزی حجام۔ سقے۔ دھوبی۔ پھیری پھرنے والے مہاجنوں کے دربان۔ چوکیدار۔ خدمتگار۔ ڈھول تاشے۔ نفیری بجانے والے۔ غرض جتنے مبتذل کام ہیں مُسلمان بھائی گویا انکے ٹھیکہ دار ہیں +

تعلیم کے اعتبار سے مُسلمانوں کا پھسڈی ہونا جاننے والے توجانتے تھے۔ مگر وہ جاننا ایک مبہم طور کا تھا۔ اب کے علی گڈھ کے کانفرنس میں مسٹر سید محمود اور نواب محسن الملک نے ڈائیگرام بنا کر ہال میں لٹکا دیئے اور سب نے مشاہدہ کر لیا۔ مُسلمان تعلیم کے کس درجے میں ہیں اور کس درجے میں ان کو ہونا چاہیئے تھا۔ اور کتنے ہیں اور کتنے ہونے چاہیئے تھے۔ مجکو ایسا خیال پڑتا ہے کہ مُسلمانوں اور ہندؤوں میں تقریبًا ایک اور تین کی نسبت تھی نہیں نہیں مجکو کہنا چاہیئے۔ ہندو اور مُسلمانوں میں تین اور ایک کی نسبت تھی۔ اور پھر یہ تو ایک خاص بات تھی جو حالت کا اصلی معیار نہیں۔ اگر اسی طرح کے ڈائیگرام تجارت اور زمینداری اور دستکاری کے اعتبار سے ہزار پتی اور لکھ پتی اور کروڑ پتیوں کے بنائے جاتے۔ تو میں خیال کرتا ہوں کہ مُسلمان ادھی پتی یا چھکوڑی پتی ہوں تو ہوں یہ تو حالت ہے۔ اور خدا جانے کس جنم کا بیر نکال رہے ہیں کہ ہمکو بھوکا ننگا بھی نہیں دیکھ سکتے۔ مُسلمان کچھ ایسے احمق ہیں۔ اور تعلیم وقتی سے گریزاں ہیں۔ تو ان کے احمق ہونے میں ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ غرض کچھ ایسے احمق ہیں کہ جھٹ سے جھانسے میں آجاتے ہیں اور انجام کار نہیں سوچتے +

۱۸۵۷ء کے غدر کے دن کی بات ہے۔ ہندو سپاہی کارتوس پر بگڑے۔ مُسلمان یہ سمجھ کر کہ ہمارا ان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انکے پیچھے ہولیئے۔ بھگتا سو بھگتا اور جھیلا سو جھیلا۔ ابھی وہ زخم اچھی طرح مُندمل نہیں ہوئے کہ ہندؤوں نے کانگریس نکال کھڑا کیا۔ اور جیسا انکا قاعدہ ہے مُسلمانوں کو بھی اکسایا۔ خدا اس نیچری سرسید کا بھلا کرے کہ اس آگ میں گھسنے سے روکا۔ ورنہ مسلمانوں کے حصے کی یہ دوسری قیامت تھی کہ ان کم بختوں کے دلوں میں مارشل سپرٹ (سپہ گری) کا شعلہ تو ٹمٹماہی رہا ہے۔ خدا نخواستہ کہ ان کو گورنمنٹ سے بدگمانی ہو جو نیشنل کانگریس کا ضروری نتیجہ ہے۔ گورنمنٹ کا تو یہ اور ایسے ایسے ہزار کیا کر سکتے ہیں۔ مگر ہاں اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیتے اور ہم انکو روپیٹ چکتے کہ بس اب یہ نہیں پنپتے۔ انسان کچھ ہے ہی کافر نعمت ان الانسان لکنود (انسان ناشکرا ہے) جو نعمت اسکو حاصل ہوتی ہے وہ اس کی قدر نہیں کرتا۔ جب تک کہ وہ نعمت اُس سے سلب نہ کر لی جائے۔ قدر نعمت بعد زوال ایک مشہور بات ہے اور جیسی مشہور ہے ویسی صحیح بھی۔ ہم نے تو

ایسے کھلونے پاکر خوش ہوں۔ ہم تو اس سے رضامند ہونے والے ہیں نہیں۔ کہ چند مسلمان سرکاری نوکریاں پا جائیں۔ گو وہ نوکریاں کیسی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔ قوم تو جب سنبھلے گی۔ اگر سنبھلنا تقدیر میں لکھا ہے۔ تو تعلیم ہی سے سنبھلے گی۔ پس یک در گیر و محکم گیر۔ جو قومی خیر خواہی کا دم بھرتے ہیں۔ وہ۔ اور جنکے حق میں خیر خواہی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ۔ سب کے سب کنفس واحدۃ ستو باندھکر تعلیم کے پیچھے پڑو۔ اور جب اسکا مزہ چکھ لوگے تو تم آپ پروا بھی نہیں کرنے کے کہ نوکری ہے کیا بلا۔

میں نے چاہا تھا کہ نیشنل کانگریس کے متعلق ایک لفظ بھی مُنہ سے نہ نکالوں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ مرض آج کل کے تعلیم یافتوں ہی کو ہوتا ہے۔ اور ان کے دماغ اس خلل سے ماؤف ہونے کے لیئے زیادہ آمادہ ہوتے ہیں۔ اسواسطے کہ اول تو تعلیم پوری نہیں تعلیم پوری ہوتی تو ان کی وہی کہاوت ہوتی جیساکہ اہل کتاب کے حق میں خدا نے فرمایا ہے۔ لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض[1]۔ اور لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم[2] غضب خدا کا تعلیم یافتہ اور محتاج رزق! معلوم ہوتا ہے کہ اسنے تعلیم نہیں پائی۔ بلکہ بھاڑ جھونکتا رہا ہے۔ اسکو ہونا چاہیئے تھا ذو فنون، نوکری ہی۔ تو نوکری ورنہ

تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی تو ہے ہرجائی تو اپنا بھی یہی طور سہی

نقصان تعلیم کے علاوہ ایک نقصان ہے اسکی تعمیم۔ کہ جسکی طبیعت مناسب ہے وہ اور جسکی طبیعت مناسب نہیں وہ۔ جسکا پیشہ ہے وہ۔ اور جس کا پیشہ نہیں وہ۔ جسکو ضرورت ہو وہ۔ اور جسکو ضرورت نہیں وہ۔ بھیڑ بادھے کی طرح تعلیم میں گھستے چلے جاتے ہیں۔ اور مزہ یہ ہے کہ سب کا مقصود اصلی نوکری۔ یا الٰہی نوکریاں آسمان سے برسیں گی یا زمین سے اُبلیں گی۔ اور نہیں برسیں گی۔ اور نہیں ابلیں گی تو یہ ٹڈی دل کہاں سے پلے گا۔

یہی غلطی جو تعلیم کے بارے میں ہورہی ہے۔ اور اسکے آثار بد مرتب ہو چلے ہیں۔ یہی غلطی اور میں پھر کہتا ہوں یہی غلطی اس مذہبی تعلیم میں ہوئی۔ اور ہورہی ہے۔ جس کا نام ہے درویشی فقیری۔ زہد۔ اصلاح باطن۔ طریقت۔ پیری۔ مریدی۔ دنیاوی تعلیم بھی دو قسم کی ہے۔ ادنےٰ اور اعلےٰ ادنےٰ تعلیم وہ ہے جو اکثر افراد کو ہونی چاہیئے۔ تاکہ جو جس شان میں ہو۔ بھلا آدمی ہو۔ اگر وہ سوسائٹی کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے۔ تو وہ سوسائٹی کو درہم برہم بھی نہ کرے۔ کسی سے لڑے نہیں جھگڑے نہیں۔ کسی کو

[1] ہم اُن پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے ضرور کھول دیتے ۱۲ [2] ان کو روزی ملتی پر ملتی اوپر سے یعنی آسمان سے اور پاؤں کے تلے سے یعنی زمین سے ۱۲

اولی الامر منکم۔ متعصب لوگ لفظ منکم سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ جس حاکم وقت کی اطاعت لازم ہے وہ ہم میں سے ہونا چاہیئے۔ یعنے مسلمان۔ حالانکہ منکم کی قید قید اتفاقی ہے اور لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا اس کا اتفاقی ہونا پکار رہا ہے پس ہم مسلمان تو مذہباً اطاعت حکام پر مجبور ہیں۔ اور جو فعل موہم سرکشی ہو۔ ہمارے یہاں منہیات شرعیہ میں سے ہے۔ بے شک جن سے نیشنل کانگریس عبارت ہے اس الزام سے بہت چڑتے ہیں۔ اور ہم کو یقین کرلینا چاہیئے۔ کہ وہ حکام کے نہیں گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ ہیں۔ مگر یہ تو فرمائیں۔ کہ عوام جو حکام اور گورنمنٹ میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور نہیں کرسکتے۔ اور اُنھوں نے برٹش گورنمنٹ کے اصول کو نہ سمجھا ہے نہ سمجھیں گے۔ اپنے دل میں کیا کہتے ہوں گے۔

اس معاملۂ خاص میں ہماری اور ہندوؤں کی ایسی مثال ہے۔ جیسے ایک گاڑی میں دو گھوڑے جوت دیئے گئے ہوں۔ ایک ہٹا کٹا اور تیز رو۔ اور دوسرا مرغل سست قدم۔ یہ تیز رو دانہ گھاس کے لیے جلدی مچا رہا ہے۔ اور مزاج کا ہے کڑوا۔ ایک طرف ساتھ والے جانور پر مُنہ مارتا ہے۔ اور دوسری طرف دولتیاں جھاڑتا ہے۔ ایسی بے طرح کہ شاید ساز توڑ ڈالے گا۔ یا گاڑی کو نقصان پُہنچائے گا۔ افسوس ہے کہ اسکو اپنے زور کے گھمنڈ میں اپنے ساتھی کے حال پر مطلق نظر نہیں۔ ورنہ ذرا صبر کرے۔ اور اسکو بھی نباہ لے جائے۔ کوچبان اگر ہوشیار ہے۔ اور بیشک ہوشیار ہے تو وہ ساز اور بگھی کو ٹوٹنے پھوٹنے نہیں دیگا۔ مگر اس مرغل کو کیا کرنا چاہیئے۔ سوائے اسکے اور کچھ چارہ نہیں کہ جان توڑ کر محنت کرے۔ اور اپنے زبردست ساتھی کا ساتھ دے۔ ورنہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ کوئی اسکو گاڑی سے کھول تو دیگا نہیں۔ ایسے کوڑے پڑینگے کہ یاد ہی تو کرے گا۔ اس کا اپنے توانا ساتھی سے امید کرنا۔ کہ وہ اپنی رفتار کو مدھم اور دانہ گھاس کی خواہش کو فرو کرے۔ توقع فضول ہونے کے علاوہ اسکی ناکسی اور دنائت اور پست ہمتی کی دلیل ہے۔

جن باتوں کے لیئے نیشنل کانگریس نے اودھم مچا رکھی ہے۔ نظر دوربین میں ان کی اس سے زیادہ وقعت نہیں جیسے کوئی نادان بچہ مٹی کے کھلونوں کے لیئے مچلے اور ضد کرے۔ فرض کرو کہ نیشنل کانگریس کے مطالب گروہ خاص کی خود غرضی پر مبنی نہ ہوں۔ اور فرض کرو کہ نیشنل کانگریس کو اپنے مقاصد میں کامیابی بھی ہو۔ اور فرض کرو کہ مُسلمانوں کے حقوق بھی پامال نہ ہوں۔ تاہم افسوس مسلمانوں پر اگر وہ

سلہ ملک میں امن قائم ہوئے پیچھے فسادمت پھیلاؤ ۱۲

اس آیت کے لفظوں کو دیکھو۔ اس سے بڑھکر عتاب اور کیا ہو سکتا ہے۔ ان الفاظ کے اندر کفر وارتداد کے ایک ہی معنی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ موالات جس پر خدا کا غیظ وغضب ہے۔ ہے کیا چیز؟ ہمارے علم میں ایک مدت تک مطلق دوستی اور محبت کے معنی لیئے جاتے رہے ہیں۔ اب بھی لیئے جاتے ہیں۔ لغت میں بھی یہی معنی نکلیں گے۔ مگر کس کی شامت آئی ہے کہ دریا میں رہ کر مگر مچھ سے بیر کرے۔ ناچار موالات کی تاویل بالتخصیص کرنی پڑی کہ مراد ہے **موالات فی الدین**۔ لیکن یہ تاویل کس نے سمجھائی۔ آفتاب اور لبادے نے۔ ذرا روم اور عرب اور فارس اور دوسرے ممالک اسلامی میں تو جاکر تحقیق کرو۔ وہاں کے علماء وہی مطلق محبت اور دوستی بتائیں گے من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک۔ ایک رکوع میں تین جگہ ہے فاولئک ھم الکافرون وہ لوگ کافر ہیں فاولئک ھم الظالمون وہ لوگ ظالم ہیں فاولئک ھم الفاسقون وہ لوگ فاسق ہیں۔ اب یہ مسلمان ڈپٹی کلکٹر۔ اکسٹرا اسسٹنٹ۔ جوڈیشل اسسٹنٹ کمشنر یا جج۔ مالی۔ فوجداری۔ دیوانی خدمتیں رکھتے ہیں۔ اور معلوم ہے کہ انکو قانون انگریزی کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اور معلوم ہے کہ قانون انگریزی قانون شریعت سے مغائر ہے۔ تو من لم یحکم بما انزل اللہ میں داخل ہوئے یا نہ ہوئے۔ ہوئے اور ضرور ہوئے۔ پھر یہ خدمتیں کیونکر جائز ہو سکتی ہیں۔ مگر جو ان کو ناجائز بتاتے ہیں۔ اگر ان کو ملجائیں۔ تو کافروں اور ظالموں اور فاسقوں کی کچھ تاویل کریں گے کیوں وہی آفتاب اور لبادہ ✦ یا سود کے بارے میں جیسا وعید شدید نازل ہے کسی کے مٹیئے نہیں مٹ سکتا۔ یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوٰا ان کنتم مؤمنین وان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ[1] اور کاتبہ وشاھدہ واٰکلہ وموکلہ کا تازیانہ اوپر سے۔ اب مسلمان اپنی اپنی جگہ احتساب کریں اور سمجھیں کہ کتنے مسلمان اس سے بچے ہیں۔ اور بچ سکتے ہیں۔ انکو حساب سے خارج کرو جنکو مقدور نہیں۔ یا موقع نہیں یا ضرورت نہیں تو پاؤ گے کہ مسلمان یا لیتا ہوگا۔ یا دیتا ہوگا۔ یا دلواتا ہوگا۔

دین کو خارج سے ہرگز اتنا خطر نہیں۔ جتنا کہ داخل سے۔ یعنے ہم مسلمان آپ اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور اگر خارج سے خطر ہے اور خارج سے مراد ہے مقتضائے وقت۔ تو اسلام مقتضائے وقت کی مقاومت کر نہیں سکتا۔ مسلمانوں کی یہی بڑی غلطی ہے کہ وہ دنیا کو ایک خاص حالت کا چاہتے ہیں کہ

[1] اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے۔ اور اگر تم میں ایمان ہے تو جو سود چڑھا ہوا ہے۔ چھوڑ دو۔ اگر تم یہ نہیں کرتے تو خدا اور انکے رسول سے لڑنے پر طیار ہو جاؤ ۱۲

گالی نہ دے۔ چوری نہ کرے جوا نہ کھیلے۔ بدمعاش نہ ہو یعنے پبلک پیس (امن عام) میں اس کی وجہ سے کوئی خلل واقع نہ ہو۔ اس سے بڑھو تو وہ اعلے تعلیم ہے۔ کہ جس نے اس درجے کی تعلیم پائی ہو۔ اُسکو ہونا چاہیئے۔ سوسائٹی کا بنفیکٹر (نفع رساں) اور ظاہر بات ہی کہ ایسی تعلیم صرف خاص خاص آدمی پا سکتے ہیں۔ اسیطرح دینی تعلیم کے دو درجے ہیں۔ عام اور خاص ۔عام وہ ہے جسکو شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور خاص وہی درویشی فقیری وغیرہ وغیرہ جس کے لیئے خدا خاص خاص طبیعتیں پیدا کرتا ہے۔ جب وضع الشئ فی غیر محلہ کیا جائے گا۔ اس کا یہی حال ہوگا جو اس زمانے میں درویشی کا ہوا ہے۔ غرض دین کے دین اسلام کے یہی دو بڑے رکن تھے شریعت۔ طریقت۔ جن کی حقیقت میں نے بیان کی۔ اور بیان بھی کی ڈرتے ڈرتے کہ اپنا گھٹنا کھولنا اور آپ ہی لاجوں مرنا۔ دین کا تو ہم لوگوں نے یہ حال کر رکھا ہے۔ اور خوئے بد را بہانہ ہا بسیار۔ تجویزیں یہ ہو رہی ہیں کہ انگریزی تعلیم اور مذہب کو کیونکر جمع کیا جائے۔ خیر شکر ہے اتنا تو ہوا کہ دونوں کے جمع کرنے کی صلاحیں درپیش ہیں۔ پہلے تو اسلام ایسا اکھل کھرا روکھا کھردرا چڑچڑا تھا کہ انگریزی تعلیم کے نام سے چڑتا تھا۔ دونوں میں رقابت کا سا بیر تھا ع

ہم اور رقیب دونوں ہرگز بہم نہ ہوں گے ہم ہوں گے وہ نہ ہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے

یا وہی آفتاب اور لبادہ۔ اب مسلمانوں کو مقتضائے وقت کا احساس ہوا۔ اور لبادہ لگا کاٹنے۔ کہتے ہیں کوئی ایسی صورت نکالو کہ لبادہ اتارنا نہ پڑے۔ اجی جناب۔ یہ اترے اور اس کا باپ دادا اترے۔ یا یہ کہ تم سمندر پار اتر جاؤ وہاں ایسی گرمی نہیں ہے۔ تم تو خیر جب پسیجو گے تب پسیجو گے۔ جب پگلو گے تب پگلو گے۔ لبادہ کی خبر لو کہ وہ پگل چلا۔ مسلمانوں کو انگریزی وضع سے کیسی نفرت تھی۔ اب ہے؟ بالکل نہیں یا اسکا عشر عشیر بھی نہیں ممکن تھا کہ مسلمان انگریز کے ساتھ کھانا کھالے اور مسلمان بھی رہے۔ اب کیا حال ہے۔ ہم جیسے غریب آدمیوں کو تو پوچھتا کون ہے جنکو خدا نے دنیاوی عزت دی ہے۔ اور خدا ان کی عزتوں کو برقرار رکھے۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ تبرک سمجھ کر کھاتے ہیں۔ ہاں مخبر تو بے شک کرتے ہیں خیر ان زبانی تکوں کو رہنے دو۔ وہ باتیں لو جنکے بارے میں قرآن ناطق ہے یاایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء بعضہم اولیاء بعض ومن یتولہم منکم فانہ منہم ان اللہ لا یہدی القوم الظالمین

ع ای ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ بعض ان کے بعض کے دوست ہیں جو شخص تم میں سے ان کا دوست ہوگا وہ ان میں سے ہوگا۔ اللہ ظالموں کو رستہ نہیں بتاتا ۱۲

مختصر فہرست کتب دوکان محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں ۱۹۱۴ء

تاریخ جنگ سوڈان
یہ مشہور و معروف تاریخ جنگ سوڈان کی تیار ہوگئی ہے اسکے مضامین صف آرائی کے نہایت ہی دلچسپ ہیں اسلام کی قوت دلیری شجاعت اور معرکہ آرائی ظاہر ہوتی ہے اور جا بجا تصاویر بھی دی گئی ہیں جس سے دوبالا لطف ہوگیا ہے حقیقت میں اس مشہور تاریخ کا نظارہ عجب کیفیت دکھاتا ہے جس تاریخ کا ہمارے برادران اہل اسلام کو انتہا اشتیاق تھا؟ اب تیار ہے قیمت فی جلد ے

تاریخ عثمانیہ
معزز سلطنت عثمانیہ کی نہایت دلچسپ اور پوری تاریخ الموسوم بہ اقبال نامہ ترک عہد سلاطین عثمانیہ کے کامل حالات و معرکے عظیم قدیم و جدید دلچسپی کے ساتھ سلیس اردو زبان میں تیار ہے کل خاندان عثمانیہ تا حضرت سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ کے ۳۵ تصاویر پورے صفحہ کی قیمت فی جلد ۶ار

تاریخ نادری
سوانح عمری حکمائے روئے زمین متقدمین و متاخرین یونان و عرب و فارس مع ہند و فرنگستان کے واقعات عبرت انگیز و حکمات نصائح آمیز ایسے دلچسپ اور دلنشین ہیں کہ اگر اہل بصیرت انکو لوح دل پر لکھیں اور اہل نظر مثل کحل الجواہر بیاض چشم پر رکھیں تو بجا ہے جدید عجیب اور مفید با تصویر کتاب ہے قیمت فی جلد........ ۹ر

تاریخ ابلیس
یہ بھی ایک قابل دید تاریخ ہے اور قیمت کچھ زیادہ نہیں ہے صرف ۵ر

مثنوی شرر عشق
یعنی مریض عشق کو نسخہ یہ مثنوی بھی جدید تصنیف ہوئی ہے قیمت ۱ر

مجموعہ سراج الرقیم
یہ قصہ حضرات اصحاب کہف کے تذکرہ میں ہے مع چند قصہ جات بہت عمدہ قابل دید ہے قیمت ۲ر

لطیفہ رفاقت
یعنی معروف بہ شگوفہ تیز اگست بہت عمدہ ہے قیمت فی جلد........ ۴ر

طلسم فتنہ نور افشاں
جلد اول۔ یہ بھی ایک عمدہ کتاب ہے اور منشی احمد حسین صاحب متخلص بہ قمر مصنف طلسم ہوش ربا کی تصنیف سے ہے جن صاحبوں نے ہوش ربا کو دیکھا ہے وہ اسکو بھی ملاحظہ فرمائیں قیمت فی جلد ۱۲ر

طلسم ہوش افزا
یہ ایک داستان ہے بڑے مزے کی قابل دید قیمت فی جلد ۱۲ر

گلدستہ محاورات
اس کتاب مین بہت اچھے محاورات درج ہیں قیمت ۳ر

مجموعہ لکچر سید احمد خاں
اس میں سر سید احمد خاں صاحب بہت عمدہ عمدہ لکچر ہیں قیمت ۶

تاریخ جلسہ قیصری
دہلی کے مشہور دربار قیصری کی پوری کیفیت جو ۱۹۱۱ء میں ہوا تھا مع تصاویر عکسی قیمت فی جلد ۶ نے

غرائب نگار
اس کتاب میں کل متبرک مقامات کے عکسی نقشے ہیں قابل دید کتاب ہے قیمت فی جلد ۶ نے

مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم
یہ کتاب بھی ایک عمدہ پیرائے میں لکھی گئی ہے اسمیں مسلمانوں کی تعلیم کے حالات ہیں قیمت ۸ر

لب التواریخ ہند
اردو اور اینگلو ورنیکلو مدارس کے طلباء کے لیئے نہایت بکار آمد ہے تاریخ ہند بہت مختصر خلاصہ مگر بڑا مفید قیمت فی جلد ۵ر

محاورات ہند
اس میں اردو زبان کے عمدہ عمدہ محاورے ہیں قیمت فی جلد ۱۲ر

کلید زبان داغ
اس میں بھی محاورے ہیں قیمت عہ ر

مجمع الامثال
اس میں عمدہ عمدہ مثالیں ہیں قیمت عہ ر

طی الفراسخ
یہ ایک کتاب احوال موت اور قبر میں برزخ سے لیکر ابد تک نہایت مفصل کتب احادیث و اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو نہایت معتبر اور متفق علیہ ہیں مثل کتاب تذکرہ تالیف امام ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ اور مختصر تذکرہ تالیف امام ربانی حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ۔ شرح برزخ شرح الصدور کتاب الروح۔ التثبیت عند التبییت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کتاب الزواجر فیما جری من عذاب المقابر تالیف ابو محمد یحیی بن حسین یمنی رحمہ اللہ شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور تالیف امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ یہ کتاب نہایت جامع احادیث و آثار و اقوال سلف ہے۔ کتاب الروح حافظ ابن القیم رحمہ اللہ سے۔ شرح الصدور بشرح حال الموتی فی القبور۔ تذکرۃ الموتی والقبور تالیف قاضی ثناء اللہ پانی پتی قصر المآل بذکر حال المآل + قضیۃ المقدور لفتنۃ المقبور اور کئی کتب معتبر عربی سے لیکر سلیس زبان میں ترجمہ کیا ہے بہرحال دنیا سے گزرنا ضرور ہے اور عالم برزخ کی سیر ضرور جبکہ اس عالم میں ایک مدت اقامت کرنا ضرور ہوا تو چاہیے کہ جانے سے پہلے اس عالم کا حال اور وہاں کے آداب اور طریقے معلوم کر لیے جائیں تاکہ وقت پہنچنے کے حیرت محض نہ ہو۔ اسلئے ہر ایک مسلمان کو اس کتاب کا اپنے پاس رکھنا نہایت ضروری ہے اور قیمت اسکی فی جلد... صہر

حالات تانتیا بھیل
تانتیا بھیل ممالک متوسط کے مشہور ڈاکو کے حالات کا انگریزی کتاب سے اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے جو سرکاری رپورٹوں اور عدالت کی مثلوں سے مرتب کی گئی ہے ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب نہایت مفید اور دلچسپ ثابت ہوگی اور موجودہ زمانہ کے ناولوں سے بدرجہا بڑھکر ہے۔ کیونکہ اسمیں اصلی واقعات ہیں اور ان میں اکثر فرضی۔ زمانہ کا الٹ پھیر دوست احباب کے برتاؤ کا فوٹو آنکھوں کے سامنے پھر جائے گا بلا اعتبار کسی پر بھروسہ کرنے کے خراب نتائج نمونے ظاہر ہونگے اس ڈاکو کی گرفتاری میں پولیس کی سرگرمی اور کوششوں کا طریقہ اور سراغرسی کی تدبیریں نہایت عمدہ پیرایہ میں لکھی گئی ہیں ۸ر

ان ہی کی سلطنت ہو۔ ان ہی کی حکومت ہو۔ ان ہی کے پاس دولت ہو۔ اور اسلام کا یہ رنگ ہے۔ اور یہی رنگ ہونا چاہیئے۔ صبغة الله ومن احسن من الله صبغة[1] کہ مسلمان غالب ہیں یا مغلوب۔ دولتمند ہوں یا محتاج۔ ایشیا میں ہوں یا یورپ میں۔ اسلام ہر رنگ کے ساتھ کھلتا ہے۔ مت کوشش کرو اس کی کہ تعلیم مذہبی کو داخل اوقات درس یا خارج از اوقات درس ایجوکیشن (تعلیم) کا جزو قرار دو۔ کچھ بھی کرو طالب علموں کی توجہ منقسم ہوگی دو چیزوں کی طرف۔ اور مسلمان ایجوکیشن میں ایسے پیٹے ہیں۔ کہ اپنی ساری ہمت ساری توجہ ساری فرصت ایجوکیشن میں محصور رکھیں تب کہیں جاکر دوسری قوموں کے ساتھ کمپیٹ (مقابلہ) کر سکیں تو کر سکیں۔ میں ایک تدبیر بتاتا ہوں کہ ہلدی لگے نہ پھٹکری۔ نہ طالب علموں کا وقت مشغول ہو اور نہ انکی توجہ منقسم۔ اور دین کی حفاظت۔ اگر اسکو حفاظت درکار ہے۔ ایسی ہو کہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتی۔ جی تو نہیں چاہتا کہ کلمۂ حکمت ان لوگوں سے کہا جائے۔ جو نہ اس کی قدر کریں۔ نہ اس پر عمل۔ مگر کیا یاد کروگے بچوں کے دین کی حفاظت کی عمدہ تدبیر یہ ہے کہ گھروں میں دین داری پھیلاؤ۔ تمہارا دین دارانہ زندگی کرنا اور اپنے اچھے نمونے اولاد کو دکھانا۔ اولاد کے دین دار ہونے کی ضمانت کافی ہے۔ کبھی دیکھا نہیں گیا کہ نیم میں انگور لگے ہوں کبھی دیکھا نہیں گیا۔ کہ انگور کی بیل میں نمولیاں پھلی ہوں۔ اگر انگریزی خواں لڑکے بے دین ہوتے ہیں۔ تو نہ تعلیم انگریزی کی وجہ سے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ماں باپ دیندار نہیں۔ گھر میں دینداری کا چرچا نہیں۔ ورنہ انگریزی تعلیم انگریزی عملداری کوئی چیز بچوں کو متزلزل کر نہیں سکتی۔ اور اس کے شواہد پندرہ بیس تو مجکو معلوم ہیں۔ اور اس تدبیر کے اختیار کرنے میں یہ کتنا بڑا فائدہ ہوگا کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم درست ہو جائے گی۔ اور نری بچوں کی حفاظت سے کیا ہوتا ہے۔ زمان طالب علمی میں انکے دین کی حفاظت کی بھی۔ تو جب یہ گندی سوسائٹی میں جاکر ملیں گے ضرور گندے ہو جائینگے۔ کیونکہ جو انڈے بری طرح سیئے جاتے ہیں وہ گندے ہی نکلا کرتے ہیں +

---

[1] یعنے خدا کا رنگ (دین) اختیار کیا ہے۔ اور خدا کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہے ۱۲

ڈیس کا بانکا ایک انگریزی ناول کا ترجمہ قیمت فی جلد ... ۶ر

پیر نابالغ یہ بھی ایک ناول ہے ۶ر

ایضاً حصہ دوئم قیمت ... ۸ر

قصہ مہتاب بیگم یہ قصہ ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے جو بہت مشہور ہے قیمت فی جلد ... عہ

وقائع شہزادہ منصور الزماں حصہ اول یہ قصہ کیا ہے گویا تاریخ ہے قیمت فی جلد ... عا

بڑھاپے کی شادی نصیحت کی نصیحت مذاق کا مذاق یعنے نوجوان بیوی اور بوڑھے خاوند کی چہ میگوئیاں قیمت ... ۲ر

بستان خیال جلد اول قیمت ۸عہ

شبستان حیرت یعنی الف لیلہ ترجمہ جدید یہ بھی عمدہ کتاب ہے ۱عہ

الف لیلہ دنیا زاد معروف بہ شب افروز قیمت ... ۱۲

الف لیلہ ترجمہ قدیم مطبع مصطفائی ۸عہ

فسانہ آزاد جلد اول قیمت ... ۶عا

〃 جلد دوم قیمت ... سے

〃 جلد سوم قیمت ... ۵

〃 جلد چہارم قیمت ... سے

برکات الاسلام اس کتاب میں پادری زیرک ٹیلر صاحب کا لکچر ہے ۲ر

مسرت ایک دلچسپ مضمون ہے ۱ر

مثنوی صبح امید مع مسدس قومی ۱عہ

آثار سلف یہ بہت اچھی کتاب ہے ۲ر

مخمس سلیم مخمس ہے شکوہ ہند کا ۲ر

مخمس مجیدیہ مخمس بھی شکوہ ہند پر ہے ۱عہ

مخمس حسرت یہ مخمس قصیدۂ ابیاشیہ پر ہے قیمت ... ۲ر

مخمس قاسم یہ بھی قصیدۂ الغیاشیہ پر ہے ۲ر

قصیدہ الغیاشیہ قیمت ... ۱ر

حالات تانتیا بھیل مالک متوسط کے مشہور ڈاکو کے حالات کا ایک انگریزی کتاب سے ترجمہ قیمت ۱۲ر

چہار گلزار حالی مصنفہ مولوی الطاف حسین صاحب حالی قیمت ۳ر

اسلام کی دنیوی برکتیں تہذیب اخلاق میں عمدہ ہے قیمت ... ۴ر

مسلمانوں کی نماز پر لکچر منشی محمد سراج الدین صاحب اڈیٹر سرمور گزٹ قیمت ... ۳ر

رموز اعظم ہر دو جلد کامل یہ کتاب فن طب میں بے نظیر ہے اور ہند میں مشہور ہے حکیم محمد اعظم خاں صاحب کی تصنیف ہے جسکو مسیح زماں کہنا چاہیئے زبان فارسی میں طب کا مجموعہ ہے قیمت ... چہ

مسدس سعید جس میں ہندوستانی زراعت کی خرابی اور ضرورتوں کا ذکر ہے قیمت ... ۲ر

فرحت یہ بھی عمدہ کتاب ہے قیمت ۳ر

اسلامی ڈنکا یہ مسدس کانگرس کی تردید میں ہے قیمت ... ۲ر

التجزیہ۔ لفظ جزیہ کی تحقیق اور جزیہ لینا کس نے لینا ایجاد کیا اور کن لوگوں سے اور کس وجہ لیا جاتا تھا ۱۰ر

اتالیق جو طلبہ کو دماغی اور اخلاقی اطوار کے قائم کرنے میں مدد دیتی ہے ۸ر

خطوط لفٹننٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی وا و دھ متعلقہ نیشنل کانگرس ۱عہ

اسپیچ لارڈ ڈفرن جو کلکتہ میں نیشنل کانگرس کے برخلاف دی تھی اسکے جواب میں قیمت ... ۲ر

لکچروں کا مجموعہ سرسید احمد خاں صاحب قیمت ... ۲ر

مثنوی صبح عید بہت اچھی مثنوی ہے ۲ر

لکچر اسلام سرسید احمد خاں صاحب ۱ر

مولی پوجن پر لکچر جسکو شری مان پنڈت دینڈیال شرما سکرٹری بھارت دہرم مہامنڈل نے دیا ۱۲ر

لکچر مولوی مہدی حسن صاحب قیمت ۳ر

تقلید اور عمل بالحدیث مولوی مہدی حسن صاحب قیمت ... ۴ر

سیر حسن ترجمہ تاریخ گبن قیمت

حزب المقبول اس کتاب میں احادیث صحاح کا ترجمہ ہے روزمرہ کی ضروری دعائیں لکھی ہیں کھانا پینا۔ سونا۔ عبادت عیادت شادی غمی حج زکوۃ اور سب ضروری دعائیں جو ہر وقت ہر آدمی مسلمان کو ضرورت ہوتی ہیں تمام افعال آنحضرت باسناد صحیح جمع کئے ہیں ہر ایک مسلمان کو اس کتاب کا اپنے پاس رکھنا ضروری بلکہ واجب ہے کاغذ ولایتی ۶ ر کاغذ خانی ... ۳ر چہ

ناصح یہ اسم بامسمیٰ رسالہ اگرچہ کچھہ بہت بڑا نہیں لیکن اسمیں باتیں بڑے کام کی ہیں جیسا متعلم کے لیئے مفید ہے ویسا ہی معلم کیواسطے بکارآمد ہے اخلاق تہذیب سنجیدگی وغیرہ کی کان ہے عالمانہ اطوار اور فلسفیانہ خیالات کا مخزن طالبوں کا معاون نیک چلن دار علم کا مددگار قیمت ۸ر

کتب ناٹک

الدین خوش نصیب مع چراغ عجیب و غریب قیمت ... ۸ر

سوانح قیس مفتون لیلی مجنون ۲ر

فسانہ غمگین عشق فرہاد شیریں

سخاوت حاتم طائی قیمت

تماشہ بے نظیر بدر منیر قیمت ۶عا

سکنتلا ناٹک قیمت ... ۳ر

بزم فرخ ناٹک معروف بہ فرخ سبہا حافظ قیمت ... ۱ر

پسندیدۂ آفاق علی بابا چہل قزاق قیمت ... ۲ر

عاشق کی وفا معشوق کی جفا معروف بہ قصہ ماہی گیرو دلبر لقا قیمت ... ۵ر

تماشہ عالم پسند مع نصیحت دلپسند عشق چندربدن آفتاب ۸ر

فسانہ عجائب معروف بہ جان عالم انجمن آرا قیمت ... ۶ر

غزالہ ماہر و سلیس خلیق معروف بہ حیرت افزا ناٹک شفیق قیمت ... ۴ر

ناٹک ہریش چندر عمدہ تماشہ ہے ۴ر

ناٹک نلدمن حصہ اول قیمت ۴ر

حصہ دوم قیمت ... ۴ر

ناٹک ہوائی مجلس قیمت ۴ر

تماشہ نیرنگ عشق و حیرت انگیز معروف بہ عشق شہزادہ بینظیر و ملکہ مہر انگیز قیمت ... ۲ر

ناٹک چمن نوبہار راجہ سنگی کرشن اوتار قیمت ... ۴ر

ناٹک دلربا بہت عمدہ ہے ۴ر

ستیارتھ پرکاش اردو اس میں دنیا کے تقریباً تمام مذاہب مشہورہ کی کیفیت اور انکا خلاصہ مذہب کے اصول و فروعات پر مفصل و مشرح بحث ۔ مذہبوں کی ضرورت انکی بنا اور بانی و بانیان وغیرہ کا حال نہایت خوبی سے بیان کیا ہے بموقع بموقع فلسفہ الٰہیات و دیگر ضروری علوم سے بھی بحث کی گئی ہے ہر مذہب کی تحقیق اور اسپر رائے تنقیدی کرنے میں علاوہ ذاتی سنجیدگی رائے کے ... ۲ر

تصنیفات فاضل اجل جناب مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب کی ترمیم شدہ مع حواشی جدیدہ کاغذ کی عمدگی اور چھاپہ کی صفائی نے خریداروں کو از سر نو شوق دلایا ہی جنکے نام مع قیمت درج ذیل ہیں محصول ذمہ خریدار ہے

مراۃ العروس کاغذ ولایتی صفحہ ۲۴۳
مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) خانہ
داری کے بیان میں قیمت فی جلد....... ۸ر

بنات النعش کاغذ ولایتی سفید چکنا ۷ر
بنات النعش کاغذ ولایتی مع تصاویر ۹ر
بنات النعش کاغذ دیسی قیمت فی جلد ۴ر
بنات النعش کاغذ دیسی مع تصاویر قیمت ۵ر
توبۃ النصوح مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ۷ر
محصنات یعنی فسانہ مبتلا کاغذ ولایتی
مطبوعہ مطبع انصاری دہلی قیمت فی جلد... ۱۰ر

ابن الوقت مطبوعہ مطبع انصاری
(مضمون) انگریزی وضع ورواج مذہب
اور تمدن میں قیمت فی جلد...... ۱۲ر

رویائے صادقہ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی
(مضمون) تعلیم مفید نصیحت فرمام
پیامہ قیمت فی جلد...... ۱ر

منتخب الحکایات (مضمون) حکایات
دلچسپ مثال مطلب قیمت فی جلد ۴ر

چند پند مطبوعہ انصاری دہلی مضمون
مبتدیوں کے پڑھنے کی اردو کتاب جس میں ان

یہ مفید مضامین جمع کیے گئے ہیں ۲ر

صرف صغیر یعنی قواعد فارسی زبان
اردو قیمت فی جلد........ ۲ر

نصاب خسرو یہ کتاب نصاب میں ہے ۱ر
اتمام حجت یہ رسالہ نظم اصلاح قوم
کے بارے میں ہے قیمت فی جلد.... ۱ر

مبادی الحکمۃ بزبان اردو مطبوعہ
افتحا دہلی (مضمون) علم منطق میں بہت
عمدہ کتاب ہے جسکے صلے میں مصنف کو
سرکار انگلشیہ سے انعام مرحمت ہوا قیمت ۱۰ر

ایامیٰ یہ مولوی صاحب ممدوح کا جدید
تصنیف کیا ہوا ناول یعنی فرضی قصہ ہے
اس میں بیوہ عورتوں کے نکاح نہ کرنے
کی دینی و دنیوی خرابیاں دکھائی گئی ہیں قیمت ۱۰ر

رسم خط (مضمون) قواعد املاء و انشا
ہندی بچوں کے لیے نہایت عمدہ فائدہ پہنچانے
والی اور بہت بکار آمد کتاب ہے قیمت ۲ر

ما لابد منہ فی الصرف عربی اردو
زبان میں یہ کتاب مبتدیوں کے لیے نہایت
بکار آمد کتاب ہے کاغذ ولایتی قیمت... ۸ر

ما لابد منہ فی الصرف کاغذ دیسی ۵ر
لکچروں کا مجموعہ یہ مولوی صاحب
موصوف کے کل لکچروں کا مجموعہ ہے
جو اُنھوں نے وقتاً فوقتاً قومی مجمعوں
انجمنوں اور جلسوں میں لاہور دہلی اور
علی گڈھ وغیرہ شہروں میں دیے اور
جس کا ایک حصہ بطور مجموعہ لاہور میں
چھپا تھا مگر اسمیں صرف پانچ لکچر
تھے اور ہم نے بڑی عرقریزی اور محنت سے
جون ۹۲ء تک کے کل لکچر بعد اصلاح و ترمیم
ممدوح تیرہ ۱۳ لکچر کا مجموعہ کو کے خوشخط
اور عمدہ کاغذ پر مطبع انصاری دہلی میں چھپوایا
ہے عربی انگریزی الفاظ کے معنی بطور فٹ
نوٹ کے لکھدیے ہیں کاغذ ولایتی قیمت ۱ر ۴ر
ایضاً کاغذ دیسی قیمت فی جلد ۱ر
لکچر نمبر ۱۴ جو دسمبر ۹۲ء میں محمڈن ایجوکیشنل
کانفرنس کے ساتویں سالانہ جلسہ میں دیا قیمت ۲ر
لکچر فطرۃ اللہ نمبر ۱۵ جو انجمن حمایت
اسلام لاہور کے آٹھویں سالانہ پر دیا قیمت... ۲ر
لکچر نمبر ۱۶ جو دسمبر ۹۳ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے

المشتہر محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں

لکچر منظوم نمبر ۱۸

مصنفہ جناب مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب

متعلق ڈیپوٹیشن سر سید احمد خاں صاحب بہادر جو ماہ اپریل سنہ ۱۸۹۴ء میں پنجاب گیا

لکچر نمبر ۱۹

مصنفہ جناب مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب

متعلق مدرسہ طبیہ دہلی جو ماہ اپریل سنہ ۱۸۹۴ء میں پانچویں سالانہ جلسے پر دیا

سنہ ۱۸۹۴

بہ فرمایش محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار

دریبہ کلاں

مطبع انصاری واقع دہلی میں ۱۳۱۱ھ [illegible] طبع ہوئے

اشتہار

رُویائے صادقہ

اسوقت یہ سب سے اخیر ناول ہے جو مولوی حافظ **محمد نذیر احمد خاں** صاحب نے حال میں لکھا ہے
اگرچہ مولویصاحب کے کل ناولوں اور لکچروں میں مذہبی شان ہوتی ہے مگر اس شان کو عجب شان سے اختیار
کیا ہے۔ صادقہ ایک عورت ہے جسکا دماغ خدا نے اس طرح کا بنایا ہے کہ وہ ہمیشہ سچے خواب دیکھا
کرتی ہے ادھر سید صادق۔ علی گڈھ محمڈن کالج کا طالب علم فرض کیا گیا ہے۔ بی اے پاس۔ سید صادق
متزلزل العقیدہ ہے۔ جیسا کہ عموماً انگریزی خواں طالب علم ہوا کرتے ہیں۔ صادق اور صادقہ ایک
دوسرے کے ساتھ بیاہے گئے ہیں۔ میاں تو رہنے والا بنارس کا ہے اور بی بی دلّی کی۔ بی بی
کے تعلق سے میاں دلّی میں رہنے لگا جہاں مذہبی اختلاف کا بڑا غل ہے۔ دلّی کی سوسائٹی میں
صادق کے مذہبی شکوک کو بہت ترقی ہوئی۔ شکوک کے ساتھ اُس کی پریشانی بڑھی صادقہ نے
ایک خواب کے ذریعے سے شکوک اور پریشانی کو رفع کیا۔ اس ناول میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ
سچا اسلام بالکل عقل کے مطابق ہے۔ اور اسمیں شکوک اور اشتباہات کو دخل ہو نہیں سکتا۔ قصہ کا خلاصہ
یہ ہے۔ ضمناً قصہ میں جو دوسرے مفید مضامین آگئے ہیں وہ ناول کے دیکھنے سے معلوم ہونگے
ناول زیر طبع ہے غالباً بلحاظ موسم اب سے چار پانچ مہینہ میں چھپکر تیار ہو جائے گا۔ اسکی خریداری
کی درخواستیں مطبع صدیقی دہلی میں بنام محمد نذیر حسین تاجر کتب آنی چاہئیں + مشتہرہ ۶۔ جون ۱۸۹۴ء

المشتہر محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں۔

جو دن آتا ہے زبان ملکی یعنے اُردو پر مولوی حافظ **محمد نذیر احمد خاں** صاحب کی پوری قدرت کا ثبوت مزید اپنے ساتھ لاتا ہے۔ بچیس چھبیس تیس برس سے ان کی متعدد کتابیں شائع اور رائج ہیں۔ جواب تو جواب اچھے سے اچھے لکھنے والوں سے ان کی طرز کی تقلید نہیں بن پڑتی۔ خیر وہ ایک طرز تھا سو تھا۔ انھوں نے حیدر آباد سے آکر لکچر دینے اختیار کیئے۔ اور معلوم ہوا کہ وہ نہ صرف تحریر کے حاکم ہیں بلکہ تقریر کے بھی۔ پھر انھوں نے نظم کا طریقہ لیا تو اوروں کی نظم اور اپنی نثر کو بھی مات کیا۔ اسی اپریل کے مہینے میں آنریبل ڈاکٹر سر **سیّد احمد خاں** بہادر ایک ڈیپوٹیشن ساتھ لیکر علی گڈھ محمڈن کالج کے لیئے چندہ جمع کرنے کی غرض سے پنجاب گئے اور ہمارے مولوی صاحب کو ساتھ لیا۔ مولوی صاحب نے لاہور پہونچکر ایک نظم پڑھی جس نے لوگوں کو پھڑکا دیا۔ اب اس بات پر لوگوں کا اجماع ہے کہ مولوی صاحب کا یہ ڈیپوٹیشن والا لکچر وقت کے اعتبار سے متاخر مگر عمدگی کے لحاظ سے اُن کے تمام لکچروں پر سبقت لے گیا ہی۔ چنانچہ ڈیپوٹیشن کی واپس آتیوں کو امرت سر اور جالندھر میں یہی نظم لوگوں نے درخواست کرکے مولوی صاحب سے پڑھوائی ہر چند ہمنے مولوی صاحب کے اصلی سودے سے نقل لی۔ مگر جن لوگوں نے لکچر سنا اُن کا بیان ہی کہ مولوی صاحب کے لکچر کا طرز ادا جس کو انگریزی میں ڈلوری کہتے ہیں تحریر میں آنہیں سکتا۔ ان کا مسودہ بطور نوٹ کے ہوتا ہے۔ اور وہ جولانی بیان میں ہرگز نوٹ کے پابند نہیں رہتے۔ سامعین ایسے محو ہوتے ہیں کہ ان سے لکھتے نہیں بن پڑتا۔

چنانچہ یہ نقل جو ہمکو حاصل ہوئی ہے۔ ہرگز پوری نہیں مگر جیسی ہے ایسی بھی کسی اور کے پاس نہیں

مختصر فہرست کتب دوکان محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں علاوہ اسکے ہر ایک قسم کی کتابیں فرمایش آنے پر روانہ ہوسکتی ہیں بذریعہ ویلیو پے ایبل یا نقد قیمت وصول ہونے پر فرمایش کی تعمیل ہوتی ہے

کتب سوانح عمری

سیرۃ النعمان یعنی سوانح عمری حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ قیمت ۱عہ

حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان یعنی سیرۃ النعمان کی تردید میں عہ ر

سیرۃ الفاروق یعنی سوانح عمری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے وقت سے اخیر تا خلافت کا ذکر ہے قیمت ..... عا ر

شرف المناقب یعنی سوانح عمری بو علی شاہ قلندر پانی پتی قیمت ۳ر

روضۃ الاقطاب یعنی سوانح عمری خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ قیمت ۶ر

سوانح عمری عمرو عیار بہت عمدہ کتاب ہے قیمت ...... عہ ر

سوانح عمری ملا دو پیازہ قیمت ۲ر

حیات نور جہاں یعنی سوانح عمری نور جہاں بیگم قیمت ۲ر

سرگزشت بو علی سینا قیمت ۶ر

تذکرہ تیمور یعنی سوانح عمری تیمور شاہ صاحبقران قیمت ۴ر

تذکرۃ الحسنین یعنی سوانح عمری حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قیمت ۴ر

سوانح عمری [illegible] ابو الفضل علامی قیمت ۳ر

سوانح عمری راجہ بیربل قیمت ۱ر

تذکرہ بابر یعنی سوانح عمری بابر شاہ ۳ر

تذکرہ غوثیہ یعنی سوانح عمری و ملفوظات مولانا غوث علی صاحب عا ر

معین الارواح یعنی سوانح عمری خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری ۲ر

المامون یعنی سوانح عمری خلیفہ مامون رشید قیمت ۴عہ

کتب ناول

دلفگار ٹکسالی شستہ زبان چست بندش پاکیزہ خیالات چبھتے ہوئے فقرے موثر داستان درد انگیز رلانے والی کہانی جیتی جاگتی تصویریں عشاق کی مشکلات و مصائب کا فوٹو زمانہ کے نشیب و فراز اور نیرنگیاں جذب الفت اثر محبت کشش دل پھر آخر پاکبازی نیکی اور سچی محبت کے صلہ میں کامیابی۔ نہ صرف دل لگی اور چوچلا ہی بلکہ سنجیدگی اور متانت کو بھی ساتھ لئے ہوئے نہ صرف عشق کو جنون پیدا کرنے والے خیالات ہی بلکہ عبرت انگیز اور دانائی کا سبق دینے والے حالات بھی۔ خندہ و گریہ اپنے اپنے موقع پر نہایت موزون مصنوع اور مناسب غرض یہ اچھوتا ناول قابل دید ہے ناظرین آپنے ناول تو بہت دیکھے ہونگے مگر اک ذرا اس کو بھی تو ملاحظہ فرمائیے۔ کلیجہ تھام کر نہ بیٹھ جائیں تو ہمارا ذمہ۔ شروع کرکے بغیر ختم کئے چھوڑنے کو جی نہ چاہیگا ہمارے نوجوان مصنف کتاب کی محنت و جانفشانی قابل داد ہے ہمارے کہنے سے دیکھیے اور پڑھیے ضرور پڑھیے!!! قیمت کا عدد [illegible] ۲ر

دلربا یعنی ایک حسرت نصیب کی پردہ دکھانی عاشق دلفگار کی افسوسناک سرگزشت قیمت ۶ر

انگلستان کا کچا چٹھا ایک انگریزی نادر اور معنی خیز ناول مسمی بہ جان بل اینڈ ہز آئی لینڈ کا بامحاورہ اردو ترجمہ جسمیں انگلستان کی طرز معاشرت درج ہے قیمت ۱۰ر

عصمتی یہ بھی ایک ناول بہت عمدہ ہے قیمت فی جلد ۴ر

دلفریب یعنی اس ناول میں غدر کے حالات اور ایک شریف خاندان کی تباہی بے بسی اور کسمپرسی کی تصویریں پڑھنے سے ایک عجیب اثر ہوتا ہے قیمت ۶ر

حسن انجلینا یہ وہ ناول ہے جسمیں ترکوں سے روسیوں کی لڑائی اور ایرانیوں کا جوش اسلام سے ترکوں کی مدد کو آنا اور روسیوں کو متواتر زکیں دیکر ان پر فتوحات حاصل کرنا اور پھر ایرانیوں اور ترکوں کا باہمی مذہبی فساد ہونا وغیرہ وغیرہ درج ہے قیمت ... ۴عہ

منصور وموہنا یہ وہ ناول ہے جسمیں سلطان محمود غزنوی کے جوش اسلامی اور ہندو راجہ اجمیر کی بہادری کی سچی تصویریں نظر آتی ہیں قیمت فی جلد ۴عہ

ملک العزیز ورجنا یعنی وہ ناول ہے جسمیں اسلامی شان وشوکت کے بے نظیر نمونے نظر آتے ہیں قیمت عہ ر

شہید وفا یعنی نہایت ہی پر اثر اور دلپذیر قصہ اسپین کی تاریخ سے لیکر ڈراما کی وضع پر لکھا گیا ہے اردو میں صرف یہی ایک کتاب ہے جسکے ذریعہ سے نظر آتا ہے کہ عرب کے زوال کے وقت ہسپانیہ عظمی میں مسلمانوں کی کیا حالت تھی قیمت فی جلد .... عہ ر

درگیش نندنی یعنی وہ ناول ہے جس میں راجہ اجمیر کی بہادری اور مسلمانوں کی سچی حمیت اسلامی اور ایک پارسا عورت کا سچا عشق وغیرہ وغیرہ درج ہے جسکے مصنف مولوی عبد الحلیم صاحب شرر ہیں قیمت فی جلد ..... عہ ر

دلکش حصہ اول یہ ناول جن قابل دید ہے شروع کرو تو بغیر ختم کیے چین نہیں قیمت ۶ر

دلکش حصہ دوم قیمت فی جلد ۸ر

بزم خیال حصہ اول یہ ناول ہے مگر دیکھنے قابل قیمت ۱۲ر

جہانگیر شکسپیر کے مشہور ڈرامے ہملٹ کا ترجمہ قیمت ...... عہ ر

مرقع لیلی مجنوں یعنی لیلی مجنوں کی روداد منظوم بطور ڈراما۔ ۸ر

ثمرہ دیانت اس کتاب میں آداب فرہنگ و مفید الملازمین وغیرہ وغیرہ کی کیفیت بطور ناول کے عمدہ پیرایہ میں بیان ہے ۱۰ر

پریچاوتی یہ بھی ایک قابل دید ناول ہے قیمت ۲ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

میں لکچر دینے کے لیئے کھڑا تو ہوتا ہوں مگر میں نے بڑا اگوڑ پوزیشن اختیار کیا ہی - میں ممبر ہوں اس ڈیپوٹیشن کا جو محض معروضات سننے کے لیئے اور نہ صرف معروضات سننے کے لیئے بلکہ ڈیپوٹیشن کی جیب تمنا کو نقد مدعا سے بھرنے کے لیئے آپ سب حضرات بتقاضاے حُبّ قومی جمع ہوئے ہیں - ایک طرف تو میں ڈیپوٹیشن کا ممبر ہوں اور دوسری طرف مجھکو ایک نظر شفقت ہے انجمن حمایت اسلام پر - میں پانچ پانچ چھہ چھہ برس انجمن حمایت اسلام کی کارروائی کو دیکھتا چلا آتا ہوں - اور میرے مائنڈ پر انجمن کی نسبت جو امپرشن ہی وہ یہ ہے کہ انجمن قومی خدمات کی وجہ سے ہم مسلمانوں کی شکرگزاری کی مستحق ہے -

اسکو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ انجمن نے اس بے سروسامانی کے ساتھ اسلامیہ کالج کھول دینے سے ایک ریش سٹپ لیا ہی - لیکن یہ ایک ٹرو اسلامی کیرکٹر ہے جو ممبران انجمن سے ظاہر ہوا - اُن کی نیت ان کی سرگرمی اُن کی کوشش پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا - جب دو یا زیادہ انسٹیٹیوشنوں کا ایک ہی مطلب ہو تو ان میں کامپٹیشن کا قائم ہونا ایک ضروری بلکہ عمدہ بات ہی - لیکن جیسے کامپٹیشن کا ہونا ضروری اور عمدہ بات ہی ویسے ہی جلسی کا ہونا نامناسب اور ناشایستہ ہی - جہاں تک میرا خیال ہی - علی گڑھ محمڈن کالج اور لاہور اسلامیہ کالج دونوں کے فونڈرس اس الزام سے

---

۱ بے ڈھب اور مشکل موقع ۱۲ ۲ چند آدمی جمع ہوکر کسی پاس کوئی غرض لے کر جاتے ہیں وہ مجمع ڈیپوٹیشن کہلاتا ہے اور یہاں مراد ہی وہ لوگ جو اپریل ۸۸ء میں سید احمد خاں کے ساتھ علی گڈھ محمڈن کالج کے لیئے چندہ فراہم کرنے کی غرض سے پنجاب گئے ۱۲ ۳ دل ۱۲ ۴ نقش اور اثر ۱۲ ۵ بیجا پیش قدمی کرنے میں جرأت بے جا کی ۱۲ ۶ - مسلمانوں کی اصلی عادت کہ وہ محض توکل پر بڑے سے بڑا کام شروع کر بیٹھتے ہیں ۱۲ ۷ کارخانوں کو یہاں مراد ہے مدرسہ گاہوں ۱۲ ۸ بحث بحثی ۱۲ ۹ حسد اور رقابت ۱۲ ۱۰ بانی - ۱۲

دعا یہ ہے کہ خدا مولوی صاحب کی زندگی کو دراز کرے اور لوگوں کو ان کے ملفوظات سے مستفید اور متمتع ہونے کا مدتوں مدتوں موقع ملے۔ آمین۔

مولوی صاحب کا یہ ڈیپوٹیشن والا لکچر تمام تر منظوم تھا۔ جو کچھ انھوں نے اوپر سے بیان کیا جہاں تک دستیاب ہوسکا فٹ نوٹ کے طور پر لکھا گیا۔ اور جس قدر لکھا گیا بہت کم ہے بمقابلہ اُسکے جو لکچرار نے کہا تھا۔

اپریل ۱۸۹۴ء

راقم
محمد کفایت اللہ منصرم
انصاری پریس دہلی۔

سلام علیکم سلام علیکم | بحمد الله بھائی مسلماں ہیں ہم تم

سلام تو ایک ہی بس کرتا تھا کیونکہ علیکم میں جو کم ہے ضمیر جمع حاضر ہے اور اُسکے مخاطب کل حضرات آئندگیں (سامعین) مگر مجھکو ڈبل (دوہرا) سلام کرنا منظور تھا اور اسی لیئے میں نے نظم کا ایک ایسا وزن اختیار کیا ہے جس میں ڈبل سلام کی کھپت ہو۔ ڈبل سلام میں ایک تو نماز کی تقلید ہے کہ اُسمیں بھی دو سلام ہوتے ہیں۔ دوسرے ایک سلام شعار اسلام ہے کہ جب مسلمان مسلمان ملیں چاہیئے ایک دوسرے کو سلام کریں۔ اور دوسرا سلام سلامِ روستائی ہے۔ جس کی نسبت آپنے سنا ہوگا ع سلامِ روستائی بے غرض نیست ۔ وہ غرض جسکے لیئے سلام روستائی کیا گیا ہے آپ کو معلوم ہے مگر تھوڑی دیر بعد میں اُسکو مُنہ پھوڑکر بھی بیان کردوں گا اور یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں اُس ہی کی تمہید ہے۔

آداب معاشرت میں سلام ادب موکد ہے فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیة من عند الله مبارکة طیبة یعنے جب کسی کے گھر جاؤ تو اپنے تئیں سلام کرلیکر وجائیں دوسرے کے گھر اور سلام کریں اپنے تئیں۔ اسکے معنی کیا؟ اسکے یہ معنی ہیں کہ تم مسلمان مسلمان آپس میں سب ایک ہو تو تم دوسرے مسلمان بھائی کو کیا سلام کرتے ہو گویا اپنے ہی تئیں سلام کرتے ہو۔ اور اس تاویل کے شواہد قرآن میں کئی جگہ موجود ہیں مثلاً۔ لا تلمزوا انفسکم اپنی عیب چینی مت کیا کرو۔ مراد ہے کہ ایک دوسرے کی عیب چینی نہ کیا کرو۔ کیونکہ کوئی اپنی عیب چینی نہیں کیا کرتا۔ الا ما شاء الله اور اگر انسان اپنی عیب چینی کیا کرتا تو زمین پر آدمی نہ بستے بلکہ معصوم فرشتے

بالکل بری ہیں اور یہ اوپر کے لوگ ہیں جو کامپٹیشن کو جلسی بنانا چاہتے ہیں۔ پیران نمی پرند مریدان می پرانند۔ اگر سرسید اپنے کالج کی تکمیل کے لیئے مستعجل[1] ہیں تو ان کی یہ خواہش بجائے خود نیچرل[2] اور ریزن ایبل[3] اور سرتاسر قابل تحسین ہے لیکن انجمن حمایت اسلام جو سٹپ لے چکی گو اُسکو مسٹیک[4] بھی سمجھا جائے۔ تاہم اُسکی صلاح پیچھے ہٹ جانا نہیں ہے بلکہ جو کچھ کرچکے ہو اُسکو فرم فٹنگ[5] پر لانا اور اُن لوگوں سے جو محمڈن کالج کی طرف داری کے جوش میں اگر انجمن کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں (اگر ایسے لوگ ہوں) تو اُن سے صاف لفظوں میں کہدینا کذلک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم[6] مجھکو محمڈن کالج واہتی نکھ ہے تو اسلامیہ کالج بائیں۔ اور میں قوم سے دونوں کی سفارش شیخ ابراہیم ذوق کے شعر سے بہتر الفاظ مین نہیں کرسکتا **شعر**

چار ٹکڑے کروں دل کے کہ نہیں ہوسکتا
لب کو دوں رُخ کو نہ دوں۔ زلف کو دوں تل کو نہ دوں

علیگڈھ محمڈن کالج اور لاہور اسلامیہ کالج دونوں ملکر بھی تو ایک پورا کالج نہیں بنتا۔ اور ابھی سے خرچ کی تراہ تراہ مچی ہے سویلائزڈ[7] بننا کیا ہنسی کھیل ہے۔ تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو۔ سویلائزڈ بننے کا حوصلہ کیا ہے تو ایسے ایسے کتنے خرچ اٹھانے پڑینگے۔ **شعر**

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھ تو ہوتا ہے کیا

یہ سویلزیشن[8] پہلے تو تمکو لنگوٹی بندھوا دے گی اور پھر خلعت فاخرہ بخشے گی۔ تم کو نہیں بلکہ تمہاری آنے والی نسلوں کو ؛

[1] مقتضائے طبیعت ۱۲ [2] معقول ۱۲ [3] غلطی ۱۲ [4] ثبات و استحکام ۱۲ [5] تم بھی پہلے ایسے ہی تھے اور خدا نے تم پر احسان کیا (کہ تم اس درجے پر پہونچے) ۱۲ [6] مہذب و شایستہ ۱۲ [7] تہذیب و شایستگی ۱۲

کے یہ معنی کہ میں نے کہا "السلام علیکم" تم نے اسکے جواب میں کہا "وعلیکم السلام"۔ باحسن منہا سے یہ مراد ہے
کہ میں نے "السلام علیکم" تم نے کہا "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" مگر یہ تو اسلامی سلام کا جواب ہوا۔
سلام روستائی کے جواب میں بہترین الفاظ سے کام نہیں چلتا وہاں چاہیئے بہترین سلوک۔

شروع شروع میں مسلمانوں سے ایک دو بار ایسی غلطیاں ہوئیں کہ اپنے تحفظ کی ضرورت سے دشمنوں
پر چڑھ کر گئے۔ انھوں نے اسلامی قاعدے سے انکو سلام کیا اور سلام کو طلب امن کا مرادف سمجھا مسلمانوں نے
خدع کے خیال سے الحرب خدعۃ (لڑائی نام ہے فریب کا) سلام کی پروا نہ کی تو اسپر بڑے غصے کی آیت نازل
ہوئی یاایھا الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا (اے مسلمانو جب تم اللہ
کی راہ میں یعنے جہاد کے لیئے سفر کرو تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو اور جو کوئی تمکو سلام کرے تم اُس سے یہ بات نہ کہو
کہ تو مسلمان نہیں) ذرا قرآن کے لفظوں پر نظر کرو ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا۔ مسلم سے مومن کا درجہ
بڑھا ہوا ہے کیونکہ اسلام کے معنی ہیں گردن نہادن۔ اور یہ ہی فعل ظاہر جسکو ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ اور ایمان ہے فعل قلب
جسپر سوائے خدا کے کوئی مطلع ہو نہیں سکتا۔ قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی
قلوبکم (عرب کے گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تو اے پیغمبر تم ان سے کہو کہ تم ہرگز ایمان نہیں لائے۔ ہاں یہ کہو
کہ ہم اسلام لائے اور ایمان تو ہنوز تمھارے دلوں تک پہونچا بھی نہیں) تو فرمایا کہ جو تمکو اسلامی قاعدے سے سلام کرے
تمکو کوئی حق نہیں کہ اسکو مومن نہ سمجھو تم تو ظاہر پر حکم لگانے والے ہو۔ کسیکا اسلامی قاعدے سے سلام کرنا تمھارے
لیئے اسکے مومن ہونے کا ثبوت کافی ہے۔

قریب قریب اسی طرح کی ایک غلطی خالد بن ولید سے بھی ہوئی تھی کہ ان کو جناب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے کچھ آدمی ساتھ دے کر دعوۃ اسلام کی غرض سے قبیلۂ بنی جذیمہ کے لوگوں پاس بھیجا یہ جونہی ایک
انکے سر پر جا موجود ہوئے تو وہ گھبرا کر لگے کہنے صبانا صبانا۔ صابی ایک لقب حقارت آمیز تھا جو کفار قریش نے
اس وقت کے مسلمانوں کو دے رکھا تھا۔ اسکے لغوی معنی تو کنورٹڈ (نومسلم) کے تھے مگر کفار قریش اسکو ڈزرٹر
(خارجی) کی جگہ استعمال کرتے تھے۔

قبیلۂ بنی حنیفہ میں کا ایک شخص تھا ثمامہ بن اثال۔ مسلمان اسکو گرفتار کر کے حضرت پاس لائے
حضرت نے پوچھا ما عندک یا ثمامہ (ثمامہ کیا خبر ہے) تو اُس نے کہا عندی خیر یا محمد ان تقتلنی تقتل ذا دم وان تنعم
تنعم علی شاکر وان کنت ترید المال فسئل ما شئت (اے محمد خیریت ہے اگر تم مجھے مار ڈالوگے تو میری قوم کے لوگ تم سے

اسیطرح واذ اخذنا میثاقکم لاتسفکون دماءکم ولاتخرجون انفسکم من دیارکم ثم اقررتم وانتم تشھدون ثم انتم ھؤلاء تقتلون انفسکم وتخرجون فریقا منکم من دیارھم تظاھرون علیھم بالاثم والعدوان وان یاتوکم اساریٰ تفادوھم وھو محرم علیکم اخراجھم میثاق (عہد) تھا لاتخرجون انفسکم اور الزام ہے تخرجون فریقا منکم من دیارھم یہود سے خدا نے عہد لیا تھا کہ ایک دوسرے کی خونریزی نہ کرنا اور نہ ایک دوسرے کو دیس نکالا دینا۔ لیکن اس عہد کو ان الفاظ سے بیان کیا کہ اپنی خونریزی نکرنا اور اپنے تئیں جلاوطن نکرنا۔ اداے مطلب کے اس پیرائے سے ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ بندے اتحاد اور صلحکاری سے رہیں۔ اور اپنے میں اور ابناے جنس میں دوئی نہ لگائیں۔ مگر ہم کمبخت نافرمان بندے آپسمیں لڑے مرتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے۔

فسلموا علیٰ انفسکم کی دوسری تاویل لوگوں نے یہ بھی کی ہے کہ جب تم دوسرے مسلمان بھائی کو سلام کروگے تو وہ خواہی نخواہی جواب سلام دیگا۔ اور جواب سلام بھی بجاے خود سلام ہے۔ تو تمھارا دوسرے مسلمان بھائی کو سلام کرنا انجام کار اپنے تئیں سلام کرنا ہے۔ تو اس صورت میں ادائے مطلب کا یہ پیرایہ ہوا جو ولکم فی القصاص حیوٰۃ (قصاص کا قاعدہ جاری رکھنے میں تمھاری زندگی ہے) کا ہے۔ انگریزی اٹیکٹ (آداب مجلس) تو یہ ہی کہ جب تک کوئی تمکو انٹروڈیوس (تقریب) نکرے تم اجنبی آدمی سے شناسائی مت پیدا کرو۔ اور ایسی مثالیں موجود ہیں کہ لوگ مہینوں ایک ہوٹل یا ایک جہاز میں رہے اور ایک میز پر کھانا کھایا کیئے۔ اور اُن میں صاحب سلامت کی نوبت نہ آئی۔ مگر اسلامی اخلاق اس روکھے پن۔ اس کھردرے پن کو جائز نہیں رکھتا۔ پس ایک اسی بات سے مشتے نمونہ از خروارے سمجھ لو۔ ملنساری کن میں ہے اور کن میں نہیں۔ اور ملنساری نہیں ہی مگر حسن اخلاق کا دوسرا نام انک لعلیٰ خلق عظیم (اے پیغمبر تم بڑے ہی خلیق ہو۔) ہمارے ہاں اگر معرفت سابقہ ہے تو "السلام علیکم" سے اظہار خلوص کیا جاتا ہے اور اُسکی تجدید۔ اگر معرفت نہیں تو یہی "السلام علیکم" تقریب ہے اور یہی "السلام علیکم" انٹروڈکشن۔ انٹروڈکشن ہے کیا چیز۔ یہی نا کہ ایک متوسط ایک اجنبی سے دوسرے اجنبی کا مُعرّف ہوتا ہے لیکن جب مُعرَف اور مُعرَف الیہ دونوں مسلمان ہیں تو اجنبیت گئی گزری ہوئی۔ وہی اسلام جسکے دونوں معتقد ہیں۔ ایک دوسرے کا مُعرِف کافی ہے۔ پھر سلام کے بھی آداب ہیں۔ کہ سوار پیادے کو سلام کرے۔ جو کھڑا ہے بیٹھے ہوؤں کو جیسا میں نے کہا۔ اسمیں بھی تواضع کی ایک اخلاقی تعلیم ہے۔ پھر سلام ایک حق ہے منجملہ حقوق العباد کے۔ واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اوردوھا ان اللہ علیٰ کل شیء حسیبا اگر تمکو کوئی سلام کرے تو تم اُسکے لفظوں سے بہتر لفظوں میں اُسکا جواب دو۔ یا خیر ویسے ہی لفظوں میں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ذری ذری بات کا حساب لیگا۔ رُدُّوْھَا

کھڑے رہے اور جھنڈے کو گرنے نہ دیا اور اسی حالت میں شہید ہوئے ۔جب زید اور جعفر اور عبداللہ تینوں
کمانڈر شہید ہوگئے تو لوگوں نے خالد کی جلادت دیکھکر ان کو کمانڈر بنالیا۔اور خدا نے انکو فتح دی۔ یہاں مدینے
میں خبر آنے سے پہلے آں حضرتؐ نے بیان فرمادیا تھا اور ہمیں خالد کی نسبت ارشاد ہوا تھا کہ عبداللہ کے بعد اخذ
الرایۃ سیف من سیوف اللہ حتی فتح اللہ علیھم (آخر کار اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اسلامی جھنڈا
لیا اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔) تو خالد ایک تو خود اعلیٰ درجے کے سپاہی تھے ایسے لوگوں میں شدت کا ہونا ضروری ہے
اسوجہ سے بنی جذیمہ کے متہور کرنے میں جلدی کی یہ عجب نہیں خالد نے ان لوگوں کے سلام کو توبہ پر قیاس کیا ہو
جس کی نسبت ارشاد ہے ۔انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجھالۃ ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ
علیھم وکان اللہ علیما حکیما (اللہ تو اُن لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جنسے نادانستہ ایک خطا ہوگئی اور اُنھوں نے
جلدی سے توبہ کرلی) ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الاٰن ولا الذین
یموتون وھم کفار اولئک اعتدنا لھم عذابا الیما (اور اُن لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو بدیاں کرتے چلے گئے
یہاں تک کہ جب موت آموجود ہوئی تو لگے کہنے اب میری توبہ اور نہ اُن کی توبہ قبول ہوتی ہے جو کافر ہوں اور کفر
پر مر جائیں) فقہاء نے غرغرہ کو حد توبہ قرار دیا ہے بعینہ یہی معاملہ فرعون کے ساتھ ہوا۔ حتی اذا ادرکہ الغرق قال
اٰمنت انہ لا الہ الا الذی اٰمنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین الاٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین فالیوم
ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک اٰیۃ (یہاں تک کہ آخرکار جب لگا ڈوبنے تو بولا میں ایمان لایا کہ بنی اسرائیل کا
خدا چھوڑکر اور کوئی خدا نہیں اور اب میں مانتا ہوں۔اب مانا تو کیا مانا اور اس سے پہلے تو سرکشی کرتا اور فساد پھیلاتا رہا)

آخر میں میں ایک ریمارک سلام کے متعلق ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جسطرح فوج میں پرول ہوتا ہے
جس سے اپنے لشکر کا آدمی پہچانا جاتا ہے۔اسی طرح اسلامی شعار ہے۔ "السلام علیکم" یا "سلام علیکم" مگر بڑے
افسوس کی بات ہے کہ مسلمان اس شعار کو ترک کرتے چلے جاتے ہیں۔میں انگریزی داں مسلمانوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ یا
فقط جنبش سر سے کام لیتے ہیں یا ہاتھ کے اشارے سے۔ یا وہی انگریزی سلام کہ سلام کا بھی کام دیتا ہے۔اور گھڑی
طور سے وقت بھی بتاتا ہے۔گڈ مارننگ (صبح کا سلام) گڈ نون (دوپہر کا سلام) گڈ آفٹرنون (تیسرے پہر کا سلام)
گڈ ایوننگ (شام کا سلام) گڈ نائٹ (رات کا سلام) عجب نہیں کہ جوں جوں زمانہ ترقی کرے آیندہ گھڑی اور گھنٹے کی
سوئیوں کی طرح بقید گھنٹہ ومنٹ ٹھیک وقت بتانے لگے۔گڈ سکس او کلاک پی ام (شام کے چھ بجے کا سلام)
گڈ ہاف پاسٹ۔یا کوارٹر ٹو سکس اے ام (صبح کے ساڑھے چھ یا پونے چھ بجے کا سلام) وقس علی ہذا۔ تو اس وقت سلام

میرا خون بہالیں گے اور احسان کروگے تو میں احسان فراموش نہیں اور تمھیں مال درکار ہو تو جو مانگو میں دینے کو موجود ہوں۔) یہ جواب اپنے سیاق میں حضرت عیسے علیہ السلام کے اس مقولے سے کیسا اشبہ ہے۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ خیر تو آں حضرت نے اپنی مرحمت جبلی کے مطابق ثمامہ کو چھوڑ دیا اور وہ حضرت کا طرز مدارات دیکھکر ایمان بھی لے آئے۔ انکو عمرہ کرنا تھا گئے مکے۔ قریش کے لوگوں نے پوچھا اصبوت (کیا تمنے ترک دین کیا) ثمامہ نے کہا لا ولکن اسلمت (نہیں تو بلکہ میں مسلمان ہو گیا) اسی طرح بنی جذیمہ کو اسلمنا کہنا چاہیئے تھا نہ صبانا کہ صبانا سے اسلام کی توہین نکلتی تھی اور اسی لیئے خالد بن ولید نے ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جو دشمنوں کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی بنی جذیمہ کے کچھ آدمی مارے گئے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو حضرت خالد پر سخت ناخوش ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاکر فرمایا۔ الٰہی میں خالد کی اس حرکت سے بیزار ہوں۔ اور صرف اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ حضرت علی کو بنی جذیمہ میں بھیجکر ایک ایک مقتول کی دیت دلوائی۔ خالد اسلام کے بڑے مشہور جنرل ہیں اور انھوں نے اسلام میں بڑی بڑی فتوحات نمایاں کی ہیں (مانے ہانے کی تھیں) اور انکو سیف اللہ کا خطاب ملا تھا۔ اور خطاب کے ملنے کا قصہ بیان کیا جائے تو شاید چنداں بے محل نہوگا۔ اور اسلام کی ابتدائی ہسٹری (تاریخ) ہے ہی ایسی دلچسپ کہ جس بات پر نظر کرو کیوری آسٹی (شوق) کسی طرح سیٹسفائی (سیر) نہیں ہوتی۔ شعر

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مینگرم   کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

موتہ ایک مقام ہے علاقہ شام میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام کے خطوط ملوک کے نام لکھے تو ہرقل روم کے نام کا خط حاکم بُصرے کے پاس بھیجدیا کہ اسکو ہرقل پاس پہنچادو۔ ہرقل کی طرف سے شام کا گورنر تھا شرجیل۔ اس کی جو شامت آئی تو اُسنے پیغمبر صاحب کے قاصد حرث بن عمیر کو مروا ڈالا۔ آں حضرت نے شرجیل کی سرکوبی کو لشکر روانہ کیا۔ جسکے کمانڈر تھے زید بن حارثہ۔ اور آنحضرت نے لشکر کو رخصت کرتے وقت فرمادیا تھا کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو انکے بعد جعفر بن طالب اور انکے بعد عبداللہ بن رواحہ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ تینوں کمانڈر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ راوی حدیث کہتا ہے کہ میں نے جعفر بن طالب کی لاش کو دیکھا۔ نوّے سے اوپر تیروں اور تلواروں کے زخم تھے اور ایک بھی پشت کی جانب نہ تھا۔ حضرت جعفر کو شہادت کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالجناحین فرمایا۔ یعنی دو بازو والے۔ کیونکہ اسلامی جھنڈا لڑتے وقت ان کے داہنے ہاتھ میں تھا وہ کٹ گیا تو اُنھوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ وہ بھی کٹ گیا تو جھنڈے کو ٹانگوں سے دبائے

ہونا پیغمبر صاحب کے لئے جو خوب کسر شان ہو وہ اُنکے معجزات باہرہ میں سے ایک عظیم الشان معجزہ تھا کہ نہ پڑھے نہ لکھے اور قرآن جیسی لاجواب کتاب زبانی لکھوادی ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست　　کتب خانہ چند ملت بشست

جن دنوں قرآن نازل ہوا ہے وہ ایک وقت تھا کہ عربی لٹریچر (علم ادب یا زباں دانی) کے جوبن پر ایک بہار آرہی تھی۔ لوگوں میں یہ مادہ ایسا ڈولپ (بر سر ترقی) ہوا تھا کہ کیا شہری کیا دیہاتی۔ کیا مرد کیا عورت کوئی متنفس مذاق شعری سے خالی نہ تھا۔ بدیہہ گوئی حاضر جوابی اُن کے نزدیک ایک بات تھی۔ رنج اور خوشی صلح اور جنگ۔ سفر اور اقامت کوئی حالت خیال میں نہیں آسکتی جسمیں اُن وقتوں کے اشعار کے انبار نہوں غرض اُن کی زندگی کے جہاں اور طرز تھے ایک طرز ضروری شاعری بھی تھی۔ کسی قوم نے شاعری کو ایسا اوڑھنا بچھونا نہیں بنایا جیسا اُن وقتوں کے عرب نے۔ فضائل انسانی اور بھی تھے جیسے شجاعت۔ سخاوت۔ مہمان نوازی شرافت۔ حسن صورت وغیرہ مگر شاعری کو ایک لگا نہیں کھاتا تھا۔ شاعری نے اُن دنوں اچھی حکومت کرلی کہ شاعر لوگ قبیلوں کو آپس میں لڑا مارتے تھے۔ جیسے بادشاہ بادشاہ ملکوں کو۔ اور پھر عرب نے اس وقت تک سولزیشن میں کچھ ترقی کی نہ تھی۔ پس ان کی شاعری نیچرل تھی بلا تصنع۔ آمد تھی نہ آورد۔ اور اسی لئے مؤثر بھی پرلے ہی درجے کی تھی۔ ان من البیان لسحرا (بعض بیان تو واقع میں جادو کا اثر رکھتا ہے) اور خیر یہ تو زبان عربی کے عروج کا زمانہ تھا۔ یوں بھی عرب کو اپنی بولی پر بلا کا ناز تھا۔ اور اُن کی بولی ناز کے قابل ہی بھی کہ اُنھوں نے اپنے سوائے دوسروں کا نام رکھا تھا عجم یعنے گونگے یا جن کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔ ایسے لوگوں سے کیسی ہی اچھی بات کہی جاتی مگر وہ ہوتی حلیۂ فصاحت سے عاری تو اُن کے کان پر جوں بھی تو نہ چلتی اور وہ اُسکو اس کان سنتے اور اُس کان اڑا دیتے۔ پس ضرور تھا کہ انکو اُسی داؤں سے پچھاڑا جائے۔ جو داؤں ان کو خوب رواں تھا یعنے فصاحت۔ قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو جو اپنے اپنے وقت کے سرسید اور نواب محسن الملک اور محمود و رشید اور حالی اور شبلی تھے سب کے چھکے چھوٹ گئے کہ نری دین داری خدا پرستی اخلاق او نیکی کے مضامین اور اس خوبی کے ساتھ ادا کیے جائیں کہ دلوں کو موہ لیں یہ بھید کیا ہے ؟ سمجھ تو گئے تھے مگر غرور اور حسد اقرار حق کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا (ان کے دل تو مان گئے تھے مگر زبردستی اور ہیکڑی سے اُنھوں نے خدا کے کلام سے انکار کیا) غضب خدا کا ابو طالب جیسے شخص رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حقیقی چچا جنھوں نے پیغمبر صاحب کو پالا پرورش کیا اور وہ اُنھیں کے کنار عاطفت میں بڑے ہوئے

مسلمان سب ہمدمؑ و ہمقدمؑ ہیں	ہمیں میں کے تم ہو تمھیں میں کے ہم ہیں
خدا و رسولِ خدا ایک سب کا	نہیں فرقؑ یاں کچھ عجم اور عرب کا
وہ ختم الرسل وہ خدادانِ امّیؑ	بمالی و آلی بنفسی و اُمّی
اُسی دین کی کرتے سیوا ہیں ہم بھی	اُسی شخص کے نام لیوا ہیں ہم بھی

اچھا خاصہ ریلوے ٹائم ٹیبل ہو جائے گا۔ اے کاش ہمارے دلی واپس جانے سے پہلے ہو کہ ہمارے بھی کام آئے۔ بشرطیکہ وایاد براہ) کالکا بھی ہو۔ یہ صرف انگریزی پھٹکار نہیں ہو مدتوں سے مسلمانوں نے سلام کی سٹی پلید کر رکھی ہے۔ بادشاہوں امیروں کا تو نام نہ لو کہ وہ اسلام سے مستثنیٰ ہیں یعنے خارج۔ چھوٹوں کی طرف سے آداب۔ بڑوں کی طرف سے دعا۔ لکھنؤ کے مجرے۔ کورنش۔ تسلیمات۔ بندگیاں۔ زنان خانوں میں ٹھنڈی سہاگن سائیں جئے۔ بچے جئیں۔ بس ایک سلام ہی سے خیال کرلو کہ مسلمان کہاں تک اپنے مذہبی رسومات کے پابند ہیں سو بھئی مجھکو تو ایسے سلاموں کی عادت نہیں۔ نہ میں انکو پسند کرتا ہوں۔ میں نے تو سیدھا سادہ مسلمانوں کا سا سلام کھینچ مارا ہے لگا تو تیر نہیں تکا ۱۲

۵۱ ہمدم اس اعتبار سے کہ سب کلمہ گو ہیں ۱۲ ۵۲ ہمقدم اس لیئے کہ ایک شریعت پر چلتے ہیں ۱۲

۵۳ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یاایہا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثیٰ وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم۔ اے لوگو ہمنے تمکو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کر کے تمکو جتھوں اور برادریوں میں بانٹ دیا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت دار وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ اور بعینہٖ یہی مضمون ہے حدیث کا یاایہا الناس ان ربکم لواحد وان اباکم لواحد فلا فضل للعجم علی العرب ولا للاسود علے الاحمر ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم۔ لوگو تمھارا پروردگار ایک تمھارا مورث اعلیٰ (آدم) ایک تو عرب کو عجم پر اور کالے رنگ کے آدمی (عرب) کو لال رنگ کے آدمی (رومی) پر کوئی برتری نہیں۔ خواجہ حافظ شیراز کہتے ہیں ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بوالعجبی ست

۵۴ اُمّی۔ اس شعر کے دونوں مصرعوں میں لفظ اُمّی واقع ہوا ہے۔ پہلے سے مراد ہے اَن اجوکیٹڈ (تعلیم نایافتہ) الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل (وہ جو پیروی کرتے ہیں اَن پڑھ پیغمبر کی جسکے مذکور کو پاتے ہیں اپنے پاس لکھا ہوا توراۃ اور انجیل میں) بجائے اسکے کہ اَن اجوکیٹڈ

بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۹
بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱

مجنون خیال کرتے ہیں تو اسمیں کوئی بات دیوانگی کی پائی نہیں جاتی۔ اس کی رفتار گفتار کردار کوئی چیز بھی تو باولوں کی سی نہیں قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ۔ غرض جتنی تہمتیں تھیں پھبتیاں تھیں مگر ہونگی۔ اور جو کہتے تھے اُسکا ٹکا سا جواب مل جاتا تھا۔ مثلاً ولقد نعلم انھم یقولون انما یعلمہ بشر لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وھذا لسان عربی مبین (ہمکو معلوم ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں اسکو کوئی آدمی سکھا جاتا ہے سو جسکی نسبت شبہہ کرتے ہیں وہ عجم کا رہنے والا ہے اور قرآن ٹھیر افصیح عربی تو انکا شبہہ بے اصل محض ہی) یہاں لفظ لسان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ استدلال کا سارا زور قرآن کی فصاحت لفظی پر تھا۔ بعضے کہتے تھے کیوں جی قرآن سارے کا سارا ایک دم سے کیوں نہیں اُترا۔ جواب ملتا تھا۔ لنثبت بہ فوادک تاکہ پیغمبر کے دل میں جو ارشاد الٰہی ہے نقش ہوتا چلا جائے اور لتقرأہ علی الناس علیٰ مکث اور تاکہ پیغمبر لوگوں کو آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا پڑھ کر سنائیں۔ خیر کفار تو الغریق یتشبث بالحشیش (ڈوبتا تنکے کا سہارا پکڑا کرتا ہے) ایسے ایسے بودے پھسپھسے احتمالات پیش کرتے تھے اور اُدھر تحدّی پر تحدّی ہو رہی تھی۔ فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات (بنائی ہوئی دس سورتیں لاؤ) فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اُعدت للکٰفرین (بات کے پورے ہو تو اس جیسی ایک سورت پیش کرو اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے مددگاروں کو بھی اپنی مدد کے لیئے بلالو۔ اور اگر تم نہ کرسکو اور نہیں کرسکوگے تو دوزخ کی آگ سے ڈرو جو بلا امتیاز آدمی اور پتھر سب کو جلا کر بھسم کردے گی۔) قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھٰذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرًا (اے پیغمبر ان لوگوں سے کہدو کہ اگر انسان اور جنات اس بات پر یکدل ہوں کہ قرآن جیسا کلام بنا لائیں تو ہرگز بنا کر نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد پر کمر بستہ ہی کیوں نہوں) ایک بات کفار یہ بھی کہا کرتے تھے واذا تتلیٰ علیھم ایاتنا قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ھٰذا۔ (اور جب ان لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں ہاں جی ہاں ہمنے سُنا اور چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ لیں) اور ابھی تک اسکا اعادہ ہوا کرتا ہے مگر چودہ سو برس سے تو وہ مشیت کبھی قوت سے فعل میں نہیں آئی۔ قرآن کی وجہ سے خون کی ندیاں دنیا میں بہ گئی ہیں اور ہزارہا کتابیں اسلام کی تردید میں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک صفحہ آدھا صفحہ دس سورتیں ایک سورت بنا کر مشتہر کردی ہوتی کہ لو قرآن کا جواب۔ دنیا آپ انصاف کرلیتی۔ اگر تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی بشمول ہمارے پیغمبر صاحب کے معجزات کے جہاں تک کتابوں سے تحقیقات ہوسکے ایک فہرست بنائی جائے تو کوئی معجزہ قرآن کی فصاحت کے معجزہ کو نہیں پائے گا۔ کیونکہ تمام معجزات واقعات تاریخی ہوگئے ہیں اور سوائے شہادت

تفسیر حقانی صفحہ ۱۱

اور اُن ہی کی مدد تھی کہ پیغمبر صاحب مکے میں رہنے بھی پائے۔ پیغمبر صاحب کا رتی رتی حال اُن کو معلوم۔ بستر مرگ پر پڑے ہیں اور پیغمبر صاحب منت کر رہے ہیں کہ چچا جان ایک بار میرے کان میں کہدیجئے کہ خدا ایک ہے تو مجھ کو خدا سے آپ کی مغفرت کے لیئے عرض معروض کرنے کی گنجایش ہو۔ اُدھر ابوجہل بیٹھا بھکار رہا ہے کہ بس یہی وقت آزمایش استقلال کا ہے۔ آخر کار ابوطالب نے پیغمبر صاحب سے کہا بھتیجے کہتے تو سچ ہو۔ مگر لوگ خیال کرینگے کہ بڈھا مرنے سے ڈر گیا۔ سو میں تو اپنے باپ کے مذہب پر مرتا ہوں۔ ابوطالب کا یہ ایک سپاہیانہ اکھڑپن تھا ورنہ اگر اُن کا دل مُسلمان نہ تھا تو دنیا میں کوئی دل مُسلمان ہو نہیں سکتا۔ بہرکیف قرآن کی فصاحت و بلاغت سے تو انکار ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اور پیغمبر صاحب کا اپنا سرمایۂ علمی سب کو معلوم کہ حضرت کی طبیعت تک ناموزوں واقع ہوئی تھی اور لکھنے پڑھنے کا حال یہ کہ وحی نازل ہوتی تو کاتب کی ڈُھنڈیا پڑتی۔ حدیبیہ کا صلحنامہ لکھا جانے لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اسکے کاتب تھے اُنھوں نے لکھا ھٰذا ما صٰلح علیہ محمد رسول اللہ (یہ ہیں وہ شرائط جنپر اللہ کے رسول محمدؐ نے صلح کی) اہل فریق ثانی نے اعتراض کیا کہ محمد رسول اللہ کیسا۔ اگر ہمکو آپ کی رسالت تسلیم ہوتی تو ہم آپ سے لڑتے ہی کیوں۔ اور خانہ کعبہ کے طواف سے روکتے ہی کس لیئے۔ محمدؐ رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھیے۔ آنحضرت تو جہاں تک بن پڑتا تھا لڑائی کا پہلو بچا جاتے تھے۔ حضرت علیؓ کو ارشاد ہوا کہ رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دو۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا واللہ لا امحوک ابداً (خدا کی قسم میں تو ہرگز آپ کے نام کو نہیں مٹاؤں گا) قریب تھا کہ صلح بھنڈ ہو جائے۔ آنحضرت نے طرفین کے اصرار کو دیکھکر حضرت علیؓ سے پوچھا اچھا وہ لفظ کس جگہ ہے مجھکو بتاؤ چنانچہ حضرت علیؓ نے انگلی رکھ دی آپ نے خود اُس لفظ کو مٹا دیا۔ یعنے اتنا نہیں جان سکتے تھے کہ رسول اللہ کہاں لکھا ہے۔ پس کفار اعتراض تو بہتیرے کرتے تھے مگر کوئی جمتا نہ تھا۔ شاعر کہتے ہیں تو ناموزونی طبیعت اسکا جواب دندان شکن دے رہی ہے۔ جھوٹا بتلاتے ہیں تو یہ شخص جھوٹے پر لعنت کرتا ہے الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور کہتا ہے کہ جو شخص جھوٹ بنائے گا قیامت کے دن اُسکا کالا مونھ ہوگا ویوم القیٰمۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ اور جو غلط دعوے نبوت کرے گا مرتے وقت بڑی مشکل سے اُس کی جان نکلے گی ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئ ومن قال سانزل مثل ما انزل اللہ ولو تریٰ اذ الظالمون فی غمرٰت الموت و الملٰئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن اٰیٰتہ تستکبرون ولقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقنٰکم اول مرۃ وترکتم ما خولنٰکم وراء ظھورکم وما نریٰ معکم شفعاءکم الذین زعمتم انھم فیکم شرکٰؤا لقد تقطع بینکم وضل عنکم ما کنتم تزعمون یہ ایسی سخت قسمیں ہیں کہ کیسا ہی آوارہ اور بے باک آدمی ہو ایسی قسموں کے ساتھ جھوٹ بولنے پر جرأت نہیں کرسکتا۔

تفسیر حقانی صفحہ ۱۲

تعلق نہ ہوں یا بہت ہوں کہ تھوڑے — یہ رشتہ نہ ٹوٹے کسی طرح توڑے

عزیزوں سے بڑھ کر پرایا ہوا ہے — یہ ناطہ خدا کا لگایا ہوا ہے

یہ رشتہ جو اللہ صاحب نے جوڑا — تو لوگوں نے اسکے لیئے سب کو چھوڑا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴

فاولئك هم الظلمون (اے مسلمانو! کوئی قوم کسی قوم کی ہنسی نہ اُڑائے عجب نہیں جن کی ہنسی اڑائی جاتی ہی ہنسی اُڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اُڑائیں عجب نہیں جن کی ہنسی اُڑائی جاتی ہے وہ ہنسی اُڑانے والیوں سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں کسی کی عیب جوئی نہ کرو اور لوگوں کو بُرے لقب سے پکارو مت ایمان لائے بعد بُرے کام کا نام بھی بُرا۔ اور جو باز نہ آئے گا تو اسکی نظر میں وہی ظالم ٹھیرے گا) ۱۲

سلہ اس سے میری مراد ہے اشارہ کرنا طرف اُس مدارات کے جو انصار نے مہاجرین کے ساتھ کی۔ مہاجرین او انصار دو خطاب ہیں جو شروع شروع کے مسلمانوں کو ملے تھے۔ اسلام تھا ضعیف اور مسلمان معدودے چند کفار قریش مسلمانوں کو مذہبی مخالفت کی وجہ سے ستاتے اور ایذائیں دیتے تھے۔ پیغمبر صاحب کو اپنی ہی حفاظت کی مشکل پڑی تھی اور نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا تو عیسائی مگر وہ رعایا کے دین و مذہب سے متعرض نہیں ہوتا تھا جیسے ہماری برٹش گورنمنٹ اور یہ جو محرم دسہرے وغیرہ مذہبی تیوہاروں میں حکام کی مداخلت دیکھتے ہو یہ سب کچھ ہماری ہی کرتوت ہی کہ ہم آپس میں فسادات کرتے اور چاروناچار ابقائے امن کے لیئے سرکار کو دست اندازی کرنی پڑتی ہے اور مجھ کو وہ دن دکھائی دے رہا ہے کہ عجب نہیں جمعہ و جماعت کے لیئے بھی سرکار کی اجازت درکار ہونے لگے تو یہ ہمارا قصور ہوگا نہ سرکار کا۔ بہرکیف نجاشی بادشاہ حبشہ رعایا کے دین و مذہب سے متعرض نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ پیغمبر صاحب نے چند مسلمانوں کو اجازت دی کہ نجاشی کی عملداری میں چلے جائیں۔ جن مسلمانوں نے پہلے پہل ہجرت کی اُن میں پیغمبر صاحب کی صاحبزادی اور اُن کے شوہر حضرت عثمان بھی تھے۔ ان لوگوں نے آرام پایا تو دوسری بار بہت سے مسلمان نجاشی کی عملداری میں جا بسے اور یہ دوسری ہجرت تھی۔ اُدھر مکے میں قریش کے وہی زور و ظلم چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ پیغمبر صاحب کے قتل کے مشورے ہونے لگے واذ یمکر بك الذين كفروا ليثبتوك او يقتلوك او يخرجوك (اور ایک وقت وہ بھی تھا کہ جو لوگ مذہب اسلام سے منحرف تھے ایسی تدبیروں میں لگے تھے کہ اے پیغمبر تمکو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا دیس سے نکال دیں) اور انجام یہ ہوا کہ خود پیغمبر صاحب مکہ چھوڑ مدینے چلے گئے

بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ

ہمارا تمھارا ہے قرآن واحد	ہے اسلام واحد اور ایمان واحد
وہ مکہ کا گھر قبلۂ مشترک ہی	بھلا ایک ہونے میں کچھ اب بھی شک ہی
ہمیں اجنبی نیچری خیر سمجھو[۵۲]	ولیکن غضب ہے اگر غیر سمجھو
نہو مجتمع گر امومت ابوت	بدستور قایم ہے دینی اخوت

درشہادت کے کوئی ثبوت اُن سکے وقوع کا بہم نہیں پہنچ سکتا۔ مگر قرآن ایسا معجزہ مستمر ہے کہ ہمہ وقت تازہ ہے۔ اب بھی جنکو میرے جتنی بھی عربی آتی ہے قرآن کے معجز ہونے میں شک و شبہہ کر نہیں سکتے۔ لیکن افسوس ہے کہ خود مسلمان چونکہ عربی نہیں جانتے اس نعمت سے کما فی ذریعۂ اطمینان سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ معجزہ بے قدر نہیں ہی۔ مگر انھوں نے عربی نہ جاننے کی وجہ سے اپنے حق میں بے قدر کر رکھا ہی۔ ایک طبیب حاذق نے اشتہار دیا کہ میرے پاس ایک ایسا اچھا سُرمہ ہی کہ کور مادرزاد کو بینا کرتا ہے۔ ہزاروں کور مادرزاد گئے اور سرمہ کی برکت سے بینا ہو کر چلے آئے۔ ایک شخص جس کی دونوں آنکھیں کٹورے کی طرح کھلی ہیں سرمہ کی تاثیر میں شک کرتا ہے تو اُسکو اسکے سوائے کیا جواب دیا جا سکتا ہے کہ یا کور مادرزاد بنکر آ اور سرمے کی تاثیر کو آزما۔ یا جو کور مادرزاد سُرمے سے اچھے ہوئے ہیں اُن سے پوچھ۔ معجزۂ فصاحت خود بڑی قدر و وقعت کا تھا۔ مگر اس کی قدر و وقعت کو اضعافاً مضاعفہ بڑھا دیا پیغمبر صاحب کے اُمی ہونے نے۔ ماکنت تتلوا من قبله من کتاب ولا تخطه بیمینك اذا لارتاب المبطلون بل هو ایات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم وما یجحد بایٰتنا الا الظالمون (اے پیغمبر تم اس سے پہلے نہ کتاب پڑھتے رہے ہو اور نہ تمکو لکھنا آتا ہے کہ جو لوگ تمکو جھٹلاتے ہیں جھٹلاتے بھی بھلے لگتے یہ تو اللہ کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور جاننے والوں کے دلوں میں اِن کا اثر پڑتا ہی اور ہیکڑی کے سوائے کوئی اور وجہ ہماری آیتوں سے انکار کرنے کی نہیں) غرض شعر کے پہلے مصرع میں جو اُمّی ہے اُس سے یہ امی مراد ہے اور دوسرے مصرع کا امی بابی انت و امی (میرے ماباپ آپ پر قربان) کا اُمی ہی ۱۲

۵۱ قرآن پاک میں ہی ان اول بیت وضع للناس للتی ببکة مبارکا وهدی للعالمین (پہلا گھر جو اس غرض سے بنایا گیا کہ لوگ سچے ایک خدا کی بندگی کریں وہ ہی جو مکے میں واقع ہی اُس گھر میں اللہ کی دی ہوئی برکت اور ہدایت ہی اہل جہان کے لیئے) غرض شعر میں مکے کے گھر سے خانۂ کعبہ مراد ہے زادہ اللہ شرفاً ۱۲

۵۲ مگر نیچری سمجھو تو قرآن کی اس آیت کا خیال رکھنا یا ایها الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منهن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب

بقیہ حواشی نمبر ۱۳

وطن چھوٹے اور مال و اسباب چھوٹے
زن و خویش و فرزند و احباب چھوٹے

قرابت یہ تھی کس ثنا و صفت کی
کہ بنیاد تھی دنیوی سلطنت کی

اسی نے جماعت نئی اک بنائی
لگی پھرنے دنیا میں اُن کی دُہائی

گدا تھے مگر بادشاہ ہو گئے وہ
تھے بندے (غلام ۱۲) ولیکن خدا (آقا ۱۲) ہو گئے وہ

اُخوت پہ موقوف ہیں کام سارے
ہم آئے ہیں تم تک اسی کے سہارے

مسلمانوں کی جیسی حالت ہے ابتر
لکھے جا چکے اُسکے دفتر کے دفتر

نہ محتاج اظہار و ذکر و بیاں ہے
کہ جو کچھ حقیقت ہے سب پر عیاں ہے

ذرا دیکھیے کیا سے کیا ہو گئے ہم
سبب کیا؟ کہ باہم جدا ہو گئے ہم

تب یہ آیت نازل ہوئی واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ من المؤمنین والمہاجرین الا ان تفعلوا الی اولیاءکم معروفا (مسلمانوں اور مہاجروں کے مقابلے میں ناطے والے اللہ کی کتاب میں ایکدوسرے کے حقدار ہیں مگر یہ کہ اپنے دوستوں کے ساتھ تم سلوک کرنا چاہو) اسکے بعد سے وراثت مواخات موقوف ہوئی۔ اور شعر میں یہ جو کہا ہے۔ یہ ناطہ خدا کا لگایا ہوا ہے۔ تو اسکی سند ہو وہی مواخات جو پیغمبر صاحب نے انصار اور مہاجرین میں کرادی تھی اور قرآن میں بھی ارشاد ہو انما المؤمنون اخوۃ (مسلمان آپس میں بھائی بھائی) ۱۲

ف ۱ للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصادقون (مال غنیمت میں سے رسول کا حصہ اُن محتاجوں کا ہی جو مہاجرین کہلاتے ہیں جو اپنے وطن اور مال سے بے دخل کر دیئے گئے ہیں اور اللہ کے فضل اور اسکی رضامندی کے طلبگار ہیں اور اللہ اور اُسکے رسول کی مدد کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں سچے مُسلمان) ۱۲

ف ۲ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا (جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اللہ نے اُن سے وعدہ کر لیا ہی کہ جس طرح اگلے لوگوں کو ملک کی خلافت یعنی سلطنت دی تھی ان کو بھی سلطنت دیگا اور جس دین کو اُن کے حق میں پسند کیا ہے اسکو بھی ثبات دیگا اور انکے ڈر کو اطمینان سے تبدیل کریگا) ۱۲

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵

اور یہ تیسری ہجرت ہوئی۔ جس سے ہجری سنہ چلا۔ اگر کبھی موقع ملا تو میں ہجرت کا بیان مسلسل کروں گا کہ وہ بڑا ہی موثر اور بڑا ہی دلچسپ ہے۔ پیغمبر صاحب کا مدینے میں آنا تھا کہ سب مسلمان اپنی اپنی جگہ سے مدینے میں آ سمٹے۔ اور یہ لوگ مہاجرین کہلائے۔ ہجرت نبوی سے پہلے مدینے میں اسلام جڑ پکڑ چکا تھا۔ ان لوگوں نے مہاجرین کی ایسی مدارات کی کہ کیا کوئی عزیز اپنے کسی عزیز کی کرے گا۔ اسوقت سارا عرب مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ ایسے نازک وقت میں مسلمانوں کو پناہ دینا اہل مدینے کے عقیدے کی مضبوطی کی بڑی مضبوط دلیل ہے واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاٰوٰکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات (اور وہ دن یاد کرو کہ تم تھوڑے تھے اور ملک میں کم زور سمجھے جاتے تھے اور اسکا ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں لوگ تمکو اُچک نہ لیجائیں تو خدا نے تمھارا ٹھکانا کر دیا اور اپنی مدد سے تمھاری تائید کی اور تمکو اچھی روزی دی) مہاجرین بے سر و سامان تو تھے ہی پیغمبر صاحب نے مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ کرا دیا تھا انصار نے اس مواخاۃ کو جس عمدگی کے ساتھ نباہا اُس کی بہت سی حکایتیں کتب سیر و احادیث میں منقول ہیں۔ مثلاً یہ کہ ابتدائے آمد مہاجرین سے پیغمبر صاحب پر برابر انصار کا یہ تقاضا رہا کہ ہمارے مسلمان بھائی مہاجرین بے سر و سامان ہیں۔ اور ہم لوگ باغات رکھتے ہیں آپ ان باغات میں ہمکو اور ہمارے مہاجرین بھائیوں کو برابر کا شریک کر دیجیے۔ آنحضرت نے اسکو قبول نہیں کیا۔ مہاجرین و انصار میں مواخاۃ ہوئی تو عبد الرحمن ابن عوف اور سعد بن ربیع بھائی بھائی بنے۔ سعد نے عبد الرحمن سے کہا کہ تم ٹھیرے بے کس کو اور بے مقدور اور مجھکو خدا نے مال بھی دیا ہے اور ایک چھوڑ دو دو بیبیاں۔ ایسا کرو کہ مال میرا تمھارا آدھا آدھا اور جس بی بی کو کہو میں تمھارے لیے اُسکو طلاق دیدوں۔ عبد الرحمن نے کہا کہ یہ سب تمھاری مہربانی ہے۔ مجھکو صرف بازار بتا دو میں آپ اپنی سب حالت درست کر لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک انصاری کی وہ حکایت مجھکو کبھی بھولتی ہی نہیں کہ پیغمبر صاحب کے پاس کوئی مہمان آیا۔ آپ نے اپنے گھروں میں دریافت کیا تو معلوم ہوا مہمان کے لیئے کچھ موجود نہیں۔ آخر ایک انصاری اُسکو لے گیا۔ لے جاتے تو لے گیا مگر اُسکے ہاں بھی صرف بچوں ہی کا آسرا تھا اور بس۔ کمال تو یہ کیا کہ بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دیا۔ اور چراغ کو کر دیا ٹھنڈا۔ مہمان کے ساتھ آپ خالی مُنہ چلاتا رہا اور مہمان کھیلا کھایا گیا۔ اس طرح ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے کام آتا تھا تب کہیں جا کر دین قایم ہوا تھا۔ اگر کہیں خدانخواستہ ہمارے جیسی آپا دھاپی ہوتی تو آج اسلام کا کوئی نام بھی نہ جانتا۔ پیغمبر صاحب نے جو مہاجرین اور انصار کا ایسا ربط ضبط دیکھا تو مہاجرین کو انصار کا وارث ٹھیرا دیا۔ یعنے کوئی انصاری مرتا تو اُسکا بھائی مہاجر اُسکے عزیزوں کی طرح اُسکا ترکہ پاتا۔ جب مہاجرین کے پیر پیرے درست ہو گئے

اسے دیتے ہیں اہل پاتے ہیں جس کو
ہمارے یہاں بخل و ضنّت نہیں ہے
بنی نوع انسان ہیں سب برابر
برستا ہے مینہ سارے روئے زمیں پر[1]
ہر اک امر طے ہو چکا ہے ازل میں[2]
دکھلاتا ہے قدرت کے اپنی نمونے
بد و نیک دونوں کا دیکھو تماشا[3]

ذرا تم تو درمیاں سے دور رکھ سکو
یہ ہر شخص شایان منت نہیں ہے
مگر کوئی ہیرا ہے اور کوئی کنکر
کہیں پھول اُگتے ہیں کانٹے کہیں پر
کہ کیا کسکو کرنا ہے دار العمل میں
مگر بھید پایا نہ اُس کا کسو نے
وہ لے یہ معما کبھی حل ہو حاشا!

ف ۱ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست + در باغ لالہ روید و در شور بوم خس + فیضان رحمت آلہی یکساں ہے۔ مگر ہر ایک کا مادۂ قابل مختلف ۱۲

ف ۲ حدیث شریف میں آیا ہے السعید من سعد فی بطن امه والشقی من شقی فی بطن امه یعنی سعادت و شقاوت عالم کون و فساد میں آنے سے پہلے فی علم اللہ مقرر ہو چکتی ہے۔ اور پھر ہر شخص دنیا میں آکر اُسی کے مطابق عمل کرتا ہے۔ ایک دوسری حدیث اور بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی اہل جنت کا سا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسمیں اور جنت میں صرف ایک بالشت کا فصل رہجاتا ہے۔ مگر چونکہ اللہ کے علم میں وہ شقی ٹھیر چکا تھا۔ کوئی گناہ اس سے ایسا سرزد ہوتا ہے کہ انجام کار وہ دوزخی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک آدمی ساری عمر دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے اور آخر کار جنتی ہوتا ہے ۱۲

ف ۳ یہ بحث ہی جبر و قدر کی جسمیں غور اور خوض کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ اس لیئے کہ اس قسم کی باتیں عقل انسانی سے بالاتر ہیں اور ان میں غور کرنا اسرار حکمت آلہی میں دخل دینا ہے۔ خواجہ حافظ کہتے ہیں ؎

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ ۔۔۔ تو در طریق ادب کوش و گو گناہ منست

ایک ہندی شاعر کہتا ہے ؎ نیا و نہ کیں کیں ٹھکرائی + بن کینھے لکھ لین برائی - یعنے انصاف تو کیا نہیں نری زبردستی کی کہ ابھی ہم سے گناہ سرزد بھی نہ ہوا تھا کہ ہمارے نامۂ اعمال میں لکھا گیا۔ یہ بڑی خطرناک باتیں ہیں اور تقدیر کے مسئلے میں بحث کرنے سے کفر کا خوف ہے۔ ۱۲

سمجھتے بھی ہو کچھ کہ کیا ہے اُخوت
یہ بامِ ترقی پہ اُڑنے کا پر ہے
یہی قوم کی جان روح و رواں ہے
الٰہی ہمیں بھی اُخوت عطا کر

خدا نے رسولِ عرب کو جو بھیجا
کہ ہم میں سے بعضے بڑے آدمی ہیں
خدا اگر کسی کو پیمبر بناتا
جب اس پاس کچھ مال و دولت نہیں ہے
خدا نے کہا تم ہو شدت سے احمق
رسالت نہیں ہی مگر فضلِ باری

یہی ہے یہی ہے یہی اصل قوت
یہی فوج و لشکر یہی زور وز رہے
یہی جسم قومی کی تاب و تواں ہے
دکھا اپنی قدرت سے مُردے جلا کر

لگا پکنے کفار کے سر میں بھیجا
مگر وہ رسالت کے شایاں نہیں ہیں؟
تو جبرئیل ان میں کسی پاس آتا
تو اسکی رسالت رسالت نہیں ہے
نہیں تم کو فہمید سے بہرہ مُطلق
یہ انعام ہے محض رحمت ہماری

ف پیغمبر صاحب پر کافر اعتراض تو بہتیرے ہی کیا کرتے تھے مگر جواب بھی ایسے سنتے تھے کہ اُن کا جی ہی جانتا ہوگا منجملہ اعتراضات کے اس مقام پر دو اعتراضوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک تو یہ کہ جزیرۂ عرب میں مکہ و مدینہ یہی دو شہر مشہور ہیں اور ان میں ہر طرح کے آدمی بستے ہیں سبب کیا کہ خدا نے پیغمبری کے لیئے ان کو اختیار کیا اور بڑی بڑی لمبی چوڑی عزت والوں کو محروم رکھا لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم دوسرا اعتراض گستاخی میں اس سے بھی بڑھا ہوا تھا کہ جو فضیلت پیغمبر صاحب کو عطا ہوئی ہے۔ ہمکو بھی ملے تو ہم ایمان لائیں مطلب یہ کہ ہم پر بھی وحی نازل ہو لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ سو جس طرح نظم میں دونوں اعتراض ایک جگہ بیان ہوئے اسی طرح دونوں کے جواب ایک ساتھ مذکور ہیں۔ پہلے اعتراض کا جواب ہے اھم یقسمون رحمۃ ربک (کیا لگے اللہ کی رحمتوں کو آپ تقسیم کرنے) اور دوسرے اعتراض کا جواب ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (اللہ کو خوب معلوم ہے کیسی جگہ رسالت کو ودیعت رکھتا ہے) ہم دنیاوی برکتوں اور رحمتوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بھی خدا کے علم و ارادے سے لوگوں میں تقسیم ہوئی ہیں۔ ورنہ اپنی بہتری کے لیئے کون کوشش نہیں کرتا تو منصب رسالت بدرجۂ اولیٰ ۱۲

بقدرِ طلب گر خدا اسکو زر دے ۔ گورنمنٹ کو یہ مسلمان کر دے
مسلماں[له] کلکٹر مسلماں کمشنر ۔ مسلمان ہر ایک صیغے میں افسر
یہی چیف جسٹس یہی سول جج ہوں ۔ تو کس دھوم سے چل کے مکے میں حج ہوں
خدا نے اسے عقل دی فکر ثاقب ۔ نتائج سمجھنے لگا اور عواقب
تو دیکھا مسلمان ہیٹے ہیں سب میں ۔ مگر آ گئے ہیں خدا کے غضب[له] میں
جگر جل گیا ہو گئے دل کے ٹکڑے ۔ یہ وہ درد ہے جو کرے سل کے ٹکڑے
لگا رونے بالائے سر ہات رکھکر ۔ وہ اور بیٹھتا ہات پر ہات رکھکر
تفحص کیا کیا ہی؟ کیونکر ہے؟ کیوں ہے؟ ۔ کہ دنیا میں اسلام خوار و زبوں ہے

له یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ابھی حال میں ایک بنگالی صاحب بردوان کے کمشنر مقرر ہوئے ہیں تو اگر مسلمانوں میں لیاقت و قابلیت ہو ان کو بھی عہدہ ہائے جلیلہ مل سکتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کو غیرت نہیں آتی ہے

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

اس وقت تمام برٹش انڈیا میں صرف ایک مسلمان ہائی کورٹ بنگالہ کے جج ہیں اور بس۔ بنگال مدراس اور بمبئی تینوں پریزیڈنسیوں میں ایک شرف بھی مسلمان نہیں۔ اور دادا بھائی نوروجی جس مرتبہ عالی پر پہونچے سب کو معلوم ۱۲ له قرآن میں غضب کا لفظ صرف قوم یہود کی نسبت آیا ہے ضربت علیہم الذلۃ اینما ثقفوا الا بحبل من اللہ وحبل من الناس و باؤا بغضب من اللہ وضربت علیہم المسکنۃ (ان پر لازم کر دی گئی ذلت کہیں بھی ہوں مگر اللہ اور لوگوں کے سہارے سے اور آ گئے اللہ کے غضب میں اور لازم کر دی گئی انکو خواری) سو یہود کا کیا حال ہے کہ روئے زمین کے ایک چپے پر انکی سلطنت نہیں جہاں ہیں ذلیل و خوار گویا زمین انکو قبول نہیں کرتی اور اسوقت کے مسلمانوں کا حال یہودیوں سے بہت باتوں میں مشابہ ہو گیا ہی اور ہوتا چلا جاتا ہی ویسے ہی مذہبی تعصبات ہیں ویسی ہی بد اقبالی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جو بالفرض بڑھے ہیں اُس سے کہ کیا — وگر نیک ہے ہمکو اُس کا حسد کیا

بہر کیف اُسی کی تھی اک شان یہ بھی — کیا لطف وانعام واحسان یہ بھی

کہ جب حدِ غایت کو پہونچی تباہی — بڑھا مد دریائے رحم الٰہی

خدا نے کیا ہم میں اک شخص پیدا — مسلمانوں کی قوم کا دل سے شیدا

ہو اسلام کا بول بالا کسی ڈھب — یہی اُس کا دیں ہے یہی اُس کا مذہب

لگا ہو حبِ قومی میں ہر وقت شاغل — وہ بیچارہ کیا جانے فرض و نوافل

یہ بے دین ہے یا کہ دیندار ہے یہ — تمھارے ہی کارن دل افگار ہے یہ

مہ و مہر پوجے ہیں پتھر کسی نے — مگر کی ہے قومی پرستش اسی نے

سخن قوم کا قوم سے ہی سخن ہے — اسے جاگتے سوتے بس ایک دھن ہے

نہ کیونکر رہے ہر گھڑی دل فسردہ — کہ ہے عاشقِ قوم اور قوم مردہ

سُنے ہیں بہت عاشقوں کے فسانے — جو عاشق ہو وہ عشق کی قدر جانے

مگر جب سے سید احمد کو دیکھا — تو سمجھے کہ ہاں عشق ہوتا ہے ایسا

محبت بجائے خودش بد بلا ہے — ذرا پوچھئے زال قوم ان کی کیا ہے!!

مناسب[۱۵] طبیعت کے ہوتے ہیں رشتے — کہ جسطرح کی روح ویسے فرشتے

[۱۵] یہ مثل قرآن سے استنباط کی گئی ہے الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات (ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیئے) اور یہی مطلب ہے کند ہم جنس با ہم جنس پرواز کا۔ حاصل مطلب یہ کہ ممدوح کی طینت پاک تھی تو وہ مسلمانوں کی خیر خواہی کی طرف مائل ہوا ۱۲

مسلمان کہتے ہیں ہانکے پکارے
کہ تعلیم کے نام جلتے انگارے

یہ تعلیم ہے دین و مذہب کی دشمن
دیا اور بنے نار دوزخ کے ایندھن

جو کالج میں دینے کو سمجھے اکارت
وہ اتنے کا اتنا ہی ہو جائے غارت

جو کہتے ہیں بے سود مطلق ہی کالج
گرے ایسے بہکانے والوں پہ فالج

وہ دشمن خدا کا وہ دشمن نبی کا
ہمارا تمھارا خود اپنا سبھی کا

غرض اہل اسلام میں ایک یہ ہیں
بدوں کا تو کیا ذکر ہے نیک یہ ہیں

کہاں یہ لیاقت کہ دولت کمائیں
خوشا وقت اُن کے کہ میراث پائیں

پھر آئی بھی گر مفت کی ہاتھ دولت
تو عقل و خرد ہو گئی سر سے رخصت

نہ شرم و حیا ہے نہ غیرت نہ دیں ہے
بس اک آپ ہیں اور دیو لعیں ہے

ہوا و ہوس نے جو ڈالے ہیں پھندے
تو بس ہو گئے عیش و عشرت کے بندے

تعلق نہیں انکو مطلق خدا سے
اگر قوم مٹ جائے اِن کی بلا سے

تو ایسوں سے کالج کا قائم کرانا
جوئے شیر کا تھا حقیقت میں لانا

مگر اس نے ہمت، خدا نے مدد کی
جلا کی پڑی آگ رشک و حسد کی

فقط عزم صادق کے ہیں یہ نتیجے
کہ آخر مسلمان ریجھے پسیجے

پسیجے و لیکن سسکتے تمسکتے
زبان و دہاں تھک گئے بکتے بکتے

سو کالج کی حالت ابھی ڈھل نچ کی ہے
بنی کیمیا پر کسر آنچ کی ہے

غضب ہے کہ مسجد پڑی ہے ادھوری
بتاؤ ضروری ہے یا نا ضروری

کُھلی آخرش وجہ پستی حالت
زمیں بدلی بدلا ہوا آسماں ہے
یہ ریلیں سٹیمر کلیں تار برقی
کوئی روز شاید کہ جاتا ہو خالی
نہ کرتے ہوں اک تازہ ایجاد کوئی
وہی جانور ہیں وہی ہیں صفیر ہیں
سرچشمۂ آبِ حیواں پیاسے
گئے وقت شمشیر و تیر و تبر کے
گورنمنٹ کے کالجوں پر نظر کی
یہ ٹھیری کہ کیوں بارِ منت اُٹھائیں
مگر اپنا کالج بنائیں تو کیسے

جہالت! جہالت!! جہالت!!! جہالت!!!!
زمانہ کی اگلی سی حالت کہاں ہے
بھلا ان کو کیا جانیں ہم لوگ شرقی
کہ یورپ کے لوگوں کے اذہان عالی
ہے تم میں بھی اے قوم ناشاد کوئی
مُسلماں ساور اپنی پرانی لکیریں
سبب کیا؟ کہ لڑتے ہیں احمق خدا سے
بس اب دور دورے ہیں علم و ہنر کے
تو پیٹر کی بولے جو پوچھی عمر کی
مُسلمان آپ اپنا کالج بنائیں
کہاں پائیں اسکے لیئے نقد پیسے

سلہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ سید احمد خاں نے ولایت سے واپس آکر علی گڈھ محمڈن کالج کھولنے سے پہلے ایک مضمون مشتہر کیا کہ مُسلمان انگریزی تعلیم سے کیوں متنفر ہیں اور اس مضمون کے جوابوں پر انعام تجویز کیئے۔ جواب مضمون کے بہت سے رسالے لوگوں نے لکھے اور آخر کار ثابت ہوا کہ مُسلمانوں کو اِن کے اپنے کالج کی ضرورت ہی ۱۲

۲۔ تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل ٭ کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را ٭ ۱۲۔

۳ سلسلہ سخن کے لیئے مضمون کو یوں منتظم کرلو کہ جب مسلمانوں کی پستی حالت کی وجہ ان کی جہالت ثابت ہوئی تو خیال آیا کہ سرکار نے تعلیم کا بڑا بھاری انتظام کر رکھا ہے۔ جگہ جگہ سکول ہیں۔ کالج ہیں یونیورسٹیاں ہیں غرض سامان تعلیم بہتیرا کچھ مہیا ہے۔ لیکن ان میں ایک نقص ہے جس کو آگے بیان کیا ہے ۱۲

نہ اسکی سی اعلیٰ عمارت کہیں ہو | جو کالج کی خوبی ہو وہ سب یہیں ہو
پروفیسر اسکے گرجتے برستے | اگر ڈبل پے پر بھی مل جائیں سستے
ہر اک فن میں ہو ان کو کامل بصیرت | ہوں انگریز لیکن مُسلمان سیرت
ہر اک بورڈر پاس ایسا مکاں ہو | کہ آسایش جسم و آرام جاں ہو
بہت لوگ ہیں ہمکو مُسرف بتاتے | پر اے کاش وہ اصل مطلب کو پاتے
ہمیں پاس اسلام کا آپڑا ہے | کہ اس کا خدا رکھے رُتبہ بڑا ہے
تو جو چیز اسلام کے نام کی ہو | وہ ایسی ہی عزت کی اور کام کی ہو
نہیں ہم کہ ہو جائیں خوش دال کھاکر | اگر ہم جئیں گے تو تر مال کھاکر
بہت دور ہیں ہم نراسوں کی آسیں | بجھیں اُوس سے روزہ داروں کی پیاسیں
رہیں گے تو ہم ہوکے برتر رہیں گے | وگرنہ اسی رنج میں مر رہیں گے
اگر چند شخصوں نے زحمت اُٹھائی | اور آخر کو بالفرض ڈگری بھی پائی
لگی نوکری خوب کھایا کمایا | مگر قوم نے اُن سے کیا نفع پایا
یہ سب مدرسے ہیں فضول اور زوائد | کہ شخصی منافع ہیں ذاتی فوائد
رہے ہم تو ویسے ہی بدتر کے بدتر | بنائیں گے یہ قوم کیا خاک بہتر
نہیں کہتے ہم مت پڑھاو پڑھاؤ | مگر دوستداراں امت بتاؤ
دلوں میں بھر ان کے اونچے ارادے | کہ اے بندے لے تجھکو نیکی خدا دے
حمیت وہ اسلام کی جوش مارے | کہ سب ساتھیوں کو لگا دے کنارے

؎۹۱ دو چند تنخواہ ۱۲ ؎۹۲ درجۂ فضیلت جیسے بی اے۔ ایم اے وغیرہ ۱۲

نہ دیوار ہے اور نہ چھت ہے نہ در ہے / وہ کن کا خدا ہے کہ جس کا یہ گھر ہے
نہیں[1] کہتے مسجد بنا کر تو دیکھو / پر اپنے گھروں سے ملا کر تو دیکھو
یہ مسجد اور اللہ کی شان اونچی / وہی پھیکا پکوان دوکان اونچی
ٹھکانا نہیں ہے کہیں بورڈر کا / وہ بے چارہ نے گھاٹ کا اور نہ گھر کا
بہت سے ہیں تعلیم پانے کے لائق / لکھانے پڑھانے سکھانے کے لائق
وے دسترس انکو مطلق نہیں ہے / تو کیا قوم پر اُن کا کچھ حق نہیں ہے
کوئی لیچلو ہمکو کندھے چڑھا کر / کہ ہم تھک گئے نصف منزل پہ آ کر
بہت پاؤں پیٹے بہت ہات مارے / بنو خضر بیڑا لگا دو کنارے
لب بام دور اور کمند اپنی چھوٹی / کہاں تک کفایت کرے اک لنگوٹی
بہت آرزوئیں ہیں ارماں بہت ہیں / ابھی ہمکو درکار ساماں بہت ہیں
یہ جی چاہتا ہے کہ کالج ہمارا / ہو تعلیم کا اک چمکتا ستارا
کہ ہمکو ترقی کا رستہ دکھائے / ہمیں اہل یورپ کا ثانی بنائے
دلوں کو خوش و خرم و شاد کر دے / اس اجڑے نگر کو پھر آباد کر دے
یہ کھیتی جو مدت سے سوکھی پڑی ہے / لگے لہلہانے گھڑی یا پڑی ہے

لہ یعنی یوں تو مسجد کے بنانے والوں کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ جو اللہ کے لیئے دنیا میں مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اُسکے لیئے جنت میں ایک گھر بنوا دے گا تو خیر اس بشارت پر عمل کرنے کو چاہیئے حُسن عقیدت مگر اتنا تو کرو کہ اللہ کے اس گھر کو جو علی گڈھ محمدن کالج میں ہے یعنے مسجد کو اپنے گھروں سے مقابلہ کرکے دیکھو کہ تمہارے گھر اچھے ہیں یا یہ خدا کا گھر جس کی نہ دیوار ہے اور نہ چھت ہے نہ در ہے ۱۲

سٹوڈنٹس تیغ دودم ہو کے نکلیں
سپاہی اور اہل قلم ہو کے نکلیں

نہ محنت مشقت سے جانیں چرائیں
نکل جائیں کوسوں جو چلنے پر آئیں

یہی ہے جو مشتاق صبح خیزی
طبیعت میں جودت حواسوں میں تیزی

سال جب سے مسلمانوں کی روئی دھنکی جانی شروع ہوئی یعنے جب سے رفارمر پیدا ہوئے (اور بوڑھے ہیں تو کیا ہے رفارم کے لحاظ سے ابھی بچے ہی ہیں۔ ہمارے سامنے جنم لیا اور ہمارے ہی سامنے بولنا سیکھے) تب سے اور صرف تب ہی سے مسلمانوں کے عیب و صواب پر نظر پڑنے لگی۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مذہبی اوہام اور تعصبات انکو دنیا میں پنپنے نہیں دیتے۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ انکو انگریزوں سے اور ہر چیز سے جو انگریزوں کو چھو گئی ہے نفرت اور گریز ہے۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ مگر سے پیر باندھ کر دریا میں رہنا چاہتے ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ علوم جدیدہ سے جو شرط زندگی قرار پا گئے اور پاتے چلے جاتے ہیں ناواقف محض ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ کم ہمت بلکہ بے ہمت اور کاہل ہیں تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ ان میں خودغرضی اور پھوٹ اور نا اتفاقی ہے۔ غرض تب سے اور صرف تب ہی معلوم ہوا کہ مسلمان چیونٹیاں بھرے کباب ہیں۔ معلوم ہوئے پیچھے جنکے دلوں میں قومی ہمدردی اور اسلامی محبت تھی بعض اپنے دلی تقاضے سے اور بعض دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی اپنی جگہ رفارم کی تدبیریں کرنے لگے۔ جگہ جگہ مدرسے بن گئے۔ انگریزی کلاسوں میں مسلمانوں کی شکلیں دکھائی دینے لگیں۔ بعض نے ڈگریاں اور ڈگریوں کے ساتھ نوکریاں بھی پائیں۔ بعض نے میرے خلاف سے انگریزی طور طریقے بھی اختیار کر لیئے کتنی انجمنیں بن گئیں۔ کتنی سوسائٹیاں کھڑی ہو گئیں۔ اخباروں کی حالت ورنیکولر لٹریچر (زبان اردو کی انشا پردازی) کی ٹون (لے) بدل گئی۔ مذاق پلٹ گئے۔ سروں میں اور ہی طرح کے خیالات گونجنے لگے۔ غرض رفارم کی لائین (رستے) میں کچھ بلکہ مجھے کہنا چاہیئے بہت کچھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ اور بیمار مختصر کچھ سنبھلتا چلا ہے۔ مگر ایک بات ہے جس پر رفارمروں نے پورا پورا زور نہیں دیا۔ اور مسلمانوں کے کان اسکے لیئے اچھی طرح سے نہیں کھولے گئے وہ کیا ہے؟ مارشل سپرٹ (سپاہیانہ مزاج) میں اسکو قوم کی لائف (زندگی) سمجھتا ہوں۔ یہ ہے تھرمامیٹر اس امر کی شناخت کا کہ قوم مر گئی یا زندہ ہے اور زندہ ہے تو اسمیں کتنی جان ہے۔ قوموں کا عروج اور تنزل ایک معمولی بات ہے اور جب سے دنیا کا آغاز ہے تب ہی سے اس انقلاب کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مگر تاریخ ہمکو پورا پورا یقین دلا سکتی ہے

ہماری غرض اور غایت یہی ہے
تو فرمائیے کس کی منزل کڑی ہے
ہمارے اور انکے طریقے جُدا ہیں
اگرچہ[1] ابھی کورس میں منحصر ہیں
دکھائیں گے گر پاگئے مال و زر ہم
ہو کالج میں یہ امر بالشان مُہتمم
سٹوڈنٹس پر ایسی حاوی نظر ہو
وہ ڈسپلن اور ضبط اوقات سیکھیں
ہو عُنوان خط جُوں لفافے سے ظاہر
جو دل میں ہو صاف اُسکا اظہار کردیں
ہو قومی محبّت دلوں میں سمائی
کیا ہو جو کالج نے ہموار انکو
نمونے ہوں شاگرد و استاد دونوں
کچھ ایسا وقار اُن میں آیا ہو بڑھ کر
ہو گر حاصل ہند آمد کسی کی
مُتطیع اولی الامر و منقاد ہوں وہ

ہمارے سفر کی نہایت یہی ہے
ہمیں قوم کی ۔ اِن کو اپنی پڑی ہے
کہ ہم عرش پر اور یہ تحت الثریٰ ہیں
مگر ہم فقط وقت کے منتظر ہیں
اُڑیں گے ۔ نکالیں گے جب بال و پر ہم
کہ تعلیم پر تربیت ہو مقدّم
کہ گر خواب دیکھیں تو سب کو خبر ہو
شریفانہ طرز مُدارات سیکھیں
طبیعت کی نیکی قیافے سے ظاہر
خطا ہو گئی ہو تو اقرار کردیں
وہ اسلام کے نام پر ہوں فدائی
کریں اپنے بیگانے سب پیار انکو
تو پھر دین و دُنیا ہوں آباد دونوں
کہ آپ اپنی عزت کریں سب سے بڑھ کر
نہ بن آئے اُن سے خوشامد کسی کی
رعایائے محکوم و آزاد ہوں وہ

[1] یعنی علی گڈھ محمڈن کالج کی پڑھائی وہی ہے جو دوسرے کالجوں میں ہے ۱۲

یہ چراغ ابھی تک ٹمٹما رہا ہے۔ اگرچہ ہم اُن کو سخت ملامت بھی کرتے ہیں کہ وہ اس قوت سے اکثر نہایت نامناسب
طور سے کام لیتے ہیں۔ مارشل سپرٹ فی نفسہ بڑی عمدہ چیز ہے اور اس میں بُرائی ہے تو یہ ہے کہ وہ نا اہلوں کے ہاتھ
میں پڑی ہے۔ اگر اس بُرائی کی نظر سے مارشل سپرٹ کے دبا دینے اور کچل دینے کی صلاح دی جائے تو اس کی
ایسی مثال ہوگی جیسے بعض لوگ تعلیم نسواں کے مخالف ہیں اس خیال سے کہ ایسا نہو کہ مستورات لکھنے پڑھنے کی
قوت سے نامناسب کام لیں۔ تو کیوں نہیں ہاتھ خشک کر دیئے جائیں کہ ایسا نہو کسی کو ماریں۔ کیوں نہیں آنکھیں پھوڑ
دی جائیں کہ ایسا نہو نظر بُری جگہ پڑے۔ اگر مارشل سپرٹ کو عوام بُرے طور پر کام میں لاتے ہیں تو اس کا الزام کس پر
ہے؟ خواص پر۔ جن کی مارشل سپرٹ آرام طلبی اور بزدلی اور کاہلی کی وجہ سے منطفی ہوگئی ہے۔ اور وہ اُسکو ریوائیو
(دوبارہ زندہ) بھی نہیں کرنا چاہتے اور نہ عوام کے لیئے تعلیم کا سامان بہم پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں کہ انکو
نیک و بد کی تمیز ہو۔ مارشل سپرٹ لوگوں کے اسٹیمیٹ (اندازہ) میں ایسی ذلیل ہوگئی ہے کہ وہ اُسکو عیب سمجھنے
لگے ہیں دوں مرتبت شرافت۔ اور جب تک وہ صرف عوام کے ہاتھ میں ہے بے شک عیب ہے۔ اور دوں مرتبت
شرافت بھی ہے۔ لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں جتنے رفارم سوچے جاتے ہیں مارشل سپرٹ کا ریوائیو اور رفارم کرنا
سب پر مقدم ہے۔ ہر چند یہ محل پولیٹکل باتوں کے بیان کرنے کا نہیں ہے۔ اور نہ میں ان معاملات میں رائے
زنی کی لیاقت رکھتا ہوں۔ مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اب بھی مسلمانوں کو اگر کچھ یوں ہی سی وقعت کی نگاہ سے دیکھا
جاتا ہے تو اسی مارشل سپرٹ کے لحاظ سے۔ کیا شمار۔ کیا دولت۔ کیا لیاقت کل اعتبارات سے ہم ایسے ضعیف
ہیں جیسے مچھر۔ مگر مارشل سپرٹ کا ایک ذرا سا ڈنک ہمارے پاس ہے گو وہ سانپ اور بچھو کا سا ڈنک نہیں ہے مگر
ذرا کی ذرا بے چین کرنے کے لیئے کافی ہے۔ جو شخص اخبار پر نظر رکھتا ہے وہ جان سکتا ہے کہ یوروپین پورز
(سلطنت ہائے یوروپ) میں کس درجے کا مُحاسدہ ہے۔ ہر چند بعض صلح پسند سٹیٹسمن (منتظمان ملک) کی تدابیر سے
یہ آگ دبی ہوئی ہے۔ لیکن کیا جانیں کب بھڑک اُٹھے گی۔ اگر خدانخواستہ بھڑکی تو مسلمان نرے تماشائی نہیں ہوں گے
لیکن کون مسلمان؟ وہی جن میں مارشل سپرٹ ہے۔ نہ ہم بنیئے لکھمی چند کہ جن میں کا ایک میں ہوں۔ باوجودیکہ نو برس
حیدر آباد رہ آیا ہوں۔ اور یہ میری عمر ہے مگر آج تک اپنے ہاتھ سے بندوق چھوڑنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مارشل سپرٹ
کے اعتبار سے اسکو چاہو میری عمر کے کارناموں میں گن لو کہ میں بندوق کی آواز سے ڈرتا نہیں مگر ہاں چونک تو
پڑتا ہوں۔ اور یہ ہمت بھی اس سے ہوئی ہے کہ ہمارے یہاں ہر روز ایک چھوڑ دو دو توپیں چلتی ہیں۔ دوپہر کی ایک
اور رات کے ساڑھے نو بجے کی ایک۔ مارشل سپرٹ کو جیتا جاگتا رکھنے کے لیئے گورنمنٹ کی پالیسی (منشا) کے لحاظ سے

کہ مارشل سپرٹ ہی اس انقلاب کا فیکٹر (مدار و معیار) رہی ہے۔ اسلام نے بھی اسی نیچرل قاعدے سے ترقی کی تھی۔ یعنی اُس وقت کے مسلمانوں میں مارشل سپرٹ بڑے زوروں پر تھی۔ پھر جب وہ سلطنت پاکر عیش و آرام میں پڑ گئے۔ مارشل سپرٹ کم ہوتے ہوتے سلطنت اُنکے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور اب جو کہیں کہیں کسی قدر برائے نام باقی ہے۔ چونکہ مارشل سپرٹ سے اُسکو کافی مدد نہیں ملتی اس کا بقا بالکل بھروسے کے قابل نہیں۔ علی شفا جرف ھاد (کنارے پر ریتلی ڈھانگ کے جسکو دریا کاٹتا چلا جا رہا ہے۔) ع اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

لیکن کیا سلطنت کے ساتھ ہمکو مارشل سپرٹ سے بھی صبر کر لینا چاہیئے۔ اگر ایسا کریں اور افسوس ہے کہ ہم ایسا ہی کر رہے ہیں تو اسکے یہ معنی ہوں گے کہ ہم پرسوں کے مٹتے کل اور کل کے مٹتے آج اور آج کے مٹتے اب ابھی مٹنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم میں سے مارشل سپرٹ نکل گئی تو ریفارم کی کوئی تدبیر کارگر نہو سکے گی۔ مارشل سپرٹ کے نکلے پیچھے ہم میں نہ غیرت باقی رہے گی نہ حمیت نہ سلف ریسپکٹ (خودداری) نہ سلف ہلپ (آپ اپنی مدد) نہ ترقی کی گدگدی۔ یہ امن جو ہمکو برٹش گورنمنٹ کے ظل عاطفت میں حاصل ہے چپکے چپکے مارشل سپرٹ کو گھٹاتا اور کمزور کرتا چلا جا رہا ہے۔ اور مارشل سپرٹ کے گھٹنے اور کمزور ہونے کے آثار ہم پر مترتب ہو چلے ہیں۔ نہ ہم میں وہ اگلی نسلوں کی سی توانائیاں ہیں نہ ویسی پھرتی ہے نہ ویسی جفاکشی ہے۔ نہ ویسے دل مضبوط ہیں۔ غرض ہم مسلمانوں کی مارشل سپرٹ سیکڑوں برس سے روبہ انحطاط ہے۔ ہم اپنے زمانۂ سلطنت میں مزے سے پڑے اینڈا کیئے۔ اب اس عہد عافیت مہد میں مارشل سپرٹ ایسی غفلت کی نیند پڑی سو رہی ہے کہ بیچاری کو کروٹ بدلنے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ آدمی تو آدمی ہم دیکھتے ہیں دیوار پر جس زور سے گیند مارو اُسی زور سے دیوار گیند کو اُچاٹ دیتی ہے۔ یعنی جمادات تک میں ایک قسم کی مارشل سپرٹ ودیعت رکھی گئی ہے اور جانوروں میں تو ظاہر بات ہے کہ چیونٹی پر پاؤں پڑ جاتا ہے تو وہ بھی اُلٹ کر کاٹے بدون نہیں رہتی۔ گو آخر کار دب کر اُس کا کچلا ہی کیوں نہ ہو جائے کیا عقل جائز رکھ سکتی ہے کہ ایک قوت ایک ضروری اور بکار آمد قوت جو حافظ نظام دُنیوی ہے جمادات کو ملے نباتات کو ملے۔ حیوانات کو ملے۔ اور انسان اشرف المخلوقات کو نہ ملے لیکن واقع میں ایسا نہیں ہے۔ یہی مارشل سپرٹ انسان کا ہتھیار ہے۔ سرکار نے بہ تقاضائے مصلحت انتظامی ہم لوگوں سے ہتیار لے لیئے ہیں مگر یہ ہتیار یہ مارشل سپرٹ کا ہتیار نہ ہم سے لیا جا سکتا تھا اور نہ سرکار نے اسکے لینے کا قصد کیا بلکہ استحقاق حفاظت خود اختیاری کا تسلیم کیا جانا اس سلاح کے رکھنے کا لیسنس ہے۔ اگر صرف خواص کے بوتے پر رہتی تو مارشل سپرٹ اب تک کبھی کی مسلمانوں میں سے ناپید ہو گئی ہوتی۔ مگر ہم اپنے عوام کے بہت شکرگزار ہیں کہ انکی بدولت

تو کیوں کر یہ اتنا بڑا کارخانہ ۔ کہ کھپ جائے قاروں کا اس میں خزانہ
سوا ایسے ہی کالج کی تدبیریں ہیں ۔ اٹھائیں گے نخرے جو تقدیریں ہیں
بُرا بھی سُنیں گے کڑی بھی سہیں گے ۔ پہ کالج تو ہم بھی بنا کر رہیں گے
تمھاری سی قسمت ہمیں بھی خدا دے ۔ کہ لے قوم اور سیّد احمد دعا دے
کہاں یہ مقدر نصیب ایسے کس کے ۔ کہ اکسیر مہمان ہو گھر میں مس[۱] کے
مگر تجھ پہ پنجاب فضل خدا ہے ۔ کہ نازل ترے سر پہ قومی ہما ہے
برہمن نے مر کر رسوئی بنائی ۔ اور آخر کو لالہ نے کھائی اڑائی
لڑائی نہ ٹنٹا نہ جھگڑا نہ قصّہ ۔ ہے تکمیل کالج تمھارا ہی حصّہ
ہوئی ہے کسی کو بھی یہ بات حاصل ۔ لگاؤ لہو اور شہیدوں میں داخل
عمارت میں کیا ہے بس اک اینٹ باقی ۔ پلاتے تو ہو دُرد بنتے ہو ساقی
اگر بے دیئے ہمکو دیدو گے دھکے ۔ تو فریاد لے جائینگے ہم بھی مکے
مدینے میں جا کر کے ہم دیں گے دھرنا ۔ تو اُس وقت پر کوئی شکوہ نہ کرنا
رسُول خدا سے شکایت کرینگے ۔ نہ ہم پھر کسی کی رعایت کرینگے
نہیں تم ہماری طبیعت سے آگاہ ۔ ہم۔ اور بے لیئے جائیں استغفر اللہ
ہم اک اک سے اور اُسکے اچھے سے لینگے ۔ بُرے دل سے دے یا کہ اچھے سے لینگے
نہ کیوں لیں کہ تعلیم کے پیشوا ہیں ۔ امینان کالج ہیں قومی گدا ہیں

[۱] مس سے مراد ہے سخاوت مس عیب را کیمیا ہست کی مس ہے نہ وہ مس جو انگریزی خوانوں کی متعارف ہے ۱۲

نہ شطرنج و گنجیفہ کی بازیاں ہوں	اُچھل کود ہو اور کلا بازیاں ہوں
ہر اک بات میں اُن کی کردار مردی	نزاکت ہو اُن کے لیئے عار مردی
تکلف سے دُور اور تصنع سے عاری	بجالائیں خود اپنی خدمتگزاری
نہ کاہل نہ عاجز نہ بے دست و پا ہیں	یہی لوگ مخدوم خادم نما ہیں
یہ کالج ہے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں	کچھ اب سمجھے کیوں ہم قوم چاہتے ہیں
اگر پُل ہے یا باغ ہے یا کوا ہے	کوئی کام دنیا میں بے زر ہوا ہے

جو ہم کر سکتے ہیں اور جو ہمکو کرنا چاہیئے یہی ہے کہ ہم مردانہ وار کھیلوں کو تعلیم کا کمپلسری سبجکٹ (مضمون جبری) قرار دیں جیسا کہ ہمنے علی گڈھ محمڈن کالج میں کر رکھا ہے - اِس سے مسلمان لڑکے ڈل (کاہل) اور آئیڈل (سُست) نہیں ہونے پاینگے - اِن کی صحت بدنی محفوظ رہے گی - آیندہ نسلیں توانا اور چونچال ہوں گی - بالفعل یہ لوگ بلے اور گیند سے کھیلیں گے اور آیندہ شاید ایسے موقع پیش آئیں کہ بلے کی جگہ تلوار ہو اور گیند کی جگہ سر مگر کن کے دشمنان برٹش گورنمنٹ کے - غرض سپاہی اور اہل قلم سے میری مراد یہ تھی جو میں نے بیان کی ۱۲

۵ یہی اُچھل کود ہے جسکو شیخ ابراہیم ذوق نے بڑی حسرت کے ساتھ یاد کیا ہے فرماتے ہیں ؎

عہد پیری نے چھڑایا دوڑ چلنا کودنا   ہائے طفلی کھیلنا کھانا اُچھلنا کودنا

اُچھلنے کودنے کا مرثیہ ظفر نے کیسے عمدہ لفظوں میں کہا ہے ؎

ایک وقت تھا کہ ٹوٹتے تھے دہت دَود کے
پھر ہوا گزرنے لگی کھیل کود کے
اب حال یہ ہے عالم پیری میں اے ظفر
باقی نہیں حواس بھی گفت و شنود کے

۶ دسمبر ۱۸۹۳ء کے کانفرنس میں علی گڈھ محمڈن کالج کے تمام طلبہ باوجودیکہ ان میں اکثر خوشحال اور معزز تھے کانفرنس کے مہمانوں کی کل خدمتیں اپنی ذات سے کرتے تھے - یہاں تک کہ رات کی پاسبانی حقیقت میں ان لڑکوں کا برتاؤ دیکھکر علی گڈھ محمڈن کالج کی قدر معلوم ہوتی تھی کہ یہ بھی کیا جگہ ہے جو لڑکوں کو لکھنے پڑھنے کے علاوہ جری اور بے تکلف اور ملنسار بناتی ہے

پانچویں سالانہ جلسے پر دیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیا تو ہوں کہ کچھ حقِ خدمت ادا کروں
لیکن خیال میں نہیں آتا کہ کیا کروں

کٹوا کے سینگ خیر سے بچھڑوں میں آ ملوں
قانون شیخ مول لوں اور طب پڑھا کروں

جو کچھ پڑھائیں کاوش و تحقیق سے پڑھوں
یعنی کہ بات بات پہ جھگڑوں لڑا کروں

تحصیلِ طب میں محنت و زحمت کی داد دوں
سالانہ امتحانوں میں اول رہا کروں

انعام میں کتاب اگر دیں تو صبر و شکر
تمغا ملے تو فخر سے زیب قبا کروں

حاضر رہوں مطب میں بلاناغہ صبح و شام
مشقِ علاج کے لیئے نسخے لکھا کروں

آنکھوں کے بند کرتے گزر جائیں پانچ سال
لیکن حیات کہتی ہے میں بھی وفا کروں

اچھا اگر یہ ہو نہیں سکتا تو کم سے کم
عبد المجید خان کی مدح و ثنا کروں

یہ مدرسہ انھی کی عنایت کا فیض ہے
میں وہ نہیں کہ جھوٹ کہوں ادعا کروں

ممکن نہیں ہے انکے فضائل کا عد و حصر
گو عمر بھر قصائدِ مدحی کہا کروں

ازانجا کہ کالج کے ہم ہیں ٹرسٹی
ہم اپنے اُدھار ے دیئے مانگتے ہیں
ضرور آپڑی ہے ہمیں سرپرستی
کہ تم سے تمہارے لیئے مانگتے ہیں
بڑی گفتگو اور بہت بات ہولی
تو بھر دیجئے اب فقیروں کی جھولی

تمت

اطلاع

یہ لکچر ہنوز زیر طبع تھا کہ مولوی حافظ **محمد نذیر احمد خاں** صاحب نے ۲۸ - اپریل سنہ ۱۸۹۴ع کی صبح کو مدرسہ طبیہ دہلی کے متعلق لکچر دیا۔ لکچر کے موقع پر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اور صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر اور صاحب سول سرجن بہادر اور صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولس اور تقریبًا کل عمایدِ شہر ہنود و مسلمان جمع تھے۔ مولوی صاحب اپنی عادت کے موافق بڑا لکچر دینے والے تھے مگر وقت اور موسم اور صاحبان انگریز کے لحاظ سے صرف ایک گھنٹے کی قدر لکچر دیا۔ وہ لکچر مع روداد جلسہ مدرسہ طبیہ سے شائع ہوگا۔ مگر ہمکو اپنے مجموعۂ لکچر کی تکمیل کی غرض سے اپنے طور پر اُس کا چھپوانا ضرور تھا چونکہ یہ لکچر مقارن طبع لکچر ڈیپوٹیشن دیا گیا ہمنے دونوں کو ساتھ کے ساتھ چھپوا دیا۔ اور طبی لکچر کا حجم زیادہ بھی نہ تھا کہ اسکو براسہار رسالہ جداگانہ بنایا جاتا۔

راقم بندہ محمد نذیر حسین عفی عنہ
تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں

تجھ کو قسم ہے سُننے کی اور مجھکو بات کی
کیا میرا سر پھرا ہے کہ ناحق بکا کروں

القصہ میں عجب عبث ہیچکارہ ہوں
بس اتنے کام کا ہوں کہ لکچر دیا کروں

سعی الکریم اگر نہیں جہد المقل تو ہے
اس مدرسے کے حق میں خدا سے دعا کروں

پیدا ہو غیب سے کوئی مرد خدا کہ میں
طبی سکول چھوڑ کے کالج بنا کروں

انوسٹ کردوں اُسمیں کفایت کی قدر فنڈ
دار الشفا کو رشکِ دار البقا کروں

اگر میں اس قسم کی باتیں کروں کہ مدرسۂ طبیہ دہلی کا پانچواں سالانہ جلسہ ۲۸۔اپریل سنہ ۱۸۹۴ء کی صبح کو مدرسے کے بانی مدرسے کے سکرٹری مدرسے کے پروفیسر مدرسے کے الفا اور اُمیگا یعنے مدرسے کے ہمہ اوست اور ہمہ از وست حکیم عبدالمجید خاں کے مکان میں منعقد ہوا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر زیب دہ کرسی صدارت اور اسکے صاحب اور ڈھمکے صاحب اور فلاں صاحب یعنی کریم اوف دی سوسائٹی آف دہلی (روسائے شہر دہلی) محمدنز ایز ول آیز ہنڈوز (مسلمان اور ہندو) رونق افزائے جلسہ تھے۔ سکرٹری نے خوش الحانی کے ساتھ بے تکان رپورٹ پڑھی۔ صاحب ڈپٹی کمشنر نے اپنے دست خاص سے کامیاب طلبار کو تمغے اور انعام تقسیم کیے اور جلسہ بڑی عمدگی او خوش اسلوبی کے ساتھ تمام ہوا۔ اگر میں اس قسم کی باتیں کروں تو میں آپ اپنے تئیں ملامت کروں گا کہ میں لکچرار کی ڈیوٹی کے ادا کرنے میں قاصر رہا۔ ایسی باتیں تو ایک سڑیل سے سڑیل اخبار کا کنٹیل کارسپانڈنٹ بھی کرسکتا ہے اور مجھ سے بہتر کرسکتا ہے میں پہلے بھی اسی مدرسے کے کسی سالانہ جلسے میں کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں اور خدا جانے کتنی بار اور کہوں گا کہ مدرسۂ طب کے جلسوں میں لکچر دینے کے لیئے چاہیئے پروفیشنل مین (طبابت پیشہ) اگر وہ طب یونانی اور انگریزی ڈاکٹری کا جامع ہو تو سبحان اللہ۔ نورٌ علی نور۔ ورنہ نرا ڈاکٹر ورنہ نرا طبیب۔ گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت ست۔ مگر نہیں معلوم ایسا لکچرار بہم نہیں پہنچتا یا کسی مصلحت سے اُسے کہا نہیں جاتا۔ لاکر کھڑا کردیتے ہیں مجھکو۔ کہ میں خوش قسمتی یا بدقسمتی سے (اور چونکہ میں بے مد طبابت عمر طبعی کے کنارے آلگا ہوں میں تو اپنی خوش قسمتی ہی کہوں گا) غرض لاکر کھڑا کردیتے ہیں مجھکو کہ میں اپنی خوش قسمتی سے اتنا بھی تو نہیں جانتا کہ طبابت ہی کس مرض کی دوا۔ اس مجبوری پر نظر کرکے گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت ست کی جگہ یوں کہنا چاہیئے گندم اگر بہم نرسد بھس غنیمت ست۔ اب جو میں کرسکتا ہوں وہ اس سے زیادہ نہیں کہ

احساں کا اُنکے کس سے عوض ہو سکے مگر
بہتر جزا حوالہ بذاتِ خدا کروں

لیکن نہ اپنا شیوہ خوشامد نہ ان کا عُجب
کیوں ترک وضع کر کے انھیں بد مزہ کروں

ایک کام اور بھی ہے اگر مجھسے بن پڑے
پھر پھر کے اپنے آپ پہ صدقے ہوا کروں

مِل جائے کوئی گانٹھ کا بھرپُور سادہ دل
الگ چل کے اُس سے اپنے تئیں آشنا کروں

پھر بعد معرفت کے بڑھے اُس سے ربط و ضبط
وہ میرے دل میں اور میں اُسکے میں جا کروں

افسانے میں کہا کروں اور وہ سُنا کرے
مذکور وہ کیا کرے اور میں سُنا کروں

صحبت ہو سازگار تو اک وقت خاص میں
اظہار مطلب و غرض و مدعا کروں

طرزِ سخن میں جادوے بابل کا رنگ دوں
الفاظ میں کرشمۂ معجز نما کروں

طیبیہ مدرسے کے بیاں کر کے فائدے
چندے کی اُس سے آرزو و التجا کروں

وہ یا تو چھوٹتے ہی ٹکا سا جواب دے
یا چپ رہے کہ میں اُسے بیٹھا تکا کروں

یا وعدہ جو کہ تا بہ قیامت وفا نہ ہو
کچھ خضر تو نہیں کہ ہمیشہ جیا کروں

کیونکر ہو کس کے دل سے ہو کسطرح اختیار
آئین و طرز و عادت و شانِ گدا کروں

واللہ مجھ سے ہو نہیں سکتا دہو کا رخیر
مثل فقیر ہاتھ پساروں صدا کروں

گر کہئے پاؤں قوم کی خانہ خرابیاں
محفل میں شور شیون و ماتم بپا کروں

دیوار و در کو وجد ہو لگجائیں ہچکیاں
گر حالِ زارِ قوم پہ قصدِ بکا کروں

اے قوم تیری ہمت و غیرت کو کیا ہوا
تو ہے قصوروار تو کس کا گلہ کروں

پر قوم (ہائے قوم) ہے مصداق صمٌ بکمٌ
ناخن کہاں سے لاؤں کہ یہ عقدہ وا کروں

ایک چلہ بھر کھاؤ تو از سرِ نو جوان ہو جاؤ۔ انگریزی اخباروں میں بہت سی دواؤں کے اشتہار نظر سے گزرتے رہتے ہیں مگر میں ہمیشہ ایسی ترغیبات کے دفع کرنے کے لیئے دل میں کہہ لیا کرتا ہوں کہ میں لنڈورا ہی بھلا ہوں مجھے جینے تو دو۔ سو اگرچہ میں خدا کے فضل سے بہت کم بیمار ہوتا ہوں بلکہ نہیں ہوتا۔ لیکن باانیہمہ میں آپ کی حذاقت آپکے دست شفا کا ایسا ہی معتقد ہوں جیسے آپکے سدا کے روگی۔ میں اپنے اوپر آزماتا نہیں تو ہمیشہ دیکھتا اور سنتا رہتا ہوں۔ آپکے ایسے معرکوں کے حکمی علاج جنھوں نے مجھکو طب یونانی کا گرویدۂ بے غرض کر رکھا ہے پس میں آپ کا اُسی قسم کا مُرید ہوں کہ آپکے ہاتھ پر بیعت تو کر لی اور آپنے ریاضات اور مجاہدات کے رستے پر لانا چاہا تو آپ کا کلاہ و شجرہ آپکے حوالے کیا۔ میں کیا۔ آپ کی نسبت کوئی شخص وہم بھی تو نہیں کر سکتا کہ آپ اتنی بات نہیں جانتے کہ آدمی کا بچہ کیونکر پرورش پاتا اور بڑا ہوتا ہے اُسکو ایک وقت خاص تک وحملہ وفصالہ ثلثون شہراً (اُسکے ماں کے پیٹ میں رہنے اور دودھ چھوٹنے کی مدت ڈھائی برس) غیب سے رزق ملتی ہے قطعہ

	اے کریمے کہ از خزانۂ غیب		گبر و ترسا وظیفہ خور داری
	دوستاں را کجا کنی محروم		تو کہ با دشمناں نظر داری

پھر جوں جوں وہ بڑا ہوتا جاتا ہے اُسکو نمو اور بالیدگی کے لیئے غذا درکار ہوتی ہے۔ اب ہم اس مثال کو منطبق کر کے دیکھتے ہیں آپکے اس طفل دست پرورد مدرسۂ طبیہ کی حالت پر۔ اس کی شیرخوارگی کے زمانے تک آپکے پاس اپنی انفلوئنس (رسائی) کا الغاروں دودھ تھا لیکن اب اس بچے نے دانت نکالے ہیں کنار دایہ سے اُتر کر دوڑنے پھرنے لگا ہے اور دودھ سے اسکا پیٹ نہیں بھرتا۔ نتیجہ کیا ہے اور اسکے سوا ہونا ہونا بھی کیا تھا کہ جیسا ہمنے اسکو اب سے دو ڈھائی برس پہلے دیکھا تھا ویسے کا ویسا ہی ہے۔ پژمردہ۔ افسردہ مضمحل۔ اونگھتا ہوا مکھی بھنک۔ میں جانتا ہوں کہ اگر دودھ کی کمی ہوتی تو آپ دایہ کو تاول بھنکوا کر بہنیرا دودھ اُتار لیتے۔ مگر اسکو اب دودھ درکار نہیں تو فرمائیے کہ آپنے اس معصوم بچے کے کھانے پینے کا کیا انتظام کیا ہے یا یہ بیچارہ اسیطرح مارے فاقوں کے تحلیل ہوا کرے گا۔

یہ لوگ جو جمع ہوئے ہیں بشمول میرے ان میں اکثر تماشائی ہیں آپ ہر برس مدرسے کی سالگرہ کا جلسہ کرتے ہیں لوگوں کا کیا جاتا ہے مُفت کرم داشتن آئے۔ گپ شپ اُڑائی۔ مُفت میں لکچر سنے اور آپکو مبارکباد دے کر رخصت ہوئے۔ ان میں سے کسی کو اس بچے کی ماننا نہیں اور کسکو غیر کے بچے کی ماننا ہوا کرتی ہے۔ آپ تو مجھ سے بہت زیادہ عقل رکھتے ہیں گو عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں (بزرگی بعقل ست نہ بسال)

عام طور کے کچھ ریمارک کر دیتا ہوں۔ نہیں معلوم پروفیشنل ہن انکو سن کر ہنستے ہیں یا خوش ہوتے ہیں۔
پروفیشنل ہن نہ ہونے کے علاوہ ایک کاوٹ اور بھی ہے کہ طبیہ مدرسے کی سلو پروگرس (دھیمی رفتار) یا اسکی
بے سروسامانی یا اسکی مایوسانہ حالت پر جو ریمارک کیئے جائیں اُن کی نسبت ایسا خیال کیا جاسکتا ہے کہ اعتراض ہی
عبدالمجید خاں پر اور ان کی کارروائی پر۔ اول تو میرا یہ قصد نہیں ہوتا لیکن اگر ہو بھی تو میں نہیں سمجھتا کہ عبدالمجید خاں
پوست کے ایسے ہلکے ہیں۔ اے جناب طبی مدرسہ اور عجیب طرح کا طبی مدرسہ۔ یونانی اور ویدکی اور انگریزی طبابتوں کا معجون
مرکب۔ جسکی نظیر نہ کبھی تھی اور نہ کہیں تھی اور نہ کہیں ہے۔ ایسا عجیب مدرسہ بنانے کا۔ یعنی ایجاد مشکل بھی نہیں بلکہ
ایجاد محال کا۔ بیڑا اُٹھایا ہے تو اوکھلی میں سر دیئے پیچھے دھماکوں سے ڈرنا کیا۔ اگر آپ کا یہ خیالی پلاؤ پک گیا اور دُنیا
ایک عجائب خانہ ہی۔ انچہ در ہمت نیاید آں کند۔ اسمیں خیالی پلاؤ کا پک جانا کچھ چنداں عجب بھی نہیں۔ اور پھر
آپ کا خیالی پلاؤ۔ غرض آپ کا یہ خیالی پلاؤ پک گیا تو اسکا کریڈٹ (صلہ) بھی تو آپ ہی لیں گے۔ اس معجون
کے نسخے کے موجد بھی تو آپ ہی سمجھے جائیں گے مسلمانوں کی چودھویں صدی کے بڑے ریفارمر اور بنی نوع انسان
کے بڑے محسن اور بڑے شخص بھی تو آپ ہی کہلائیں گے۔ لیکن جب تک یہ خیالی پلاؤ پکے بدگمانیوں کا دُھواں اور
اعتراضات کی چنگاریاں۔ اور طعن و تشنیع کی حرارت یہ مصیبت بھی آپ ہی کو برداشت کرنی پڑے گی۔ کیا آپ وہ
قاعدہ جاری کرنا چاہتے ہیں کہ کڑوا کڑوا تھو تھو اور میٹھا میٹھا ہپ ہپ۔ یہ طبابت نہیں کہ جو مریض مر گیا خدا
کے نامۂ اعمال میں لکھواتے اور جو اچھا ہوتا گیا اپنے خوارق العادات کی فہرست میں شامل کرتے گئے یہ فونڈر (بانی)
آف کالج بننا ہے۔ عشق ست و ہزار گونہ خواری۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ کام جو آپنے شروع کیا ہی اسکا حال
بھی آدمی ہی کا سا ہے۔ آپکا مدرسہ عمر کا جو حصہ طے کر چکا ہے اُس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اسکا انجام کیا ہونے
والا ہے۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

اے حکیم عبدالمجید خاں صاحب آپ مجھے معاف کیجئے گا کہ میں خدانخواستہ مخالفت یا شماتت سے
نہیں بلکہ دل سوزی سے کہتا ہوں کہ اس مدرسے کی افتاد توقع کے مطابق نہیں۔ اگر یہ مدرسہ سن طفولیت میں ایسا
ٹھٹھرا ہوا ہے تو ہم اس سے بڑے ہونے کی اور بڑے ہو کر توانا و تندرست ہونے کی امید نہیں کر سکتے میں
خدا کے فضل سے نہ صرف علی الرغم طبابت یونانی۔ بلکہ ان سپائٹ آف انگلش میڈسن ٹو (برغم انگریزی
ڈاکٹری بھی) بہت کم بیمار ہوتا ہوں بلکہ نہیں ہوتا اور اسکا سبب جہاں تک میں خیال کرتا ہوں یہی ہوگا کہ میں نے
دوا اور علاج کا روگ اپنے پیچھے نہیں لگایا۔ مجھے بعض دوست ترغیب دیا کرتے ہیں کہ فلاں جوب جاڑے میں

اہرم پار ہے۔ سرکار ہماری پرانی ملکی عمارتوں کی مرمت کر کے انکو باقی رکھنا چاہتی ہے۔ سرکار ہندوستان کی صنعتوں اور دستکاریوں کو ترقی دینا چاہتی ہے سرکار ہمارے علوم و فنون کی بھی حفاظت کا دعوے کرتی ہے۔ سرکار حاجیوں کی آسائش تک کا انتظام کرتی ہے۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار ہمارے رسم و رواج اور سوپرسٹشنز (اوہام) اور پری جوڈیسز (تعصبات) کا ریسپکٹ (پاس) رکھتی ہے تو طب یونانی نے اور خاص کر اس مدرسے کی طب یونانی نے جسمیں انگریزی طبابت کا بھی کسیقدر شمول ہے اور جسکے معتقد انگریزی طبابت کے معتقدوں سے اضعافاً مضاعفہ زیادہ ہیں۔ ایسا کیا قصور کیا ہے کہ اس کی امداد سے بالکل کنارہ کش ہے۔ مگر شاید یہ مسئلہ گورنمنٹ کے کان تک پہنچا یا نہیں گیا۔ اور پہنچائے کون۔ یہی ہمارے ڈپٹی کمشنر۔ اجی گورنمنٹ تو بجائے خود میں کہتا ہوں کہ اگر لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ ڈپٹی کمشنر تہ دل سے اس مدرسے کی سرپرستی فرماتے ہیں تو مدرسۂ طبیہ آج سلف سپورٹنگ (مستغنی) پرمینینٹ (مستقل) گرینڈ (عظیم الشان) کالج ہوا جاتا ہے۔ مگر اس بات کو لوگوں کے ذہن نشین کرنے کے لیئے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر تہ دل سے اس مدرسے کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ سالانہ جلسوں میں شریک ہونے سالانہ جلسوں کی پریسیڈنسی کرنے سالانہ جلسوں میں انعام بانٹ دینے کے علاوہ کچھ اور بھی کرنا ہوگا۔ اور وہ کیا کرنا ہوگا۔ یہی ڈپٹی کمشنر صاحب ہم سب سے بہتر جانتے ہیں۔ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔

اے حکیم صاحب فنڈز کی ونٹ آپکو ایذا تو ضرور دیتی ہوگی۔ مگر یہی فنڈز کی ونٹ ہی جس نے آپ کو میرے حملوں سے بچا رکھا ہے کیونکہ میں جانتا ہوں مدرسے میں جتنی خرابیاں ہیں سب فنڈز کی ونٹ کے سبب سے ہیں۔ اور میرا منہ نہیں پڑتا کہ آپ پر اعتراض کروں۔ اور جب خدا آپ کو فنڈز سے مستغنی کر دے گا تو پہلا شخص جو آپ کو نکتہ چینیوں سے پریشان اور دق کرے وہ شاید آپ کا ہی نیازمند ہوگا۔

کہنا تو میں بہت کچھ مگر صاحب ڈپٹی کمشنر مدرسے کی رعایت جب کریں گے تب کریں گے۔ میں تو سر دست انکی رعایت کرتا ہوں کہ انکو زیادہ ٹھیرنے کی تکلیف نہیں دیتا۔

آپ نے ضرور سمجھ لیا ہوگا کہ کس چیز کی وانٹ اور کس بات کی کمی ہے۔ اے جناب کمی ہے حکومت کی انفلوئنس کی۔ ایکسطرح کی حکومت خدا نے آپکو بھی دی ہے مگر اب آپکو تجربہ ہوگیا ہوگا کہ جس حکومت کو نصف الکرامت کہتی ہیں وہ طبی حکومت نہیں ہے۔ بلکہ وہ حکومت ہی جو ہمارے صاحب ڈپٹی کمشنر لئے بیٹھے ہیں اور متفرع ہے الملک للسیف پر۔ یہی وہ حکومت ہے جس کی ڈکشنری میں مشکل او رمحال ڈفکلٹ اور امپاسبل اور امپرابل اس قسم کے الفاظ ڈھونڈے نہیں ملتے بیشک ایسی مثالیں بھی ہیں کہ پرائیویٹ کوششوں سے بڑے کام سرانجام پاگئے ہیں۔ مگر اے حکیم صاحب ایسی مثالیں ہوں گی بھی تو انگریزوں کی ولایت میں ہونگی میں کہتا ہوں اور زور سے کہتا ہوں۔ اور وثوق سے کہتا ہوں اور مجھ کو کنٹرڈکشن (مخالفت) کا ذرا بھی خوف نہیں کہ ہمارے ہندوستان میں کوئی اس قسم کا کام بے مدد حکومت نہ چلا ہے اور نہ چل سکتا ہے۔ اور اگر کہیں پرائیویٹ کوشش کی کامیابی دکھائی بھی دے تو آپ بلاتحقیق یقین کرلیا کیجے کہ حکومت اسمیں ڈائرکٹلی (بلا واسطہ) شریک نہیں تو انڈائرکٹلی (بواسطہ) ضرور شریک ہے۔ آپ عام فائدے اور ضرورت کے کاموں میں سے کسی ایک کام پر بھی نظر کریں۔ مثلاً ایک مختصر سی واٹر ورکس ہی سہی کہ باوجودیکہ پانی مدار حیات ہی وجعلنا من الماء کل شئی حی۔ ہم لوگ برسوں کی کیچڑ تک پیتے اور پیتے ہی تھے اور ہیضے کر کر مرتے اور مرتے ہی تھے۔ مگر ممکن نہ تھا کہ واٹر ورکس کا انتظام کرسکیں۔ اور یہی حال ہے مدرسوں کا۔ شفاخانوں کا۔ سڑکوں کا۔ پلوں کا۔ نہروں کا۔ ریل کا۔ تار کا نہیں معلوم آب و ہوا کا اثر ہے۔ یا اگلی ڈسپاٹک سلطنتوں کا نتیجہ ہے کہ سلف ہلپ کی صلاحیت سلب ہوکر ہم کچھ ایسے احدی ہوگئے ہیں کہ لاددو لدادو لادنے والا ساتھ دو تب کہیں جگہ سے ہلیں تو ہلیں سرکار یعنی حاکم وقت کو ماباپ کہنا ہمارے روزمرہ میں داخل ہی۔ جسکے یہ معنی ہیں کہ ہماری تمام ضرورتوں کا مہیا کرنا سرکار کا کام ہے۔ اسنے وہ ہمارے ہی پیسے سے کرے مگر کرے سرکار ہی۔

پس سرے ہی آج کی بات آپ لکھ رکھیے گا کہ آپکے منصوبے کی کامیابی موقوف اور منحصر ہے انضمام حکومت پر۔ آپکے مدرسے کے طالب العلم وقت کے جالینوس ہی کیوں نہ ہوں اور وہ حکمی علاج ہی کیوں نہ کریں اور تندرستی کے بیمے ہی کیوں نہ لیں اور طب یونانی حضیض ظلمت سے نکل کر اوج یقین ہی پر کیوں نہ پہونچ جائے۔ اور سالانہ جلسوں کے عوض آپ روزانہ جلسے ہی کیوں نہ کریں۔ مدرسہ طبیہ جیسا کہ آپ چاہتے ہیں اور جیسے کا آپنے دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا ہی یہ تو بے انضمام حکومت چلتا چلاتا نہیں آج کا آج اور کل کا کل۔ دی ڈیز اوف دی گورنمنٹ آر ان کومپرہنسبل۔ جسکا ٹھیٹ ہندی ترجمہ ہے سرکار کی لیلا بھی

تصنیفات فاضل اجل جناب حافظ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی ترمیم شدہ مع حواشی جدیدہ کاغذ کی عمدگی اور چھاپہ کی صفائی نے خریداروں کے دلوں کو از سر نو شوق دلایا ہے جن کے نام مع قیمت درج ذیل ہیں محصول ڈاک ذمہ خریدار ہے

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
مراۃ العروس کاغذ ولایتی صفحہ ۲۴۰ مطبوعہ مطبع		ایامی یہ مولوی صاحب ممدوح کا جدید تصنیف کیا ہوا ناول	
انصاری دہلی (مضمون) مستورات کی خانہ داری کے بیان میں	۸ر	یعنی فرضی قصہ ہے اسمیں بیوہ عورتوں کے نکاح نہ کرنے کی	
بنات النعش ترمیم شدہ کاغذ ولایتی مطبوعہ مطبع انصاری	۷ر	دینی و دنیوی خرابیاں دکھائی گئی ہیں قیمت فی جلد	۱۰ر
ایضاً کاغذ دیسی قیمت فی جلد	۴ر	رسم خط (مضمون) قواعد املا و انشا مبتدی بچوں کے لیے	
توبۃ النصوح ترمیم شدہ مطبوعہ مطبع انصاری قیمت	۷ر	نہایت عمدہ فائدہ پہنچانیوالی اور بہت بکار آمد کتاب ہے قیمت	۲ر
محصنات یعنی فسانہ مبتلا کاغذ ولایتی مطبوعہ مطبع انصاری	۱۰ر	ما یغنیک فی الصرف عربی اردو زبان میں یہ کتاب	
ابن الوقت مطبوعہ مطبع انصاری (مضمون) انگریزی		مبتدیوں کے لیے نہایت بکار آمد ہے کاغذ ولایتی قیمت	۸ر
وضع اور لامذہبی کے نقصان میں قیمت	۱۲ر	ایضاً کاغذ دیسی قیمت	۵ر
موعظہ حسنہ مطبوعہ مطبع انصاری (مضمون) تعلیم مفید		لکچروں کا مجموعہ یہ مولوی صاحب ممدوح کے کل لکچروں کا	
نصیحت فرجام نامہ پیام قیمت	۱۰ر	مجموعہ ہے جو انہوں نے وقتاً فوقتاً قومی مجمعوں انجمنوں اور جلسوں	
منتخب الحکایات (مضمون) حکایات دلچسپ حاصل		میں لاہور، دہلی اور علیگڈھ وغیرہ شہروں میں دیئے اور جسکا	
مطلب قیمت	۴ر	ایک حصہ بطور مجموعہ لاہور میں چھپا تھا مگر اسمیں صرف پانچ لکچر	
چند پند مطبوعہ مطبع افتخار دہلی (مضمون) مبتدیوں کے		تھے اور ہمنے بڑی عرقریزی اور محنت سے جون سنہ ۱۸۹۲ء تک کے کل لکچر	
پڑھنے کی اعلیٰ کتاب جسمیں انکے لئے مفید مضامین جمع		بعد اصلاح و ترمیم مولوی صاحب ممدوح تیرہ لکچروں کا مجموعہ کرکے خوشخط	
کئے گئے ہیں قیمت	۴ر	اور عمدہ کاغذ پر مطبع انصاری دہلی میں چھپوایا ہے عربی اور انگریزی الفاظ	
صرف صغیر یعنی قواعد فارسی بزبان اردو قیمت	۲ر	کے بطور فٹ نوٹ کے لکھائے ہیں کاغذ ولایتی قیمت عہ ایضاً کاغذ دیسی قیمت فی جلد	۱۴ر
نصاب خسرو یہ کتاب نصاب میں ہے قیمت	۱ر	لکچر نمبر ۴ جو دسمبر سنہ ۹۲ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرس کے ساتویں سالانہ جلسہ پڑھا گیا	۲ر
اتمام حجۃ یہ رسالہ نظم اصلاح قوم کے بارے میں ہے قیمت	۱ر	لکچر فطرۃ اللہ نمبر ۵ جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے آٹھویں سالانہ جلسہ پڑھا گیا	۲ر
مبادی الحکمۃ بزبان اردو مطبوعہ افتخار دہلی (مضمون) علم منطق		لکچر نمبر ۶ جو دسمبر سنہ ۹۳ء میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرس کے آٹھویں اجلاس پڑھا گیا	۳ر
میں بہت عمدہ کتاب ہے جسکے صلے میں مصنف کو سرکار انگلشیہ سے انعام عطا ہوا	۸ر	لکچر نمبر ۷ انجمن حمایت اسلام لاہور کے نویں سالانہ جلسہ میں پڑھا گیا زیر طبع ہے	۲ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دسمبر مہینا ہے تو سردی کا مہینا اور چاہیئے تھا کہ ڈل (سست) ہوتا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں آگ تاپتے یا رضائیوں اور لحافوں میں دبے سکڑے بیٹھے ہوتے۔ مگر برس کے بارہ مہینوں میں اکٹوٹی یعنے دوڑ دھوپ شور و شغب غل غپاڑے کا ایسا کوئی مہینا نہیں جیسا دسمبر۔ انگریز اگر اس مہینے کے آخری ہفتے عشرے میں خوشی مناتے ہیں تو انکا مذہبی تیوہار ہے۔ نیٹوز (ہندوستانی) خوشی نہیں مناتے تو ان میں دو بڑے مجمعے ہوتے ہیں ایک تو یہی ایجوکیشنل کانفرنس جس میں یہ فقیر بھی اکثر حاضر ہوتا ہے۔ ثواب سمجھ کر نہیں کہ ایسی نیت نہیں اور نہ صلاح دینے کی نیت سے کہ اتنی لیاقت نہیں۔ اور نہ لوگوں سے تجدید ملاقات کے لیئے کہ اسکا شوق نہیں بلکہ سید احمد خاں کی ایک طرح کی عظمت دل میں بیٹھی ہوئی ہے وہ بھی کچھ اس وجہ سے نہیں کہ سر ہیں یا ڈاکٹر ہیں یا سرکار دربار میں اِن کی بڑی لمبی چوڑی عزت ہے۔ یا اِن کو مسلمانوں کا ایک گروہ من حیث المذہب ریفارمر مانتا ہے بلکہ اس وجہ سے اور صرف اسی وجہ سے کہ مسلمانوں کے سچے اور دلی خیر خواہ ہیں اور اپنی سمجھ کے مطابق (اور جس نے اپنی سمجھ کے موافق کیا تو اُس نے سب کچھ کیا) غرض اپنی سمجھ کے مطابق جہاں تک ہو سکا اور ہو سکتا ہے افہام و تفہیم سے وعظ و پند سے دینے سے دلانے سے دالات علی الخیر سے مسلمانوں کی اصلاح حالت میں جان توڑ کر کوشش کرتے ہیں۔ یوں سید احمد خاں کی ایک طرح کی عظمت دل میں بیٹھی ہوئی ہے۔ بلاتے ہیں تو انکار کرتے نہیں بن پڑتا۔ خیر تو نیٹوز کے دو بڑے مجمعوں میں سے جو دسمبر میں ہوتے ہیں ایک تو یہ ہے ایجوکیشنل کانفرنس۔ اور دوسرا بھیڑ بھڑکے اور طمطراق میں اس سے کہیں زیادہ جس نے اپنا نام نیشنل کانگرس رکھ چھوڑا ہے۔ کچھ بھی ہو کانگرس والے ہیں بڑے ہوشیار اور ان کو بہت دور کی سوجھتی ہے منجملہ اور تدبیروں کے جو یہ لوگ اپنی رونق کے لیئے کرتے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اُنہوں نے نام ایسا اختیار کیا ہے جس کو سُن کر آدمی خواہی نخواہی

اشتہار

رویائے صادقہ

اسوقت یہ سب سے اخیر ناول ہی جو مولوی حافظ **محمد نذیر احمد خاں** صاحب نے حال ہیں لکھا ہے اگرچہ مولویصاحب کے کل ناولوں اور لکچروں میں مذہبی شان ہوتی ہی مگر اس شان کو عجب شان سے اختیار کیا ہے۔ صادقہ ایک عورت ہی جسکا دماغ خدا نے اس طرح کا بنایا ہے کہ وہ ہمیشہ سچے خواب دیکھا کرتی ہی ادھر سید صادق۔ علی گڈھ محمڈن کالج کا طالب علم فرض کیا گیا ہے۔ بی اے پاس۔ سید صادق متزلزل العقیدہ ہے۔ جیساکہ عموماً انگریزی خواں طالب علم ہوا کرتے ہیں صادق اور صادقہ ایک دوسرے کے ساتھ بیاہے گئے ہیں۔ میاں تو رہنے والا بنارس کا ہے اور بی بی دلی کی۔ بی بی کے تعلق سے میاں دلی میں رہنے لگا جہاں مذہبی اختلاف کا بڑا غل ہی۔ دلی کی سوسائٹی میں صادق کے مذہبی شکوک کو بہت ترقی ہوئی۔ شکوک کے ساتھ اُس کی پریشانی بڑھی صادقہ نے ایک خواب کے ذریعے سے شکوک اور پریشانی کو رفع کیا۔ اس ناول میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ سچا اسلام بالکل عقل کے مطابق ہی۔ اور اسمیں شکوک اور اشتباہات کو دخل ہو نہیں سکتا۔ قصہ کا خلاصہ یہ ہے۔ ضمناً قصہ میں جو دوسرے مفید مضامین آگئے ہیں وہ ناول کے دیکھنے سے معلوم ہونگے ناول زیر طبع ہے غالباً بہ لحاظ موسم اب سے چار یا پانچ مہینہ میں چھپکر تیار ہو جائے گا۔ اسکی خریداری کی درخواستیں مطبع صدیقی دہلی میں بنام محمد نذیر حسین تاجر کتب آنی چاہئیں ✤ مشتہرہ ۶- جون ۱۸۹۴ء

المشتہر محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں۔

ہاتھ سے نہ صرف ہماری بلکہ کسی کی بھی حق تلفی ہوئی نہیں اور ہوگی بھی نہیں۔ اور یہ جو بعض باتوں کی نم ہماری سمجھ میں نہیں آتی تو جب تک ہم خود گورنمنٹ کے پوزشن (جگہ) میں نہ ہوں گورنمنٹ کی مشکلات کو ہم ریلائز (بخوبی فہم) کر نہیں سکتے ہم پر گورنمنٹ کے احسانات اتنے ہیں کہ ہمکو اُن ہی کی شکرگذاری سے فرصت نہیں ہونی چاہیئے پس بجاے اسکے کہ گورنمنٹ کی کاروائیوں پر بیٹھے نکتہ چینیاں کیا کریں ہمارے حق میں کہیں زیادہ مفید ہوگا کہ اس مبارک گورنمنٹ کی مہربانیوں اور فیاضیوں سے پورا پورا استفادہ کریں اور یوں آدمی ناحق ناروا بدگمانی کرنے پر آئے تو وہ ہر ایک بھلائی کو بُرائی پر ڈھال لے جاسکتا ہے۔ اب یہ تمھاری تعلیم ہی ہے کہ یوں گورنمنٹ نے ہمارے ساتھ بے انتہا سلوک کیئے ہیں مگر یہ تعلیم کا سلوک گورنمنٹ کے احسانات کی بڑی لمبی فہرست، کے سرے پر بڑے موٹے موٹے حرفوں میں جن کو اندھا بھی پڑھ سکے آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ یہ وہ سلوک نہیں ہے جو کبھی کسی بہتر سے بہتر حاکم نے اپنی رعیت کے ساتھ کیا ہے بلکہ وہ سلوک ہے جو کبھی کسی مہربان سے مہربان باپ نے اپنے عزیز سے عزیز فرزند کے ساتھ کیا ہوگا۔ تاہم ایسے بہت سے لوگ ہیں خاص کر ہم مسلمانوں میں جن کے دل تعلیم کی طرف سے ابھی تک بھی صاف نہیں۔ یوں لوگوں میں طرح طرح کے اختلاف ہیں۔ زبانیں جدا جدا ہیں۔ ایک کی صورۃ ایک سے نہیں ملتی سب کی طبیعتیں یکساں نہیں سے

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے	گلہاے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن

لیکن یہ اختلافات باہمی دوستی اور محبۃ اور ارتباط کے مانع نہیں ہوتے۔ یہ شرف خدا نے کچھ مذہبی ہی اختلاف کو دیا ہے کہ اس کدورت کو کبھی دلوں سے نکلتے دیکھا ہی نہیں۔ برٹش گورنمنٹ ہندوستانیوں کے پیچھے کتنی ہی اپنی جان کیوں نہ مارے چاہیئے کہ یہ اُسکا احسان حق قدرہ (جیسا ماننا چاہیئے) مانیں یا اُسکی طرف سے پورے پورے مطمئن ہوں۔ کیا مذکور یہ نہیں کہ ہندوستانیوں کی طبیعتیں نا احسان مند اور بے مروۃ واقع ہوئی ہیں نہیں۔ وہ کمبخت مذہبی اختلاف اعتماد کے پیدا ہونے کا مانع ہے۔ اور کیوں نہو جب کہ اختلاف مذہب پر اختلاف ملک اختلاف قوم اختلاف زبان اختلاف رسم وعادۃ چند در چند اختلاف مستزاد ہوں۔ اور یہ عام انسانی نیچرل ویکنیس (طبیعی کمزوری) ہے اور خود انگریز اس سے کب بری ہیں الا ماشاء اللہ۔ سو ویسے ہی الا ماشاء اللہ ہم میں بھی ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ جو سید احمد خاں کو چھو بھی گیا ہے وہ بھی الا ماشاء اللہ میں ہے۔ جو لوگ گورنمنٹ کی طرف سے

دھوکے میں آجاتا ہے۔ خاص کر اہل یورپ جنکو سمجھانا مشکل ہے کہ دنیا میں ایک بدنصیب ملک ہندوستان بھی ہے جہاں نیشنیلٹی کا نام نہیں۔ اور اختلاف مذاہب کی وجہ سے خدا نے چاہا تو کبھی ہونے کا بھی نہیں۔ رفارمر بڑے ۶ دماغ بیہودہ بخت وخیال باطل بست کیا کریں۔ اور یہی تو بڑا سبب ہوا کہ ہم مسلمانوں کو اپنی ڈیڑا اینٹ کی جدی مسجد بنانی پڑی ورنہ کیا اتنے لوگوں کا سر پھرا تھا کہ کانگرس میں تو نہ جائیں جہاں جیسا سُنا جاتا ہے آنے جانے کا کرایہ ملے علیٰ قدر مراتب ہر ایک کی آؤ بھگت اور مدارات ہو اور آئیں تو کہاں اس منحوس ٹٹ پونجئے کانفرنس میں کہ سید احمد خاں ایک بُلاوا تو بھیج دیتے ہیں وہ بھی شاید نام بنام نہیں اور پھر آئے پیچھے کوئی اتنا بھی نہیں پوچھتا کہ کون ہو اور کہاں آئے ہو جہاں جسکے سینگ سمائیں پڑ رہو اپنی گرہ سے کھاؤ ممبری کے چندے دو اور جتنی توفیق ہو دینے والوں کی نہیں بلکہ لینے والوں کی بڑے میاں کی نذر کرو اور رخصت۔ سید احمد خاں کا ماٹو (شعار) بھی سُنا ہے آئے تو کیا لائے اور جاؤ گے تو کیا دیکر جاؤ گے چلو چھیون اور آسایش یعنے مہمان نوازی پر نظر کرو تو ایجوکیشنل کانفرنس میں آنے کے موجبات ترغیب کچھ بھی نہیں مگر شکر ہے کہ مسلمانوں کو اپنے نیک و بد کے سمجھنے کی عقل آگئی ہے یا اپنی عقل نہیں آئی تو ان میں ایک ع مرد آخر بین مبارک بندہ ایست سید احمد خاں ہیں اور مسلمان دینیات میں نہیں تو دنیاوی امور میں اور سب نہیں تو جو سمجھدار ہیں ان کی راے پر عمل کرنے لگے ہیں۔ ہمکو خدا نخواستہ ہندوؤں کے ساتھ ضد نہیں عداوت نہیں کچھ ہم اُن کی مدمقابل نہیں۔ مردم شماری میں دولت میں لیاقت میں خدا نے انکو ہمپر برتری دی ہے تلك الايام نداولها بين الناس (یہ دنوں کے پھیر ہیں کہ لوگوں میں ہمنے ان کا چکر باندھ رکھا ہے) لیکن یہ ایک نیچرل (طبیعی) بات ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی ہنڈیا کی خیر مناتا ہے۔ اگر ان لوگوں نے اپنے کچھ خاص حقوق قرار دے رکھے ہیں اور کانگرس کے ذریعہ سے اُن حقوق کو لینا چاہتے ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد وہ جانیں اور اُن کا کام جانے ع ہر کسے مصلحتِ خویش نکو می داند۔ ہم تو ابھی اسی فکر میں پڑے ہیں کہ اپنے تئیں کسی حق خاص کا اہل بنائیں۔ غرض ہم میں اور ہمارے ہندو بھائیوں میں اتنا بڑا تفاوت ہے کہ وہ حلوا خوردن کی کوشش میں ہیں اور ہم روے باید کی۔ اور روئے باید بے تعلیم کے ہونے والا نہیں جس کے لیئے یہ تمام ہدد سر کیا جا رہا ہے۔ لیکن اگر خدا کبھی وہ دن کریگا کہ ہمکو روئے باید حاصل ہو گا تو کیا حلوا خوردن کے لیئے ہم اسیطرح مچلیں گے۔ ہرگز نہیں۔ ہمکو برٹش گورنمنٹ پر پورا اعتماد ہے کہ اُس کے

دھبہ نہیں گیا۔ ورنہ اصلی خوشی تو اُسدن ہوگی اور اُسی دن ہوگی جب تعلیم کو اور کھلکر اور پکار کر کیوں نہ کہوں انگریزی تعلیم کو مسلمان طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (ہر مسلمان پر علم کا سیکھنا فرض ہے) کے کُلیے میں داخل سمجھیں گے مگر وہ دن افسوس ہے کہ زمانے کی نیچرل رفتار کے لحاظ سے اتنا دور معلوم ہوتا ہے کہ اس نسل اور اُس نسل کی نسل اور اِس نسل کی نسل کی نسل کو تو شاید دیکھنا نصیب ہو مجکو اگر پبلک میٹنگز (مجامع عام) میں شریک ہونے کا شوق ہوتا اور مجکو میرا کانشنس (ایمان) اُس کانگرس میں شریک ہونے کی اجازت بھی دیتا جو اِن دنوں کالے پانی کے اس کنارے مدراس میں جمع ہے یا سید احمد خاں کے سے قوی جاذبے کا کوئی شخص ہوتا اور مجکو زبردستی پکڑ بلاتا تو میں کانگرس میں یہ تو ضرور پرپوز (تجویز پیش) کرتا کہ مسلمانوں کے لئے انگریزی تعلیم کو کمپلسری (جبری) کر دیا جائے ورنہ ان مسلمانوں کے اختیار میں چھوڑ دیا جائے گا تو بس یہ ایسے ہی کندۂ ناتراش ہیں ہے جیسے ہیں یہ وہ ٹٹو نہیں جو باگ کے اشارے سے چلیں۔ لگام کی ٹھکی سے چلیں۔ ٹکاری سے چلیں ایڑ سے چلیں مہمیز سے چلیں یا تازیانہ سے چلیں۔ ان کو چاہیئے اوگھی جوان کے ٹھوں کا مار کے قیمہ کر دے سو گورنمنٹ تماشا! اور ایسی ڈرپوک ہے یا ڈرپوک کے لفظ سے بو سے بغاوت آتی ہو تو ڈرپوک نہ سہی محتاط ہے کہ جھوٹوں بھی مذہب کا نام آیا اور اسکے بدن میں تھرتھری چھوٹی۔ تو اس اڑیل ٹٹو کو ہانکیں نہ ہانکیں سید احمد خاں۔ سو اُنھوں نے اپنی سی بہتیری کی۔ بارے خدا خدا کر کے وہ پیچھے ہٹنا تو گیا ٹٹو آگے کو پانو بھی ڈالنے لگا مگر جھجکتے جھجکتے۔ سو یہ جھجک مذہبی جھجک ہے۔ نکلے بھی یا نہ بھی نکلے۔ کیوں جی اگر ہمارے دل کانگرس والوں کے سے ہوں تو کیا ہم شبہہ نہیں کر سکتے کہ گورنمنٹ جو تعلیم کو کمپلسری (جبری) نہیں کرتی اسکی اصلی وجہ مذہبی انٹرفیرنس (مداخلۃ) سے بچنا نہیں ہے بلکہ اصلی وجہ یہی ہے کہ گورنمنٹ ڈرتی ہے کہ کہیں ہندوستانی تعلیم پاکر برابری اور ہمسری نہ کرنے لگیں۔ ویسی ہی آزادی کے دعویدار ہوں جو رعایا سے یورپ نے بزور لے رکھی ہے۔ صناعی اور ہنرمندی کے بل پر یورپ کو مارکٹ سے مار ہٹائیں اگر ایسا ہو تو یورپ کے حق میں قیامت آجائے وہاں کی خلقت بھوکوں مرنے لگے۔ یہ اللے تللے جو یورپ میں ہو رہے ہیں سب متفرع ہیں ہندوستان کی جہالت پر کہ انکو سوئی اور پیچک اور دیا سلائی اور ضرورۃ کی کل چیزوں کے لیئے یورپ کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے۔ رہی مذہبی مداخلت سو کچھ نئی بات نہیں۔ کیا گورنمنٹ نے ستی اور دختر کشی کے رواج کو حکماً موقوف نہیں کر دیا

بدگمان ہیں اگرچہ ناحق بدگمان ہیں ملک کی سرسبزی اور رونق اور امن اور اطمینان اور عافیۃ اور ترقی سے
تو انکار کرنہیں سکتے - ورنہ آسمان کا تھوکا اُلٹا مُنھ پر آئے یہ کہکر جلے دل کے پھپولے پھوڑ لیا کرتے ہیں
کہ انگریز سر سہلا کر بھیجا کھانے والے ہیں - کوئی کام نہیں جسمیں اُنکی ذاتی منفعۃ مضمر نہ ہو یعنے جو کچھ ظاہر
میں پبلک کے فائدے کے لیئے کرتے ہیں اس میں بھی تو پہلے اپنا فائدہ سوچ لیتے ہیں - یا اگر
یہ تاویل بھی کرتے نہیں بن پڑتی تو جو چیز مدح و تحسین کے لائق ہے اُسکی داد کے دینے میں بخل و
مضایقہ کرتے ہیں - ایک مرتبہ مجھی سے لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی - انگریزوں کی صنعۃ و ایجاد کا
مذکور تھا ریل کا نام آیا تو ایک صاحب بولے کہ خدا جانے کن مدتوں سے قسطنطنیہ میں حضرت سلطان
روم کے اصطبل کی لید وغیرہ اُٹھانے کے لیئے ریل کام میں لائی جاتی ہے کسی انگریز کی نظر
پڑ گئی اور وہ نمونہ اُڑا لایا - بات تو کچھ نہیں مگر ایسی ہی ایسی باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ انگریزوں کی
نسبۃ لوگوں کے کیسے خیالات ہیں - اور جب ایسے خیالات ہیں تو کیا وہ انگریزی عملداری کی قدر
کریں اور کیا اسکی برکتوں سے مستفید ہوں - آدمی جب پریجوڈسڈ (بدگمان) ہوتا ہے تو اُس کو
ایسی ہی ایسی بے تُکی سوجھا کرتی ہے - تعلیم پر تو بدگمانی کرنے کی ظاہراً کوئی وجہ تھی مگر مذہبی تعصب
کی آگ بھڑکتی ہے تو تر و خشک سبھی کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے - تعلیم پر جیسے جیسے حملے ہوئے
اور ہو رہے ہیں کوئی سید احمد خاں کے دل سے پوچھے - اگر تعلیم شرط نوکری نہ ہو تو پارسیوں
اور بنگالیوں کی تو کہی نہیں جاتی مسلمان بھائی تو بھول کر بھی اس رستے نہ چلیں - حال تو یہ ہے تو
کیا کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی زمین میں تعلیم کے پود ے نے جڑ پکڑ لی ہے - ہرگز نہیں کشجرۃ
خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار (جیسے گندی جڑی بوٹی مٹی کے اوپر اوپر جم
کھڑی ہوئی جسکی جڑ نہیں) اس سے کہ علی گڈھ محمڈن کالج ماشاء اللہ چشم بد دور یوماً فیوماً رونق پکڑتا جاتا
ہے طلبہ کا شمار بڑھ رہا ہے نئے بورڈنگ ہوسوں (طلبہ کے رہنے کے مکانوں) کی سخت ضرورۃ
ہے یا اس سے کہ یہاں کی دیکھا دیکھی برٹش انڈیا میں ہر طرف تھوڑی یا بہت تعلیم کی تحریک
مسلمانوں میں ہو رہی ہے ان باتوں سے اتنی خوشی تو بیشک ہے کہ نوکری کی طمع ہی سے سہی لالچ
ہی سے سہی وہ اگلی سی مخالفۃ کچھ تو کم ہوئی کہ انگریزی تعلیم انگریزی نوکری انگریزی وضع یعنے ہر چیز جو
انگریزوں کے ساتھ کسی طرح کی نسبۃ رکھتی ہے سب کو کفر و ارتداد سمجھا جاتا تھا رنگ تو کٹ گیا مگر

انگریزی تعلیم مراد ہے۔ لیکن میں ایک دم سے قطعی طور پر ظاہر کیئے دیتا ہوں کہ مطلق سے ہمیشہ فرد کامل مراد ہوتا ہے اور اقسام تعلیم میں سے صرف انگریزی تعلیم ہی کو فرد اکمل کہہ سکتے ہیں تو اب میں انگریزی تعلیم نہیں بلکہ مطلق تعلیم کہوں گا اور اس سے انگریزی تعلیم ہی مراد ہوگی۔ اسیطرح میں مطلق مذہب بولونگا اور اُس سے میری مراد ہوگی اسلام کیونکہ میں بھی مسلمان ہوں اور میرے مخاطب بھی مسلمان ہیں اور جسطرح اقسام تعلیم میں انگریزی تعلیم فرد اکمل ہے اسیطرح اور میں اس سے کہیں زیادہ قوۃ اور وثوق کے ساتھ یقین کرتا ہوں کہ دنیا میں جتنے مذہب کبھی تھے یا اب ہیں یا آیندہ ہوں گے سب میں فرد اکمل اسلام ہے۔ انّ الدین عند اللہ الاسلام (اللہ کے نزدیک دین تو بس دین اسلام ہی ہے) ۔اب پھر اصل مطلب کی طرف عود کرتے اور دیکھتے ہیں کہ تعلیم اور مذہب یعنی وہی انگریزی تعلیم اور مذہب اسلام دونوں رکنسائل (متفق) ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں اور اس میں کلام کرنا نری ہٹ دھرمی ہے کہ تمام مذاہب کی غرض وغایۃ ایک ہے۔ اس غرض وغایۃ کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کرسکتے ہیں مگر ہم اسکے لیئے عام اور مختصر الفاظ اختیار کرتے ہیں۔ انسان کی معاش اور معاد کی اصلاح کسی ایک مذہب کا نام لو جس کو تم ضعیف سے ضعیف اور سخیف سے سخیف سمجھتے ہو اور پھر انصاف سے دیکھو تو پاؤگے کہ اسکے بانی کا یہی مقصود تھا اور بس۔ چونکہ دنیا اور مافیہا کی حالۃ میں تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں اور سب سے زیادہ انسان کی۔ ممکن ہے کہ کسی مذہب کی کوئی خاص بات ایک وقت کے لیئے مناسب ہو اور دوسرے وقت کے لیئے نامناسب۔ لیکن اس سے اُس مذہب کی غرض وغایۃ پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اس مذہب کے شارع نے اپنے نزدیک اپنے عہد میں وہی قاعدہ جو اُس نے قرار دیا انسان کی اصلاح کے لیئے بکار آمد سمجھا۔ اگر وہ قاعدہ اب بکار آمد نہیں رہا تو اس سے کہ وہ وقت نہیں رہا ویسے آدمی نہیں رہے ویسی اُن کی حالۃ نہیں رہی۔ یا بہت سے بہت جو تم کہہ سکتے ہو یہ کہ اس مذہب کے شارع نے غلط سمجھا نہ یہ کہ اُس کا ارادہ فاسد تھا اور انسان کی اصلاح اسکو مقصود نہ تھی۔ نہ صرف یہ ہے کہ آدمیوں کی حالۃ مرور زمانہ سے بدلتی ہے بلکہ ایک ہی عصر میں اختلاف امزجہ اختلاف آب و ہوا اختلاف مراسم و عادات کی وجہ سے لوگوں کی حالتوں میں اسقدر تنوع دیکھا جاتا ہے کہ گویا وہ ایک آدم کی اولاد نہیں۔ ایک قانون جو ایک ملک میں امن کے قائم رکھنے کی کافی ضمانۃ ہو سکتا ہے شاید دوسرے ملک میں اُسکا اتنا بھی رعب نہ ہو جتنا آجکل کے لوور سکولوں (ادنے درجہ کے مکتبوں) میں

ابھی چند روز کی بات ہے کہ ہندو بہتیرا ہی غل مچاتے رہے چھوٹی عمر میں لڑکیوں کے بیاہ کو سنگین جرم ٹھیرا ہی دیا۔ یا کچہریوں اور عدالتوں میں شرع و شاستر پر کونسا پورا پورا عمل ہو رہا ہے۔ مگر یوں کہو کہ تعلیم کے عام کرنے کو کسی اور وجہ سے جی نہیں چاہتا۔ بہانہ یہ نکال کھڑا کیا کہ لوگ کمپلسری (جبری) تعلیم کو مذہبی انٹرفیرنس (مداخلۃ) سمجھکر ناراضامند ہوں گے۔ اور یہ بات گورنمنٹ کے فنڈمنٹل پرنسپلز (اصل الاصول) کے خلاف ہے۔ لیکن گورنمنٹ لوگوں کے ایسے بیہودہ اور بے اصل اشتباہات سے اب بھی کب محفوظ ہے۔ خیر یہ تو کانگرس والوں کی سی باتیں ہیں اور یہ محل ان کے کہنے اور ظاہر کرنے کا کا تھا بھی نہیں۔ گورنمنٹ پر اپنا کچھ زور نہیں نہ وہ ہمارے سمجھانے کی محتاج ہے ہمارے اور گورنمنٹ کے تعلقات کار ذیل (مخلصانہ) رہنے کے لیئے حافظ شیرازی کی وہ نصیحۃ بس کرتی ہے۔ ۵

رموز مصلحۃ ملک خسروان دانند	گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

لیکن اچھا گورنمنٹ کے سامنے تو ہمنے اپنا کان امیٹھا کہ اسکے خلاف ان شاء اللہ ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکلے مگر مسلمان چاہیں کہ نیچری ان کو چین سے بیٹھنے دیں تو یہ ہونا نہیں یہاں تک کہ انگریزی ایسا رواج پاجائے جیسے کبھی عربی فارسی مروج تھی۔ یہ بات تو بالاجماع طے پاچکی ہے کہ انگریزی سے مسلمانوں کے گریز کرنے کی وجہ ان کے مذہبی سکروپلز (شکوک) ہیں۔ آج میں اس مسئلے کے مالۂ اور ما علیہ پر ذرا کسی قدر تفصیل کے ساتھ نظر کرنی چاہتا ہوں کہ ان سکروپلز (شکوک) کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں۔ اگر ان کی کچھ اصل نہیں اور یہ لوگوں کا نرا واہمہ ہی واہمہ ہے تو کچھ خوف کی بات نہیں۔ واہمے کا ثبات بس اتنا ہی ہو سکتا ہے جیسے بچوں کو ہیجا کا خوف کہ ایک وقت تک اسکے نام سے ڈرتے پھر تمیز آئے پیچھے اس کی آنکھوں میں انگلیاں کرتے۔ ادھر زمانہ مجبور کر رہا ہے ادھر سید احمد خاں نے دھوم مچا رکھی ہے ع کیا یہ نگاہیں نیچی نیچی اوپر اوپر جائیں گی۔ لیکن اگر کہیں مسلمانوں کا انگریزی تعلیم سے بدکنا واہمہ بے اصل نہیں اور مذہب میں کسی جگہ پانی مرتا ہے تو بھی زمانے کی زبردستی سے تعلیم تو رواج پاکر رہیگی مگر کہیں سینکڑوں برسوں میں جاکر اور پھر بھی ویسی عام اور سونڈ (پختہ) اور سالڈ (مستحکم) نہیں ہوگی جیسی کہ ہم چاہتے ہیں اور تعلیم جبتک عام اور سونڈ اور سالڈ نہ ہو ملک اور قوم کے حق میں چنداں مفید نہیں ہوسکتی خصوصاً اس کامپٹشن (منافسۃ) کے زمانے میں کہ لوگ ترقی کے کسی برنچ (شاخ) میں کسی حد پر قانع نہیں مجکو بار بار انگریزی تعلیم انگریزی تعلیم کہنا پڑتا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ جس تعلیم پر میں لکچر دے رہا ہوں اس سے

کو خارج کر رکھا ہے سو خونریزی خودکشی اور بدکاری اور دغابازی اور انواع و اقسام کے فسادات اسقدر شائع ہو گئے ہیں کہ آخرکار مدبران ملک مان گئے ہیں کہ مذہب کو ایڈمنسٹریشن میں شامل کیئے بدون ملک کی حالت ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ غرض دنیا کی درستی کے ساتھ چلنے کے لیئے مذہب کا ہونا ضرور ہے کوئی سا مذہب بھی ہو۔ لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ مذہب جس کی غرض و غایۃ ہے اصلاح وہی لوگوں میں فساد کا موجب ہو جیساکہ ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے۔ تو جو لوگ صلح کُل ہیں اور دنیا ایسے لوگوں سے کبھی خالی نہیں رہی وہ غرض و غایۃ کو دیکھتے اور مذاہب کے اندرونی اختلافات پر نظر نہیں کرتے۔ ہندؤں کے ویدانت اور مسلمانوں کے تصوف میں یہی رنگ جھلکتا ہے ع با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

جنگ ہفتاد و دو ملتہ ہمہ را عذر بنہ　　چون ندیدند حقیقۃ رہِ افسانہ زدند

اور اگر ان دونوں فرقوں میں زہد کا تشدّد نہ ہوتا تو یہ بڑے کام کے فرقے تھے مگر زہد کی سختیوں کے مارے اِن کے دائرے سکڑے ہی ہوئے رہے اور اِن کو اپنے ایم (مقصود) کے حاصل کرنے میں اگر اِن کا ایم وہی رہا ہو جو میں نے سمجھا ہے بجا ہے کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی اور کثرۃ سے لوگوں کو اپنا ہم خیال نہ کر سکے اس واسطے کہ انھوں نے اپنا ماٹو رکھا تجرد اور گوشہ گیری اور یوں بھی غرض و غایۃ پر نظر رکھکر مختلف مذہبوں کے رکنسائل کرنے کا ارادہ اس سے زیادہ کیا کامیاب ہو سکتا تھا جیسے کوئی شخص طب یونانی اور طب انگریزی کو رکنسائل کرنا چاہے صرف اتنی بات پر کہ دونوں کی غرض و غایۃ دفع مرض اور حفظ صحۃ ہے۔ غرض و غایۃ کے متحد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو مختلف ذریعے اس غرض و غایۃ کے حاصل کرنے کے لیئے کام میں لائے جا رہے ہیں وہ سب یکساں طور پر موصل الی المطلوب بھی ہیں۔ اگر صرف شرائع کا اختلاف ہوتا تو شاید وہ چنداں پروا کرنے کے لائق نہ تھا اور شرائع کا حسن و قبح شاید ہم دنیا میں بھی معلوم کر سکتے تھے مگر مذہب کے ساتھ ایک دوسرا جزو اہم اصلاح معاد کا بھی لگا ہے اور جو طریقے اصلاح معاد کے لیئے عمل میں لائے جاتے ہیں اُن کی صحۃ اور غلطی ہم پر اِس ہستی میں منکشف ہو نہیں سکتی وہ طریقے متعلق ہیں اُس ہستی سے جسکو آخرۃ یا عاقبۃ کہتے ہیں۔ اس آنے والی ہستی کے بارے میں ہماری ذاتی معلومات کچھ بھی نہیں۔ روئے زمین کی وسعۃ پر نظر کریں تو اسکا بہت ہی تھوڑا حصہ ہمارا چشم دید ہے

ایک ٹیچر (معلم) کا ہوتا ہے جو مارنا پیٹنا تو درکنار لڑکوں کی طرف نظر تیز سے بھی تو نہیں دیکھ سکتا۔ لاہور میں لارڈ لارنس کا سٹیچو (بُت) کھڑا ہے ان کے ایک ہاتھ میں قلم ہے اور دوسرے میں تلوار اور سٹیچو کے نیچے لکھا ہے یہی یا اس کے مماثل کوئی دوسری عبارۃ ڈو یو لائک ٹو بی گورنڈ بائی پن اور بائی سورڈ (ان دو باتوں میں سے تمکو کونسی بات پسند ہے کہ تم پر قلم کے زور سے حکم رانی کی جائے یا تلوار کے زور سے) اس عبارۃ کا اس کے سواے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ آدمی بعض قلم کا دباؤ مانتے ہیں اور بعض تلوار کا کوئی کین (بید) سے ہانکا جاتا ہے کوئی آئرن راڈ (لوہے کی سلاخ) سے۔ امیر کابل جو پچھلی دفعہ راول پنڈی کے دربار میں تشریف لائے سُنا کہ بعض انگریزوں نے محض بتقاضاے خلوص ان کو صلاح دی کہ حکومت کے پیچ کو ذرا ڈھیلا کریں امیر نے کہا کہ میری کرسی پر بیٹھو تو جانو کہ مجکو پیچ کے زیادہ کسنے کی ضرورۃ ہے پیچ کو ذرا ڈھیلا کروں تو اس کے یہ معنے ہیں کہ کابل کی حکومت سے دست بردار ہو جاؤں۔ اور سچ بھی تو ہے ایسا ہی کانگرس جیسا ان دنوں مدراس میں ہو رہا ہے کابل میں ہو تو ملک میں اس سرے سے اُس سرے تک آگ لگ جائے جب یہاں میں اور کابل میں اتنا فرق ہے تو یورپ اور ایشیا اور افریقہ اور امریکا یعنے ساری دنیا کے لوگ کیونکر ایک سے ہو سکتے ہیں۔ اور جب آدمی ایک سے نہیں تو مذہب کا وہ حصہ جو صلاح معاش سے متعلق ہے کیوں یکساں ہونے لگا۔

سب سے بہتر ہوتا کہ مذہب دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتا۔ مگر یہ ممکن نہ تھا۔ انسان کی طبیعۃ ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ ہر شخص ایک مصیطر چاہتا ہے جو کراماً کاتبین کی طرح ہمہ وقت اُسکی گردن پر سوار رہے اور وہ نہیں ہے مگر مذہب۔ باوجودیکہ مصیطر مذہب ہر ایک کے ساتھ لگا ہے اذ یتلقی المتلقیان عن الیمین وعن الشمال قعید ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (جب دو دو سُننے والے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے جو کچھ وہ کہتا ہے سنتے جاتے ہیں کوئی لفظ مُنہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر پاسبان اُسکے پاس موجود) اسپر بھی انسان کج سرشت بدی اور فساد سے باز نہیں آتا دنیا کا کیا حال ہو اگر لوگ قید مذہب سے آزاد ہو جائیں۔ اُس وقت تو سید احمد خاں کو بھی چار ونا چار جہنم کا قائل ہونا پڑے

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے		کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے	

یورپ میں فرانس اور اٹلی دو سلطنتیں ہیں جنہوں نے فی زمانہم منسٹریشن (طرز حکومۃ) سے مذہب

اب اگر کوئی جانور ہمارے سامنے آئے جسکو ہمنے کبھی نہ دیکھا ہو اسی کلیہ کل حیوان یتحرک الخ کے بنا پر ہم
یقین کرلیں گے کہ اسکا بھی فک اسفل عند المضغ متحرک رہتا ہوگا گو ہمنے اسکو مضغ کرتے نہ دیکھا ہو۔ اور
جب ہم اس کو مضغ کرتے اور فک اسفل ہلاتے دیکھتے ہیں تو ہم کو یقین ہوجاتا ہے کہ ہم نے کلیے کے
بنانے میں غلطی نہیں کی یہ حاسہ عقل ہی تو ہے جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلایا اور وہ
اشرف المخلوقات ہے بھی ۔ ورنہ بعض بعض باتوں میں جانور بمدارج اس سے افضل ہیں ۔ ایک ذرا سی بات
ہے قوۃ پرواز ۔ وہ ذرا سی ہے اس لیئے کہ چیل اور کوے اور مچھر اور بھنگے تک بے تکلف اڑتے اڑتے
پھرتے ہیں ۔ مگر انسان کے لیئے وہ ایسی مشکل ہے کہ یورپ کے بے چین لوگ ہاتھ پانو بہتیرے مارتے ہیں
مگر آج تک تو کوئی پرواز پر قادر ہوا نہیں ۔ لیکن کیا اس ایک پرواز سے طیور انسان سے افضل ہوگئے
حاشا و کلا ۔ لاکھوں کروروں طیور انسان کے ہاتھ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں اور لاکھوں کروروں اسکی
قید میں ہیں ۔ تو انسان کی فضیلۃ کاہے میں ہے ۔ اس کے حاسۂ عقل میں ۔ کہ گو اس کا جسم پرواز نہیں
کرسکتا مگر اس کے ذہن کو بلا کی قوۃ پرواز دی گئی ہے ۔ ع

باوجودے کہ پر و بال نہ تھے آدم کے　　وہاں تک پہنچا کہ فرشتوں کا بھی مقدور نہ تھا

وہ ذہنی پرواز کیا ہے یہ کہ وہ پرندوں کی پرواز کی مکینک (ساخت) کو دریافت کرتا ہے کہ پرندوں کے
جسم کی ترکیب کس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ وہ پرواز کرسکتے ہیں ۔ گو آدمی اڑ نہیں سکا ۔ مگر اسنے بے اڑنے کے
لم دریافت کرلی ہے اور اس سے کچھ دور نہیں ہے پر کی تو وہ اب بھی اڑاتا ہے کسی زمانے میں وہ آپ
بھی بے پر کے اڑنے لگے ۔ کیونکہ پرواز سے بہت زیادہ زیادہ عجیب عجیب کام اس نے کیئے ہیں اور
کر رہا ہے ۔ لیکن یہاں آدمیوں کا مذکور ہے یعنی اہل یورپ کا نہ ہم نیٹوز کا کہ ہم تو ان کے مقابلے میں
جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں ۔ ہماری پرواز کی حد تو یہیں تک ہے کہ علیگڈھ کالج کے سٹریچی
ہال میں جلسہ ہونے کو ہوا طالب العلم اچک اچک اور پھدک پھدک کر اوپر گیلری میں جا بیٹھے خیر تو
غرض یہ ہے کہ انسان میں حاسۂ عقل بڑی چیز ہے اور ادراکات عقلی ہمکو ایسا ہی یقین دلا سکتے ہیں جیسے
مشاہدات ۔ اور دنیا کے تمام کاروبار اسی بنا پر چل رہے ہیں ۔ تو اگر ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ خدا ہے
اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ ہماری روح فانی نہیں ۔ اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ دنیا میں نیکی اور بدی
دو چیزیں ہیں ضد یکدگر ۔ اور ان کے نتیجے ہیں اچھے اور برے ۔ اور جس طرح ہم اوپر سے دنی چیز گرائیں اور وہ

اسپر بھی علم جغرافیہ کے ذریعے سے ہم زمین کے چپے چپے کا حال معلوم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہم ساری
زمین کا احاطہ نہیں کر سکتے، تو کسی حصے میں زید کسی میں خالد کسی میں ولید پہنچا ہے اور ان لوگوں کے
مشاہدات کتابوں میں مدوّن ہیں اُس آنے والی ہستی میں گئے تو بیشمار آدمی مگر کسی کو لوٹ کر آنا نصیب نہ ہو

حالِ عدم نہ کچھ کھلا گزرے ہی رفتگاں پہ کیا کوئی حقیقۃً آن کر کہتا نہیں بُری بھلی

سرے سے اس ہستی کا ہمارے پاس کچھ ثبوت نہیں اور ہے تو بس اسی قدر کہ ہمارا دل گواہی دیتا ہے
کہ ہماری روح فانی نہیں اور دنیا کا انتظام متقاضی ہے کہ انسان کو اس زندگی کے بعد ایک طرح کی ہستی ہو
اور اُس ہستی میں اُسکو اپنے کیئے کا بدلہ ملے۔ مذہب کی اتنی بڑی وسیع عمارۃ بس اس ایک خیال پر مبنی ہے
اس خیال کو اگر کوئی واہمہ سمجھے تو یہ ایسا واہمہ ہے کہ دنیا میں کوئی یقین اس کے درجے کو نہیں پہنچتا۔
یقینیات کا انحصار ان ہی چیزوں میں تو نہیں ہے جو ہم کو اپنے حواس ظاہری سمع و بصر وغیرہ کے ذریعے
سے دریافت ہوں۔ حواس ظاہری کے علاوہ ہم کو حواس باطنی بھی عطا ہوئے ہیں مگر یہاں تک مبدء
فیاض جلّ و علا شانہٗ کا فیضان عام ہے جس سے کوئی جاندار محروم نہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ حواس ظاہر
و باطن کے علاوہ ایک حاسۂ عقل اور بھی ہے کہ وہ انسان کے سوا کسی مخلوق کو عطا نہیں ہوا
جو معلومات ہم حواس کے ذریعے سے جمع کرتے یہ حاسۂ عقل ان میں طرح طرح کے تصرفات کرتا ہی از انجملہ
جزئیات سے کلیات کا استنباط کرنا اور پھر کلیات سے نئی نئی جزئیات پیدا کرنا۔ اور دنیا میں جتنی ایجادیں
ہوئی ہیں اور ہوتی ہیں وہ سب متفرع ہیں اسی اصول پر۔ یہ نہیں کہ اسکی توضیح مزید کے لیئے میں سائنس
(علوم حکمیہ) کی کوئی مثال نہیں دے سکتا۔ ایک دو نہیں۔ بہت سی مثالیں دیسکتا ہوں۔ مگر وہی
دقیانوسی مثال کیوں نہ لوں جس سے ہم مسلمانوں کے کان اباً عن جدٍ آشنا ہیں۔ کل حیوان یحرک
فکہ الاسفل عند المضغ (جتنے جاندار ہیں کھاتے وقت اُن کے مُنھ کا نیچے کا جبڑا حرکت کرتا ہے)
ایک کلیہ ہے۔ ہم نے بہت سے بہت جانور دیکھے ہوں گے تو فرض کرو کئی سو قسم کے اور دنیا
کے تمام آدمیوں نے ابتدا سے ایکر اب تک کئی سو نہیں کئی ہزار سہی لیکن سو ہوں یا ہزار یا لاکھ یا کرور ہم کو
کلیہ بنا لینے کا منصب نہیں تا وقتیکہ کل جزئیات ہمارے مشاہدے میں نہ آجائیں اور یہ ہو نہیں سکتا
تو معلوم ہوا کہ مشاہدۂ جزئیات کی ایک حد ہے جسپر پہنچکر ہم کلیہ بنا لیتے ہیں۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ جو
حیوانات ہماری نظر سے گزرے نہیں دیکھے ہوئے جانوروں کے قیاس پر ہم اُن پر بھی وہی حکم لگا دیتے ہیں

سینے میں قلزم کو سمندر کے چور بل بے سمائی تری اُف رے سمندر کے چور
(سینے میں قلزم کو لے قطرے کا قطرہ رہا — بل بے سمائی تری اُف رے سمندر کے چور)

خدا نے آنے والی ہستی کی اس کو ایک جھلکی تو دکھا دی کہ اس کے دل میں اُس کی گواہی موجود ہے اور کسی مصلحت سے بچشم سر دکھانے میں کیا مضایقہ۔ طبیعت تو اس کی بے چین تھی ہی اب اس کا حال یہ ہے کہ نہ تو اس خیال کو چھوڑ سکتا ہے کہ طبیعت نہیں مانتی اور نہ اُس ہستی کی پوری پوری کیفیت معلوم کر سکتا ہے کہ وہاں تک رسائی نہیں۔ پس اس کی مثال اُس انجنیر کی سی ہے جو ایک نئی کل کے بنانے کی فکر میں ہے۔ منصوبے تو بہتیرے ذہن میں ہیں مگر آلات مساعد نہیں کہ کسی منصوبے کو عمل میں لا کر دیکھے اور یہ کلیں جو ایجاد ہوا کرتی ہیں تو ان کا یہی قاعدہ ہے کہ ایک منصوبہ ذہن میں آیا اُسکو بنا کر دیکھا بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ سوچا کچھ اور نکلا کچھ آخر کار بن بگڑ کر ایک بات پیدا ہو جاتی ہے اور اُس میں اصلاح و ترمیم ہوتی رہتی ہے۔ مذہبی منصوبوں میں یہ بڑی قباحت ہے کہ اُن کا صحیح و غلط ہونا ہم کو اس زندگی میں معلوم نہیں ہو سکتا یعنی مذہبی منصوبوں پر کوئی چک (روک) نہیں۔ ہر شخص ایک منصوبہ سوچتا ہے اگر وہ صحیح ہے تو دوسرے سے اُس کی صحت تسلیم کرانی مشکل اور غلط ہے تو اس کی غلطی کی گرفت دشوار۔ یہ اصلی سبب ہے کہ کیوں مذاہب میں اس کثرت سے اختلاف ہے اور کیوں اختلاف مذاہب یوماً فیوماً بڑھتا چلا جا رہا ہے ولو شاء اللہ لجعلھم امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم (اور اگر خدا چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی مذہب کا کر دیتا اور ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر خدا کی مہر ہو اور اسی لیئے انسان کو پیدا کیا ہے) اختلاف مذاہب کو بڑھتا ہوا دیکھکر لوگوں کی طرف سے بدگمان نہیں ہونا چاہیئے کہ دنیا میں بے دینی پھیلتی جاتی ہے۔ نہیں۔ اختلاف کی ترقی اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ کثرت سے دین پر متوجہ ہیں۔ اختلاف مذاہب میں لوگوں کا قصور نہیں۔ قصور اگر ہے اور میں اسکو قصور سے تعبیر بھی کر سکوں تو نفس مذہب کا ہے۔ وہ مضمون ہی ایسا ہے جس کے شکوک اس دنیا میں حل ہو ہی نہیں سکتے۔ اگرچہ یقیناً معلوم ہے کہ اختلاف مذہب تا قیامت رفع نہیں ہو سکتا اور اسی لیئے روز قیامت کا دوسرا نام ہے یوم الفصل اور اس کی وجہ تسمیہ بھی قرآن میں جا بجا اور بار بار بیان فرما دی ہے فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون (جن جن باتوں میں تم لوگ اختلاف کر رہے ہو قیامت کے دن خدا سب تم کو بتا دے گا) غرض اگرچہ اختلاف مذہب تا قیامت رفع ہونے والا نہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا

فاصلے اور وزن کے لحاظ سے اوپر یا سویر زمین پر گر کر رہے گی۔ اسی طرح نیکی اور بدی کے نتیجے ظاہر ہو کر رہیں گے اور جس دن وہ نتیجے کامل طور پر ظاہر ہوں وہی آخرۃ یا عاقبۃ یا قیامۃ ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ اِن باتوں کو فیکٹس (واقعات نفس الامری) ماننے کے لئے ہمکو کسی ثبوت کی بھی ضرورۃ ہے۔ جس طرح ہم کو ایک چیز سفید دکھائی دیتی ہے اور ہم یقین کرتے ہیں کہ واقع میں وہ سفید ہے جس طرح ہزاروں عقلی باتیں ہم کو سوجھتی ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ واقع میں وہ ویسے ہی ہیں جیسے ہم نے سمجھیں تو کیوں ہم خدا کے ہونے اور روح کے باقی رہنے اور آخرۃ کے آنے کا یقین نہ کریں۔ ہماری فطرۃ۔ ہماری بناوٹ۔ ہماری ہستی جیسے مشاہدات کا ثبوت ہے ویسے ہی ادراکات عقلی کا بھی ثبوت ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مشاہدہ مابعد سے دوسرے ادراکات عقلی کی تصدیق ممکن ہے اِن ادراکات مذہبی کے لیئے دنیا میں ایسی تصدیق کا موقع نہیں اور جب تصدیق کا وقت آئیگا تو اُلٹ کر اس متقدم زندگی دنیا پر اپنا اثر نہیں ڈال سکیگا یوم یأتی بعض اٰیات ربك لاینفع نفسا ایمانہا لم تکن اٰمنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا (جس دن پروردگار کی نشانیوں میں سے قیامۃ کی نشانی آموجود ہوگی تو اگر کوئی شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا یا اُس نے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہیں کی اب اس وقت اُس کو ایمان لانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا) دنیا میں مذہبی ادراکات عقلی کی تصدیق مشاہدہ نہ ہو سکنے کی وجہ سے بہت سے لوگ لگے عاقبۃ سے انکار کرنے۔ مگر ان کا یہ انکار من چاہے منڈیا ہلائے کیا مستند ہو سکتا ہے جب کہ اندر سے ان کے دل بول رہے ہیں کہ قیامۃ آنی ہے واذا قیل ان وعداللّٰہ حق والساعۃ لاریب فیہا قلتم ماندری ماالساعۃ ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین (اور جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامۃ کے آنے میں ذرا شک نہیں تو تم اسکا جواب دیتے ہو ہم کو تو معلوم نہیں۔ ہاں ایک یوں ہی سا خیال تو ہم کو بھی ہے مگر جس کو یقین کہتے ہیں وہ نہیں) ذرا ان لفظوں پر خیال کرنا ان نظن الا ظنا انکار نہیں ہے مگر ویسی تسلیم بھی نہیں جو ایک ادراک عقلی کی نسبۃ ہونی چاہئے جس جس پہلو سے دیکھتے ہیں انسان حقیقۃ میں عجائب المخلوقات ہے۔ اس کے ارادے اس کے حوصلے اس کی ہمۃ کو دیکھو تو عرصۂ زمین و آسمان اس پر تنگی کر رہا ہے اور جیسے آپ ضعیف البنیان ہیں معلوم۔ ہستی مختصر بے ثبات توتیں ناقص ناتمام سے

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہے شور فرش سے لے عرش تک کر رہا ہے اپنا زور

مذہب کا یہ اصول ہے کہ اگر تیرے ایک گلے پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اُس کے آگے کردے کہ اس پر بھی دست شفقت پھیر اور جب تک آدمی ایسی موئی مٹی نہ بن جائے آسمانی باپ کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لایق نہیں کروسڈ (عیسائیوں کے جہاد) کے ہاربل کانسیکوینسز (خوفناک نتائج) سے قطع نظر کرو۔ یہ عیسائی اگر ایسا مزاج رکھتے ہوتے تو انڈیا میں دوا کو ڈھونڈے نہ ملتے۔ مین ازدی مین آل دی ورلڈ اوور (تمام دنیا کے آدمی کچھ ایک ہی طرح کے نہیں ہیں) سہ

ہر یکے ناصح برائے دیگران ناصح خود یافتم کم در جہان

الغرض مذہب کا یہ بڑا خطر عاجل ہے کہ وہ لوگوں میں التیام وارتباط قائم نہیں ہونے دیتا اور نااتفاقی ایسی بد بلا ہے کہ شخصوں شخصوں میں ہو تو اور قوموں قوموں میں ہو تو دونوں ہی فریق اس سے نقصان اُٹھاتے ہیں۔ تو اگر ہم اس آگ کو بالکل بجھا نہ سکیں کم سے کم اتنا تو کریں کہ اس کو اور زیادہ نہ بھڑکنے دیں۔ مگر سخت افسوس کی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس آگ کو بجھانا چاہا پانی کی جگہہ لگے کروسن آئل کی بھرمار کرنے پس اب وہ آگ ایسے زوروں پر ہے کہ شاید سمندر کا پانی بھی اس کو نہیں بجھا سکتا۔ آپ سمجھے کہ کروسن آئل سے میں نے کیا مراد رکھی ہے۔ کروسن آئل سے میری مراد ہے مذہبی مناظرے۔ کہ مناظرے کے جو طریقے مناظرین نے اختیار کیئے دلوں کے دُکھانے والے اور ضد اور مخالفۃ کے پیدا کرنے والے تھے۔ اور بجاے اسکے کہ مناظرہ سے التیام کی کوئی صورۃ پیدا ہو عداوتیں قائم ہوگئیں۔ وہی جیسا ابراہیم ؑ نے فرمایا تھا بدا بیننا و بینکم العداوۃ و البغضاء ابدا (ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیئے کھُلی دشمنی ہوگئی) اگر مذہب دنیا سے سروکار نہ رکھتا ہوتا تو کچھ بھی بات نہ تھی موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود۔ مگر بڑی مشکل یہ آکر پڑی ہے کہ بے مذہب کے دنیا کا کام چل نہیں سکتا۔ انسان اس طرح کا منھ زور ٹٹو ہے کہ مذہبی لگام کے بدون کسی ڈھب سے قابو میں آنے والا نہیں۔ یہ جو اتنا امن دنیا میں دیکھتے ہو گو سلطنت اور حکومۃ کو بھی اس میں کسی قدر دخل ضرور ہے مگر بڑا دخل مذہب کا ہے۔ ایک ملک فرض کرو جس کے باشندوں کو نہ خدا کا خوف ہو نہ عاقبۃ کا اندیشہ پھر دیکھیں تو کون سے تنظم گو وہ انگریز ہی کیوں نہ ہوں اس کا انتظام کیئے لیتے ہیں۔ غرض مذہب سے تو کسیطرح چھٹکارا نہیں۔ آدمی ہے تو جسطرح وہ بادی البشرۃ مستقیم القامہ عریض الاظفار ہے رلیجس (مذہبی) بھی

چاہیئے کہ ہم رفع اختلاف میں کوشش نہ کریں۔ اس اختلاف کے خطرناک نتیجے عاقبة میں تو جب
ظاہر ہوں گے تب ہوں گے "کہ ایک مقام پر فرماتے ہیں ذلك يوم مجموع له الناس وذلك يوم
مشهود وما نؤخره الا لاجل معدود يوم يأت لا تكلم نفس الا باذنه فمنهم شقي وسعيد
فاما الذين شقوا ففي النار لهم فيها زفير وشهيق خالدين فيها ما دامت السموات والارض
الا ما شاء ربك ان ربك فعال لما يريد واما الذين سعدوا ففي الجنة خالدين فيها ما دامت
السموات والارض الا ما شاء ربك عطاء غير مجذوذ (یہ وہ دن ہے جس میں سب آدمی
ایک جگہہ جمع کیئے جائیں گے اور یہی وہ دن ہے جس کو سب آدمی دیکھ لیں گے اور ہم اس کے
لانے میں دیر بھی کر رہے ہیں تو معدود سے چند دنوں کی۔ جس وقت وہ دن آموجود ہوگا کسی کو بات
کرنے کی مجال نہ ہوگی مگر خدا کے حکم سے۔ پھر لوگ بعض بدبخت ہوں گے اور بعض خوش نصیب
تو بدبخت لوگ دوزخ میں جائیں گے اور وہاں چلائیں اور دہاڑیں گے اور اسی حالت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے
جب تک آسمان و زمین قائم ہیں مگر جو خدا کو منظور ہو خدا جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور جو خوش نصیب
ہیں وہ بہشت میں ہوں گے اور اُسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہے مگر جو خدا
کو منظور ہو۔ یہ بخششیں ہیں جن کو انقطاع نہیں) غرض اختلاف مذہب کے خطرناک نتیجے عاقبة میں تو
جب ظاہر ہوں گے تب ہوں گے اس اختلاف نے دنیا ہی کے برباد کرنے میں کیا اُٹھا رکھا ہے
سب سے بڑا جرم جس کا انسان مرتکب ہو سکتا ہے قتل اور خونریزی ہے اور خونریزی کے متعدد اسباب
ہو سکتے ہیں لیکن تمام اسباب کثیر الوقوع اور نادر الوقوع ایک طرف اور اختلاف مذہب ایک طرف
اس پر بھی اختلاف مذہب ہی کا پلہ بھاری رہے گا۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ جتنے خون ابتدا سے
دنیا سے آج تک اختلاف مذہب کی وجہ سے ہوئے ہیں اگر سب کا جمع کیا جانا ممکن ہوتا تو ایک
دریا سے خون بہتا ہوتا لیکن مذہب ایسا سفاک ہے کہ وہ اس کو بھی دیکھکر پکار اُٹھتا هل من مزيد
(کچھ اور بھی ہے) بات یہ ہے کہ لوگ اس قدر مستعجل ہیں کہ قیامۃ کے فیصلے کا انتظار نہیں کر سکتے
اور ہر مذہب والا چاہتا ہے کہ دوسرے مذہب کے لوگوں کو صفحۂ ہستی سے معدوم کر دے۔ مسلمان تیغ ناحق
میں بدنام ہیں گو دی ڈاگ لے بیڈ نیم اینڈ ہن گ ہم اوٹ (کتے پر ناحق الزام لگاؤ اور لات مار کر
باہر کرو) کوئی ایک مذہب والا تو کہے کہ اس نے موقع پا کر ٹالریشن (تحمل) دکھایا ہے عیسائی جن کے

مذاقوں کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ فقیر اپنی اسی پُرانی وضع کو نبا ہے چلا جاتا ہے اور مجکو اسی میں آسایش بھی ملتی ہے اِس پر صرف لمتے تعلق سے کہ کانفرنس میں بر سویں دن اگر لکچر دے دیتا ہوں وہ بھی طوعاً نہیں بلکہ کرہاً اور اپنے زعم میں سید احمد خاں کی لاگ لپیٹ کی بھی کوئی بات نہیں کہتا مگر چونکہ کانفرنس کی ابتدا سید احمد خاں سے ہے اور سید احمد خاں سلمانوں میں انگریزی کا رواج دینا چاہتے ہیں اور انگریزی انگریزوں کی زبان ہے اور انگریز نصارے ہیں اور نصارے مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں اور کافر مستوجب نار ہیں اتنے تعلق سے اگر اس کو تعلق کہہ سکتے ہیں تو فقیر کو لوگ کافر بتاتے ہیں اور کافر نہ بھی کہیں مگر قسم کھانے کی بات ہو کہ مسلمان تو نہیں سمجھتے

یک مومن باصفا او دہم کافر پس در ہمہ ملک یک مسلمان نبود

کفر تو آپنے بہت سُنے ہوں گے مگر میرے کفر مسلسل کو دیکھیے گا کہ کیسا درجہ بدرجہ فلش ہوتا چلا آیا ہے۔ کافر بہت مگر کوئی ایک تو کفر کا ایسا شجرہ دکھائیے۔ مجکو اپنے کفر کے سلسلے پر بچوں کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک چڑیا کہیں سے ایک دانہ اناج کا اُٹھالائی اور وہ دانہ اُس نے لاکر کسی ایک لکڑی پر رکھا کہ اطمینان سے بیٹھکر کھائے لکڑی میں تھا شگاف وہ دانہ درز میں چلا گیا اب یہ بہتیرے جتن کرتی ہے چونچ دانے تک نہیں پہنچتی۔ ناامید ہو کر بیچاری فریاد کرتی پھرتی تھی۔ کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ کوّے نے کہ یہ بڑا سیانا جانور ہے اور اس کے سیان پت کا نتیجہ بھی معلوم ہے اس کو صلاح دی کہ کسی بڑھئی سے جا کر کہہ وہ کاٹ چیر دے گا اور تیرا دانہ تجکو مل جائیگا چڑیا دوڑی دوڑی بڑھئی پاس گئی اِس نے کاٹ کے چیرنے سے انکار کیا تو چڑیا ہر ایک سے فریاد کرتی پھرتی تھی بڑھئی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ پھر وہ راجہ پاس گئی کہ بڑھئی پر ڈنڈ کرے۔ راجہ نے بھی اِس کی فریاد نہ سُنی تو وہ کہتی تھی راجہ بڑھئی ڈانڈتا نہیں بڑھئی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ پھر چڑیا رانی پاس گئی کہ راجہ سے روٹھ جاؤ اس نے بھی نہ مانا تو چڑیا کہتی تھی رانی راجہ سے روٹھتی نہیں راجہ بڑھئی ڈانڈتا نہیں بڑھئی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ اسی طرح چڑیا چوہے اور بلی اور کتے اور لاٹھی اور آگ اور پانی سب کے پاس فریاد لے گئی اور کاٹ سے دانہ اگلوا کر رہی۔ میں دیکھتا ہوں تو اس کی فریاد کا سلسلہ میرے کفر کے سلسلے کے متوازی چلا جاتا ہے۔ غرض کیا ہندو کیا مسلمان آزادی کے ضبط کرنے کا ظرف نہ اُن کا تھا

ضرور ہے اور ریلیجن (مذہب) ہے تو ریلیجن کے ساتھ اختلاف بھی ضرور ہے۔ اور اختلاف ہے
تو اس کے ساتھ کشمکش بھی ضرور ہے۔ یہ کشمکش ہمارے اس بدنصیب ملک میں چند روز
سے بہت ہی اشتداد پکڑ گئی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمان جن کا چولی دامن
کا ساتھ ضرب المثل تھا۔ اب ایک جگہ امن سے نہیں رہ سکتے اور سچ بھی تو ہے جب تک
انگر کھے تھے چولی اور دامن کی ضرورۃ تھی اب نئی قسم کے کوٹ چل پڑے ہیں جو چولی اور
دامن دونوں سے بے نیاز ہیں۔ کبھی آپ صاحبوں نے اس بات میں غور کیا ہے کہ برغم ما
مضی ہندو مسلمانوں کے جھگڑے کیوں از سر نو تازہ ہو گئے ہیں۔ ہم کو تو یہ توقع تھی کہ انگریزی
تعلیم ٹالریشن سکھائی اور تعصب وجہالۃ کی ظلمتوں کو دور کرتی ہے عجب نہیں رفتہ رفتہ ہندو
مسلمان ایک ہو جائیں۔ مگر واقعات بتا رہے ہیں کہ ایک ہونا کیسا ہندو مسلمان دو خط ہیں
متنفر الملاقاۃ لیکن ہندو مسلمان اس ملک میں کوئی نئے آکر نہیں بسے دونوں مذہبوں میں
کوئی انوکھی بات پیدا نہیں ہوئی۔ سلطنۃ جس کے پیچھے ایک کو ایک کھائے جاتا تھا خدا نے
دونوں سے لے کر تیسرے حقدار کے حوالے کر دی پھر یہ بیٹھے بٹھائے ہوا تو کیا ہوا کہ کبھی کی
اگلی بھولی بسری خصومتیں از سر نو تازہ ہو گئیں۔ ہاں تو ہوا تو یہ کہ انگریزوں نے دونوں کی باگیں
ڈھیلی چھوڑ دیں۔ آزادی کے خبط سے تو کوئی انگریزی دماغ خالی نہیں۔ اپنی ولایۃ میں انھوں نے
دیکھا تھا کہ دنیا میں لاکھ دولتوں کی ایک دولۃ آزادی ہے اور یورپ میں ساری رونق اور
خوش حالی اسی آزادی کے دم قدم سے ہے۔ رعیۃ پروری کے جوش میں آکر اس بات پر
تو نظر کی نہیں کہ نیٹوز کو اس نشے کی سہار بھی ہے یا نہیں بے سوچے سمجھے سب کو خود مختار
کر دیا۔ پس انگریزوں اور ہندوستانیوں کی ویسی ہی مثال ہو گئی کہ ایک نادان ماں نے دودھ پیتے
ننھے بچے کو قوی قوی غذائیں کھلانی شروع کیں کہ جلدی سے بڑا ہو جائے۔ بچہ قوی غذاؤں کو
ہضم نہ کر سکا اور آخر کار ہلاک ہو گیا۔ انگریزوں کی سلطنۃ کو ایسے کون سے قرن گزر گئے تھے چند
اور صبر کیا ہوتا ہندوستانیوں میں انگریزی مذاق اچھے طرح سے رچ جاتے تو بتدریج ان کو آزادی
دینے کا مضایقہ نہ تھا۔ انگریزی مذاقوں کا حال یہ ہے کہ معدودے چند کو توڑالو بھاڑ میں ہندو
اپنے سوائے سبھی کو بھرشٹ (ناپاک) سمجھتے ہیں از آں جملہ انگریزوں کو بھی رہے مسلمان سو ان کے

کی نگرانی اور خیالات کی اصلاح کی جاتی ہے اور مجکو پورا بھروسا ہے کہ ان شاء اللہ یہ لوگ سید احمد خاں کی سرپرستی میں تعلیم پاکر ایجوکیٹڈ جنٹلمن (تعلیم یافتہ شریف) کے عمدہ نمونے ہونگے اور کالج کی ناموری کو ہمیشہ کے لیئے قائم رکھیں گے۔ آمین۔ اب میں انگریزی خواں طالب العلموں کو عموماً اور علی گڈھ کالج کے طالب العلموں کو خصوصاً تعلیم کے ایک اور خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ طالب العلمو ذرا متوجہ ہوکر سنو۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر ہوئی مذہبی اختلاف کو آگ سے اور مذہبی مناظرے کو کروسن آئل سے تشبیہ دی تھی۔ اگر مذہبی اختلاف آگ اور مذہبی مناظرہ کروسن آئل ہے تو جس خطر کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں کمبسٹبل میٹر کے سولے میں ہی اس کا دوسرا نام تجویز کرنہیں سکتا۔ سرجارج ایڈمنسٹن کے زیر نظر انڈین پینل کوڈ کے ترجمے میں شریک مغلوب میں بھی تھا اس وقت کمبسٹبل میٹر کا ورنیکولر اکویولینٹ (مرادف اردو) رکھا گیا تھا بھک سے اُڑجانے والا مادہ۔ مدتوں کی بے تعلقی کے سبب اور تو سارا ترجمہ بھول گیا غرابتہ لفظ کی وجہ سے جب کبھی کمبسٹبل نظر سے گزرجاتا ہے فوراً اُس کا ترجمہ بھک سے اُڑجانے والا یاد آجاتا ہے۔ پہلے ہی سے ہمارے ملک میں خدا کے فضل سے مذہبوں کی کچھ کمی نہ تھی یعلوم نہیں اور ملکوں کا کیا حال ہے مگر یہاں تو مذہب انڈے بچے دیئے چلاجاتا ہے۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے بہت سے نئے مذہب پیدا ہوگئے۔ بلکہ یہ عمل داری مذہب کو کچھ ایسی سازگار آئی ہے کہ مذہب کی اس حال کی نسل میں کچھ اچھل کود زیادہ معلوم ہوتی ہے یا تو بچپن کا تقاضا ہے یا جہاں سب چیزیں اپنی اپنی جگہہ ترقی کررہی ہیں مذہب نے بھی نسل میں ترقی کی ہے۔ نئے مذہبوں میں جس نے بڑی اودھم مچارکھی ہے سائنٹفک مذہب یعنے فلسفہ ہے جس کو لوگ نیچر کے نام سے پکارتے ہیں۔ سائنٹفک کہو یا نیچر مطلب ایک ہی ہے۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ لوگ لفظ نیچر کی ٹری مٹی پلید کرچکے ہیں اور اب تک بھی کررہے ہیں اور یہ لفظ بتقاضاے بشریۃ نیچریوں کے سامنے پر ضرور گراں گزرتا ہوگا۔ لفظ سائنٹفک میں سولے اس کے کہ انگریزی ہے اور کوئی عیب نہیں۔ اختلاف مذہب تو ایسی بد بلا ہے کہ اتنے بڑے ہندوستان میں صرف دو ہی مذہب ہوتے اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تو سارے ہندوستان کو بے چین رکھنے کے لیئے بس کرتے تھے نہ کہ کوڑیوں مذہب اور سب میں پھوٹ۔ اسپر تشریف لائے نئے سائنٹفک صاحب کہ بڑے میاں سو بڑے

نہ اِن کا۔ انگریزوں سے انگریلادی آزادی کی دو آتشہ برانڈی۔ پینا تھا کہ لگے بنکارنے۔ کچھ تو مدہ اُس میں پڑے بہک رہے ہیں۔ یقین نہ ہو تو جا کر سُن آؤ۔ ڈر ہے کہ کہیں سمندر میں نہ گر پڑیں۔ کتنوں کو پمفلٹس (رسالوں) اور آرٹیکلوں کی ٹرلگی ہے یہ تو گورنمنٹ کے احسانات کی تحریری مکافات ہے رہی زبانی سو انگریزی خوانوں کی گفتگو کا معمولی ٹاپک (مضمون) گورنمنٹ کی بدیوں کا رونا ہے اور بس اِس آزادی بے ہنگام نے گورنمنٹ اور رعایا کے باہمی تعلقات کو تو یوں رسٹرینڈ (منقبض) کیا اور آپس میں رعایا با رعایا جیسی کچھ جوتیوں میں دال بٹ رہی ہے اعظم گڈھ غازی پور بمبی پونا جونا گڈھ برما کے افسوسناک واقعات اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ اِس پر بھی گورنمنٹ ہندوستانیوں کو آزادی کا دینا جائز رکھتی ہے تو یوں سمجھو کہ گورنمنٹ آپ اپنی خرابی کر رہی ہے اور اپنے ساتھ ہندوستان کی بھی۔ مذہب کے لحاظ سے جس ملک کی یہ حالت ہو جو سارے ہندوستان کی ہے کہ کوئی سر مذہب کے خبط سے خالی نہیں کسی میں ٹالریشن کا نام نہیں جتنے آدمی وتنے مذہب اور ہر شخص بجائے خود مطلق العنان کہ دوسرے مذہب والوں کی بدتر سے بدتر مذمت لکھے اور مشتہر کرے سر بازار پکار پکار کر بُرا کہے کسی طرح کی ممانعت نہیں۔ ایسے ملک کے امن کا خدا حافظ۔ مگر ایک بار میں آپ صاحبوں سے پھر پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم ہندوستانیوں کے یہ مذاق بگڑے تو کیوں بگڑے انگریزی تعلیم سے۔ اِس سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ میں انگریزی تعلیم کا مخالف ہوں میں کچھ کرتا نہیں اور مجھ سے کچھ ہو نہیں سکتا اور مجکو انگریزی آتی بھی نہیں۔ یہ باتیں تو ہیں دوسری میں انگریزی تعلیم کی ضرورت کو مسلمانوں کی تمام دنیاوی ضرورتوں پر مقدم رکھتا ہوں بشرطیکہ اسکی تعلیم علی گڈھ کالج کے طور پر ہو کہ لوگ انگریزی بھی پڑھیں اور بھلے مانس بھی رہیں نہ تو گورنمنٹ کو انکی طرف سے کسی طرح کا کھٹکا ہو اور نہ ہمسایوں کو اِن سے کسی قسم کی ایذا پہنچے۔ لکچر خود بخود اینٹی کانگرس سارنگ آگیا اگرچہ میرا یہ مقصود نہ تھا۔ لیکن میں اس کو کانفرنس کا لیجٹمٹ (باقاعدہ) کام سمجھتا ہوں کہ وہ تعلیم مروجہ کے نتائج میں غور کرے۔ میں نے علیگڈہ کالج کی تعلیم کے علاوہ عموماً تمام تعلیم کو کنڈم (تقبیح) کر دکھایا ہے سو یہ کچھ سید احمد خاں کی مونھ دیکھے کی بات نہیں ہے۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو سر آکلنڈ کالون جیسا سٹیٹسمین (مدبر) اس کی تصدیق کر گیا ہے اور سب سے بڑی تصدیق تو اِن طالب العلموں کا ٹریننگ (تربیۃ) ہے کہ پڑھانے لکھانے کے علاوہ انکے اخلاق انکی تہذیب چال چلن

مستثنا ع فیہی دو چار ہیں اور بس لیکن نیچری ٹھیرے گھر کے بھیدی یہ اصول اور فروع جہاں کہیں فی زعمہم ضعف پاتے ہیں حملہ کئے بدون نہیں رہتے اور اسلام اور نیچریوں کے جھگڑے کا ایک طومار بن گیا ہے اور سید احمد خاں کی کل مصنفات نیا پرانا تہذیب الاخلاق اور نومسلموں کے نام کیا گنواؤں ۔ مولوی مہدی علی اور مولوی چراغ علی کے تمام ملفوظات اور میں اپنے تئیں بھی کیوں مستثنےٰ کروں خدا گناہوں کو معاف کرے کبھی نہ کبھی نیچریوں کی سی کوئی نہ کوئی بات میرے قلم سے بھی ضرور نکلی ہوگی یہ سب ملا کر نیچریوں کے مذہبی لٹریچر کا بجاے خود ایک کتاب خانہ ہے اُس سب کو کریدنے اور پھندورنے کے لئے تو مدتیں چاہئیں مگر میں اس مقام پر صرف ایک یاد دہی ریمارک کرنے چاہتا ہوں ۔ مجکو خوب معلوم ہے کہ یہ کانفرنس مذہبی کانفرنس نہیں ہے اور یہاں دین و مذہب کی گفتگو آنی چاہیئے نہیں ۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مسلمان ہر ایک بات میں مذہب کو لے دوڑتے ہیں ۔ اور تعلیم پر تو ساری بھرمار مذہبی توپ خانے ہی سے ہو رہی ہے میں نے اپنے نزدیک مذہب حق کی شناخت یہ قرار دے رکھی ہے کہ اس کے احکام ناممکن التعمیل نہوں اور مذہب اسلام کی حقانیت کی طرف سے جو میرے دل کو تسلی ہوئی ہے تو زیادہ تر اسی سے ہوئی ہے کہ میں اسلام کے کسی حکم کو ناممکن التعمیل نہیں پاتا ۔ اسلام نے نیکی کا ایسا سٹینڈرڈ رکھا ہے کہ آدمی وقتی ضرورتوں اور خواہشوں کی بلاؤں میں مبتلا رہ کر بھی آسانی کے ساتھ اُس درجے پر پہنچ سکتا ہے ۔ انسان کی ایک خاص طرح کی بناوٹ ہے اور گو وہ اشرف المخلوقات ہے پھر بھی معذوریاں ہیں مجبوریاں ہیں کمزوریاں ہیں خلق الانسان ضعیفا انسان کو ضعیف بنانا اور اُس پر احکام سخت کا اتنا بوجھ لادنا جس کا وہ متحمل نہ ہوسکے ظلم صریح ہے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا ۔ ان اللہ لایظلم الناس شیئا ۔ ان اللہ لیس بظلام للعبید ۔ وما اللہ یرید ظلما للعالمین ۔ ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ ۔ پھر ناممکن التعمیل کے پیرائے ہیں دو ۔ عملیات میں یہ کہ ہم تعمیل نہ کرسکیں مثلاً فرض کرو کوئی مذہب ہمکو ایسے روزے کا حکم دے کہ ایک ہفتے تک نہ کچھ کھاؤ نہ پیو تو یہ روزہ خودکشی کا مرادف ہوا مجرد ایسے روزے کا حکم سُنکر ہمکو یقین کرلینا چاہیئے کہ نہ یہ حکم خدا کا حکم ہے اور نہ یہ مذہب مذہب حق اسیطرح معتقدات میں کوئی بات ناممکن الیقین تو ہم اسکو بھی ناممکن التعمیل ہی کہیں گے اور وہ ناممکن التعمیل ہے بھی ۔ مثلاً فرض کرو کوئی مذہب تعلیم کرتا ہو کہ زمین گول نہیں ہے تو مجرد اتنی ہی بات

میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ انھوں نے تو آتے کے ساتھ کل مذہبوں پر جھاڑو پھیرنی شروع
کی۔ مسلمان جو انگریزی سے بدکتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے۔ انگریزی میں کیا دھرا ہے خدا نہ کہا
گاڈ کہا۔ بس کی گانٹھ تو سائنس ہے۔ اور یہ جیسا اسلام کا دشمن ویسا ہی ہندوؤں کے مذہب
کا۔ اور مسلمان یہ سنکر بڑا تعجب کریں گے ویسا ہی بلکہ سب سے بڑھکر خود انگریزوں کے مذہب
عیسائیت کا۔ اگر مسلمان سائنس کو جانتے ہوتے تو ایسی لغو اور بے اصل بات کبھی بھی منہ سے
نہ نکالتے کہ لوگوں کو عیسائی کرنے کی غرض سے انگریزی پڑھوائی جاتی ہے۔ انگریزی پڑھکر مسلمان
مسلمان رہے یا نہ رہے قسم کھانے کی بات ہے کہ عیسائی تو نہیں ہو سکتا ہرگز نہیں ہو سکتا۔
اگر کسی کو سائنس چڑ گیا اور اس نے دیکھا اسلام کی آنکھ میں ناخنہ تو وہ عیسائیت کو دیکھے گا دونو
دیدے پٹ۔ مسلمان تو بھلا انگریزی پڑھکر کیا عیسائی ہوگا جو اصل نسل کے عیسائی ہیں ہم کو تو
اُن کے عیسائی ہونے میں بھی تامل ہے۔ اور یوں مذہب کو قوم کا مرادف سمجھا چاہیے تو
لَا مُشَاحَّۃَ فِی الْاِصْطِلَاح بیچارے نیچریوں ہی نے ایساکس کا باپ مارا ہے کہ یہ قسمیں کھا کھا کر
اپنے تئیں مسلمان کہیں اور ان کو مسلمان نہ سمجھا جائے۔ ابھی لوگوں پر نیچریوں کی حقیقۃً ہی منکشف
نہیں۔ نیچریوں کے اصل معتقدات تو کتاب الملل والنحل میں لکھے ہوں گے یا اس سے اتر کر
(نہیں اُس سے بڑھکر) سر سید قبلہ کو معلوم ہوں گے مگر جہاں تک سُنے سُنائے مجاوِ معاذِم ہیں
اس کی رو سے نیچری مسلمانوں میں وہ مذہبی فرقہ ہے جو اسلام اور سائنس میں توافق دینا چاہتا
ہے۔ ان کی نیۃ کے بخیر ہونے میں تو ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ مگر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ اسلام
اور سائنس میں توافق پیدا کرنے کے لیئے ان لوگوں نے جو اصول اختیار کیئے ہیں ٹھیک بھی ہیں
یا نہیں۔ اگر ہم ان باتوں کی فہرست بنانی چاہیں جو اسلام میں اور دیگر مذاہب میں مختلف فیہ ہیں
تو شاید ہر ایک مذہب کے مقابلے میں چند آئٹم (مدات) سے زیادہ اس فہرست میں نہ ہوں۔ مثلاً ہم اسلام
اور عیسائیت میں مقابلہ کرتے ہیں تو جن باتوں میں جھگڑا ہے اسی قدر ہیں کہ عیسائی تثلیث کے قائل
ہیں ہم نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح ؑ مصلوب ہوئے ہم کہتے ہیں نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں خدا
عدل اور رحم کو جمع نہیں کر سکتا جس کی وجہ سے کفارے کی ضرورۃ واقع ہوئی ہم کہتے ہیں کر سکتا ہے
اور کفارہ کوئی چیز نہیں۔ مقدمہ تو اس قدر پیچیدہ ہے کہ تیرہ سو برس سے آج تک فیصل نہیں ہوا مگر اموس

جہیر الصوت اُنھوں نے بھاگتوں کو ڈانٹا کہ لوگو کدھر چلے جا رہے ہو پیغمبر صاحب تو یہ موجود ہیں بارے پھر مسلمان سمٹ آئے اور لڑائی سنبھل گئی مگر چونکہ مسلمانوں کے بہت آدمی ضائع ہوئے تھے کچھ شکست ہی سی رہی جس کی وجہ سے مسلمان بہت ہی شکستہ خاطر ہوئے لڑائی کا شکست ہو جانا چنداں پروا کی بات نہ تھی مثل مشہور ہے الحرب سجال (لڑائی کنوئیں کا ڈول ہے اس سے کبھی کوئی پانی بھرتا ہے کبھی کوئی) مگر دلوں کا شکست ہو جانا غضب تھا چنانچہ جب لوگ جھینپتی ہوئی صورتیں لیکر پیغمبر صاحبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے مواعظ بلیغ سے ان کی بڑی تسلی کی اور یہ بھی فرمایا کہ تم نے حکم لا تولوھم الادبار کا نقض نہیں کیا بلکہ تمہارا جگہ سے ٹل جانا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ کی قسم کا تھا سو جس طرح لوگوں نے جنگ احد کے نتیجے کو اسلام کی ڈفیٹ سمجھا اور پیغمبر صاحب نے اس کو ریسشن قرار دیا۔ یہی حال سائنس اور اسلام کی لڑائی کا ہے کہ عام مسلمان نیچریوں کی تاویل اور توفیق کو اسلام کی ڈفیٹ سمجھتے ہیں مگر وہ ڈفیٹ ہی نہیں بلکہ ریسشن ہے اور ریسشن بھی آنربل ریسشن بااینہمہ نیچریوں کی کارروائی کی نسبت میرا ایک خیال ہے جس کا ظاہر کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ یہ لوگ خیر خواہی اسلام کے جوش میں کسی قدر حد اعتدال سے اکسیڈ (متجاوز) ہو گئے ہیں اور انکا اکسیڈ ہونا میرے نزدیک اسلام کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ یہاں اسلام سے میری مراد اسلام متعارف نہیں کہ وہ تو اگر نیچری لاکھ جتن بھی کرتے سائنس کے زد سے محفوظ رہ نہیں سکتا تھا بلکہ وہ سچا اسلام وہ خالص اسلام پیور خالص سونڈ (محکم) اینڈ پرفکٹ (کامل) اسلام مراد ہے جس کی بنیاد اس قدر محکم اور مضبوط اور ہتوار اور مشید ہے کہ سائنس کے کیسے ہی جھکڑ چلا کریں اس کو خبر بھی تو نہیں ہوتی۔ دو مخالفوں میں التیام کرانے کا یہ دستور ہوتا ہے کہ کچھ اس کو دبایا کچھ اسکو دبایا دونوں مخالف ایک بات پر رضامند ہو گئے مگر میں دیکھتا ہوں نیچری ہر ایک بات میں اسلام ہی کو دبائے چلے جاتے ہیں پس یہ حکم کاہے کے ہیں خاصے سائنس کے وکیل ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ سائنس اور اسلام کے نزاع کی روداد یک طرفہ ہے اس لیئے کہ سائنس کی طرف ثبوت میں ناممکن النزدید سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ سائنس کے بعض مسائل قطعی طور پر ثابت ہو چکے ہیں اور اگر کسی ایسے ایک مسئلے سے بھی اسلام مخالفت کرے اور اسلام تو کیوں مخالفت کرنے لگا تھا مگر یوں کہو کہ اسلام متعارف جس کو لوگوں نے اسلام سمجھ رکھا ہے مخالفت کرے بے شک بے تامل سائنس کی جانب داری

سے ہم سمجھ لیں گے کہ یہ مذہب خدائی مذہب نہیں۔ سائنس اور اسلام میں جو تنازع آکر قائم ہوا ہے وہ اکثر اسی قسم کا ہے کہ جو باتیں سائنس کی رو سے پایہ تحقیق کو پہنچی ہیں۔ اسلام جیساکہ عموماً لوگوں نے سمجھ رکھا ہے ان کے خلاف ظاہر کرتا ہے اور مشکل یہ آکر پڑی کہ سائنس کے مسائل مبنی ہیں مشاہدات پر جس سے لازم آتا ہے کہ اسلام کو نا ممکن الیقین سمجھا جائے اب سمجھے سائنس اور اسلام یعنی اسلام متعارف میں کیا جھگڑا ہے۔ اس روداد سے تو ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ سائنس بر سر حق ہے کیونکہ سائنس جو بات کہتا اُس کا مشاہدہ کرا دیتا ہے اور مشاہدے سے بڑھکر دنیا میں کوئی ثبوت ہو نہیں سکتا۔ جب تم نے سائنس اور مذہب دونوں کی حقیقۃ کو سمجھا اور دونوں کی نزاع کو بھی سمجھا تو اب تم کو نیچریوں کی قدر آئے گی کہ یہ ملعون فرقہ اسلام کی کیسی خدمۃ کر رہا ہے۔ فیکٹس (واقعات نفس الامری) کو تو کوئی زرسٹ (دفع) کر ہی نہیں سکتا تھا اور بدی ہوئی بات تھی کہ سائنس کے مقابلے میں اسلام متعارف کی ڈیفیٹ (شکست) ہو۔ نیچریوں نے اپنی تدبیر سے اُس ڈیفیٹ کو ٹریبل رسشن (عزۃ کے ساتھ لوٹ جانا) بنا دیا کہ اس کو بھی ایک طرح کی ظفر ہی سمجھو۔ تاکہ تم ڈفیٹ اور رسشن میں فرق کر سکو میں قرآن کی ایک آیۃ مناسب مقام پڑھتا ہوں۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماواہ جھنم وبئس المصیر۔ (اے مسلمانو جب کافروں سے سب مل کر لڑو تو دشمن کے سامنے سے بھاگو مت اور جو بھاگے گا تو خدا کے غضب میں آگیا اور اُسکا ٹھکانا دوزخ ہے) فلا تولوھم الادبار میں ڈفیٹ یعنے ہزیمۃ کی طرف اشارہ ہے اور متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ رسشن ہے۔ مسلمانوں کی ابتدائی لڑائیوں میں احد کی لڑائی بگڑ گئی تھی اور اُسکے بگڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ پیغمبر صاحب نے مسلمانوں کے ایک دستے کو ایک ناکے پر متعین فرما کر حکم دے دیا تھا کہ لڑائی بنے یا بگڑے تم اسی جگہ جمے رہنا۔ دوسرے دستے نے دشمنوں کو بھگا دیا ناکے والے سمجھے کہ بس لڑائی جیت لی جگہ سے ٹل گئے دشمنوں نے ناکہ خالی دیکھ مسلمانوں پر ایسا دباؤ ڈالا کہ سب کے پانو اکھڑ گئے اور ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ پیغمبر صاحب کی بھی خبر نہ لی۔ یہی وہ لڑائی تھی جس میں پیغمبر صاحب زخمی ہوئے اور دشمنوں نے تو یہاں تک اُڑا دی تھی کہ مارے گئے چند مسلمان جو پیغمبر صاحب کے ساتھ سے الگ نہیں ہوئے تھے انہیں حضرۃ عباسؓ بھی تھے اور یہ آدمی تھے

تو اس کی چھت میں کڑیاں کتنی دیکھیں۔ تم کہتے ہو کہ یہ لوگ دری بچھائے جوا کھیل رہے تھے تو دری میں کس رنگ کی کتنی دھاریاں تھیں زید کا منہ کس طرف کو تھا۔ دروازے میں سادہ، کام دار کتنی جوتیاں تھیں سولھویں کتنی ساڑھ سولھویں کتنی بعض گواہ جو واقع میں سچے ہوتے کہتے کہ ہم نے ان باتوں کا خیال نہیں کیا یا ہمکو یاد نہیں یا جس کو یاد ہوتا بیان کرتا تو گواہوں میں ہوتا اختلاف مجسٹریٹ اس اختلاف کو رد شہادت کی دلیل قرار دیتا حالانکہ اس قسم کے اختلاف کو گواہوں کے صدق کی دلیل ہونا چاہیئے۔ قریب قریب ایسا ہی حال ہے اختلاف احادیث کا۔ لوگ اختلاف سے گھبرا اٹھتے ہیں اور میں یہی اختلاف دیکھکر حدیث کا گرویدہ ہوتا ہوں کہ نہ ہونا اختلاف کا دلالۃ کرتا ہے تصنع پر۔ تو مطلب یہ ہے کہ سائنس کی تحری کو جو یقین کی سی وقعت دی جاتی ہے یہ ایک عامۃ الورود غلطی ہے جس کی وجہ سے اسلام کی بڑی حق تلفیاں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ اب مثلاً ابتداے آفرینش کی بحث جو چھڑی ہوئی ہے کہ پہلے اجزاے صغار دمیاطیسی (مجکو تو کم بخت نام بھی یاد نہیں کہ دمیاطیسی ہے یا دقیانوسی) رہے ہوں گے پھر ان کے اجتماع سے پانی ہوا ہوگا پھر پانی کے تموج سے کف اور کف کے متحجر ہو جانے سے زمین اور اجزاے ارضی کے اجتماعات خاص سے نباتات اور حیوانات اور از جملہ حیوانات بندر اور بندر سے آدمی اور یہ انقلابات کہیں لاکھوں کروروں برسوں میں جاکر ہوئے ہوں گے یہ ایسے منصوبے ہیں کہ میں تو ان کو تحری کہتے ہوئے بھی شرماتا ہوں۔ پھر اس بنیاد پر اس بنیاد ضعیف پر جو نتیجوں کی عمارۃ کھڑی کی جائے اس کا استحکام دیکھنے کی لائق ہے کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت۔ (جیسے مکڑی کہ اس نے ایک گھر بنایا اور سب گھروں سے زیادہ بودا مکڑی کا گھر) ؎

نے کعبے نے دیر کے قابل ۔۔۔ مذہب ان کا سیر کے قابل

ایک زمانہ پری ہسٹارک کہلاتا ہے یعنی تاریخ منضبط کرنے کا دستور تو بہت بعد کو چلا ہے۔ آدمی پر کتنی صدیاں گزری ہیں بلکہ کتنے ہزار برس کہ کسی نے ان وقتوں کی تاریخ نہیں لکھی تو اس زمانے کے حالات مرور دہور کی وجہ سے غیب بن جاتے ہیں جس کو سواے خدا کے کوئی نہیں جانتا لا یعلم الغیب الا اللہ۔ جب ہم پری ہسٹارک ایج (ضبط تاریخ کے پہلے کے زمانے) کا حال معلوم نہیں کر سکتے تو ابتداے آفرینش کے اسرار کیا ہم خاک معلوم کر سکیں گے۔ اہرام مصر کیسے کچھ عجیب اور پایدار مینار ہیں کہ ہزارہا

کرو اور عوام کو پڑا بکنے دو۔ لیکن سائنس اسی حساب اور جبر و مقابلے اور اُقلیدس کا نام تو نہیں ہے سائنس ایک دریاے ناپیدا کنار ہے جس کی نسبت سائنس کا گُرو گھنٹال سر آیزک نیوٹن (تعجب ہے کہ تم لوگ اس شخص کا نام سُن کر تعظیما کھڑے نہیں ہو گئے نہ کسی نے نعرۂ خوشی بلند کیا اور نہ ہتیلیوں کے پٹنے کی آواز آئی) یہ سر آیزک نیوٹن کہہ مرا ہے کہ میری اور سائنس کی ایسی مثال ہے کہ ایک نادان لڑکا سمندر کے کنارے بیٹھا گھونگے اور سیپیان جمع کر رہا ہے اور اپنے جی میں خوش ہے کہ حاصل بحر یہی چند گھونگے اور سیپیاں ہیں اس کو ان بیش بہا موتیوں کی خبر ہی نہیں جو قعر دریا میں مدفون ہیں۔ زمانہ ترقی کر رہا ہے اور روز نئی نئی باتیں نکلتی چلی آتی ہیں۔ بہت سی باتیں ہنوز زیر تحقیقات ہیں لوگ اٹکلیں دوڑا رہے ہیں دیکھئے گوہر مقصود ہاتھ لگتا بھی ہے یا نہیں۔ مالھم بذلت من علم ان ھم الا یظنون (ان کو اس کا علم نہیں مگر نرا گمان ہی گمان ہے) یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہم ان لوگوں کی تخمین و تحری کو بھی قطعی الثبوت میں داخل کر لیں۔ یہ تو ویسی ہی بات ہوئی کہ دنیا میں تاریخ کی سینکڑوں ہزاروں کتابیں ہیں نہ تو اُن کے مصنفوں کا حال معلوم نہ اُن کی صداقت کا یقین نہ ان کا ماخذ متعین۔ بااین ہمہ ان کے رطب و یابس کو کان دبا کر تسلیم کر لیا جاتا ہے اور انگریزی خوانوں کو ہم ان کی روایات سے استشہاد کرتے دیکھتے ہیں۔ اور ایک مذہبی تاریخ ہم مسلمانوں کی حدیث ہے جس کے پیچھے بڑے بڑے متقی پرہیزگار لوگوں نے عبادت سمجھکر عمریں صرف کر دی ہیں اُن کی اتنی بھی توقعت نہیں جتنی انگریزی ناولوں (افسانوں) کی۔ اس واسطے کہ ان نیک بندوں نے صرف حدیث کی تنقید کے لیئے دور و دراز ملکوں کے سفر کیئے ہزاروں راویوں کے لائف تحقیق کی کہ ان کی دیانت کیسی تھی انکا حافظہ قوی تھا یا ضعیف پھر جس سے روایت کرتا ہے اُس سے اِس کو ملنے اور حدیث سننے کا اتفاق بھی ہوا تھا یا نہیں پھر روایت کے وقت دونوں کی عمر کیا تھی اس طرح ایک بات کی بال کی کھال نکالی جانے گی تو اس میں ایسا تو کیا ہے کہ اختلاف نہ ہو تو جو اختلافات تحقیق ہوئے وہ بھی ان بزرگواروں نے بے کم و کاست ظاہر کر دیئے۔ اب ان ہی اختلافات کی وجہ سے حدیث بے اعتبار ہے ایک مجسٹریٹ تھا اور اُس کو عام گواہوں کی طرف سے تھی بے اعتباری۔ جب کوئی گواہ اس کی روبرو پیش ہوتا وکیل خصم کی طرح اس کے پیچھے پڑ جاتا اور گواہ سے ایسے ایسے سوال کرتا کہ تم اس مکان میں گئے

جیسی جیسی ہدایتیں ہمکو شارع سے ملی ہیں ان میں سے تھوڑا سا بیان کروں۔ خدا نے عقل کو مدار تکلیف قرار دے کر قرآن کے متعدد مقامات پر عقل انسان کی رسائی کی ایک حد باندھ دی ہے کہ اس سے آگے نہ بڑھے۔ مثلاً روح کے بارے میں فرمایا یسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (اے پیغمبر تم سے لوگ روح کا حال دریافت کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ روح خدا کا حکم ہے اور تم کو تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے)۔ پس مسئلہ روح کی نسبت ہم کو صاف طور پر منع کر دیا کہ یہ باتیں تمھاری سمجھ سے باہر ہیں۔ دوسری جگہہ فرمایا عندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو (غیب کی کنجیاں خدا ہی کے پاس ہیں اُس کے سوا کسی کو اُس کی خبر نہیں) اور مزید توضیح کے لیئے غیب کی مثالیں بھی بیان کر دیں ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر (قیامۃ کا علم خدا ہی کے پاس ہے اور وہی مینھ برساتا ہے اور پیٹ کے بچوں کو جانتا ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل اس کو کیا پیش آئے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کس جگہہ مریگا ان سب باتوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور وہی سب باتوں سے خبردار ہے)۔ لیکن الانسان حریص علی ما منع لوگ کیا باز آنے والے تھے شروع سے غیب کے پیچھے پڑے ہیں۔ نجوم اور رمل اور جفر یا ہمارے زمانے کے مثلاً میٹیرولاجکل آبزرویشنز وغیرہ یہ سب کیا ہیں اسی غیب کی جستجو اور تلاش ہے جس کو خدا فرما چکا کہ تمھارے بس کا نہیں۔ سائنس کی شوخیاں تو اس حد کو پہنچیں کہ مینھ کے برسنے کا وقت تو وقت لوگ خود مینھ کو اپنا تابع فرمان کرنا چاہتے تھے کہ جب چاہا اور جہاں چاہا اور جتنا چاہا برسا لیا۔ اس سے بڑھکر یہ سُنا کہ لوگوں نے مرغی کو انڈے سیتے دیکھکر سمجھا کہ مرغی اس کے سوا کرتی کیا ہے کہ ایک وقت خاص تک دن رات انڈوں کو دبائے بیٹھی رہتی ہے تو انھوں نے پہلے اس حرارۃ کا اندازہ کیا جو مرغی کے جسم سے انڈوں کو پہنچتی ہے پھر چاہا کہ کسی تدبیر سے وتنی ہی حرارۃ خارج سے انڈوں کو پہنچا کر چوزے پیدا کر لیں۔ بہتیرے جتن کیئے جس انڈے پر خارج سے عمل ایصال حرارۃ کیا گندہ۔ مطلب یہ کہ نہ پانی برسا سکے اور نہ چوزے پیدا کر سکے مگر ہاں لوگوں پر یہ ظاہر کر دیا کہ انسان کے خبط کا بھی کچھ ٹھکانا نہیں۔ ان سے کچھ تعجب نہ سمجھو کہ مرغی کے سیئے بے دن انڈوں سے چوزے نکلوانے کی جگہہ کوئی تجویز سوچیں کہ آپ ہی انڈے بھی دے لیا کریں تو مجکو سائنس کی

برس سے کھڑے ہیں اور آج تک ان کی ساخت سمجھ میں نہیں آئی۔ باوجودیکہ ان پر کتبے بھی ہیں مگر صفحہ ہستی سے ان کے سمجھنے والے معدوم۔ پیغمبر صاحبؐ کیسے نام و نمود کے شخص ہو گزرے ہیں کہ آج ۲۶ کروڑ آدمی ان کا کلمہ بھرتے ہیں ان کی ولادت میں اختلاف عمر میں اختلاف وفاۃ میں اختلاف اور ابتداے آفرینش کے مقابلے میں یہ گویا کل کی بات ہے۔ عرب کے لوگوں کو انساب پر بڑا فخر تھا اور کسی قوم نے عرب کی طرح انساب کو محفوظ نہیں رکھا اس پر پیغمبر صاحب عدنان تک اپنے نسب نامے کو صحیح فرماتے ہیں اُس سے اوپر مخدوش۔ جب گزشتہ واقعات کے دریافت کرنے میں انسان عاجز ہے تو آئندہ کے واقعات کو اس کا علم کیونکر احاطہ کر سکتا ہے اور آیندہ کے واقعات بھی وہ واقعات جو اس کے مرے بعد واقع ہوں گے جیسے قیامۃ کے حالات۔ جنۃ اور دوزخ کی کیفیۃ۔ ثواب و عقاب کی نوعیۃ۔ بے شک انسان کی قوتوں میں سے ایک قوۃ کیوری آسٹی بھی ہے کہ وہ ہر ایک چیز کی کُنہ کو دریافت کرنا چاہتا ہے اور یہی قوۃ ہے جو پرواز ترقی کے لیئے بال و پر کا حکم رکھتی ہے اگر یہ قوۃ نہ ہوتی تو انسان بھی دوسرے جانوروں کی طرح فطری حالۃ سے ایک انچ بھی آگے نہ سرک سکتا **قطعہ**

مرغک از بیضہ بروں آید و روزی طلبد   آدمی زادہ ندارد خرد و عقل و تمیز
آں بناگاہ کسی گشت و بچیزے نرسید   ویں بتمکین و فضیلۃ بگذشت از ہمہ چیز

لیکن مارل فلاسفی (علم اخلاق) کی کتابوں میں بجاے خود ثابت کر دکھایا گیا کہ انسان کی کوئی سی بھی قوۃ جب تک درجۂ اعتدال میں ہے فضیلۃ ہے اور درجۂ اعتدال سے گھٹی بڑھی اور رذیلۃ ہوئی۔ مثلاً قوۃ غضبی توسط کے مرتبے میں شجاعۃ ممدوح ہے افراط میں تہور تفریط میں جبن کہ یہ دونوں مذموم ہیں۔ اسی طرح کیوری آسٹی حد سے بڑھ جائے تو اس کو کریزی کہتے ہیں اور میں معافی مانگ کر آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ انگریزی خواں اکثر اس قوۃ کیوری آسٹی کا ابیوز کرتے ہیں یعنے جہاں مساغ عقل نہیں وہاں بھی عقل کو لے دوڑتے ہیں اور اسلام سے اور ان لوگوں سے جو نہیں بنتی تو زیادہ تر اسی کیوری آسٹی کی وجہ سے ابیوز سے نہیں بنتی پیغمبر صاحبؐ جن کے مشن کا خلاصہ تھا تتمیم مکارم اخلاق انک لعلی خلق عظیم انھوں نے اس قوۃ کیوری آسٹی کے ضبط کی نسبت بہت کچھ فرمایا مگر افسوس ہے کہ ہم لوگوں کو اُس پر نظر نہیں اور اس کا ضرر عاجل یہ ہے کہ بہت سے لوگ گم راہی کے کنارے پر آ لگے ہیں۔ مجکو تقاضاے وقت نے مجبور کیا ہے کہ اس بارے میں

پر نظر کرو کہ اس پر میں جلوہ گر ہوں گا اگر پہاڑ اپنی جگہہ جما رہا تو عجب نہیں تم مجکو دیکھ سکو۔ پھر جب خدا پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسےٰ غش کھا کر گر پڑے جب ہوش آیا تو بول اُٹھے کہ تو قید جسمانیۃ سے پاک ہے اور میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے تجھپر ایمان لایا) میں اپنی طرف سے مذہب کے بارے میں تحقیقات کو نہیں بلکہ کر پزی کو منع کرتا ہوں قرآن میں اس کی سخت ممانعت ہے ایک جگہہ فرماتے ہیں ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابہات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب (اے پیغمبر خدا وہ ذات پاک ہے جس نے تم پر قرآن اُتارا اس میں بعض آیتیں تو صاف ہیں اور وہی اصل کتاب ہیں اور دوسرے مشتبہ ہیں۔ تو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فساد کی تلاش اور تاویل کی جستجو کے لیئے مشتبہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں حالانکہ ان کی تاویل خدا کے سوائے کسی کو معلوم نہیں اور جن لوگوں کی معلومات غائر یعنے گہری ہے وہ بول اُٹھتے ہیں ہمارا اس پر ایمان ہے یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کے یہاں سے اُترا ہے اور خردمند لوگ ہی نصیحۃ مانتے ہیں) بات یہ ہے کہ مذہب اصل مذہب تو محتاج کاوش و تفتیش ہے نہیں یہ سب خدع نفس ہے کہ لوگ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی اُدھیڑ بُن میں لگے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس کمال دینداری یہی ہے۔ جیسے کوئی بڑا شاطر گھر میں بیٹھا بیٹھا شطرنج کے مشکل سے مشکل نقشے حل کیا کرے اور جانے کہ میں بڑا جنرل ہوں۔ دین اور دین سے میری مراد ہے اسلام ان الدین عند اللہ الاسلام چند خیالات ہیں فطری ان کو نہ بہت ساری عقل درکار ہے اور نہ بڑی معلومات کی ضرورۃ ہے۔ مولانا ے روم فرماتے ہیں ؎

گر باستدلال کار دیں بُدے — فخر رازی رازدار دیں بُدے

اور حدیث شریف میں پیغمبر صاحب نے دین العجائز والکتاب کی مدح فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینداروں کی نظر میں استدلال کی کیا وقعت ہے۔ انسان عقل رکھتا ہے تو استدلال اس کا خاصہ طبیعی ہے مگر میرا مطلب یہ ہے کہ اس خاصے کو حد سے زیادہ کلٹویٹ (تختہ مشق) نہ کیا جائے نہ کہ آپ ہی آپ شکوک پیدا کرنا جن کی طرف معمولی ذہن خواب و خیال میں بھی منتقل نہیں ہوتے اور آپ ہی ان کے جواب دینا۔ اور پھر جواب کا مرتبہ تاویل کا مرتبہ ہے اور بسا اوقات تاویل سے پوری تسکین نہیں بھی

بے قدری کرنی منظور نہیں اور سائنس کی بے قدری کر نہیں سکتا الامن سفہ نفسہ مگر ہاں
نوجوان انگریزی خوانوں کو یہ بات سمجھا دینی ضرور ہے کہ سائنس کی اس قدر وقعت نہ کریں جسکا
وہ مستحق نہیں اور یہ بھی نہ سمجھیں کہ ہر جگہ سائنس چل سکتا ہے ۔

نہ ہر جا ئے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن

مذہب میں اکثر باتیں ایسی پاؤ گے جو سائنس کی رسائی کی حد سے باہر ہیں۔ مذہب میں زیادہ تر
ایسے حالات ہیں جو انسان کو بعد مرگ پیش آئیں گے۔ مذہب ان مستقبلات کی پیشین گوئی کرتا
ہے جو قیامت کے وقت یا اس سے کچھ پہلے اشراط الساعۃ کے طور پر آیندہ واقع ہوں گے
مذہب خدا کے صفات کے متعلق کچھ عقیدے تعلیم کرتا ہے اور یہ سب معاملات ایسے ہیں کہ عقل
کی عینک سے ہم کو دکھائی دیتے ہیں مگر اس قدر دھندلے کہ دیکھے نہ دیکھے برابر۔ ہم اپنی فطرۃ
کی رو سے اتنا تو بے دلیل جانتے ہیں کہ ہم کو مرے پیچھے ایک طرح کی ہستی ہوگی مگر کیونکر ہوگی
اور کیسی ہوگی یہاں عقل کچھ کام نہیں کرتی اور یہی تو وجہ داعی ہوئی ہے کہ مذہب ہو اور بنور
وحی ہم کو اس ورطہ حیرت سے نکالے۔ اب جو کچھ ہم کو خدا نے بتایا اس میں چون و چرا کرنا۔ یا
اُس سے زیادہ کا حوصلہ کرنا یہی کربڑی ہے۔ اور سائنس اس طرح کی غذا ہے کہ کربڑی کی خلط
فاسد کی طرف کو جلد مستحیل ہو جاتی ہے۔ سائنس کے سے ثبوت دیکھتے دیکھتے ان لوگوں کا بنٹ
آف مائنڈ (رجحان طبع) اس طرح کا ہو جاتا ہے کہ بدون اس قسم کے ثبوتوں کے ان کو تسلی نہیں ہوتی۔
اور یہ تو نہ آج تک کوئی کر سکا ہے اور نہ کر سکتا ہے اور نہ آیندہ کوئی کر سکے گا۔ یہ تو یہیل کا سوال ہے
جو یہود نے موسیٰ سے کیا تھا ارنا اللہ جھرۃ (ہمیں خدا کو سامنے لاکر دکھاؤ) لیکن موسیٰ یہود کو کیا
خدا کا دیدار دکھاتے جب کہ ان کا اپنا وہ حال ہو گیا تھا جس کا بیان سورۂ اعراف میں ہے ولما
جاء موسی لمیقاتنا و کلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل
فان استقر مکانہ فسوف ترانی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسی صعقا
فلما افاق قال سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین (اور جب ہمارے وعدے پر آ
حاضر ہوئے اور خدا نے ان سے باتیں کیں تو موسیٰ نے عرض کیا اے خدا اتنی اجازۃ دے
کہ میں تجکو ایک نظر دیکھ لوں خدا نے فرمایا تم مجکو نہیں دیکھ سکو گے مگر ہاں سامنے کے پہاڑ

جالندھر میں مقام تھا۔ ایک بنگلہ ہم لوگوں کے لیئے خالی کرالیا گیا تھا اس میں ہم سب لوگوں کے
سینگ نہ سما سکے تو میں اور مولوی ذکاء اللہ پاس کے پاس ایک دوسرے بنگلے میں جا پڑے
جس میں صاحب مکان بھی رہتے تھے اور وہ تھے عیسائی اور عیسائیوں میں بھی پادری اور ہم کو ایسا ویسا
مسلمان اپنے یہاں ٹھیرنے بھی کیوں دینے لگا تھا۔ صاحب خانہ کو یہ تو معلوم تھا کہ ہم لوگ سید احمد
خاں کے ساتھ ہیں تو یہ بھی ضرور جانا ہوگا کہ نیچری ہیں اور نیچری ہیں تو آدھے کرسٹان بھی ہوں گے
رات کے وقت مجھ سے باتیں ہونے لگیں تو اُنھوں نے اسلام پر وہی معمولی بودے پھسپھسے اعتراض
کرنے شروع کیئے جو عیسائی کیا کرتے ہیں ازاں جملہ اُنھوں نے بہشت کا بھی تذکرہ کیا کہ مسلمانوں
کی کیسی لغو اور بیہودہ بہشت ہے خدا کے تقدس کے بالکل خلاف۔ میں نے تو چلتا ہوا سا یہ جواب
دے دیا تھا کہ دنیا ہی کے پیدا کرنے سے خدا کے تقدس میں کونسا فرق آگیا ہے کہ بہشت کی وجہ
سے آجائے گا۔

مضمون میں نے ایسا وسیع اختیار کیا ہے کہ میں اسپر بہت کچھ کہہ سکتا ہوں اور مجکو بہت کچھ کہنا
چاہیئے بھی مگر وقت وسیع نہیں اور لوگ مذہبی باتوں سے بدمزہ ملول بھی ہو جاتے ہیں) میں نے
اس قسم کے خیالات میں ایک ناول لکھا ہے اور اُس کا نام ہے رویائے صادقہ۔ وہ پبلک کے
روبرو پیش ہوگا۔ اور لوگ آپ اپنی جگہہ فیصلہ کرلیں گے کہ میرے مذہبی خیالات درست
ہیں یا نادرست۔ طبیعت میری بھی نیچریوں ہی کی سی واقع ہوئی ہے۔ اتنا فرق ہے کہ نیچری
حتی الوسع سائنس کی طرف داری کرتے ہیں اور میں حتی الوسع اسلام کی۔ ربنا لا تزغ
قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب

ہوتی اور شبہے کا کچھ نہ کچھ اثر طبیعت میں رہ ہی جاتا ہے اور جب بار بار اور کثرت سے ایسے مواقع پیش آتے ہیں تو شک کو ترقی ہوتے ہوتے آدمی صاف وصریح باتوں میں بھی بے اصل شبہات کرنے لگتا ہے یہ ہے وہ خطرناک حالۃ جس کو بے دینی اور لامذہبی کی تمہید کہنا چاہیئے اور جس سے متنبہ کرنا میرا مقصود ہے نکونوا علی حذر۔ وہ شیطان اور فرشتوں کا جھگڑا جس کا بیان قرآن میں ہے تمثیل ہی سہی مگر اُس سے جو بڑے کام کی بات مستنبط کی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اسی استدلال اسی کربزی اسی کٹھ حجتی کی وجہ سے شیطان راندہ جا چکا ہے اُس کو حکم دیا گیا کہ آدم کو سجدہ کرے اور وہ لگا بحث کرنے انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ علم جس کے درجے کو کوئی فضیلۃ نہیں پاتی کربزی کے رنگ میں آکر ایسی نقصۃ پہنچاتا ہے جس سے فروتر کوئی رزیلۃ نہیں العلم حجاب اکبر ہم دیکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی اصحاب کو بڑی سختی اور تاکید کے ساتھ ایسی باتوں سے روکتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ صحابی صفہ میں بیٹھے ہوئے قضا وقدر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اتنے میں حضرت برآمد ہوئے اور یہ معلوم کر کے کہ قضا و قدر میں بحث ہو رہی ہے سخت ناخوشی ظاہر فرمائی کہ کیا میں ایسے ہی جھگڑے تمہارے لیئے لیکر آیا ہوں ایسی ہی باتوں میں پڑکر تم سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں تم بھی لگے ان ہی کی ریس کرنے خبردار جو آگے کو کبھی میں نے کسی کو ایسا کرتے دیکھا ہوگا۔

ایک ایمان وہ تھے کہ پیغمبر نے کہا رات ہم ساتوں آسمان کی سیر کر آئے ان کی اس بات کا ایسا یقین کر لیا کہ اُلٹ کر یہ بھی تو نہ پوچھا کہ کیونکر گئے اور کس طرح پر آئے اور جو کسی نے دریافت کیا کہ تمکو کیونکر یقین آگیا ہوگا تو کیسے کھلے دل سے کہتے ہیں پیغمبر کے فرمانے سے۔ ایک ایمان وہ تھے کہ کسی نے کلیلہ دمنہ کی سی حکایت بیان کرتے کرتے بھیڑیوں اور بکریوں کی کچھ گفتگو نقل کی نیچریوں کی بھی بڑی بُرانی کھوپریاں ہیں مستمعین میں کوئی نیچری طبیعۃ کا بھی آدمی رہا ہوگا اس نے تعجب سا کیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا خدا کی قدرۃ سے کچھ بھی بعید نہیں میرا تو یہی عقیدہ ہے اور ایسا ہی عقیدہ ابوبکر اور عمر کا بھی ہے۔ اور ایک ایمان یہ ہیں کہ گزشتہ اور موجودہ واقعات بھی نہیں واقعات مستقبل یعنے عاقبۃ کے متعلق خلاف عادۃ ذرسی سی کوئی بات سن پائیں تو مارے اعتراضوں کے اتو کر دیں۔ پچھلی گرمیوں میں جو سید احمد خاں کے ساتھ پنجاب جانے کا اتفاق ہوا تو لوٹتیوں کو ایک دن کے لیئے

لکچر نمبر ۲۱ - اخوت اسلامی پر

جسکو جناب مولنا و بالفضل اولنا مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب نے
انجمن حمایت اسلام لاہور کے دسویں سالانہ جلسے میں دیا

مع

لکچر نمبر ۲۲ - متعلق مدرسہ طبیہ دہلی

جسکو

جناب مولوی صاحب موصوف نے اپریل ۱۸۹۵ع کو مدرسہ طبیہ دہلی کے
چھٹے سالانہ جلسے مین بیان فرمایا

محمد نذیر حسین [illegible] دہلی بازار دریبہ کلاں کی فرمایش سے

۱۸۹۵ع

مطبع انصاری واقع دہلی میں بکمال خوبی چھپا ۱۳۱۲

اشتہار

رؤیائے صادقہ

اسوقت یہ سب سے اخیر ناول ہے جو مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب نے حال میں لکھا ہے اگرچہ مولوی صاحب کے کُل ناولوں اور لکچروں میں مذہبی شان ہوتی ہے مگر اس شان کو عجب شان سے اختیار کیا ہے۔ صادقہ ایک عورت ہے جس کا دماغ خدا نے اسطرح کا بنایا ہی کہ وہ ہمیشہ سچے خواب دیکھا کرتی ہے۔ ادھر سید صادق علیگڈھ محمڈن کالج کا طالبعلم فرض کیا گیا ہے۔ بی اے پاس۔ سید صادق متزلزل العقیدہ ہے جیسا کہ عموماً انگریزی خواں طالبعلم ہوا کرتے ہیں۔ صادق اور صادقہ ایک دوسرے کے ساتھ بیاہے گئے ہیں۔ میاں تو رہنے والا بنارس کا ہی اور بی بی دلی کی۔ بی بی کے تعلق سے میاں دلی میں رہنے لگا جہاں مذہبی اختلاف کا بڑا غل ہی دلی کی سوسائٹی میں صادق کے مذہبی شکوک کو بہت ترقی ہوئی شکوک کے ساتھ اسکی پریشانی بڑھی صادقہ نے خواب کے ذریعہ سے شکوک اور پریشانی کو رفع کیا۔ اس ناول میں یہ بات ثابت کیگئی ہی کہ سچا اسلام بالکل عقل کے مطابق ہی اور اسمیں شکوک و اشتباہات کو دخل ہو نہیں سکتا قصہ کا خلاصہ یہ ہی ضمناً قصہ میں جو دوسرے مفید مضامین آگئے ہیں وہ ناول کے دیکھنے سے معلوم ہونگے۔ قیمت کاغذ ولایتی (۱۲؎) کاغذ دیسی (۸؎) اسکی خریداری کی درخواستیں مطبع صدیقی دہلی میں بنام محمد نذیر حسین تاجر کتب آنی چاہئیں

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد

یہ گولڈن رول یعنی قاعدہ زرین ایسا ہے جو آب زر سے لکھنے کی لائق ہے آپ سب صاحبوں نے سنا تو ہوگا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس موقع پر اسکو کیونکر عمل میں لایا جاتا ہے۔ مکان تو انجمن حمایت اسلام کا مکان ہے۔ اور وقت اسکا سالانہ جلسہ تو جو کچھ کہا جائے ضرور ہے کہ اس مکان اور اس وقت کے مناسب ہو یعنی ہر ایک بات سے اسلام کی حمایت نکلے لیکن اسلام کی حمایت کے پیرایے ہیں مختلف۔ ایک وقت تھا کہ لوگ اسلام کے نام کو صفحۂ روزگار سے نیست نابود کر دینا چاہتے تھے یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون[1] اُس وقت اسلام کو فوجی قوۃ کی ضرورۃ تھی اور اسلام کی حمایت اسی میں منحصر تھی کہ فوجی طاقت سے اُسکی تائید کی جائے چنانچہ ایسا ہی حکم بھی تھا واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم وآخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم وما تنفقوا من شئ فی سبیل اللہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون[2]۔

ابھی دو منٹ لکچر دیتے ہوئے نہیں گزرے کہ میں لگا عربی بگھارنے۔ یہ دقت مجکو ہر جگہ اور ہمیشہ پیش آتی ہے۔ کیا کیا جائے کہ یہی ٹوٹی پھوٹی عربی تو اپنی ساری عمر کا سرمایہ ٹھیری۔ اور لکچر دینے پڑتے ہیں اسلام پر مسلمانوں کی تعلیم پر مسلمانوں کی انجمنوں پر۔ تو چار و ناچار قرآن حدیث سے استشہاد کرنا ہوتا ہے اتنا وقت نہیں ملتا کہ پہلے عربی پڑھوں پھر اُسکا ترجمہ کروں ٭

ط۱ کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو مونہ سے پھونک مار کر بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کو پورا ہی کر کے رہے گا۔ اس میں کافروں کو برا لگے تو لگے ۱۲

ط۲ اور کافروں کے مقابلے کے لئے جہاں تک تم مسلمانوں سے بن پڑے زور بہم پہنچاؤ اور گھوڑے باندھو کہ ایسا کروگے تو دشمنان خدا اور تمہارے دشمن ڈر جائنگے اور ان کے سوا دوسرے مخالف جن کو تم نہیں جانتے اللہ خوب جانتا ہے تم سے ڈریں گے اور جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کروگے قیامت کے دن تمکو پورا پورا عوض ملے گا اور کسی طرح تمہاری حق تلفی نہ ہوگی ۱۲

مختصر فہرست کتب دکان محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی بازار دریبہ کلاں علاوہ اس کے ہر ایک قسم کی کتابیں فرمایش آنے پر بذریعہ ویلو پے ایبل روانہ ہو سکتی ہیں محصول خریدار کے ذمہ

نام کتاب	قیمت
سیرۃ النعمان یعنے سوانح عمری حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔ قیمت فی جلد ..	عہ/
حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان یہ کتاب سیرۃ النعمان کی تردید میں ہے	۸/
سیرۃ الفاروق یعنی سوانح عمری حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے وقت سے اخیر زمانہ خلافت کا ذکر ہے فی جلد ..	عـگ
شرف المناقب یعنی سوانح عمری بو علی شاہ قلندر پانی پتی	۳ر
روضۃ الاقطاب یعنے سوانح عمری خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فی جلد مجلد	۲ر
آئینہ سکندری یعنے سوانح عمری سکندر اعظم شاہ مقدونیہ سوانح عمری عمرو عیار۔ یہ کتاب بہت عمدہ ہے	۹ر
سوانح عمری نورجہان بیگم۔ پہلا سے ایک کتاب نورجہاں کی سوانح عمری میں لکھی گئی ہے مگر وہ مفصل نہیں یہ کتاب حال میں دہلی کے مشہور مصنف میرزا حیرت صاحب نے تصنیف کی ہے اور ایسے مفصل اور مدلل حالات درج کئے ہیں جن سے ثابت ہے کہ اسلام میں مستورات بھی بڑی جلیل القدر اور اولو العزم گذری ہیں اور جابجا نورجہاں کی نسبت انگریز مورخوں کے اقوال اور رائیں لکھی ہیں میرزا صاحب نے یہ کتاب بہت عمدہ اور زمانہ حال	۱۴ر

نام کتاب	قیمت
کے لوگوں کے لیئے فائدہ بخش تصنیف کی ہے اب مصنف ممدوح سے بڑھکر کوئی اس بہادر بیگم کی سوانح عمری کیا لکھیگا قیمت بھی کچھ گراں نہیں ہے صرف فی جلد	عہ
تذکرۂ تیمور یعنی سوانح عمری امیر تیمور شاہ صاحبقران فی جلد	۴ر
تذکرۃ الحسنین یعنی امام حسنین رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری فی جلد	۲ر
سوانح عمری شیخ ابو الفضل علامی	۴ر
سوانح عمری راجہ بیربل فی جلد	۲ر
تذکرہ بابر یعنی سوانح عمری بابر شاہ قیمت فی جلد	۱ر
تذکرہ غوثیہ یعنی سوانح عمری و ملفوظات جناب مولانا غوث علی صاحب قیمت فی جلد ...	۳ر
محبن الارواح یعنے سوانح عمری معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالی فی جلد .	۲ر
المامون یہ بھی ایک قابل دید کتاب ہے اور ضخیم ہے عمدہ چھپی ہے قیمت اسکی بلحاظ ضخامت	۹ر

کتب ناول وغیرہ

نام کتاب	قیمت
دلربا یعنے ایک حسرت نصیب کی پُردرد کہانی۔ عاشق دلفگار کی افسوسناک سرگذشت ...	عہ
کنیز فاطمہ یا ارباب نشاط یعنے ایک مسلمان لیڈی کی سرگذشت قیمت فی جلد ..	۴ر
عصمتی یہ بھی ایک عمدہ ناول ہے قیمت فی جلد ...	

نام کتاب	قیمت
دلفریب یعنی ایسا ناول ہیں ۱۸۵۷ء کے غدر کے حالات اور ایک شریف خاندان کی تباہی بے بسی اور بیکسی کی تصویریں پڑھنے سے ایک عجیب اثر ہوتا ہے ...	۴ر
حسن انجلینا یعنی یہ وہ ناول ہے جسمیں ترکوں سے روسیوں کی لڑائی اور ایرانیوں کا جوش اسلام سے ترکوں کی مدد کو آنا اور روسیوں کو ستوا ترکیں مکرانیہ فتوحاتیں حاصل کرنا اور پھر ایرانیوں اور ترکوں کا باہم مذہبی فساد ہونا وغیرہ وغیرہ درج ہے یہ بھی ایک بینظیر ناول ہے	۳ر
منصور وموہنا یہ وہ ناول ہے جسمیں سلطان محمود غزنوی کے جوش اسلامی اور ہندو راجہ جمیر کی بہادری کی سچی تصویریں نظر آتی ہیں قیمت فی جلد	۴ر
ملک العزیز وورجنا یعنے یہ وہ ناول ہے جسمیں اسلامی شان وشوکت اور دین اسلام کے بینظیر نمونے نظر آتے ہیں	۴ر
شہید وفا یعنی نہایت ہی پُر اثر اور دلپذیر قصہ اسپین کی تاریخ سے لیکر ڈراما کی وضع میں لکھا گیا ہے اردو میں صرف یہی ایک ناول ہے جسکے ذریعے سے نظر آتا ہے کہ اہل عرب کے زوال کیوقت ہسپانیہ میں مسلمانوں کی کیا حالت تھی	۴ر
درگیش نندنی یہ وہ ناول ہے جسمیں اجمیر کی بہادری	۴ر

نام کتاب	قیمت
اور مسلمانوں کی سچی حمیت اسلامی اور ایک پارسا عورت کا سچا عشق وغیرہ وغیرہ درج ہے اسکے مصنف بھی مولوی عبد الحلیم صاحب شرر ہیں	عہ
دلکش حصہ اول۔ یہ ناول بھی قابل دید ہے شروع کرو تو بغیر ختم کیئے چین نہیں آتا قیمت فی جلد	۶ر
دلکش حصہ دوم۔ فی جلد	۸ر
بزم خیال۔ یہ ناول بھی دیکھنے کے قابل ہے	۱۲ر
جہانگیر شکسپیر کے مشہور ہملٹ کا ترجمہ قیمت فی جلد	عہ
ثمرۂ دیانت اس کتاب میں آداب فرہنگ و مفید الملازمین وغیرہ کی کیفیت بطور ناول کے فی جلد	۶ر
ناول دلفگار ٹکسالی شستہ زبان چست بندش پاکیزہ خیالات چبھتے ہوئے فقرے مؤثر داستان درد انگیز رام کہانی جیتی جاگتی تصویریں عشاق کی مشکلات و مصائب کا فوٹو۔ زمانہ کے فراز و نشیب اور نیرنگیاں۔ جذب الفت اثر محبت کشش دل پھر آخر پاکبازی نیکی اور محبت کے صلہ میں کامیابی نہ صرف دل لگی اور چہلا ہی بلکہ سنجیدگی اور متانت کو بھی ساتھ لیئے ہوئے نہ صرف عشق کے جنون پیدا کرنیوالے خیالات ہی بلکہ عبرت انگیز اور دانائی کا سبق دینے والے حالات بھی خندہ و گریہ بھی اپنے اپنے موقع پر نہایت موزون اور مناسب شروع کرکے ختم کیئے بغیر چھوڑنیکو جی نہیں چاہتا قیمت کاغذ	عہ

دہلوی .... اعلیٰ ۸ / ادنیٰ مجلد ۶ /

قریب قریب ایسا ہی حال میرا ہے۔ لکچر دونگا تو عربی ضرور ہوگی سمجھو یا نہ سمجھو۔ مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ بھئی عربی پڑھو تو وہ اُلٹا بُرا مانتے ہیں۔ کیوں جی آج کسی ادنے درجے کے حاکم کا سمن آتا ہے یا کوئی ادنے درجے کا حاکم کسی کے مقدمے میں فیصلہ صادر کرتا ہے تو کوئی تم میں ایسا بے پروا ہے کہ پڑھنا جانتا ہو اور اُسکو نہ پڑھے یا پڑھنا نہ جانتا ہو اور اُسکو پڑھوا کر نہ سُنے۔ اور سمن اور فیصلے کو بھی چولھے میں ڈالو۔ کبھی تار آجاتا ہے تو اُسکے پڑھنے اور پڑھوانے تک گھر کے سارے کام بند ہوجاتے ہیں۔ ایک پیسے کے کارڈ کی بھی کچھ حقیقت ہے بے پڑھے نہیں رہا جاتا۔ لیکن قرآن احکم الحاکمین کا فرمان تیرہ سو برس کا آیا ہوا رکھا ہے اب اپنی اپنی جگہ سمجھ لو کس کس نے پڑھا اور کس کس نے پڑھوا کر سُنا۔ اور اسپر اسلام کے لمبے چوڑے دعوے اور بڑے جوش و خروش۔ اور اگر کسی مُسلمان بھائی کا دل جلے ع دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں ✦ اور وہ تمکو سختی سے عربی کے پڑھنے کو کہے تو تم اُسکا مونہ کھسوٹنے کو موجود ہوجاؤ ✦

تم ہندو کیا خوش ہوئے۔ آخر ہو تو اسی ہندوستان کے مُسلمانوں نے عربی کی قدر نہ جانی تو تمنے سنسکرت کی۔ اور افسوس ہے کہ دونوں زبانیں کلاسکل (ام الالسنہ) تھیں اور کلاسکل ہونے کے علاوہ غضب یہ ہے کہ مذہبی اب حال یہ ہے کہ سنسکرت کے لیئے جرمن جاؤ اور عربی کے لیئے فرانس۔ اس سے بڑھکر بے عزتی اور مصیبت کی کوئی اور بات بھی ہوسکتی ہے۔ نتیجہ کیا ہے کہ ہندو اپنے وید سے بالکل بے خبر ہیں اور یہی حال مُسلمانوں کا ہونے والا ہے کہ اگر عربی کی طرف سے یہی غفلت رہی تو اَلحَمدُ اور اَلحَمدَ پر لڑا کرینگے اور کوئی اتنا کہنے والا نہوگا کہ صحیح لفظ اَلحَمدُ ہے تم بوڑھے طوطے تو اب کیا پڑھ سکتے ہو لیکن اپنی نسلوں کو کیوں برباد کر رہے ہو۔ اچھا بھائیو جو تمھاری سمجھ میں آئے سو کرو۔ اپنا کام تو کہہ دینا ہے وہ بھی اس سبب سے کہ بُلا بُلا کر کہلواتے ہو۔ تمھارے سبب سے میں تو اپنی وضع کو چھوڑنے والا نہیں۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ ایک وقت تھا کہ لوگ اسلام کے نام کو صفحۂ روزگار سے نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے اُسوقت اسلام کو فوجی قوۃ کی ضرورۃ تھی اور اسلام کی حمایۃ اسی میں منحصر تھی کہ فوجی طاقۃ سے اُسکی تائید کیجائے چنانچہ ایسا ہی حکم بھی تھا۔ واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم وما تنفقوا من شئ فى سبيل الله يوف اليكم وانتم لا تظلمون۔ میں اس آیۃ کے جزو اخیر کی طرف آپ صاحبوں کی توجہ کو زیادہ تر مصروف کرنا چاہتا ہوں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُسوقت جہاد ہی سبیل اللہ تھا اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے یہی ایک معنی تھے کہ جسکو جتنا مقدور ہو ساز و سامان حرب کے بہم پہنچانے میں خرچ کرے۔ ہتیار خریدے اونٹ گھوڑے مول لے

اس پر مجکو اسد اللہ خاں غالب یاد آئے۔ کہ وہ بڑے مشکل گو شاعر تھے۔ وہ ابتدا میں فارسی کہا کرتے تھے بلکہ فارسی بھی نہیں پارسی اور پارسی بھی نا آمیختہ بتازی ہیرا نو کھے استعارات اچھوتی تشبیہات لفظی تعقیدات تو ان کا کلام مشکل ہوا ہی چاہے۔ کوئی شخص کہتا تھا کہ ایک مرتبہ اُن ہی کے شعر کے اُن سے معنی پوچھے تو کچھ دیر تامل کرنے کے بعد فرمایا بھئی اس وقت تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہا تھا۔ ان کو اپنی فارسی پر بڑا ناز تھا اور ریختہ گوئی کو مبتذل اور دوں مرتبہ سمجھتے تھے چنانچہ ایک ریختہ گو معاصر کی طرف اشارہ کرکے ایک قصیدے میں تعریضاً فرماتے ہیں ع انچہ فخر تست در گفتار آں ننگ من ست + لیکن انگریزی عملداری کی وجہ سے جو انقلاب عظیم واقع ہونے والا تھا اسکی صبح نمودار ہو چکی تھی اور زمانہ کہہ رہا تھا کہ مرزا صاحب اس بساط کو تہ کیجیے۔ کہ زبان فارسی نہ تو ہندوستان کی ملکی زبان ہے اور نہ اس میں علوم ہیں۔ کیوں آپ اسکے پیچھے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اگلے لوگ کچھ مستقل مزاج بھی زیادہ ہوتے تھے مرزا صاحب مدتوں تک اسی فارسی کو پکڑے رہے۔ مگر زمانے کے ساتھ کسی کی ضد کیا چلے۔ خاص کر شاعری تو پیٹ بھرے کے شغلے ہیں، اُس وقت جیسا کچھ شاہی دربار تھا وہاں ریختے ہی کی قدر تھی۔ ناچار مرزا صاحب نے بھی با دل ناخواستہ ریختے کا مونہہ چڑانا شروع کیا۔ میں صرف نمونے کے طور پر اُنکے اُسوقت کے چند شعر پڑھتا ہوں۔ **اشعار**

عرض ناز شوخی دنداں برائے خندہ ہے	دعویٰ جمعیت احباب جائے خندہ ہے
ہے عدم میں غنچہ محو عبرت انجام گل	یک جہاں زانو تامل در قفائے خندہ ہے
کلفت افسردگی کو عیش بیتابی حرام	ورنہ دنداں در دل افشردن بنائے خندہ ہے

ایک اور تاکہ یہ خیال نہو کہ میں قصداً اتفاقی بندشوں کو چھانٹ کر لایا ہوں +

لب خشک در تشنگی مردگاں کا	زیارت کدہ ہوں دل آزردگاں کا
ہمہ ناامیدی ہمہ بدگمانی	میں دل ہوں فریب وفا خوردگاں کا

مرزا صاحب کی شاعری اس بات کا نمونہ ہے کہ زمانہ کیونکر اپنی جنتری میں سے لوگوں کو نکالتا ہے وہ مرزا جو ریختہ گوئی کو ننگ سمجھتے تھے آخر آخر اپنی اُردوے معلی پر فخر کیا کرتے تھے مرزا کے مونہہ سے اردوے معلےٰ کا لفظ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ خیر تو جن دنوں اُنکی مشکل گوئی کی مشق زوروں پر تھی اُسکے بارے میں فرماتے ہیں

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل	سن سن کے اسے سخنوران کامل
آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمایش	گویم مشکل وگر نگویم مشکل

والے لڑیں جھگڑیں کچھ پروا کی بات نہیں خدا کا کام کسی طرح اٹکا نہ رہے پیغمبر صاحب کے غزوات میں اخیر غزوہ
تبوک کا تھا۔ تبوک ملک شام کا ایک شہر تھا جس پر پیغمبر صاحب چڑھ کر گئے تھے۔ لڑائیاں دو قسم کی ہوتی ہیں ڈفنسو
کہ دشمن چڑھ کر آئے اور اُسکو مار کر ہٹا دیا جائے۔ دوسری آفنسو کہ ہم کسی پر چڑھکر جائیں۔ غزوہ تبوک ظاہر میں آفنسو
معلوم ہوتا ہے۔ مگر نہیں وہ بھی پیغمبر صاحب کے تمام غزوات کی طرح ڈفنسو تھا۔ ملک شام میں بادشاہ روم کی عملداری تھی
اور وہ تھا عیسائی۔ دشمنوں نے وہاں یہ مشہور کر دیا تھا کہ پیغمبر صاحب نے تو انتقال فرمایا اور ملک عرب میں قحط پڑ رہا ہے
اس سے بادشاہ روم کو حوصلہ پیدا ہوا اور اُسنے عرب کی طرف اپنا لشکر روانہ کرنا چاہا۔ پیغمبر صاحب کو اسکی خبر لگی تو
آپ نے مناسب سمجھا کہ ہم ہی سبقت کریں تو اُسکو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہو۔ اُن دنوں سخت گرمی پڑ رہی تھی اور مدینے
کے نخلستان کہ یہی اُن لوگوں کی معاش تھی پکے ہوئے طیار تھے۔ بے سامانی اس درجے کی کہ سواری کیسی بیس
بیس سپاہیوں میں اور سپاہی کون یہی صحابہ باربرداری کا مشکل سے ایک اونٹ۔ رسد کا پتہ نہیں۔ درختوں کے
پتے کھا کھا کر رہ جاتے۔ مگر ہمتیں ایسی قوی تھیں کہ فوج روم پر چڑھ کر گئے تھے جس سے بہتر آراستہ اور باسامان
فوج اُسوقت روے زمین پر کسی کی نہ تھی۔ کیوں جی ذرا انصاف کرو اگر ہم ہی جیسے مسلمان اُن وقتوں کے بھی ہوتے
تو آج شاید اسلام کا کوئی نام بھی نہ سنتا۔ یہ اُن ہی مسلمانوں کا طفیل ہے کہ خدا کے فضل سے آج تیس اکتیس کروڑ آدمی روے
زمین پر اسلام کا کلمہ بھرتے ہیں۔ کیا اُن بزرگوں کا اتنا بھی حق نہیں کہ ہم ادب اور احسانمندی سے اُن کا ذکر خیر کریں شاید
اٹاوے کا اٹاوہ شریف کا مذکور ہے اور ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے کا۔ میں نے اٹاوے کو شریف اس وجہ سے کہا کہ
وہ محسن الاسلام محسن القوم نواب محسن الملک بہادر کا وطن ہے۔ جن کو میں آڈینس (حاضرین) میں دیکھکر مارے خوشی کے
جامے میں نہیں سماتا۔ اٹاوے کو میں نے اٹاوہ شریف کہا تو سہی مگر بعد کو خیال آیا کہ ایک بار دلی میں فتوے نکلا تھا
کہ اجمیر اور کچھوچھہ اور تونسہ کو شریف کہنا درست بھی ہے یا نہیں ایک شخص نے مجھسے بھی یہ مسئلہ پوچھا میں نے تو اُسکو
یہ جواب دیدیا تھا کہ اگر مزاج شریف کہنے میں شرعاً مضایقہ ہو سکتا ہے تو بیشک اجمیر شریف میں بھی تامل ہے۔ بہر کیف
شاید اٹاوہ شریف کا مذکور ہے اور ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے کا کہ وہاں شیعہ سُنی مدتوں سے اس طرح ملے جلے ہوتے
ہیں جیسے کھچڑی میں دال چاول۔ ایک ہی گھر میں میاں سُنی بی بی شیعہ۔ ایک باپ کے چار بیٹے دو شیعے دو سُنی۔ بلکہ ہم نے
تو یہ دیکھا کہ اٹاوے کا ایک ہی شخص ایک وقت شیعہ ایک وقت سُنی۔ یہ ہمارے نواب محسن الملک بہادر ہی پہلے شیعہ
تھے پھر سُنی ہوئے اور اب شیعہ سُنی دونوں سے بڑھکر نیچری۔ اسکے بعد لکچرار نے اپنے ایک ہاتھ کی چار انگلیاں پھیلا کر
لوگوں سے کہا کہ یہ ویسی انگلیاں نہیں ہیں جو ایک سنتھیا کسی اندھے کی آنکھیں بنا کر پوچھا کرتا ہے کہ بتاؤ کے انگلیاں ہیں

جو مسلمان بھائی آپ جہاد کی طیاری نہیں کر سکتے اُنکے لیئے ضرورۃ کی چیزیں مہیا کر دیتے۔ چنانچہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدک وغیرۃ سے جو کچھ آپ کی ذاتی آمدنی ہوتی وہ اور جو کچھ مسلمانوں سے زکوۃ وصدقات کا وصول ہوتا وہ سب اسی تجہیز جیش کی مد میں صرف فرما دیا کرتے تھے۔ زکوۃ وصدقات کا وصول ہونا سن کر یہ خیال نہ کر لیسا کہ پیغمبر صاحب ان رقموں میں سے کچھ اپنے خرچ میں لاتے ہونگے۔ حاشا وکلا۔ ان کو آپ فرماتے تھے لوگوں کے مال کا میل۔ اور زکوۃ وصدقات کو نہ صرف اپنے اور اپنی نسل کے لیئے حرام قطعی کر رکھا تھا بلکہ تمام بنی ہاشم یعنے اپنے جدی قرابت مندوں کے لیئے بھی۔ زکوۃ وصدقات کے مصرف معین تھے[1] انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفة قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضة من اللہ واللہ علیم حکیم وہ پکارتے کہتے تھے لا اسالکم علیہ اجرا (میں خدا کا حکم پہنچا دینے کے صلے میں تم سے کسی معاوضے کا طالب نہیں) تو کیونکر ہو سکتا تھا کہ زکوۃ وصدقات کو اپنی معاش کا ذریعہ قرار دیتے۔ یہی زکوۃ وصدقات ہیں جو لوگوں کے مالوں کے میل ہیں جنکو علما اور مشائخ کے مذہبی گروہ نے اپنی وجہ معاش ٹھیرا رکھا ہے پیغمبر صاحب کا اس دروازے کو اپنے اور اپنی نسل اور اپنے قرابتمندان جدی پر نہایۃ مضبوطی کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے بند کر دینا کچھ تھوڑی بات نہیں۔ اسمیں ہمکو پیغمبر صاحب کی صداقۃ اور راستبازی اور دیانۃ کی بڑی عمدہ اور مستحکم دلیل ملتی ہے اور بے چون وچرا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دعویٰ رسالۃ کرنے میں انکی کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔ بہرکیف زکوۃ وصدقات میں سے تو پیغمبر صاحب کبھی ایک کوڑی ایک حبہ اپنے صرف میں نہیں لائے۔ اپنی ذاتی آمدنی میں سے بھی صرف ضرورۃ کی قدر گھر کا خرچ نکال لیا کرتے تھے۔ سو کتنا خرچ۔ برس بھر کا غلہ جو زمین میں پیدا ہوتا تھا وہ بھی اس جزرسی کے ساتھ کہ امہات المومنین ہمیشہ عسرت کی شاکی رہا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک بار اسی بات پر ناخوش ہو کر ان لوگوں میں سینے کی قسم کھالی تھی جسکو اصطلاح شرع میں ایلاء کہتے ہیں اور اسی تقریب میں وہ آیۃ اتری تھی[2] عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن مسلمات مؤمنات قانتات تائبات عابدات سائحات ثیبات وابکارا ایلا بھی ایک قسم کا ترک ہے۔ مگر ترک موقت مطلب یہ ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ گھر میں تنگی ہو گھر

---

[1] صدقات تو بس فقیروں اور محتاجوں کے لیئے ہیں اور ان لوگوں کے لیئے جو صدقات کی تحصیل وصول پر مامور ہوں اور اُن لوگوں کے لیئے جن کے مانوس کرنے کو خرچ دیا جائے اسکے علاوہ صدقات کو خرچ کیا جائے غلاموں کے آزاد کرانے میں لوگوں کا قرض چکانے میں اور اللہ کے رستے یعنی جہاد میں اور مسافروں کی امداد میں۔ یہ مصرف اللہ کے ٹھیرائے ہوئے ہیں اور اللہ سب کے حال سے واقف اور تدبیر والا ہے ۱۲ منہ

[2] پیغمبر کی کہہ والیو اس کو کچھ دور نہ سمجھنا کہ اگر پیغمبر تمکو طلاق دے دیں تو تمہارے بدلے میں خدا ان کو تم سے بہتر بیبیاں عنایت کرے مسلمان ایمان والیاں جسکم بردار خدا کی جناب میں توبہ کرنے والیاں اُس کی عبادت کرنے والیاں۔ روزے رکھنے والیاں دوہاجنیں اور کواریاں ۱۲ منہ

ڈپٹی صاحب کے ساتھ ہیں اور منصوبوں کی کھچڑیاں پک رہی ہیں۔ اور اِس طرح کے ہنگاموں کا کچھ دستور بھی ہے کہ اِن کی ابتدا ایسے ہی بد عقل لوگوں کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ بمبئی کے ہنود مسلمانوں میں جو فساد حال میں ہوا تھا اُسکے بارے میں گورنر لارڈ ھیرس نے یہی رائے قائم کی تھی۔ اور لارڈ ھیرس اِس رائے میں منفرد نہ تھے ہر جگہ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ جو لوگ فرضوں کی پروا نہیں کرتے نفلوں کے لیئے لڑنے مرنے پر طیار ہو جاتے ہیں ابھی چند روز کی بات ہے۔ ہماری دلّی میں آمین پر مقلدوں اور غیر مقلدوں میں خوب سر پھٹول ہوئی۔ لوگوں پر جرمانے ہوئے مچلکے لیئے گئے اور مقدمات شاید لاہور تک آئے۔ اور میں نے سُنا اِن لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے بھولکر بھی خدا کو سجدہ نہیں کیا۔ اسی طرح ایک شخص رمضان میں روزے تو رکھتا نہ تھا مگر سحری اور فطاری کا بڑا اہتمام کرتا۔ کسی نے کہا کہ تم کو سحری اور افطاری کی کیا ضرورۃ ہے تو کہتے کیا ہیں واہ روزے نہیں رکھتے تو کیا سحری اور فطاری بھی نکریں نرے کافر ہی ہو جائیں۔ غرض ہنگاموں اور خانہ جنگیوں میں بات کچھ بھی نہیں ہوتی لوگ نادانی سے اُس کا تبنگڑ بنا لیا کرتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ہنگاموں کی کون کہے ۱۸۵۷ء کے بڑے ہنگامے کا سمان میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ بازاری خلقت نے اُس آگ کو سلگایا اور آخر کار ایسی بھڑکی کہ ہزاروں ناکردہ گناہ خاندان اُس کی لپیٹ میں آگئے۔ ایسا ہی ایک واقعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی ہوا تھا کہ فتح مکہ کے چند روز بعد حنین کی لڑائی ہوئی۔ اُسمیں مال غنیمۃ بہت کثرۃ سے آیا تھا اور جیسا کثرۃ سے آیا تھا ویسا ہی پیغمبر صاحب نے خوب جی کھول کر لوگوں کو دیا بھی تھا۔ مکہ تھوڑے دن ہوئے کہ فتح ہوا تھا اور وہاں کے لوگوں کے تالیف قلوب کی ضرورۃ تھی شدید پیغمبر صاحب نے مصلحۃ وقت سمجھکر اہل مکہ کو یا یوں کہو کہ قریش کو مال غنیمۃ سے زیادہ حصہ دیا۔ تالیف قلوب کے معنی ہیں استمالۃ۔ پرچانا۔ ملانا۔ یہ ہندی کی چندی میں نے اِس غرض سے کی کہ اب اِس طرح کے الفاظ مسلمانوں کی ڈکشنری میں ڈھونڈھے نہیں ملتے اور مسلمان سازگاری کے مفہوم ہی کو نہیں سمجھتے۔ خیر تو حنین کی غنیمۃ سے قریش کو زیادہ حصہ ملا تو اِس پر بعض انصار کو حسد ہوا اور اُنھوں نے ایسا خیال کیا کہ پیغمبر صاحب اپنی قوم کی رعایۃ فرماتے ہیں۔ لگے کہنے قریش کو مال غنیمت سے زیادہ حصہ دیا جاتا ہے حالانکہ ان لوگوں کے خون ابھی تک ہماری تلواروں سے پڑے ٹپک رہے ہیں۔ یہ ماجرا پیغمبر صاحب کے سمع مبارک تک پہنچا اور آپ نے روسا انصار کو جمع کر کے پوچھا اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم میں بعض نادان نوجوانوں نے ایسی شکایۃ کی تو ہے مگر آپ انکی بات پر نہ جائیں ہم میں جو صاحب الرائے ہیں اُنکو تو کسی طرح کی شکایۃ ہے نہیں۔ بات دب گئی۔ تو جس طرح کے سفہاؤ القوم نے انصار اور مہاجرین میں فساد ڈلوانا چاہا تھا اِسی طرح کے سفہاؤ القوم نے بمبئی کے ہندوؤ

میری یہ انگلیاں مذہبی نردبان ہیں۔ سب سے نیچے کی انگلی بنصر مطلق مذہب ہے۔ اس سے اوپر کی خنصر مذہب اسلام۔ اس سے اوپر کی وسطی وہابیہ اور سبابہ جو سب سے اوپر ہے وہ نیچریہ کی جگہ کو دکھاتی ہے۔ یعنی پہلے آدمی مطلق مذہب کا خیال کرتا ہے۔ پھر مذہب کے خیال میں ترقی کرتا ہی تو اسلام میں آتا۔ پھر اسلام میں ترقی کرتا ہے تو وہ اس طرح کے عقائد بہم پہنچاتا ہے جنکو لوگ تعنتاً (جلکر) وہابی کہتے ہیں۔ پھر وہابیہ میں ترقی کرتا ہے تو آخر کار نیچری ہوتا ہے اسکے بعد دخل الجنۃ کا مرتبہ ہے۔ مگر نیچریہ سے وہ نیچریہ مراد ہے جو اسلام اور دین حق کی مرادف ہے اور جس کی صراحۃ میں تھوڑی دیر بعد کرونگا۔ اور میں نواب محسن الملک کو اسی طرح کا نیچری خیال کرتا ہوں اور اسی سے انکی عظمت میرے ذہن میں ہے خیر تو اٹاوہ شریف میں شیعے سنی مدتوں سے اس طرح ملے جلے ہوئے ہیں جیسے کھچڑی میں دال چاول۔ ایک ہی گھر میں میاں سنی بی بی شیعہ۔ ایک باپ کے چار بیٹے دو شیعے دو سنی۔ شیعوں کی مجالس میں سنی شریک۔ سنیوں کی مذہبی تقریبات میں شیعے موجود۔ ایسے اختلافات ہوں تو مسلمانوں میں بہتر نہیں بہتر ہزار فرقے صبح بہتہ ہزار فرقے شام چشم ما روشن دل ما شاد۔ یہاں تو بڑی مصیبتہ یہ ہے کہ تل برابر مذہبی اختلاف ہوا اور ایک دوسرے کی آبرو کا دولۃ کا جان کا لاگو بنا۔ اور جب تک ہندوستانیوں کا یہ حال ہے ہندو ہوں یا مسلمان عیسائی ہوں یا برھمو یا آریے کوئی بھی ہوں اور کسی شان میں بھی ہوں **بیت** بہر رنگے کہ خواہی جلوہ گر باش ٭ کہ من آں قد رعنای شناسم ٭ جب تک ہندوستانیوں کا یہ حال ہے اور جب تک مذہب کے پنجہ آہنی میں یہ لوگ موم کے ناک ہیں جدھر کو چاہا پھیر دیا ان میں سے کسی ایک کو نہ فلاح ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ انگریزی نہیں تم خود انگریز بھی بن جاؤ۔ تاہم جیسے بدنصیب اب ہو ویسے ہی بدنصیب انگریزی پڑھکر نہیں (انگریز بن کر) بھی رہوگے **بیت** تہی دستان قسمۃ را چہ سود از رہبر کامل ٭ کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را ٭ ہاں اٹاوے کے سنی شیعوں کا سا اختلاف کھو گئے کہ عقائد مختلف اور پھر ایک کے ایک تو مبارک تم مبارک تمھارے اختلاف۔ خیر تو اٹاوے کے سنی شیعے آپس میں ملے جلے رہتے تھے کبھی کسی نے یہ بھی نہ جانا کہ انکے دو مذہب ہیں۔ بدنصیبی سے کہ یہ بلا مدتوں سے مسلمانوں کے سر سوار ہے کوئی ڈپٹی صاحب اس شہر میں بدلکر آئے اور وہ تھے شیعہ اور شیعہ بھی متعصب۔ ڈپٹی صاحب کو بدلے ہوئے تھوڑی ہی مدۃ ہوئی تھی کہ وہ جو کہتے ہیں کوڑھ میں کھاج محرم آپہنچا۔ انھوں نے دلدل نکالنا چاہا جو کبھی نہیں نکلا تھا۔ چلکی بجوانی چاہی جو کبھی نہیں بجی تھی۔ بھوسا اڑوانا چاہا جو کبھی نہیں اڑا تھا۔ مجالس میں علی الاعلان تبرا کرانا چاہا جو کبھی نہیں ہوا تھا۔ مگر یہ تدبیریں ابھی چپکے چپکے ہو رہی ہیں حکام انگریزی کو کچھ خبر نہیں اور نہ اچھی طرح سنیوں ہی کو معلوم۔ مگر ہاں چند ناعاقبۃ اندیش نوجوان شیعے زیادہ تر ڈپٹی صاحب کی خوشامد اور کسی قدر مذہبی خیال سے بھی

ہونے دو۔ ان کو جلد جلد بدلو ست۔ واقفیت کو لیاقت کا سٹینڈرڈ (معیار) بناؤ۔ اور اُسکو اسی کو مدار ترقی ٹھیراؤ
پھر خانہ جنگیاں اور ہنگامے ہوں تو اُن کا ذمہ دار ہیں۔ بارے اٹاوے کے اسسٹنٹ صاحب نے فریقین سے دریافت
کر کے بڑی دیر میں ایک یادداشت مرتب کی۔ اور پھر دوڑے دوڑے جا الماری سے ایک انگریزی تاریخ نکال لائے
اور اُسکو دیکھتے اور یادداشت سے ملاتے رہے۔ اور ڈپٹی صاحب اور کوتوال ہیں کہ دونوں حکم اخیر کے منتظر بیٹھے ہیں خیر
تو اس اسسٹنٹ نے دُلدُل وغیرہ کے نکالنے کی تو ممانعت کر ہی دی کہ یہ چیزیں اس شہر میں کبھی نہیں نکلیں اور ڈپٹی
صاحب پر بھی بہت تعجب کیا کہ آپ مسلمان ہو کر جنرل عمرؓ کی اسلامی خدمتوں کا کچھ شکر نہیں ادا کرتے اور ہم
جانتے ہیں کہ شاید اسی وجہ سے مسلمانوں کی سلطنت پر زوال آیا ہے۔ جب ایک قوم اپنے فتحمند جنرل کی خدمتوں کی
قدر نہیں کرتی تو یہ اُس قوم کے ادبار کی نشانی ہے۔ اس سے لوگوں کے دل شکستہ اور اُنکے حوصلے پست ہو جاتے
ہیں۔ ہم ڈیوک آف ولنگٹن کو جسنے واٹرلو کی مہم کو فتح کر کے نپولین شاہ فرانس کو قید کر لیا تھا ہم لوگ اُس ڈیوک
آف ولنگٹن کو دیوتا کی طرح مانتے ہیں۔ یہ اسسٹنٹ اگرچہ کوئی بڑا عہدہ دار نہ تھا مگر آخر تھا تو انگریز اور ایک دن
چیف جسٹس یا بورڈ آف ریونیو کا ممبر یا لفٹنٹ گورنر ہونے والا تھا بات اس نے لاجواب کہی۔ اسی طرح کا ایک
مذکور میں نے حال کے اخبار میں دیکھا ہے کہ بمبئی کے گورنر لارڈ ہیرس کی میعاد ملازمت ختم ہو کر وہ ولایت جانے
لگے تو بمبئی کلب نے انکو دعوت دی۔ دعوت میں جیسا ان لوگوں کا دستور ہے تندرستی کے جام پئے گئے سپیچیں ہوئیں
ایک سپیچ ایڈمرل کینیڈی کی بھی تھی۔ اُنھوں نے منجملہ اور باتوں کے ایک بات یہ بھی بیان کی کہ ایک بحری نمائش
ہوئی تھی تو اُس میں مشہور نلسن کے کئی ٹوکرے دانت دکھانے کے لئے لوگوں نے بھیجے تھے۔ ظاہر ہے کہ آدمی کے
دانت جس طرح زندگی میں موتہ کی ڈبیا میں بند ہیں اسکے مرے پیچھے بھی ایک ڈبیا میں آسکتے ہیں اور یہ بھی تحقیق
نہیں کہ بیچارے نلسن کے دانت اکھاڑ لئے گئے ہوں۔ اس پر بھی لوگوں نے نلسن کی ایسی قدر کی کہ کسی کو اس کا
جھوٹا یا سچا دانت ہاتھ آگیا تو اُس کو تبرک کی طرح محفوظ رکھا۔ قوم اس طرح پر قدردانی کرتی ہے تو لوگ قوم پر
اپنی جانیں نثار کر دیتے ہیں۔ ایک ہماری قوم ہے کہ جو شخص انکے فائدے میں کوشش کرے اُلٹے اسی کے سر
ہوں گالیاں دیں کافر بنائیں مرتد ٹھیرائیں تاکہ آگے کو کوئی انکے فائدے کا نام نہ لے۔ میں نے اٹاوے
کے اسسٹنٹ کی حکایت کچھ اس غرض سے بیان نہیں کی کہ مجکو سنیوں کے حق میں ایک انگریز اسسٹنٹ کی رائے
استشہاد کرنا منظور تھا۔ یہ بیچارہ اسسٹنٹ تو کس شمار میں تھا میں تو ایسی طبیعت کا آدمی ہوں کہ ڈیونپورٹ اور
لائل اور گبن اور کولیم اور روب جیسے لوگوں سے استشہاد کرنے کو بھی وہن اسلام سمجھتا ہوں استشہاد کا کبھی

مسلمانوں کو لڑا مارا۔ اور اسی طرح کے سفہاؤ القوم اٹاوے کے ڈپٹی صاحب کے بھرے میں آ گئے ضلع کا مجسٹریٹ خالی الذہن۔ کبھی سُنی شیعوں میں تکرار ہوا ہو تو خیال بھی آئے۔ کسی تازہ ولایت اسسٹنٹ کو چارج دے شکار کو تشریف لے گئے۔ یہاں جوں جوں محرم نزدیک آتا جاتا ہے سُنی شیعہ دونوں اپنی اپنی جگہ طیاریاں کر رہے ہیں اگر دلدل اور بُس اور چکپیوں کے ارادے از خود شیعوں کے دل سے پیدا ہوئے ہوتے تو سنی شاید چنداں پروا بھی نکرتے۔ مگر چونکہ ڈپٹی صاحب محرک تھے سنیوں نے جانا کہ حکومت کے بل بوتے پر سنیوں کے چھیڑنے کے لیئے یہ تجویزیں کی گئی ہیں دنیا میں کوئی چیز حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر مذہب ایسا زبردست ہے کہ جب کبھی اس کا اور حکومت کا مقابلہ آ پڑا ہے ہمیشہ حکومت ہی کو ہارتے دیکھا ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے جو نیوٹریلٹی (بے تعلقی) کی دانشمندانہ پالسی (تدبیر) اختیار کر رکھی ہے کہ اسکو کسی کے دین و مذہب سے کچھ بحث ہی نہیں وہ بھی اسی پرنسپل (اصول) پر مبنی ہے۔ کہ کیوں مذہب سے چھیڑ چھاڑ کی اور کیوں اپنی ہیٹی کرائی۔ میں تو کسی نیٹو (ہندوستانی) رئیس کا رعیت ہوں نہیں مگر مجکو معلوم ہے کہ پنجاب میں نیٹو ریاستیں بہت ہیں اور عجب نہیں ان ریاستوں کے باشندے بھی آڈئینس میں ہوں تو جس سے بن پڑے اور جس طرح بن پڑے اپنے رئیس کے گوش گزار کر دینا اور رعیت گری کا حق ادا کرنے کا اس سے بہتر کوئی پیرایہ نہیں کہ اور باتوں میں برٹش گورنمنٹ کی پیروی کرو یا نہ کرو مگر مذہبی نیوٹریلٹی سے بال برابر ادھر اُدھر کھسکے اور ریاست پر زوال آیا۔ افسوس ہے کہ اٹاوے کے ڈپٹی صاحب نے مذہبی تعصب کے جوش میں آ کر اتنا بھی نہ سمجھا ڈپٹی کلکٹری کیا خاک کرتے رہے ہونگے۔ مگر انگریزی عملداری میں وہ زمانۂ جاہلیت تھا جیسے سیدھے سادے ہندوستانی حکام ہوتے تھے ویسے ہی بھولے بھالے انگریز۔ بارے کوتوال شہر نے تاڑا کہ لوگوں کے تیور بگڑے ہوئے ہیں اور چونکہ وہ تھا سُنی ڈپٹی صاحب کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ وہ اور تو کیا کر سکتا تھا مگر اُس نے روزنامچے رنگنے شروع کیئے اور اسسٹنٹ صاحب ہیں کہ سمجھتے بوجھتے خاک نہیں۔ آخر اُسنے شاگرد پیشوں کی معرفت صاحب کے کان میں ڈالا کہ شہر میں بڑا بھاری بلوہ ہونے والا ہے تب تو صاحب بڑے سٹ پٹائے اور وہ جو کہتے ہیں اُلٹا چور کوتوال کو ڈانڈے کوتوال کے سر ہوئے کہ تمنے ہمکو اطلاع کیوں نہیں کی۔ کوتوال نے عرض کیا کہ حضور میرے روزنامچے منگوا کر دیکھیں میں دو دو ہفتے سے برابر لکھ رہا ہوں۔ صاحب کو اُسوقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سُنی شیعوں میں کیا اختلاف ہے۔ انگریزی عملداری میں سب خوبیاں ہیں مگر رعایا کے اندرونی حالات سے حکام انگریزی کا ناواقف ہونا بڑا غضب ہے۔ بیشک اس کا انتظام ہے مشکل مگر ایسی ہی مشکلات پر غالب آنے کا معاوضہ ہے سلطنت اور یوں ٹوٹا پھوٹا انتظام کیا پہلے نہ تھا۔ یا اب ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ حکام کو رعایا کے ساتھ اختلاط کا

یہ وقت ہمیشہ رہا ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ کہ اُسی کے ماننے والے جادۂ اعتدال سے منحرف ہوتے رہتے ہیں۔ سو
اس مرض کی دوا بھی معلوم ہے مگر ذرا پُرانی ہوگئی ہے اور اُسمیں اگلی سی قوۃ نہیں رہی۔ وہ دوا کیا ہے یہی ہمارے
مذہبی پیشوا۔ مولوی واعظ مشائخ۔ دنیا کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ملک کے امن میں فتور ڈالنے والے دو قسم
کے ہوتے ہیں۔ ایک تو بیرونی دشمن جو باہر سے چڑھ کر آئے اُسکے دفع کے لیئے شاہی فوج ہوتی ہے۔ دوسرے
اندرونی دشمن چور اُچکے ڈاکو قطاع الطریق۔ جن کی سرکوبی کے لیئے پولیس اور عدالتہ ہے۔ یہی حال مذہب کا ہے
کہ اُسپر خارج سے بھی حملے ہوتے ہیں اور داخل سے بھی۔ اور مصیبتہ یہ ہے کہ دوہرے دوہرے حملے اور اُن کو دفع
کرنے والے ایک علماء۔ اور اے کاش علماء سوچ سمجھکر حملوں کا مقابلہ کریں۔ سو خارج کے حملوں میں سے بڑا زبردست
حملہ سائنس (علوم جدیدہ) کا ہے۔ بیچارے علماء کو اسکی خبر ہی نہیں کہ سائنس ہے کیا چیز۔ اور وہ کہتا کیا ہے۔
پس سائنس نے خالی میدان پالیا ہے۔ اسلام پر بے محابا وار چلا رہا ہے۔ اِدھر سے کوئی جواب دینے والا نہیں
رہے اندرونی حملے۔ سو ان کو دفع کرنے کی عوض علماء باہم اختلاف کر کے خود ہنگاموں کو اشتعال دیتے ہیں
کیا حال ہو ملک کا جبکہ پولیس جس کا کام ہنگاموں کا روکنا دبانا ہے آپ ہنگامے برپا کرنے لگے۔ اب ہمکو یہ دیکھنا
ہے کہ اسلام کی حالتہ کیا ہے آیا وہ اچھا چنگا تندرست ہے یا اسکو کچھ روگ ہے اور وہ کیا روگ ہے اور اس کا کیا سبب واقع
ہوا ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ اور اِن باتوں کے معلوم کرنے کی ضرورۃ اس وجہ سے ہے کہ اگر در واقع میں اسلام محتاج
مدد و حمایتہ ہو تو ہم اُسکی ویسی ہی مدد و حمایتہ کرسکیں جیسی مدد و حمایتہ کی اسکو حاجتہ ہے ورنہ وضع الشئی فی غیر محلہ کرنے
سے ہماری محنتہ ناحق رائگاں جائے گی۔ اور اسلام کو بھی ہم کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ سو معلوم ہے کہ اسلام نہ صرف
بیمار ہے بلکہ بیمار محتضر۔ ہر چند بعض لوگ اسکا سبب زوال سلطنتہ کو ٹھیراتے ہیں مگر اپنی تو میں کہتا ہوں کہ مجھ کو
سلطنتہ کے جاتے رہنے کی اتنی بھی تو پروا نہیں ہے جتنی کسی کو مٹی کے ایک کلھڑے کے ٹوٹ جانے کی ہوتی
جو حلوائی ایک پیسے کے دودھ دہی کے ساتھ مفت دیدیا کرتے ہیں۔ سلطنتہ کے ساتھ اگر اختیارات ہیں تو اختیارات
کے ساتھ ذمہ داریاں بھی ہیں۔ اب وہ زمانے نہیں رہے کہ حق ناحق جو کچھ بادشاہ کے دل میں آیا کر گزرا کوئی
اُس سے بازپرس کرنے والا نہیں۔ زمانے نے ڈسپاٹک گورنمنٹ یعنی شخصی سلطنتہ کا بیج مار دیا ہے اور پبلک
اوپنین (عام لوگوں کی رائے) کی ایک قاہرہ حکومتہ قائم ہوگئی ہے۔ کہ دنیا کی مجموعی سلطنتیں بھی اُس کی مقاومت
نہیں کرسکتیں۔ یہاں تک کہ جن سلطنتوں سے ہمکو کچھ بھی تعلق نہیں ہم اُنکے معاملات میں بھی آزادی کے
ساتھ رائے زنی کرتے ہیں۔ روے زمین پر ایسا کوئی بادشاہ نہیں جسکے افعال و اقوال پر جرح نہ کی جاتی ہو پس

خیال بھی آتا ہے تو ذہن منتقل ہوتا ہے بی بی خدیجہؓ کی طرف۔ بلالؓ کی طرف۔ عمار بن یاسرؓ کی طرف۔ یا ایسے ہی
دوسرے بزرگوں کی طرف۔ مگر ہاں میں یہ کہہ رہا تھا کہ اسلام پر ایک وقت ایسا گزرا کہ وہ فوجی قوۃ کا محتاج تھا اور اُس
وقت جہاد ہی ایک متعین پیرایہ اسلام کی حمایۃ کا تھا۔ اس ضمن میں غزوۂ تبوک اور لشکر اسلام کی بے سامانی کا خیال
آگیا۔ مسلمانوں کا لشکر جو تبوک پر چڑھ کر گیا تھا بے سامانی ہی کی وجہ سے جیش العسرہ (لشکر بے سامان) اور غزوۂ
تبوک ذات الرقاع[3] کے نام سے مشہور ہے۔ اول تو اُن دنوں مسلمان ہی کتنے تھے اور جو تھے اکثر بے مقدور۔ اُس پر
بھی جتنا جس سے بن پڑا اپنے اوپر کشش کی اور خدائی لشکر کا بھرنا بھرا۔ سب سے بڑا چندہ حضرۃ عثمانؓ کا تھا کہ اُنھوں
نے بھلا آج کل کے بڑے مقتدر مسلمانوں کی ہمتوں پر قیاس کر کے بتاؤ تو سہی کیا دیا ہوگا۔ اور یہ بھی خیال کر لینا
کہ تبوک ہی کی ایک ضرورۃ نہ تھی ایسی ایسی ضرورتیں ہر روز پیش آتی رہتی تھیں۔ آئے دن خدا کے نام سے قرض
مانگا جاتا تھا۔ مَن ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ[1] جسکو سن کر یہود کہتے تھے ید اللہ مغلولۃ[2]
قومی کاموں کا سرانجام ایسا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ تم اپنی اس انجمن حمایۃ اسلام ہی کو کیوں نہیں دیکھتے کہ جتنا دیتے
جاتے ہو ان کی ضرورتیں بڑھتی جاتی ہیں اور ابھی یہ کیا بس کرتے ہیں۔ اور پھر یہ انجمن ان وقتوں کی ضرورتوں کے
آگے کیا چیز ہے۔ بہرکیف حضرۃ عثمان رضی اللہ عنہ نے دس بیس پچاس نہیں ایک دم سے تین سو اونٹ با ساز و
سامان لشکر تبوک کی تجہیز میں دیئے اور صحیح روایۃ کے مطابق ایک ہزار اشرفیاں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی گود میں لا کر ڈال دیں۔ اشرفیاں دیکھ کر آں حضرۃ کا تو یہ حال ہوا کہ مارے خوشی کے آپ کا چہرہ چمک اُٹھا۔ آپ
اُن اشرفیوں کو اُچھالتے اور فرماتے جاتے تھے بس عثمانؓ کو اب کسی عمل کے کرنے کی ضرورۃ نہیں۔ کوئی ہمارے بھائی
شمس دین کو اشرفیاں دے تو ہم بھی دیکھیں کہ یہ کیونکر خوش ہوتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ جس طرح آدمی کی شخصی ضرورتوں
کا کچھ ٹھکانا نہیں بھوکا ہے تو محتاج غذا ہے ننگا ہے تو محتاج لباس ہے بیمار ہے تو محتاج دوا ہے پیادہ ہے
تو محتاج سواری ہے اور جسکی جو ضرورۃ ہے اُس کا رفع کر دینا اُسکی امداد و حمایۃ ہے۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً اسلام کی ضرورتیں
مختلف ہوتی رہی ہیں اور جو لوگ اسلام کے فدائی اور خیر خواہ رہے ہیں اُنھوں نے اِن ضرورتوں کو رفع کر دیا ہے
تو ایک وقت اسلام کی فوجی امداد کا تھا اور اُن وقتوں کے مسلمان فوجی طاقت سے اُس کی مدد کو کھڑے ہو گئے۔ اور
ایک وقت وہ تھا کہ فلسفۂ یونانی نے اسلام کو بیخ و بن سے مستاصل کرنا چاہا تو اُن وقتوں کے علماء نے علم کلام سے
اس کی مدد کی۔ اور ایک وقت اسلام پر ہمیشہ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اسلام کی خصوصیۃ نہیں ہر ایک مذہب پر

[1] کون ہے جو خدا کو قرض حسن دے کہ خدا قیامت کے دن اُسکے قرض کو کئی گونا کر کے ادا کرے ۱۲ منہ [2] خدا کا ہاتھ تنگ ہو رہا ہے ۱۲ ع [3] وہ لڑائی جس میں سپاہی چیتھڑے لپیٹے ہوئے تھے ۱۲ منہ

حالت میں تھا۔ تو جن دنوں میں حیدرآباد میں تھا خدا اس سلطنت کو کہ مسلمانوں کا ذریعہ فخر ہے اور میرے لئے تو
رزق کی ڈوری ہے قیام دنیا تک قائم رکھے۔ چونکہ ایک مشہور جگہ ہے یورپ کے سیاح اکثر وہاں آتے جاتے رہتے
ہیں اور جب کوئی شہزادہ یا لارڈ یا مشاہیر میں سے کوئی اور شخص آتا ہے تو سرکار نظام کی طرف سے علی قدر مراتب
بڑی سیرچشمی اور فیاضی سے اُسکی مہمان نوازی ہوتی ہے۔ کمتر کوئی سال ایسی دعوتوں سے خالی جاتا ہوگا۔ مجکو بھی
ان دعوتوں میں بارہا شریک ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ اب یاد نہیں کہ کون آیا تھا مگر تھا کوئی بڑا جلیل القدر انگریز
معمول کے مطابق اُنکو ڈنر دیا گیا اور اُسمیں رزیڈنسی اور اسٹیشن کے کل انگریز مرد و زن اور سرکار نظام کے تمام معززین مدعو
تھے۔ ایوان وزارت میں دعوت تھی۔ ترتیب کے ساتھ میزیں لگائی گئیں۔ البتہ نواب مختار الملک سر سالار جنگ اول صدر
نشین تھے۔ اِن کے دائیں بائیں بڑے بڑے انگریز اور اُن کی لیڈیاں۔ مجکو جس میز پر جگہ ملی وہ ایسے طور
پر واقع ہوئی تھی کہ میری پشت کسی قدر سر سالار جنگ کی طرف کو ہوتی تھی۔ تو میں مارے ادب کے اور کسی قدر کیوری
آسٹی (شوق) کی وجہ سے بھی بار بار مڑ مڑ کر سر سالار جنگ کو دیکھتا جاتا تھا۔ ڈنر کا ساز و سامان کیا بیان کروں بس ایسا
معلوم ہوتا تھا کہ سالار جنگ گویا تخت سلطنت پر اجلاس فرما ہیں۔ گاس کی روشنی نے رات کا دن کر دیا ہے
سالڈ سلور (ٹھوس چاندی) کی قعبوں کا دور چل رہا ہے۔ بینڈ کی آواز دلوں کو گدگدا رہی ہے۔ ہنسی مذاق کی باتیں
ہو رہی ہیں کھانے کے بعد بن بن کے پٹاخے چھوٹ رہے ہیں۔ پھر تھیٹر کا تماشا ہے آتش بازی ہے انگریزی
ہندوستانی ناچ ہے۔ یہ سُن کر سب کے دل تو ضرور بھر بھرائے ہوں گے۔ مگر نہیں۔ ذٰلک[1] متاع الحیوة الدنیا
واللہ عندہ حسن المآب۔ تو جس وقت میں مڑ مڑ کر سالار جنگ کو دیکھتا تھا۔ نواب محسن الملک بہادر سے کسی
ہیں اور یہ دونوں ایک ہی میز پر تھے کہتا جاتا تھا کہ اس وقت کوئی سرکار کے دل کو دیکھے مارے خوشی کے
ڈبل سائز (دو چند مقدار کا) ہو گیا ہوگا۔ اللہ اللہ سر سالار جنگ مرحوم و مغفور کس بلا کے تاڑنے والے
سٹیٹ مین (مدبر) تھے۔ اُس مجمع میں میرے بار بار دیکھنے کو دیکھا اور اگلے دن نواب محسن الملک سے پوچھا۔ انھوں
نے سب کم و کاست عرض کر دیا۔ تو فرماتے کیا ہیں ہاں جی آدمی دوسرے کی حالت کے اندازہ کرنے میں ہمیشہ غلطی
کیا کرتا ہے۔ اِن کے نزدیک میں دکن بھر سے زیادہ خوش ہوں اور میرا حال یہ ہے کہ دن رات کے چوبیس
گھنٹوں میں مجھے چوبیس منٹ بھی کبھی بے فکری نصیب نہیں ہوتی۔ یہ حال تھا اُس شخص کا جو تھا تو وزیر مگر
خود مختاری کے اعتبار سے اُسکو بادشاہ کہا جا سکتا تھا کیونکہ حضور پُرنور نے ہنوز زمام سلطنت دست مبارک میں

[1] یہ دنیا کی زندگی کے چند روزہ مزے ہیں اور عاقبت کا اچھا ٹھکانا تو اللہ کے یہاں ہے ۱۲ منہ

اب سلطنت پھولوں کی سیج نہیں رہی۔ بادشاہ کو پبلک اوپنین کی بنچ (عدالت) کے روبرو ہر ایک بات کی جواب دہی
کرنی پڑتی ہے۔ اُس سے پیسے پیسے کا حساب لیا جاتا ہے۔ اور یوں بھی ملکداری ایک بلائے بے درماں ہے
سب سے زیادہ مطمئن ہماری برٹش گورنمنٹ۔ سو اس کا ان دنوں کیا حال ہے۔ روپے کی قیمت گھٹتی چلی جا رہی ہے اور
ملک میں اس سرے سے اُس سرے تک غل سا مچا ہوا ہے۔ سکرٹری آف سٹیٹ نے روئی کو ڈیوٹی (محصول) سے
مستثنیٰ کر دیا تھا آخر پبلک اوپنین نے اُسکا گلا دبا کر ڈیوٹی لگوائی پر لگوائی۔ پھر بھی سکرٹری آف سٹیٹ ایک
چال چل گئے کہ ویسی ہی ڈیوٹی ہندوستان کے بُنے ہوئے کپڑے پر بھی لگا دی۔ اس پر اخبار والے سکرٹری آف
سٹیٹ کی وایسرائے کی وایسرائے کی کونسل کے ممبروں کی جیسی گت بنائی جا رہی ہے اخبار کے پڑھنے والوں سے
مخفی نہیں اور آج کا آج اور کل کا کل یہ بڑی لمبی پوزیشن کے حکام کہ ان ہی کو من وجہ بادشاہ سمجھنا چاہیئے پبلک
اوپنین کے مطیع ہو کر رہیں تو سہی۔ فرانس اور روس کے ساتھ جو کشیدگی ہے وہ ایک بڑی ہولی بات ہے۔ ہر چند
پرنس آف ویلز نے زار روس کی تعزیت کی تقریب میں موقع پا کر بہت کچھ تھو تھو کر دی ہے۔ خدا ان کو [illegible]
دے مگر پرنس آف ویلز اور زار روس ہی کیا چیز جب تک دونوں قوموں کے دل صاف نہ ہوں اتحاد [illegible]
رات دن امیر کابل کی خیر منائے گزرتی ہے۔ پنجاب کی سرحد پر جو کچھ ہو رہا ہے آپ لوگ مجھ سے زیادہ واقف
ہیں۔ لڑیں چین اور جاپان اور تمام یورپ کی سلطنتیں اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے کہ دیکھیں اونٹ
کس کروٹ بیٹھتا ہے کہیں ایسا نہ ہو آٹے کے ساتھ گھن پسنے لگے۔ پھر مصر اور افریقہ اور سوڈان کہاں کہاں کا نام
لوں ٭ ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم ٭ ٹھنڈی ہوا تو کسی طرف سے بھی نہیں آتی۔ یہ سب مشتے نمونہ از
خروارے وہ چند معدودے چند دقتیں جنہیں ان دنوں برٹش گورنمنٹ مبتلا ہے۔ سچ کہا ہے۔ اَن ایزی لائز
دی ہڈ ہو ویرز دی کرون (جو سر تاج اوڑھتا ہے ہمیشہ دُکھتا ہی رہتا ہے) [illegible] ہیں کہ مجکو انگریزی گورنمنٹ
سے سوائے اسکے کہ انکے ملک میں رہتا ہوں کچھ تعلق نہیں اور جن دنوں تعلق تھا بھی تبھی پولیٹکل معاملات میں
مجھے کونسا دخل تھا اور نیٹو کتنے ہی بڑے درجے کا کیوں نہو امور ملکی میں اُسکو ابھی کیا زیادہ دخل ہو سکتا ہے
جیسا ہندوؤں کی رسوئی میں کہار کو۔ کہ چوکا دے کہار برتن دھوئے کہار آگ سلگائے کہار چوکے کے باہر سے
دال چڑھائے کہار آٹا گوندھے کہار روٹی گھڑ کر لالہ صاحب کو دے کہار۔ لالہ صاحب کیا کرتے ہیں کہ کہار کے
ہاتھ سے روٹی لی توے پر توے سے اُتاری مونہ میں۔ مگر ہاں مجکو ایک ہندوستانی ریاست کی ملازمت کا
اتفاق ہوا ہے۔ تھا تو وہاں بھی کچھ الگ تھلگ ہی سا مگر پھر بھی یہاں کے ہندوستانی عہدہ داروں سے بہت بہتر

کے کارنامے سُن کر شیخی میں آجاتے اور اپنے تئیں مظلوم سمجھ کر ناحق کا غصہ کرنے لگتے ہیں اور معلوم ہے
کہ کمزور کا غصہ مار کھانے کی نشانی۔ مسلمانوں کی بے دولتی کے جہاں اور اسباب ہیں ازاں جملہ ایک جھوٹی
شیخی اور ناحق کی نمود بھی ہے۔ دنیا کے سبھی کاموں کا دستور ہے کہ خاصکر ابتدا میں تھوڑی یا بہت ذلت ضرور انگیز
کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً نوکری کہ ایک دم سے کوئی اکسٹرا اسسٹنٹ یا اسسٹنٹ کمشنر نہیں ہوا کرتا۔ ہر ایک کو پہلے
چھوٹی سی چھوٹی نوکری ملتی ہے۔ پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے لوگ بڑے درجوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ اگر اس وقت
فرض کرو کوئی لفٹننٹ گورنر یا چیف کورٹ کا جج ہے تو وہ ابتدا میں ضرور ادنےٰ درجے کا اسسٹنٹ کمشنر رہا ہوگا
اسی طرح جن ہسٹوریکو ڈپٹی کمشنر یا ڈسٹرکٹ یا ڈویژنل جج دیکھتے ہو وہ شروع میں شاید نقلنویس ہوئے ہوں گے
یا ہنگامی محرر جو عارضی طور پر ردی چھانٹنے کے لیئے مقرر کر لیئے جاتے ہیں۔ غرض ابتدائی نوکریوں میں پتے کو
بہت مارنا پڑتا ہے۔ اور مسلمان اگر نالیاقتی کی وجہ سے بڑی نوکریوں سے محروم ہیں تو شیخی کی وجہ سے وہ
چھوٹی نوکریوں میں رہ نہیں سکتے۔ ممالک مغربی شمالی میں ایک ضلع ہے جونپور اور اسکا ایک پرگنہ ہے مچھلی شہر
یہ مچھلی شہر ایک مشہور مقام ہے اور اسکی شہرت کی وجہ علماء کا ایک خاندان ہے۔ یہ لوگ علما سے مستند ہونے
کے علاوہ دنیاوی عروج بھی ایسا کچھ رکھتے تھے کہ مولوی شکور مولوی ظہور چار بھائی ایک دم سے چاروں صدر الصدور
اتفاق سے ایک مسلمان تحصیلدار گورکھپور کا ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوا۔ اور گورکھپور جاتیوں کو اسکو مچھلی شہر سے ہو کر
گزرنا تھا۔ اور وہ مچھلی شہر سے ہو کر گزرا ممکن نہ تھا کہ مسلمان ڈپٹی کلکٹر مچھلی شہر سے ہو کر گزرے اور ان بزرگوں سے
نہ ملے۔ ایک زمانے وہ تھے اور ایک وقت یہ آیا ہے کہ دو صاحب حج کو گئے میں ایک کو وہابی کہنا چاہتا تھا دوسرے
کو بدعتی۔ مگر نہیں ایک تھے غیر مقلد یا اہلحدیث اور دوسرے مقلد یا حنفی۔ ابھی جہاز ہی میں تھے کہ مدینہ طیبہ جانے کی
صلاح کرنے لگے کہ حج سے پہلے ہو آئیں یا حج کے بعد چلیں۔ غیر مقلد نے کہا کہ مدینے جانا کچھ داخل ارکان حج
تو ہے نہیں میں نہ پہلے جاؤں نہ پیچھے۔ مقلد۔ اے کاش یہ کہتا کہ بندۂ خدا مدینے جانا داخل ارکان حج نہ سہی
مگر کب کب اس ملک میں آنا نصیب ہوتا ہے۔ اس سے بڑھکر بے مروتی اور حق ناشناسی اور ناشکری اور کیا ہو سکتی
ہے کہ ہم عرب آئیں اور اُس پیغمبر کے مرقد مبارک کی زیارت نہ کریں جسکی جوتیوں کے صدقے میں ہماری دنیا اور آخرت
دونوں درست ہوئیں۔ لیکن غیر مقلد کی ضد میں آکر مقلد نے یہ کیا کہ جہاز سے اُترے سیدھا مدینے پہنچا اور وہیں سے
بے حج کیئے گھر کو لوٹ گیا۔ شاباش ہے ہمارے دوست نئے ڈپٹی کلکٹر کو کہ بزرگان مچھلی شہر کو علمائے دین سمجھکر
اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایک بزرگ سے یہ بھی درخواست کی کہ مجکو دنیا اور دین کے متعلق نصیحت فرمایئے دین کے

نہیں لی تھی۔ اور امیر کبیر کو ریجنٹ انتظام میں کسی طرح کا دخل نہیں دیتے تھے۔ پس اتنی بڑی ریاست میں کہ آج ہندوستان میں اسکا ثانی نہیں سالار جنگ جو چاہتے تھے سو کرتے تھے۔ سلطنت اور حکومت کی یہ چند وقتیں جو میں نے بیان کیں دنیاوی خرخشوں کے لحاظ سے بیان کیں اور اگر مواخذۂ عاقبت کی نظر سے دیکھا جائے تو شاید سلطنت سے بڑھکر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں۔ اور جن لوگوں نے مواخذۂ عاقبت کا صحیح صحیح اندازہ کیا وہ ہمیشہ اس سے نفور رہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا حال تو سنا ہوگا کہ خلیفۂ وقت نے اُن کو قاضی القضات بنانا چاہا۔ اُن دنوں کی قضا ایسی تھی جیسی آج کل کی مدار المہامی۔ کیونکہ کل معاملات شرع شریف کے مطابق تصفیہ پاتے تھے۔ امام نے انکار کیا۔ خلیفہ بدگمان ہوا۔ امام نے قید بھگتی کوڑے کھائے۔ ان صدموں کی وجہ سے تپ آئی مر گئے۔ موت کی قضا اختیار کی اور مدار المہامی کی قضا نہیں۔ عجب نہیں مولانائے رومؒ ان ہی امام ابو حنیفہ رح کی طرف اشارہ کرتے ہوں کہ فرماتے ہیں ؎

قاضیئے بنشاندند و می گریست	گفت نائب قاضیا گریہ ز چیست
این نہ وقت گریہ و فریاد تست	وقت شادی و مبارکباد تست
گفت آہ چون حکم راند بیدلے	درمیان آں دو عالم جاہلے
آں دو خصم از واقع خود واقفند	قاضیئے مسکیں چہ داند زاں دو بند
جاہل ست و غافل ست از حال شاں	چوں رود در خون شاں و مال شاں

ایک وہ تھے جو حقوق العباد کا اس قدر پاس کرتے تھے کہ عاقبت کی جوابدہی کے ڈر سے حکومت کو فتنۂ ابتلا سمجھتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ حقوق العباد کو کھیل سمجھ رکھا ہے اور مردم آزاری کے مواقع کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور وجہ یہ ہے کہ ابو حنیفہ اور ابراہیم ادہم سے کہیں زیادہ خدا کی بازپرس سے مطمئن ہیں۔ جس طرح ایشیائی شاعروں کے مضامین معین ہیں کہ وہ اُن کے دائرے سے باہر نہیں جاتے۔ گل و بلبل وصل و ہجر شمع و پروانہ بہار و خزاں شوق و انتظار رقیب الشیخ استخفاف مذہب مدح ام الخبائث یا دو چار اور اسی طرح آج کل کے لکچراروں کے مضمون مقرر ہیں۔ از انجملہ یہ کہ مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کی عظمت اور شان و شوکت یاد دلائی جاتی ہے جیسے سنتے ہیں کہ چیتے کو شکار کے لیئے لیجاتے ہیں تو اُس سے کہتے جاتے ہیں کہ تیرے باپ نے فلاں لومڑی اور دادا نے فلاں خرگوش کا شکار کیا تھا۔ مسلمانوں کو انکے بزرگوں کی عظمت کا یاد دلانا خیال تو اچھا ہے کہ غیرت کے لیئے اس سے زیادہ کارگر تازیانہ ہو نہیں سکتا۔ مگر اس کا ایک پہلو بہت بُرا بھی ہے کہ مسلمان اپنے بزرگوں

بٹھائے تیس روپے مل گئے۔ یہ تو میں جانتا ہوں نوکروں سے اچھے پڑ رہتے ہو۔ بھلا خیر یہ ایک چھوٹا سا نقشہ ہے مہربانی فرماکر ذری اسکو تو بنا دیجئے +

اُمیدوار۔ بس مجکو تو ایسے اخلاص سے معاف فرمائیے +

سررشتہ دار۔ یہ تو آپ کو ہماری خاطر سے بنانا ہی پڑے گا +

اُمیدوار۔ منشی جی تم تو ہمکو بہت ہی ستاتے ہو (نقشہ دیکھ کر) اف نقشہ ہے کہ شیطان کی انٹی ہے نہ صاحب یہ میرے بوتے کا نہیں +

سررشتہ دار۔ ذرا صبر تو کیجے یہ سارا نقشہ آپ کو نہیں بنانا پڑے گا۔ یہ صرف چار خانے آپ کو بھر دینے ہیں بستہ بردار شلیں لا لا کر آپ کے سامنے رکھ دیگا۔ آپ اِن چار مدّوں کی کھتونی کر ڈالیئے +

اُمیدوار۔ آپنے تو ایک ٹکا بھری جبّو (زبان) ہلا دی آپ سمجھتے بھی ہیں کہ یہ چار خانے کا تھان کئی گز کا لمبا ہوگا۔ بھلا کتنے دنوں میں نقشہ درکار ہوگا +

سررشتہ دار۔ بہت سے بہت چار پانچ دن +

اُمیدوار۔ کیا خوب آپ کو خبر بھی ہے آج کے پندرھویں دن رمضان شریف کا پہلا روزہ ہے سو روزے میں تو بندے کے حواس برجا رہتے نہیں۔ بعد رمضان بات سو بات +

امیدوار تو نقشے کو ہاتھ ہی نہیں لگاتا تھا لیکن لوگوں نے کہا ارے میاں کیوں عذر کرتے ہو کچھ کام بھی ہو نقشہ لیلو ایسا ہی ہوگا تو ہم تمھاری مدد کر دینگے۔ جبراً قہراً نقشہ لے بُڑبُڑاتے ہوئے نکلے نہ دانہ نہ گھاس سو اس دو دو وقت لعنۃ اس امیدواری پر اور لعنۃ اِس کچہری پر۔ سو واقع میں جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا۔ سارے رمضان میرے شیر نے شکل ہی نہ دکھائی۔ نقشہ تو کیا رک سکتا تھا۔ بیچارے سلامتہ راے رام آدھین غریب داس نے لگ لپٹ کر وقت سے پہلے اُسکو پورا کیا۔ مُسلمان بھائی عید کے بھی کوئی دس دن بعد مکان پر تشریف لائے اور دور ہی سے السلام علیکم کہہ کر باسی تواسی بھی نہیں دسواسی عید کے معانقے کے لیئے آگے بڑھے۔ ناچار اُٹھنا پڑا نہ صرف مجکو بلکہ پندرہ بیس اَور بھلے مانسوں کو بھی جو اُسوقت موجود تھے اور غالباً ایک بھی اُن کا روشناس نہ تھا۔ معانقوں سے فارغ ہونے کے بعد اُنھوں نے ساری محفل کو ایک نظر دیکھا میں تو حقہ پیتا نہیں مگر ایک مہمان عزیز آئے ہوئے تھے اور وہ حقہ پی رہے تھے۔ امیدوار صاحب کے لاپچ سے یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم کہکر زبردستی اُن کے بیچ میں

ط مسلمانوں جب تمسے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کھل کر بیٹھو تو کھل کر بیٹھ جایا کرو کہ خدا اس حسن خلق کے عوض تم کو بہشت کی کھلی جگہ میں بٹھائے گا ۱۲ منہ

متعلق جو کچھ فرمایا ہو معلوم نہیں مگر دنیا کے بارے میں ارشاد کیا کہ حتی الوسع ہندو عملے رکھنا۔ اِس ڈپٹی کلکٹر
کو حیرۃ ہوئی کہ مولوی صاحب پیشوائے اسلام ہوکر ہندوؤں کی سفارش فرماتے ہیں۔ نہ رہ سکا اور پوچھا ہی پوچھا
کہ اسمیں کیا مصلحۃ ہے۔ فرمایا المستشار مؤتمن[1]۔ میری بہت سی عمر نوکری میں گزری ہے۔ اور جتنی عمر نوکری میں گزری
ہے اُسکا اکثر حصہ حکومۃ کی نوکری میں۔ تو مجکو عملوں سے بہت سروکار رہا ہے اور میں نے ہندوؤں کو بہت منقاد
اور جفاکش پایا ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی ایک حکایۃ بیان کی کہ میں فلاں جگہ صدر الصدور تھا۔ اتفاق سے
صدر دیوانی عدالۃ (ہائی کورٹ) کے حکام نے ایک بڑا طویل الذیل نقشہ طلب کیا۔ اور یہ اعلیٰ درجے کے حاکم
خالی بیٹھے بیٹھے اکثر ایسے ہی خواب پریشان دیکھا کرتے ہیں۔ اور کام کی یہ کثرت کہ بیچارے معمولی عملوں کو سر
کھجانے کی فرصۃ نہیں۔ میں تو بہت گھبرایا کہ عملۂ زائد کی درخواست کرتے ہوئے بہت ڈر لگتا ہے۔ یہ نقشے کا
کام کیسے سرانجام ہوگا۔ مگر سررشتہ دار نے کہا کچھ تردد کا محل نہیں۔ یہ امیدوار لوگ جو حاضر رہتے ہیں اِن سے
مدد لیجائے گی۔ غرض نقشے کے کئی ٹکڑے کرکے اُمیدواروں کو تقسیم کردیے گئے۔ از انجملہ ایک ٹکڑا ایک ہندو
امیدوار کو دیا جانے لگا تو اُسنے خود درخواست کرکے ایک ٹکڑا اَور لیا اور میں نے دیکھا کہ اُسی وقت سے اپنے
کمر سے قلمدان نکال ہاتھ بھر کے زنگ آلود چاقو سے سرکنڈے کا قلم بنا اپنا کام شروع کردیا۔ باوجودے کہ دو
ہفتے کی مُہلۃ تھی مگر اُسنے تو کوئی چوتھے پانچویں ہی دن اپنے حصے کے دونوں نقشے نہایۃ صحۃ اور صفائی کے
ساتھ بنا پیش کردیے اور اُلٹا منۃ پذیر ہوا ۔ منۃ منہ کہ خدمۃ سلطان ہمی کنم ✦ منۃ شناس ازو کہ بخدمۃ بداشتۃ
سررشتہ دار نے ایک چھوٹا اور آسان سا ٹکڑا ایک مُسلمان بھائی کے لیئے بھی رکھا تھا اُن کو کہیں پہلے سے
اِس بیگار کی خبر لگ گئی۔ اب بُلاتے ہیں تو ٹلے ٹلے پھرتے ہیں۔ بارے لوگوں کے سمجھانے سے آئے تو آتے
کے ساتھ کڑک کر سررشتہ دار سے بولے کیوں منشی جی بہ کس جرم کے لیئے میرے نام کا وارنٹ جاری ہوا
ہے۔ عوضیاں ہوں تو لالہ بھائی گھر سے بلائے جائیں اور بیگار ہو تو ہم پکڑے پکڑے پھریں۔ اور میں اجلاس
کے کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تجویز لکھ رہا ہوں۔ میں نے سررشتہ دار کو کہتے سُنا کہ از برائے خدا ذرا آہستہ بولو
صدر اعلیٰ صاحب تجویز لکھ رہے ہیں ✦

مسلمان اُمیدوار۔ تم نے تو صدر اعلیٰ کو خدا سے بھی بڑھا دیا کہ اُسکے یہاں بھی پانچ نمازوں میں سے تین
جہری ہیں۔ سُن لیں گے تو بندہ کچھ اِن کا دیا نہیں کھاتا ✦

سررشتہ دار۔ ارے یار کیوں ناشکری کرتے ہو ابھی اِسی مہینے میں تمکو اُس تقسیم کے مقدمے میں بیٹھے

[1] جس سے صلاح پوچھی جائے وہ ایک طرح کا امانت دار ہوتا ہے ۱۲ منہ

تو اس کا ہے کہ مسلمانوں میں علم و ہنر نہیں یعنے وہ علم و ہنر جنے یورپ کو حضیض ذلة سے اٹھا کر معراج الکمال عزة پر پہنچا دیا ہے۔ اور نہ صرف یہی کہ مسلمانوں میں ایسا علم و ہنر نہیں سر پیٹ لینے کی بات ہے کہ اُس علم و ہنر کے حاصل کرنے کا جیسا چاہیئے شوق بھی نہیں اور شوق ہو تو کہاں سے ہو ابھی انھوں نے اسکی ضرورة ہی کو نہیں سمجھا۔ اور اس سے کہ مسلمانوں میں تعلیم کی کچھ تحریک ہو رہی ہے میں نہیں مانتا کہ ان کو شوق ہے جیسا شوق ہونا چاہیئے اور اُنھوں نے علم کی ضرورة کو سمجھا ہے جیسا سمجھنا چاہیئے۔ ہمارے خاندان کا دستور ہے کہ جب تک بچّوں کو صرف کہہ دینا کافی ہوتا ہے اُن کو کہہ کہہ کر نماز پڑھوائی جاتی ہے۔ پھر جب وہ عمر کی اُس حد کو پہنچتے ہیں کہ صرف کہنا بس نہیں کرتا تو اُن کو لالچ دیا جاتا ہے یعنی پیسہ یا ٹکا نماز مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ پیسوں کی طمع سے نماز پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ بڑے ہو کر خدا کے فضل سے بڑے پکّے نمازی ہو جاتے ہیں۔ اور بعض صاحب ترتیب بھی ہوئے ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔ اور ہاں پیسوں کا لالچ دینے کے علاوہ ہم اُنکو اپنا نمونہ بھی دکھاتے ہیں ورنہ ہم بے نماز ہوں تو کہنا اور لالچ دکھانا کچھ بھی کام نہ آئے۔ تو اگر مسلمانوں کو یعنے بعض مسلمانوں کو تعلیم کا شوق ہے بھی تو وہ اسی قسم کا شوق ہے جیسا لالچی بچوں کو نماز کا۔ جس طرح وہ نماز پیسہ کے لالچ سے پڑھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ نوکری کے لالچ سے تعلیم پا رہے ہیں۔ نہ اُنکی نماز نماز ہے نہ انکی تعلیم تعلیم۔ شوق ہمیشہ نتیجہ ہوتا ہے قدر کرنے کا۔ تو جو بچے لالچ سے نماز پڑھتے ہیں۔ اگر کہا جا سکتا ہے کہ اُنھوں نے نماز کی قدر جانی۔ اگر کہا جا سکتا ہے کہ اُنکو نماز کا شوق ہے تو جو لوگ نوکری کے لالچ سے تعلیم پاتے ہیں اُنکو بھی کہا جائے گا کہ انھوں نے تعلیم کی قدر جانی کہا جائے گا کہ اِن کو تعلیم کا شوق ہے۔ نوکری اول تو اِس کثرة سے ہی نہیں اور ہو سکتی بھی نہیں۔ اور ہو بھی تو وہ ایک نہایة مبتذل منفعة ہے جو تعلیم پر متفرع ہو سکتی ہے بشرطیکہ تعلیم تعلیم ہو یعنے اعلیٰ درجے کی۔ اور یہ تعلیم جو ہو رہی ہے شاید نوکری کے لیئے تو کافی ہو بھی مگر قومی ترقی کے لیئے تو میں اِس کو تعلیم کی ابجد سے بڑھکر نہیں سمجھتا۔ انسان کی طبیعة ایسی تنگ چشم واقع ہوئی ہے کہ یہ ساری فضیلتوں ساری برکتوں ساری نعمتوں کو اپنے لیئے اور خاص اپنے ہی لیئے سمیٹنا چاہتا ہے ولا حضرت الانفس الشح[1] تو مشکل سے اُسکے ذہن نشین کیا جا سکتا ہے کہ شخصی فائدوں سے قومی فائدے کہیں زیادہ سودمند اور قابل قدر ہیں۔ مثلاً اہل یورپ کے حال پر نظر کرو کہ ایک گورا ایک لوہار ایک موچی یہاں تک کہ ایک لوفر (گدا) بھی وقعة کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بڑے شہروں کے بڑے بازاروں میں شام

[1] اور بخل تو سبھی کے نفوس کے ساتھ لگا ہے ۱۲ منہ

نقشے۔ اور مجھسے مخاطب ہو کر بولے عید کی مبارکباد کے سواے مجکو ایک امر اور بھی عرض کرنا تھا کہ سررشتہ دار نے ایک نقشہ مجھے بنانے کو دیا تھا۔ وہ بیچارہ ہندو رمضان کی کیا قدر جانے عجب نہیں نقشے کا منتظر ہو۔ آپکو تو ماہ مبارک کی صعوبتوں کا خود تجربہ ہوا ہوگا۔ رمضان میں تو کچھ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر بندہ سنۃ العید[1] کا بھی پابند ہے۔ غرض الحمد للہ اب روزوں سے فراغ حاصل ہوا صرف تکان ہے سو ہفتے عشرے میں مزاج بحال ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ شوال ہی میں نقشہ حاضر کروں گا۔ شوال گیا ذی قعدہ گیا ذی الحجہ گیا محرم میں نقشے لائے تو کیا بیان کروں رول تک سیدھا نہ تھا جا بجا سیاہی پڑی ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کسی کم سواد لڑکے سے لکھوالیا ہے۔ سو واقع میں مسلمانوں کے سر پر ایک یہ بھی شامت سوار ہے کہ جھوٹی حالت میں ان سے رہا نہیں جاتا اور بدون اسکے گزر نہیں۔ تو جو لوگ مسلمانوں کی حالت کو درست کرنا چاہتے ہیں اُن کو ضرور ہے کہ مسلمانوں سے جھوٹی شیخی اور بیجا تعظیم طلبی کی عادت ترک کرائیں۔ بڑا مشکل کام ہے کہ طبیعت میں دنائت اور کمینگی بھی نہ آنے پائے یعنی خودداری رہے اور غرور بھی نہ ہو۔ سو مجکو مسلمانوں کے پچھلے کارنامے سن کر ہمیشہ یہ خدشہ واقع ہوا کرتا ہے کہ کہیں مسلمان شیخی میں نہ آجائیں۔ میں نے بھی سلطنت اسلام کا تذکرہ کیا مگر اسکے زوال کا اور وہ بھی اس پیرائے میں کہ سلطنت کے جاتے رہنے کی میں اتنی بھی تو پروا نہیں کرتا جتنی ایک مٹی کے کلھڑے کے ٹوٹ جانے کی ہوتی ہے جو حلوائی دودھ دہی کے ساتھ مفت دیدیا کرتے ہیں۔ سلطنت کے ساتھ اقبال تو ویسے ہی اُسکے ساتھ بکھیڑے بھی ہیں۔ دنیا اور دین کی عافیت تو اسی میں ہے کہ نہ سلطنت کے جاتے رہنے کا افسوس ہو اور نہ اسکے حاصل ہونے کی آرزو۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ سلطنت خوشی کا صرف ذریعہ نہ تھی تو بڑا ذریعہ ضرور تھی۔ اب علم و ہنر کا دور دورہ ہے۔ اسی کی سلطنت ہے اسی کی حکومت اسی کی دولت اسی کی خوشحالی اسی کی عزت غرض اسی کی دنیا اور میں پکارے کہتا ہوں اسی کا دین۔ اب سلطنت بھی بے علم و ہنر کے نہیں چل سکتی۔ اور نہ صرف سلطنت بلکہ سچ پوچھو تو بے علم و ہنر زندگی حرام ہے۔ اور جیسی زندگی ہم لوگ کر رہے ہیں کہ سوئی اور چاک اور دیا سلائی یعنی ضرورت کی کل چیزوں کے لیے یورپ کے دست نگر ہیں میں تو اسکو زندگی نہیں سمجھتا۔ جنکو جینے کا سلیقہ نہیں ایسے نااہلوں کو اول تو سلطنت ملنے ہی کیوں لگی۔ ع دولت نہ بہ خدا ہے کسے رابگزاف ؛ اور بفرض محال مل بھی جائے تو جانو کہ ملک کے حصے کی قیامت آگئی۔ تو مجکو مسلمانوں کی سلطنت کے جاتے رہنے کا ذرا بھی افسوس نہیں وہ ایک جانیوالی چیز تھی اور گئی تو خوب ہوا اچھا ہوا بہتر ہوا۔ ہاں افسوس ہے

---

[1] سنۃ عید کے روزے کا ۱۲ منہ

قومی تعلیم کے نہ تم فائدے سمجھتے ہو نہ تم اسکی قدر کرتے ہو۔ اور جب سرے سے قدر ہی نہیں کرتے تو اسکے لئے کوشش کیوں ہو۔ ہم میں جو بڑا روشن خیال ہے وہ یہ تو کرے گا کہ اپنے بیٹوں بھتیجوں رشتہ داروں کو تعلیم دلانا چاہتا ہے۔ غرض اس کی کوشش اسکے گھر کے اندر محدود ہے مگر قوم اسکے گھر کے باہر تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہے اسکا ذہن ہی اس طرف منتقل نہیں ہوتا کہ اسکے عزیزوں کے تعلیم پا جانے سے قوم تعلیم یافتہ نہیں ہو جائے گی اور جب تک قوم تعلیم یافتہ نہ ہو شخصی تعلیم کی برکتیں بھی محدود رہیں گی۔ جیسے وہ تعلیم خود محدود ہے۔ اس وقت کی تعلیم میں یہ بڑا نقص ہے کہ اسکی غرض وغایۃ نوکری ہے۔ اور ابھی سے لوگوں نے بڑبڑانا شروع کردیا ہے کہ تعلیم یافتہ بھی بے معاش پڑے پھرتے ہیں۔ شکر ہے کہ بدمعاش نہیں پڑے پھرتے۔ اور یہ شکایۃ بالکل صحیح ہے تعلیم کی گدگدی پیدا ہوتے دیر نہیں ہوئی تھی۔ کہ ری ایکشن (الٹا لوٹنا) شروع ہو گیا یعنی تعلیم کی طرف سے لوگوں کو الٹی بے دلی ہوتی جاتی ہے۔ اور اس کا علاج کرنا نہایۃ ضرور ہے۔ سو جس طرح سے جلے ہوئے کو آگ سے سینکتے ہیں وہ بے دلی جو تعلیم کی طرف سے پیدا ہو چلی ہے اُسی کا علاج ہے تعلیم۔ میں اسکی دو مذہبی سندیں لکھتا ہوں ایک شخص کو دستوں کی شکایۃ تھی وہ آں حضرۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمۃ میں دوا پوچھنے آیا۔ اُن لوگوں کو آں حضرۃ کے ساتھ عقیدہ ہی اس قسم کی تھی کہ دنیا اور دین دونوں میں پیغمبر کو اپنا راہ نما سمجھتے تھے اور واقع میں وہ تھے بھی اب ایسے مسلمان رہ گئے ہیں کہ پیغمبر کی دینی تعلیم میں بھی چون وچرا کرتے ہیں۔ نص صریح دیکھتے ہیں اور اُن کو تسلی نہیں ہوتی۔ خیر تو وہ شخص دستوں کی دوا پوچھنے آیا۔ آپنے شہد کے پینے کو فرمایا اس واسطے کہ خدا نے شہد کے حق میں فیہ شفاء للناس فرمایا تھا۔ شہد کا پینا تھا کہ دست اور بھی چھوٹ پڑے۔ پھر دوڑا ہوا آیا۔ آپ نے فرمایا وہی شہد پئے جاؤ۔ جوں جوں شہد پیتا تھا دست زیادہ ہوتے جاتے تھے اور وہ بار بار شکایۃ کرتا تھا اور ادھر سے شہد ہی کی ہدایۃ ہوتی تھی یہاں تک کہ آپنے فرمایا تیرا پیٹ جھوٹا ہے۔ جا شہد ہی پیئے جا۔ آخر کار جب کامل تنقیہ ہو چکا دست آپسے آپ بند ہو گئے۔ کسر کے رہتے شہد مسہل تھا مادۂ فاسد کے اخراج کے بعد وہی شہد قابض بن گیا۔

اسی طرح ایک شخص نے عسرۃ کی شکایۃ کی اور وہ تھا مجرد۔ آپنے فرمایا نکاح کرلو۔ وانکحوا الایامی منکم والصلحین[1] من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ۔ نکاح کیا تو جورو کے نان نفقے کا بوجھ بڑھا۔ اور تنگی ہوئی۔ پھر شکایۃ کی۔ فرمایا ایک نکاح اور۔ غرض آخر کار تعدد نکاح سے خدا نے اسکو برکۃ دی۔ ایسا معلوم

[1] اور اپنی رانڈوں اور اپنے رنڈوؤں اور اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں میں سے جو نیک بخت ہوں اُنکے نکاح کردو اگر محتاج ہونگے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے غنی کردیگا ۱۲ منہ

کے وقت لوگوں کا یہ ہجوم ہوتا ہے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہوتا ہے اور رستہ چلنا دشوار ۔ میں نے ایک نواب صاحب کو دیکھا کہ دو گھوڑوں کی بگھی پر سوار ہیں۔ دو سوار آگے دو پیچھے۔ سائیس اور سوار بہتیرا بھیڑ کو ہٹانا چاہتے ہیں لوگ ہٹو بڑھو کا غل سُن کر پیچھے کو مڑ کر دیکھ تو لیتے ہیں مگر جگہ سے نہیں ٹلتے۔ اتنے میں تو ایک گورا آتا ہوا دکھائی دیا۔ اکیلا۔ مونہ میں پیپ اور ہاتھ میں تین چار فٹ کا بید۔ وہ نہ ہٹو کہتا ہے اور نہ بڑھو کہتا ہے۔ اور مزہ یہ ہے کہ سیٹی بھی نہیں بجاتا۔ مگر لوگ ہیں کہ آپ سے آپ کائی کی طرح پھٹتے چلے جاتے ہیں۔ یہ کیا۔ قومی حکومۃ قومی رعب پھر ان کی قوم کا چمار بھی ہے تو بھی کہلائے گا صاحب ہی۔ یہ کیا۔ قومی عزۃ قومی ادب۔ پھر ہمارے فقیر پہروں کھڑے چلاّیا کریں۔ دعائیں دیں بنا جاتیں سُنائیں جسمانی روگ کھائیں۔ کسی نے بہت دیا تو ایک پیسہ وہ بھی جمعہ رات کے دن۔ لیکن اگر انگریز لوفر جا کھڑا ہو تو دور سے دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوں اور بے دریغ کم سے کم ایک ابیض منقوش اُسکی نذر کریں۔ یہ کیا۔ قومی اقبال قومی تمول۔ تو معلوم ہوا کہ جب ایک قوم کی اکثر افراد کو ایک نعمۃ حاصل ہوتی ہے اُس قوم کی ساری افراد پر کما بیش اُس نعمۃ کا اثر پڑتا ہے۔ اگرچہ مجکو ساری عمر انگریزوں کی سوسائٹی میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر طالب العلمی کے زمانے میں نوکری کی حالۃ میں انگریزوں سے سابقہ پڑتا رہا ہے اور اب کہ مجکو اتنی انگریزی آتی ہے کہ ہر قسم کی کتابیں اور اخبار سمجھ لیتا ہوں تو جتنی دیر انگریزی کتاب یا اخبار دیکھتا ہوں تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ اتنی دیر انگریزی سوسائٹی میں ہوں۔ اور ہاں نیچریوں سے ملاقاۃ ہے دوستی ہے گو کھان پان نہیں۔ ان کی سوسائٹی بھی بن وجہ انگریزی سوسائٹی ہے بلکہ انگریزوں سے تو ایٹکٹ (دواب مجلس) کا کوئی فریضہ متروک بھی ہو جائے نیچریوں سے کسی مستحب کا متروک ہونا بھی ممکن نہیں۔ شریعۃ کی پابندی جیسی نو مسلم سے ہو سکتی ہے موروثی مسلمان سے نہیں ہو سکتی۔ غرض انگریزوں کے حال سے مجکو پوری آگہی نہیں تو محض ناواقفیۃ بھی نہیں۔ میں نے بعض انگریز تو نہایۃ لائق دیکھے اور اکثر ہماری طرح کے معمولی آدمی۔ تو مجکو حیرۃ ہوا کرتی تھی کہ یہی لوگ ہیں اور ایسے ہی لوگ ہیں تو یورپ میں طوفان ترقی کہاں سے آگیا ہوگا۔ جیسا کہ ان لوگوں کی صنعۃ و ایجادوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ آخر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ آدمی تو عموماً ہماری ہی طرح کے ہیں کچھ ایسا بڑا تفاوت نہیں مگر ان میں تعلیم یافتہ اکثر ہیں اور عموم تعلیم کا سوسائٹی پر ایسا اثر پڑا ہے کہ جو وہاں کا جاہل ہے وہ صرف اس وجہ سے جاہل سمجھا جا سکتا ہے کہ اُس نے سبقاً سبقاً سکول یا کالج میں تعلیم نہیں پائی۔ مگر وہاں کی سوسائٹی بجائے خود معلم کا حکم رکھتی ہے اور چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے باتوں باتوں میں لوگ ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں۔ تم لوگ جو تعلیم کے لیئے کوشش کر رہے ہو شخصی تعلیم کے لیئے کر رہے ہو وہ بھی سسک سسک کر

ومن تحت ارجلہم کہیں اقاموا التورٰیۃ والانجیل وما انزل الیہم من ربہم کے یہی معنی تو نہ تھے کہ سائنس پڑھو کیونکہ اکلوا من فوقہم ومن تحت ارجلہم تو اس درجے کا ہے کہ خدا نخواستہ کہیں تخمہ نہو جائے۔ غرض اسلام کی حمایۃ کا ایک پیرایہ تو انگریزی تعلیم کا رواج دینا ہے۔ سو اس لائن (رستے) میں جو کچھ تم لوگوں نے کیا ہے وہ اسی قدر ہے کہ نہ کرنے سے کچھ بہتر ہے مگر چاہو کہ اس سے حصول مدعا ہو سو ہونا نہیں۔ اب اسلام کی حمایۃ کا ایک دوسرا پیرایہ اردو ہے اور وہ تعلیم کے رواج دینے سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ اور اگرچہ یہ خود نئی بات نہیں تو جس پیرائے میں اسکو میں ادا کرنا چاہتا ہوں وہ اتنا تو ضرور نیا ہے کہ میں نے نہ دیکھا نہ سُنا۔ میں پوچھتا ہوں دنیا میں اسلام کے جاری کرنے سے خدا کا کیا مطلب تھا۔ بے شک پیغمبر صاحب آخر الزمان کی بعثت کے وقت ادیان کی بہت ہی تباہ حالۃ تھی عمل تو ہے دوسرے درجے میں اہل کتاب تک کے معتقدات خراب ہو گئے تھے اور معتقدات بھی جنۃ اور دوزخ اور آسمان اور فرشتوں اور شیطان کے بارے میں نہیں بلکہ خود بڑی سرکار یعنے خدا کے بارے میں وقالت الیہود عزیر ابن اللہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ[1] اس سے زیادہ اہل کتاب کے معتقدات کا فساد معلوم کرنا ہو تو قرآن کی طرف رجوع کرو۔ غرض تمام ادیان کیا اہل کتاب اور کیا غیر اہل کتاب سب جادۂ استقامۃ سے منحرف تھے۔ اور خدا جو اپنے بندوں پر ہمیشہ سے مہربان ہے اور ہمیشہ مہربان رہے گا کتب علیٰ نفسہ الرحمۃ[2] انکی یہ تباہ حالۃ دیکھ نہیں سکتا تھا اور زمانے کا رنگ پکار رہا تھا کہ کسی پیغمبر کا آنا ضرور ہے اور وہ پیغمبر **محمد** تھے جنھوں نے ملک عرب میں ظہور کیا اسلئے کہ عرب خرابی اور تباہی اور فسادات کا سنٹر (مرکز) تھا۔ غرض اسلام کے جاری کرنے کا ایک مطلب یہ تھا۔ لیکن ایک مطلب اہم اور بھی مضمر تھا جسکی طرف میں آپ صاحبوں کی توجہ کو مصروف کرنا چاہتا ہوں۔ میں ابھی اُسکو بیان کرونگا۔ لیکن لوگوں کے شوق کو ذرا مشتعل ہو لینے دو (لکچرار نے اس وقفے میں گلو تر کرنے کو چائے پی)

وہ مطلب یہ تھا کہ ساری دنیا میں ذرا ان لفظوں کو دھیان میں رکھنا ساری دنیا میں ایک کامن برادرہڈ (اخوۃ عامہ) قائم ہو تمام بنی آدم اس برادرہڈ کے ممبر بنائے جائیں اور جملہ اختلافات دور ہو کر ساری دنیا میں امن آجائے عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ پیغمبر کو اپنی صداقۃ ثابت کرنے کے لئے معجزوں کا دکھانا ضرور ہے لیکن یہ ایک ادنےٰ درجے کا خیال ہے چشم بصیرۃ میں خدا نور دے تو خود پیغمبر اپنی صداقۃ کی دلیل ہے۔ **ع** آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ **بیت** دردل ہر قوم کش از حق مزہ ست ٭ روو آواز پیغمبر معجزہ ست ٭ وہ حکایۃ تو سنی ہوگی

---

[1] اور یہود کہنے لگے کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ لگے کہنے مسیح اللہ کے بیٹے ہیں ۱۲ [2] اللہ نے بندوں پر مہربانی کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے ۱۲

ہوتا ہے کہ وہ حد درجے کا کاہل رہا ہوگا۔ خانہ داری کی جنتری میں سے نکلا سیدھا ہو گیا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر تعلیم تنگی معاش کا سبب ہے تو اور پڑھو۔ یعنی ہزار نے پڑھ کر فائدہ نہیں اُٹھایا تو ہزار اور پڑھیں اور اسی طرح ہزار ہزار پڑھتے جائیں یہاں تک کہ سب پڑھ جائیں۔ پانی کو جمع ہونے دو وہ اپنا رستہ آپ کرے گا۔ جب لوگ کثرت سے تعلیم یافتہ ہوں گے اور نوکری ملے گی نہیں تو وہ آپ معاش کے دوسرے دوسرے ذرائع ڈھونڈ نکالینگے اور تبھی قوم کو آسودگی اور ترقی ہوگی۔ کیوں لال عقلی کے منتظر ہو۔ سیدھی سی بات یہی کیوں نہیں دیکھتے کہ ہم میں اور یورپینز میں کوئی وجہ فارق نہیں۔ جیسے آدمی وہ ویسے آدمی ہم۔ اگر وہ سرد ملک کے رہنے والے اور گورے ہیں اور ہم گرم ملک کے رہنے والے اور کالے۔ تو مقام اور رنگ کے اختلاف کو ترقی میں کچھ بھی مدخل نہیں۔ پھر وہ کیا چیز ہے جو اُن میں ہے اور ہم میں نہیں۔ اور جو اُن کی ترقی اور ہماری پس ماندگی کا سبب واقع ہوئی ہے۔ ہاں تو وہ چیز تعلیم ہے کہ وہ ایجوکیٹڈ (تعلیم یافتہ) اور ہم اَن ایجوکیٹڈ (جاہل) ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قوم ایک رستے پر پڑ لینے سے کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچ گئی ہے تو ہمکو بھی آنکھ بند کر کے اُسی رستے پر پڑ لینا چاہیئے۔ یعنی اس وقت اور اس زمانے میں اسلام کی حمایۃ کا یہی ایک متعین پیرایہ ہے کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم کو تعلیم دینے کی کوشش کی جائے۔ سو کچھ کوشش ہو بھی رہی ہے مگر کوانٹٹی (مقدار) اور کوالٹی (درجہ) کے لحاظ سے ناکافی۔ کچھ خبر بھی ہے وہ وقت سر پر چلا آرہا ہے کہ جس علم کے حاصل کرنے کے لیئے تم سے کہا جاتا ہے اور تم نہیں سنتے ایک دن وہی علم جہل کی طرح بے قدر ہوگا۔ اسواسطے کہ دریافت اور ایجاد کے اعتبار سے اہل یورپ کا کچھ بہرہ سا کھل گیا ہے یورپ کے مقابلے میں تو خدا کی طرف سے اسکو فیصل شدہ سمجھو کہ تم اُنکے غبار کو بھی نہیں پاسکتے اور کیونکر پاسکو گے کہ تم ابھی جگہ سے کھسکے تک نہیں اور وہ لوگ تم سے سو برس یعنی کم سے کم دو نسل کے پہلے کے چلے ہوئے ہیں پہلے پیدل تھے پھر سوار ہوئے اور سوار ہوئے تو پہلے گام پھر دُلکی پھر سرپٹ اور اب تو اکسپرس (سب سے زیادہ تیز ریل) میں اُڑے چلے جاتے ہیں۔ کہیں ہی تو نہ ہو جائے جیسا عوام کو شبہہ ہوا تھا کہ تار میں اندر اندر جادو کی پتلیاں دوڑتی ہیں۔ اور جب ہم تار کی شینری (کل) ہی سے واقف نہیں تو ہم سے عوام بہتر کہ اُنھوں نے آخر ایک ڈھکوسلا گھڑ تو لیا تھا۔ پس اگر کسی نے تعلیم کی غرض و غایۃ یہ سمجھی ہو کہ ہم اہل یورپ کی برابر ہو جائیں تو اسکی نسبت میں یہی کہہ سکتا ہوں ع ایں خیال ست و محال ست و جنوں * ہاں اہل یورپ تعلیم کے جس درجے پر اب ہیں اُسکے آدھے تہائی چوتھائی پر بھی ہم پہنچ جائیں تو ہمارے بدنصیب ملک ہماری بدنصیب قوم کے بھاگ کھل جائیں وہی جیسا خدا نے اہل کتاب کے لیئے فرمایا تھا۔ ولو انہم اقاموا التورٰیۃ والانجیل وما انزل الیہم من ربہم لاکلوا من فوقہم

[۱] اور اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ توراۃ اور انجیل اور اُن صحیفوں کے حکموں پر قائم رہتے جو خدا کی طرف سے ان پر نازل ہوئے تھے تو ان کے لیئے اوپر سے رزق برستا اور پاؤں

(شعار) بلکہ اسلام کا مرادف اِس وجہ سے لوگ لاآلہ الاالله سے بھتاتے ہیں۔ ورنہ جتنے خدا کے ماننے والے ہیں سب لاآلہ الا الله کے قائل ہیں۔ لاآلہ الا الله کے معنی یہی ہیں کہ خدا ہے اور خدا ہے تو وہ اپنی ذات اور صفات میں یگانہ بھی ہے۔ ورنہ وہ خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند۔ اسی قاعدے کو ذرا اور پھیلاؤ۔ ذرا اس میں اور تعمیم کرو تو کیا ہو جائے گا دو خدا در عالم نگنجند لو کان فیھما الھۃ الا الله لفسدتا۔ بات وہی ہے دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند کا سکیل چھوٹا ہے اور لو کان فیھما الھۃ الا الله لفسدتا[1] کا سکیل بڑا۔ غرض خدا ہے تو وہ اکیلا ایک بھی ہے۔ وحدہ لاشریک لہ۔ وہی ہمارا پیدا کرنے والا جلانے والا اور روزی دینے والا ہے۔ یہ سب لوازم خدائی ہیں۔ اور پیدا کرنے والا جلانے والا روزی دینے والا ہے تو وہ ہماری سب سے بڑی تعظیم سب سے زیادہ احسان مندی اور شکرگزاری کا مستحق ہے۔ اور یہی عبادۃ ہے یہی پرستش ہے اور یہی پوجا ہے۔ بس یہ اسلام ہے اور یہ لاآلہ الا الله ہے۔ جس کا اتنا سارا غل پڑا ہوا ہے۔ اس وقت آڈئینس میں سبھی قسم کے لوگ موجود ہیں کوئی ایک تو اپنی نسبۃ کھڑا ہو کر کہے کہ میں خدا کو نہیں مانتا یا مانتا ہوں تو اسکو مستحق تعظیم نہیں جانتا۔ اور اس آڈئینس پر کیا موقوف ہے۔ اِس سرے سے اُس سرے تک ساری دنیا چھان مارو ایک متنفس کو منکرِ خدا نہ پاؤ گے۔ مگر یہ کہ اُسکے دماغ میں فتور ہو۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اپنے ارادے سے پیدا ہوا اپنے ارادے سے زندہ ہے اور اپنے ارادے سے مریگا۔ وہی پانی برساتا وہی مخلوق کو روزی دیتا ہے افلم ینظروا فی ملکوت السموات والارض اونے[2] تامل میں انسان کو اپنی درماندگی اور بے اختیاری کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ اور یہی درماندگی اور بے اختیاری خدا کو منواتی ہے۔ حقیقۃ میں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص خدا کا قائل ہو وہ کیوں اسلام کا قائل نہو۔ کیوں اپنے تئیں مسلمان نہ سمجھے اور کیوں اپنے تئیں مسلمان نہ کہے۔ اور کیوں مسلمان اسکو مسلمان نہ سمجھیں۔ بیشک اسلام میں خدا کے ماننے کے علاوہ اور بھی باتیں ہیں۔ مسلمانوں کی عبادۃ کے خاص طریقے ہیں۔ مسلمانوں میں بعض چیزیں حلال ہیں اور بعض چیزیں حرام۔ غرض مسلمانوں کی شریعۃ ایک علحدہ شریعۃ ہے۔ لیکن اصل اسلام وہی لاآلہ الا الله یعنی خدا کا ماننا ہے اور بس۔ اگر کسی مسلمان بھائی کو اسمیں عذر ہو تو مہربانی کر کے ذرا تکلیف کریں اور کھڑے ہو کر من[3] قال لاالہ الا الله دخل الجنۃ کے معنی سمجھائیں۔ جو لوگ اصل نسل کے مسلمان ہیں ان میں بھی بعض خدا کے بندے بلکہ

---

[1] زمین و آسمان میں کئی خدا ہوتے تو دونوں کبھی کے برباد ہو گئے ہوتے ۱۲
[2] کیا لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر نظر نہیں کی ۱۲
[3] جو لاالہ الا الله کا قائل ہے جنتی ہے ۱۲

جس دن پیغمبر صاحب ہجرۃ کر کے مدینے تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ سارے مدینے میں غل تھا اور لوگ جوق جوق حضرۃ کے دیکھنے کو چلے آتے تھے۔ میں اپنے نخلستان میں تھا میں نے جو پیغمبر صاحب کا آنا سنا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں بھی پیغمبر صاحب کو دیکھنے گیا۔ بس دیکھنا تھا کہ میرے دل نے گواہی دی واللہ ما[1] هذا بوجه کذاب۔ اور فی الحقیقة خدا نے آدمی کے دل اور اسکے بشرے میں ایک تعلق رکھا ہے کہ بشرے سے دل کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور اسی پر مبنی ہے علم قیافہ۔ اور اسی سے فرمایا ہے اتقوا[2] من فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله تو جس طرح عبداللہ بن سلام نے پیغمبر صاحب کو دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ اس شکل وصورۃ کا آدمی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ میں نے بھی معجزات سے قطع نظر کر کے دوسری دوسری وجوہ سے پیغمبر صاحب کی صداقت کی طرف سے اپنے تئیں مطمئن کر لیا ہے۔ ازاں جملہ یہ کہ تمام دنیا میں کامن برادرہڈ قائم کرنے کا عمدہ اور وسیع خیال پیغمبر کے سوائے ماوشما کسی کے دل میں آ ہی نہیں سکتا۔ ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ۔ اُن کا سینہ خدا نے کھول دیا تھا۔ الم نشرح[3] لك صدرك تو ویسے ہی عالی انکے خیالات تھے۔ اب رہی یہ بات کہ پیغمبر صاحب نے اسلام کے جاری کرنے سے ساری دنیا میں ایک کامن برادرہڈ قائم کرنی چاہی تھی اس کا ثبوت۔ ہاں تو اس کا ثبوت ہے عموم رسالۃ۔ وما[4] ارسلناك الا كافة للناس اور قل[5] یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا الذی له ملك السموات والارض لا اله الا هو یحیی ویمیت ساری دنیا کا ایک خدا ایک پیغمبر اور ساری دنیا کا ایک دین ہو اور اُس دین کا اصل الاصول ہو انما[6] المؤمنون اخوة تو یہی ساری دنیا کی کامن برادرہڈ ہے۔ اب میں دکھانا چاہتا ہوں کہ پیغمبر صاحب نے اس کامن برادرہڈ کے قائم کرنے کے لیئے کیسی کیسی تدبیریں اختیار کی تھیں سب سے بڑی تدبیر تو یہ تھی کہ اُنھوں نے اسلام کی بنیاد ایسے آسان اور سلیس اور عام فہم عقیدے پر رکھی جس سے کسی فرد بشر کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ اور وہ عقیدہ ساری دُنیا کا مجمع علیہ ہے۔ وہ کیا عقیدہ ہے لا اله الا الله اسکے لیئے نہ کسی دلیل کی ضرورۃ ہے اور نہ یہ کسی ثبوت کا محتاج ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی شخص حد بشریت پہنچے اور لا اله الا الله کا معتقد نہو۔ انسان کی خلقۃ ہی اسی طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اُس کا دل خود بخود لا اله الا الله کی گواہی دیتا ہے از بسکہ اسلام غیر مذہب بلکہ مذہب مخالف سمجھا گیا ہے۔ اور لا اله الا الله ٹھیر اسلام کا ما لو

---

[1] بخدا اس شخص کا مونہ جھوٹے آدمی کا سا مونہ تو نہیں ہے ۱۲ منہ [2] ایماندار کی اٹکل سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ نور خدا کی روشنی سے دیکھتا ہے ۱۲

[3] اے پیغمبر کیا ہم نے تمہارے خیالات وسیع نہیں کیئے ۱۲ منہ

[4] اے پیغمبر ہم نے تو تم کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے ۱۲ منہ

[5] اے پیغمبر لوگوں سے کہدو کہ میں تم سب کی طرف خدا کے یہاں سے بھیجا گیا ہوں وہ خدا جو آسمان و زمین کا مالک ہے اسکے سوائے کوئی معبود نہیں وہی جلاتا اور مارتا ہے ۱۲ منہ [6] مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ۱۲ منہ

الناس لا یعلمون اور حدیث میں آیا ہے کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام ثم ابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ[1]
تو قرآن اور حدیث سے کیا معلوم ہوا کہ تمام آدمی فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتے ہیں اور فطرۃ اسلام وہی خدا کا
ماننا ہے اور بس۔ اور فطرۃ بدلی نہیں جاتی۔ اور جو خدا کو مانے وہ جنتی ہے۔ ذرا ان مقدمات کو ذہن میں
جمع کرو تو نتیجہ کیا نکلے گا کہ سب آدمی جنتی ہیں۔ مگر یہ تو ویسی ہی بات ہوئی کہ ایک مرتبہ بڑا غل مچا کہ پہاڑ
بچہ دینے والا ہے۔ یہ سن کر ایک خلقۃ ٹوٹ پڑی کہ ماں کا یہ پھیلاؤ ہے تو دیکھیں بچہ کتنا بڑا ہوتا ہے
آخر انتظار بسیار کے بعد ایک چوہیا نکلی۔ لوگ کھسیانے ہو اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے۔ مذہب نے دنیا
میں ایسی تو ہل چل مچا رکھی ہے اور ٹٹولا تو بات کیا نکلی کہ دین اسلام دین قیم ہے اور انسان اسپر مجبول و مفطور
ہے۔ لیکن میں نے کوئی آیتہ نہیں بنالی اور میں بیچارہ کم سواد کیا آیتہ بناتا جب بڑے بڑے فصحاے عرب
دم نہ مار سکے۔ تو میں نے کوئی آیتہ نہیں بنالی کوئی حدیث وضع نہیں کرلی۔ مجکو من کذب علی متعمدا فلیتبوأ[2]
مقعدہ من النار کا وعید یاد ہے۔ نتیجہ جو نکلا جس کا جی چاہے اسکو منطق کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے۔ اسمیں بھی
شک کرنے کی جگہ نہیں کہ ہم اپنی جگہ غور کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ خدا کی گواہی انسان کی فطرۃ میں داخل ہے
وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم[3] اور جب خدا کو منظور تھا کہ اسلام یونیورسل رلجن ہو یعنی ساری دنیا کا
ایک دین ہو اور اسکا نام ہو اسلام تو ضرور تھا کہ اسکے لیئے اصول بھی ایسے عام اختیار کیئے جائیں کہ کوئی فرد
بشر انکے احاطے سے باہر نہ ہونے پائے اور ایسے اصول بے انضمام فطرۃ بن نہیں سکتے۔ اور ہم قرآن پر نظر
کرتے ہیں تو اسمیں اسلام کے فطری ہونے کی دلیلیں اس کثرۃ سے ہیں کہ گویا سارے قرآن کا یہی ایک مطلب
ہے یا ایک مطلب نہیں تو ترجیح بند ہونے میں تو شک بھی نہیں۔ اور کیوں نہ ہو نزول قرآن کی غرض و غایۃ ہی
یہ تھی۔ خدا نے استدلال کا طرز ہی یہ اختیار کیا ہے کہ وہ انسان کی فطرۃ سے گواہی دلوا کر اپنی ذات و صفات
کا اقرار کراتا ہے۔ میں نمونے کے طور پر قرآن کا ایک مقام صرف ایک مقام پڑھتا ہوں امن خلق السموات[4]
والارض وانزل لکم من السماء ماء فانبتنا بہ حدائق ذات بھجۃ ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا ءالہ مع اللہ بل
ھم قوم یعدلون۔ امن جعل الارض قرارا وجعل خلالھا انہارا وجعل لھا رواسی وجعل بین البحرین حاجزا ءالہ[5]

---

[1] جتنے لوگ پیدا ہوتے ہیں سب اسلام کی فطرۃ پر پیدا ہوتے ہیں پھر ان کے ماں باپ چاہیں انکو یہودی بنائیں یا نصرانی بنائیں یا مجوسی بنائیں ۱۲ [2] جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے وہ پہلے دوزخ میں اپنا ٹھکانا کرلے ۱۲ [3] یقین لانے والوں کے لیئے زمین میں اور خود ان میں خدا کی قدرۃ کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں ۱۲
[4] بھلا کس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیئے آسمان سے پانی برسایا پھر پانی سے خوشنما باغ اگا کے تم سے تو نہ بن پڑتا کہ باغوں کے درخت اگا کھڑے کرتے کیا اسپر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے نہیں بلکہ یہ لوگ راہ حق سے پھرے ہوئے ہیں ۱۲ [5] بھلا کس نے زمین کو لوگوں کے ٹھیرنے کی جگہ بنایا اور کس نے اسکے بیچ بیچ میں دریا بہائے اور کس نے زمین کے لیئے پہاڑوں کے لنگر بنائے اور کس نے دو دریاؤں کے بیچ زمین کو حد فاصل قرار دیا کیا اسپر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے
نہیں بلکہ ان میں اکثروں کو سمجھ نہیں ۱۲

اکثر خدا کے بندے نماز نہیں پڑھتے روزے نہیں رکھتے اور بہت سے کام خلاف شرع کرتے ہیں۔ بااین ہمہ وہ مسلمان سمجھے جاتے اور اُنکے ساتھ مسلمانوں کی سی مدارات کیجاتی ہے۔ لیکن ہمنے دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں ہمیشہ مضایقہ کیا ہے۔ گویا ہم ایک طرح کے ہندو ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ کوئی فرد بشر منکر خدا نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ اُسکے دماغ میں فتور ہو سو لاپروائی اور غفلۃ اور غلط فہمی کو کہیں انکار نہ سمجھ لیجئے گا۔ قرآن میں انسان کی فطرۃ کا بیان کئی جگہ ہے از انجملہ ایک مقام پر فرماتے ہیں (۱) ھو الذی یسیرکم فی البر والبحر حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم بریح طیبۃ وفرحوا بھا جاءتھا ریح عاصف وجاءھم الموج من کل مکان وظنوا انھم احیط بھم دعوا اللہ مخلصین لہ الدین لئن انجیتنا من ہذہ لنکونن من الشاکرین فلما انجاھم اذا ھم یبغون فی الارض بغیر الحق یاایھا الناس انما بغیکم علی انفسکم متاع الحیوۃ الدنیا ثم الینا مرجعکم فننبئکم بما کنتم تعملون۔ اِس سے کیا معلوم ہوا کہ آدمی خوشحالی میں خدا کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ ہاں جب اُس پر کوئی مصیبۃ آتی ہے تو اُسکی اصلی فطرۃ کھل پڑتی اور وہ خدا کے آگے ناک رگڑنے لگتا ہے۔ اور یہی سبب ہوا ہے کہ بزرگان دین نے بڑی مصیبۃ مند زندگیاں بسر کی ہیں۔ اور نہیں تو ریاضات اور مجاہدات کی مشقتیں اختیار کر کے اپنے تئیں تکلیف میں رکھا ہے۔ ہم تو منکر خدا اُسکو سمجھیں کہ (۲) حتی اذا بلغت التراقی وقیل من راق وظن انہ الفراق والتفت الساق بالساق کا وقت ہو اور یہ اپنی ہیکڑی پر جما ہے ورنہ **قطعہ** شب و آرام سے گزرتی ہے + صبح اُٹھ جام سے گزرتی ہے + عاقبۃ کی خبر خدا جانے + اب تو آرام سے گزرتی ہے + یہ سازو سامان ہیں تو خدا کا ہے کو یاد آنے لگا۔ یہی حال تو فرعون کا بھی ہوا تھا کہ ساری عمر انا ربکم الاعلی پکارا کیا (میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں ۱۲) (۳) ڈوبنے کو ہوا تو ساری شیخی جھڑ گئی۔ حتی اذا ادرکہ الغرق قال آمنت انہ لا الہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین (یہاں تک کہ جب اُسکو ڈوبنے نے آدبایا تو لگا کہنے کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اب میں بھی اُسپر ایمان لاتا ہوں کہ اُسکے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں اور اب میں اسکا حکم مانوں گا ۱۲) اور فرعون کی کیا تخصیص ہے (۴) ہیچ کس از ماکم از فرعون نیست + لیکن او را عون مارا عون نیست ع تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں + خدا جو انسان کی فطرۃ بیان کرے وہی صحیح الا یعلم من خلق وہ فرماتا ہے فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر

---

(۱) وہی خدا تمکو خشکی میں اور پانی میں چلاتا پھراتا ہے چنانچہ جب کشتی میں سوار ہوتے ہو اور وہ تمکو باد موافق کی مدد سے لیکر چلتی ہے اور لوگ خوش ہوتے ہیں یکایک باد سخت کا جھونکا کشتی کو آ لگتا ہے اور لہریں ہیں کہ ہر طرف سے لوگوں پر آنے لگتی ہیں اور خیال ہوتا ہے کہ اب تو برے آ گھرے تو سچے دیندار بن کر خدا کو پکارنے لگتے ہیں کہ اگر ہمکو اس بلا سے نجاۃ دے تو ہم تیرے شکر گزار بندے ہو کر رہیں گے پھر جب خدا انکو بچا لیتا ہے تو خشکی پر پہنچ کر ناحق ناروا بغاوۃ کرنے لگتے ہیں لوگو اس بغاوۃ کا وبال تم ہی پر پڑیگا دنیا کی زندگی کے چندروزہ فائدے اٹھا لو پھر تو تمکو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے اُسوقت ہم تمکو بتادیں گے کہ دنیا میں تم کیسے عمل کرتے رہے ہو ۱۲ (۲) یہاں تک کہ جب جان بدن سے نکل کر چنبر گردن میں آکر اٹک جائے اور مرنے والے کے بیمار دار چلا اٹھیں کہ کسی کو ایسا منتر بھی یاد ہے کہ بیمار کو بچالے اور خود بیمار کو یقین ہو جائے کہ بس اب دنیا سے مفارقۃ ہوئی۔ اور ایک پاؤں کی پنڈلی دوسرے پاؤں کی پنڈلی سے ملکر لگے اینٹھنے (۳) کیا ہو سکتا ہے کہ جو خدا مخلوق کو پیدا کرے وہی مخلوق کے حال سے واقف نہو ۱۲ (۴) تو اے پیغمبر ایک خدا کے ہو کر اس دین الٰہی کی طرف کو اپنا رخ کرلو یہ خدا کی بنائی ہوئی ساخت ہے جسکے مطابق لوگوں کو بنایا ہے اللہ کی ساخت کو کوئی نہیں بدل سکتا یہی پکا دین ہے مگر اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں ۱۲

اِس کا سر انجام ہونا کیا بڑی بات ہے۔ یہی نہ کہ لوگوں سے خدا کے ہونے کا اقرار کرا لیا جائے۔ سو ایسا کون کوڑ مغز ہوگا کہ ایسی موٹی بات بھی اُسکی سمجھ میں نہ آئے۔ مُونہ سے نکالنے کی دیر ہے لوگ تو اسلام پر ایسے گرینگے جیسے شہد پر مکھیاں یا شمع پر پروانے یا آج کل کی باتوں میں سے لو تو تعلیم انگریزی پر پارسی او بنگالی بات تو واقع میں ایسی ہی تھی مگر جہاں سے اسلام شروع ہوا یعنی عرب وہ لوگ تھے پرلے درجے کے اکھڑ حسد اور غرور اور بے رحمی اور ظلم اور مکر اور دغا اور جھوٹ اور بے حیائی اور فواحش اور چوری اور راہزنی اور شراب خواری اور قمار بازی اور بدکاری غرض جتنے عیب انسان میں ہو سکتے ہیں سبھی تو اُن میں کوٹ کوٹ کر بھرے تھے۔ "لکچرار نے اپنے مسدس میں سے عرب کے حالات کے چند بند پڑھکر سُنائے۔ یہ مسدس لکچرار کی کتاب محصنات یعنی فسانہ مبتلا کے آخر میں جزو کتاب ہے اور علیحدہ بھی باضافہ چند بند "اتمام حجۃ" کے نام سے چھپ گیا ہے"۔

ایسے لوگوں کو دین سے کیا تعلق خدا سے کیا سروکار۔ باوجودیکہ ابھی نماز کو نہیں کہا روزے رکھنے کا حکم نہیں دیا زکوۃ کی چٹی نہیں ڈالی اسپر بھی مجرد خدا کا نام سنتے کے ساتھ ساری بھڑیں چھتوں میں سے نکل پڑیں۔ اور کم بختوں نے پیغمبر صاحب کی زندگی دشوار کردی۔ لیکن پیغمبر صاحب صرف اتنے آسرے پر کہ جو میں کہتا ہوں انہی کے فائدے کی کہتا ہوں۔ اور بات ہے معقول یہ آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں سمجھیں گے پر سمجھیں گے تمام تکالیف کو حسبۃً للّٰہ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرتے رہے لیکن لاتوں کے بھوت باتوں سے کیا ماننے والے تھے احمقوں نے پیغمبر صاحب کے افہام و تفہیم کو اپنی اور اپنے بڑوں کی تحمیق اور اپنے بتوں کی تذلیل سمجھا اور کہا جو کچھ مُونہ میں آیا اور کیا جو کچھ اُن سے کرتے بن پڑا۔ یہ نہیں کہ ان کو دین اسلام کے حق ہونے میں کچھ کلام تھا۔ اسمیں کلام کی گنجایش ہی کیا تھی۔ مگر مارے حسد اور غرور کے وہ اس عار کو گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ہم اور دوسرے کے سمجھانے سے سمجھیں وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلما وعلوا[۵] وہ تو یوں کہو کہ پیغمبر صاحب قریش کے سب سے بڑے سرداروں کے خاندان کے آدمی تھے اور اس اثنا میں کچھ لوگ پیغمبر صاحب کے سمجھانے سے دین اسلام کے گرویدہ بھی ہوگئے تھے اور بڑی بات تو یہ ہے چراغے را کہ ایزد بر فروزد ✦ کسے کو پف زند ریشش بسوزد ✦ يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون بہتیرے ہی روڑے اٹکائے اسلام کی گاڑی تھی کہ نہ رُکی پر نہ رُکی۔

---

[۵] اور باوجودیکہ کافروں کے دل خدا کی آیتوں کا یقین کر چکے تھے مگر انھوں نے براہ ظلم و زیادتی اُن سے انکار ہی کیا ۱۲

مع اللہ بل اکثرھم لا یعلمون - امّن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ءالٰہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون امّن یھدیکم فی ظلمات البر والبحر ومن یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ ءالٰہ مع اللہ تعالی اللہ عما یشرکون امّن یبدؤ الخلق ثم یعیدہ ومن یرزقکم من السماء والارض ءالٰہ مع اللہ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین - دیکھو توحید کی ہستی اور توحید کیسی ساتھ ساتھ چل رہی ہیں - اگر اس قسم کی آیتیں بالاستیعاب پڑھ سُنانی چاہوں تو اس سے کہیں زیادہ آسان ہوگا کہ پرسوں اترسوں سے رمضان شروع ہونے والا ہے - جابجا حافظ نماز تراویح میں قرآن سنائیں گے تم اُنکے پیچھے دھیان کرتے جانا کہ کس کس ڈھب سے خدا اپنی ہستی اور قدرۃ اور اپنی وحدانیۃ کے ثبوت دیتا ہے مگر ماحصل سب کا وہی ہے جیسا میں نے کہا کہ خدا انسان کی فطرۃ سے گواہی دلوا کر اپنی ذات اور صفات کا اقرار کراتا ہے - لیکن عربی نہیں سمجھتے تو حافظ کے پیچھے دھیان ہی کیا کروگے - مجھسے ترجمہ پوچھنا چاہوگے اول تو میں ٹھیرنے والا نہیں اور ٹھیرتا بھی تو نہ بتاتا میں نے تو اُسکو اپنی چڑ بنا رکھا ہے کہ مُسلمان کو عربی کے معنی سمجھاؤں - کوئی شخص مسلمان ہو کر عربی کیوں نہیں پڑھتا - بے شک تم عربی سنکر ترجمے کے لیئے بیقرار ہوتے ہو - مگر بلا سے - میرے اختیار میں تو تمھاسے عربی نہ جاننے کی اتنی ہی سزا ہے - وہ تو میں دے کر ہونگا بُرا مانو یا بھلا مانو - غرض اسلام کے فطری ہونے میں تو کچھ بھی کلام نہیں - اب رہی یہ بات کہ اسلام فطری ہے تو ساری دنیا مُسلمان کیوں نہیں ہوگئی - اسمیں زیادہ تر اُن ہی لوگوں کا قصور ہے جن کو اسلام سے گریز ہے - اور کسیقدر خود مُسلمانوں کا بھی - واقع میں بڑی حیرۃ کا مقام ہے کہ کیوں لوگوں نے اسلام سے گریز کیا اور کیوں ابھی تک گریز کر رہے ہیں - اگر لوگ دو اور دو کا چار ہونا بلا عذر تسلیم کرتے ہیں تو کیوں نہیں اسلام کا دین حق ہونا تسلیم کرتے ہیں تو دونوں باتوں میں کچھ بھی فرق نہیں پاتا جیسا دو اور دو کا چار بدیہی ویسے ہی اسلام کا دین حق ہونا بدیہی - مگر یہیں سے تو انسان کی اصل حقیقۃ کھلتی ہے کہ وہ کیسا متعصب اور ضدی اور جھگڑالو اور خود پسند اور سوسائٹی اور رسم و رواج کا مغلوب ہے - میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ جس دن خدا نے پیغمبر صاحب کو خلعۃ پیغمبری سے سرفراز فرمایا اُنھوں نے بتقاضاے بشریت ایسا سمجھا ہو تو عجب نہیں کہ جس خدمۃ پر میں مامور ہوا ہوں

---

۵۱ بھلا کوئی بے قرار ہو کر جو اپنی مدد کے لیئے دوسرے کو بُلاتا ہے کون ہے جو اُسکی فریاد سنے اور اُسکی شکایت رفع کر دے اور تمکو زمین میں پچھلوں کا جانشین کرے کیا اسپر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے نہیں بلکہ تم لوگ سوچتے نہیں ۱۲ ۵۲ بھلا کون ہے جو تمکو خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھائے اور کون باران رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو بارش کی خوش خبری سنانے کے لیئے بھیجتا ہے کیا اسپر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے تمہارے شرک سے اللہ کی شان بہت بلند ہے ۵۳ بھلا کون پہلی بار پیدا کرتا اور پھر اسے پیچھے دوبارہ پیدا کرتا ہے اور کون آسمان و زمین سے تم کو روزی دیتا کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ سچے ہو تو اپنی دلیل لا پیش کرو ۱۲

کیا نام رکھوں مگر میں کہتا ہوں اوپن جس کا دروازہ کھلا ہے جو چاہے آئے - اسلام کو اکسکلوسو بنانے کا پیغمبر صاحب کا ہرگز منشا نہ تھا اور نہ اسلام میں اکسکلوسو ہونے کی کوئی بات ہے - اسمیں کھانے پینے کی چھوت نہیں - شریف و رزیل کا تفرقہ نہیں - آقا اور نوکر کا امتیاز نہیں - یاایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم - اور جب اسلام کو یونیورسل ریلجن بنانا منظور تھا تو وہ اکسکلوسو ہو ہی نہیں سکتا تھا - دنیا میں جتنی ایجادیں ہوا کرتی ہیں - اکثر تنکے کے اوجھل پہاڑ ہوتا ہے ایک ذرا سی بات ہے میں کانپور میں تھا کہ سلف ایکٹنگ ٹٹی ایجاد ہوئی یعنے خس کی ٹٹی جو اپنے تئیں آپ چھڑک لیا کرے - گرم ملکوں میں اسکی سخت ضرورت ہوتی ہے - میں بھی سلف ایکٹنگ ٹٹی کو دیکھنے گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دروازے کے اوپر کی طرف ڈیڑھ دو فٹ کا ایک چھجہ سا نکال دیا ہے - اسمیں سوراخ ہیں - سوراخوں پر پانی کے مٹکے رکھے ہیں - اُن سے پانی رستا ہے - چھجے کے تلے ٹین کی نالی لگی ہے - مٹکوں کا پانی اُس نالی میں جمع ہوتا ہے - نالی کا مرکز ثقل اس طرح پر رکھا ہے کہ جب نالی بھر جاتی ہے آپ سے آپ ٹٹی پر اُلٹ پڑتی ہے - سلف ایکٹنگ ٹٹی بن گئی - میں دیر تک خیال کرتا رہا کہ ایسی آسان بات آج تک کسی کا ذہن اس طرف کو کیوں نہیں منتقل ہوا - یہی حال ہے اسلام کا کہ شروع سے دنیا میں امن کے قائم کرنے کی ضرورت ہے لوگ اس کی تدبیریں بھی سوچتے اور کرتے ہیں - لیکن یہ فخر ہمارے پیغمبر صاحب کے حصے کا تھا کہ ساری دنیا میں امن برود ہڈ کے قائم کرنے کی تدبیر نکالی - آسان اور آسان کے علاوہ مذہبی کہ کوئی فرد بشر مذہب سے بے نیاز نہیں - خدا دل میں انصاف دے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے سوائے ساری دنیا میں کامن برد ہڈ کے قائم کرنے کی کوئی اور تدبیر ہو ہی نہیں سکتی - اسلام ہی کا عقیدہ ایک عقیدہ ہے جسپر تمام دنیا کے لوگ جمع ہو سکتے ہیں پیغمبر صاحب نے اپنی طرف سے بہتیری کی کہ میں دنیا میں کامن برد ہڈ قائم کرنیکے لیے بھیجا گیا ہوں میری طرف سے کوئی بات اصل مطلب کے خلاف نہیں ہونی چاہیئے - دس برس مشرکوں اور بت پرستوں کے نرغے میں گزار دیئے - ان کا تو مذہب ہی کیا تھا مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت - مذہب کچھ تھا تو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا تھا سو پیغمبر صاحب نے یہاں تک اُنکے ساتھ اہتمام رکھنا چاہا تھا کہ اُنکے پیغمبروں کو پیغمبر مانا اُنکی کتابوں کا منزل من اللہ ہونا تسلیم کیا

ف۱ لوگو ہم نے تمکو ایک مرد (آدم ع) اور ایک عورت (حوا ع) سے پیدا کیا اور تمہارے گروہ اور جتھے بنائے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک تم میں جو سب سے زیادہ پرہیزگار وہی خدا کے یہاں سب سے زیادہ معزز ۱۲

ف۲ جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں اُن کی کہاوت مکڑی کی سی ہے کہ اُسنے ایک گھر بنایا اور گھروں میں سب سے بودا گھر مکڑی کا ۱۲

ذرا خیال کرنے کی بات ہے کہ تمام جزیرۂ عرب میں قوم قریش کے لوگ بڑے معزز اور قابل ادب سمجھے جاتے تھے اسلیئے کہ یہ لوگ بیت اللہ شریف کے مجاور تھے اور اگرچہ عرب بت پرستی کے ماٹھ میں ڈوبے ہوئے تھے مگر ابراہیم کے بنائے ہوئے اس معبد کی تعظیم میں ان لوگوں نے کبھی کمی نہیں کی اور اسی معبد کی وجہ سے قریش کی بھی آؤ بھگت ہوتی تھی کہ یوں سارے ملک میں کسی مسافر کو امن نہ تھا لیکن قریش سے کوئی متعرض نہ ہوتا تھا لایلاف قریش ایلافہم رحلۃ الشتاء والصیف فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی اطعمہم من جوع وامنہم من خوف[1] حاجیوں کو پانی پلانا ان کی مہمانداری خانۂ کعبہ کی بست و کشاد یہ سب خدمتیں ان ہی لوگوں میں تھیں اور خود پیغمبر صاحب کے آبا و اجداد سربرآوردہ مجاوران بیت اللہ میں سے تھے۔ ان لوگوں کو حسد اور غرور جو تھا سو تھا اس کا بھی تو بڑا اندیشہ تھا کہ اگر اسلام پھیلا تو بت پرستی موقوف اور بت پرستی نہیں تو خانۂ کعبہ جو اس وقت سب سے بڑا بتخانہ تھا اور جس پر قریش کی عزۃ اور معاش کا انحصار تھا کچھ چیز نہیں۔ مجرو یہی روداد پیغمبر صاحب کی صداقت کے لیئے بس کرتی ہے کہ انھوں نے حق کے مقابلے میں اپنے خاندانی ذریعۂ عزۃ اور وسیلۂ معاش کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ حضرۃ کے چچا ابو طالب کی معرفۃ لوگوں نے پیغمبر صاحب کو طرح طرح کے لالچ دکھائے کہ ہمارے بتوں کے حال سے کچھ بحث نہ کریں اور ابو طالب نے بھتیجے کو سمجھایا بھی۔ مگر پیغمبر صاحب نے صاف دو ٹوک بات کہدی کہ چچا جان اگر یہ لوگ آفتاب کو بھی آسمان سے اُتار کر میری گود میں لے آئیں گے تاہم میں خدائے واحد کی منادی کرنے سے تو باز آنے والا نہیں۔ جب اہل مکہ نے دیکھا کہ اسلام چپکے چپکے پھیلتا ہی چلا جاتا ہے اور لوگوں کے تیور کچھ بدلے ہوئے سے دکھائی دیتے ہیں تو اُنھوں نے آخر الدواء الکی[2] پر عمل کرنا چاہا کہ بہت سے آدمی مل کر پیغمبر صاحب کو مار ڈالیں بہت ہوگا تو دیۃ دینی آجائے گی سب چندہ کر کے بھر دینگے۔ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک[3] مگر پھر وہی ع چراغے را کہ ایزد بر فروزد ٭ کسے کو پف زند ریشش بسوزد۔ یہ منہ دیکھتے ہی رہے اور پیغمبر صاحب رات کے وقت چپکے سے نکل مدینے جا براجے۔ یوں مسلمانوں میں اور مخالفین اسلام میں لڑائی کی بنیاد قائم ہوئی۔ مذہب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک اکسکلوسو (مانع) جس میں غیر قوم کا آدمی داخل نہیں ہو سکتا جیسے ہندوؤں کا مذہب۔ اور دوسرا اسکے برخلاف یعنی نہیں جانتا اُس کا

---

[1] اگرچہ قوم قریش پر خدا کے چند در چند احسان ہیں لیکن انکو چاہیئے کہ صرف ایک احسان کی شکرگزاری میں کہ انکو جاڑے گرمی کے سفر تجارۃ کا خوگر کر دیا خانۂ کعبہ کے خدا کی عبادۃ کریں کہ اسنے اُن کو بھوک میں کھانے کو دیا اور لوٹ مار کے خوف سے امن دیا ۱۲

[2] زخم کا آخری علاج داغ دینا ہے ۱۲

[3] اور اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو کہ کافر تمہارے لیئے تدبیریں کر رہے تھے کہ تم کو قید رکھیں یا مار ڈالیں یا دیس سے نکال باہر کریں ۱۲

بگاڑا ہے۔ مسلمان دوسری چیز اسلام دوسری چیز کیا کسی دانشمند آدمی کا کام ہے کہ دوسرے کی ضد سے اپنی ناک کٹائے۔ وہی جیسا شعیبؑ اپنی قوم سے کہتے تھے ۱؎ ویقوم لایجرمنکم شقاقی ان یصیبکم مثل مااصاب قوم نوح او قوم ھود او قوم صالح وما قوم لوط منکم ببعید دنیا نے مسلمانوں کے ایجاد کیے ہوئے علوم جبر و مقابلہ کیمیا ہیئات تاریخ وغیرہ سے فائدے اُٹھائے اور اب تک فائدے اُٹھائے جارہے ہیں۔ اسلام کو بھی اسی طرح کا مسلمانوں کا ایجاد کیا ہوا ایک علم سمجھا ہوتا۔ ناحق کی ضد اور ہٹ دھرمی کا تو کوئی جواب نہیں جس آدمی کے سر میں عقل ہو کسی مذہب اور کسی قوم کا کیوں نہو وہ ضرور اتفاق کی منفعتوں سے واقف ہوگا وہ ضرور چاہتا ہوگا کہ دنیا میں امن رہے۔ مگر کوئی تو بولو از برائے خدا کوئی تو بولو کہ اسلام کے سوائے اتفاق اور امن کی کوئی اور بھی تدبیر ہے۔ دنیا میں مذہب ہی تمام فسادات کی جڑ ہے۔ یہی وہ حضرۃ ہیں جنھوں نے خدا جھوٹ نہ بلوائے دنیا میں کروڑوں خون کرائے ہیں۔ اور یہ ایک فیصل شدہ بات ہے اور اسکو گھر جاکر اپنی جگہ اچھی طرح سوچ لینا کہ جب تک دنیا کا ایک مذہب نہیں ہوگا ممکن نہیں کہ لوگوں میں یکدلی اور اتحاد پیدا ہو۔ اچھا تو وہ کون سا مذہب ہے جسکو ساری دنیا آسانی کے ساتھ قبول کرسکتی ہے۔ وہ نہیں ہو مگر اسلام۔ از روئے فطرۃ مسلمان ہونا اختیاری بات نہیں۔ آدمی ہو تو وہ عقل بھی رکھتا ہے اور عقل رکھتا ہے تو وہ خدا کو بھی مانتا ہے اور خدا کو مانتا ہو تو وہ مسلمان ہے۔ ہاں اختیاری کیا بات ہو کہ کامن برد ہڈ کی جو سوسائٹی پیغمبر صاحب نے قائم کی اور اُس کا نام رکھا سوسائٹی اسلام۔ تم اِس سوسائٹی کے ممبروں میں اپنا نام لکھواؤ یا نہ لکھواؤ۔ لیکن اگر تم اسلام کی سوسائٹی کے ممبروں میں اپنا نام نہیں لکھواؤ گے یعنی سونہ سے مسلمان ہونے کا اقرار نہیں کروگے تو سوسائٹی تم کو اپنے ممبروں میں شمار نہیں کرے گی۔ اور یہ بالکل واجبی بات ہو۔ لیکن تم عجب عقل کے آدمی ہوگے کہ ممبری کا چندہ دو اور ممبر نہ بنو خدا کے معتقد ہو اور اپنے تئیں مسلمان نہ کہو۔ اور ہاں سمجھے رہنا کہ بدعقلی کے سوا تم پر خود سری اور نااحسان مندی کا الزام بھی عائد ہوگا کہ ایک شخص نے ایسی عمدہ اور مفید سوسائٹی قائم کی تھی تم نے اُسکے شمول سے انکار کیا اور بانی سوسائٹی کا کچھ حق نہ مانا۔ آخر سرسید احمد خاں کو علیگڈھ محمڈن کالج کا بانی بھائی شمس الدین کو انجمن حمایۃ اسلام وما یتعلق بہا کا بانی مانتے ہو اور غالباً احسان مندی سے مانتے ہو اور اب نہیں بھی مانتے تو آیندہ چل کر مانوگے اور ضرور مانوگے تو پیغمبر صاحب نے ایسا کیا قصور کیا ہے کہ انکو اسلام کا بانی امن عام کی تدبیر کا موجد اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا محسن یعنی رحمۃ للعالمین تسلیم نہ کرو۔ لوگو انصاف بھی

۱؎ لوگو میری ضد سے گناہ کے مرتکب ہو مبادا تم پر وہ آفتیں آنازل ہوں جو قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر نازل ہوئیں اور یوں تو قوم لوط کی الٹی ہوئی بستیاں بھی تم سے کچھ دور نہیں ۱۲

اور اس شد و مد کے ساتھ کہ توراۃ کے حق میں فرماتے ہیں انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی و نور پھر تھوڑی دور آگے چل کر انجیل کی نسبت[۲] وقفینا علیٰ آثارھم بعیسی بن مریم مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ و اٰتیناہ الانجیل فیہ ھدی و نور و مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ و ھدی و موعظۃ للمتقین اسکے علاوہ مسلمانوں کو تاکید کی[۳] ولا تجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن الا الذین ظلموا منہم و قولوا اٰمنا بالذی انزل الینا و انزل الیکم و الٰھنا و الٰھکم واحد و نحن لہ مسلمون - میں نہیں سمجھتا کہ دوسرے مذہب والوں کے ساتھ سازگاری پیدا کرنے اور سازگاری رکھنے کے لیئے پیغمبر صاحب اس سے زیادہ کیا کرتے اور کیا کر سکتے تھے اور کوئی کیا کرتا اور کیا کر سکتا تھا۔ اُن کا معاملہ بُت پرستوں کے ساتھ اُس نہج پر تھا جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎ دل نے ملادیں خاک میں سب وضع داریاں + جوں جوں رُکے وہ ملنے سے ہم بیشتر ملے + اور اہل کتاب کے ساتھ میل جول کی یہ کیفیت تھی ؎ مجھ میں اُنمیں ربط ہے اسے ذوق مثل بو و گل + وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا + غرض اسلام نہ اکسکلوسو تھا اور نہ اکسکلوسو بننا چاہتا تھا۔ مگر لوگوں نے زبردستی دھکے دے دے کر اسکو اکسکلوسو بنایا۔ اسلام نے تھپکنے کے لیئے پُٹھوں پر ہاتھ رکھنا ہی چاہا تھا کہ انھوں نے بے طرح دولتیاں جھاڑنی شروع کیں پیغمبر اور مُسلمان بیچارے اپنی جانیں بچا بچا کر گھر بار مال و اسباب دھن دولت زن و فرزند چھوڑ چھوڑ کر مدینے نکل بھاگے اور لوگوں کے ساتھ میل ملاپ کی امیدیں منقطع ہو گئیں اور اب اسلام پُورا پُورا اکسکلوسو بنا۔ لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن وہ جو کہتے ہیں۔ ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد لڑے اس غرض سے کہ اسلام کو نیست و نابود کر دیں اور اسلام اُس درخت کی طرح جو قلم کرنے سے اَور بڑھتا اور پُھولتا پھلتا ہے۔ یوماً فیوماً اپنا احاطہ وسیع کرتا گیا۔ ھو الذی[۴] ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ مگر وسعت احاطہ کے ساتھ ساتھ کم بخت اکسکلوسونس کا رنگ بھی گہرا ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ نبوۃ کی جگہ خلافۃ اور خلافۃ کی جگہ سلطنۃ آئی۔ اور سلطنۃ بھی آئی تو شخصی اور بادشاہوں نے اشاعۃ اسلام کو ملک گیری کا حیلہ بنایا۔ وہ دن اور آج کا دن کہ لوگ ناحق اسلام کی طرف سے بدگمان ہیں مُسلمانوں کے ساتھ دشمنی سہی عداوۃ سہی بَیر سہی مخالفۃ سہی اور مُسلمانوں ہی کا ظلم سہی اُن ہی کی زیادتی سہی مگر اسلام نے کسی کا کیا

---

[۱] ہم نے توراۃ اتاری جس میں ہدایۃ اور نور ہے ۱۲ [۲] اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسے کو مرسلین سابقین کے قدم بقدم چلایا کہ وہ توراۃ کی جو اُن کے وقت میں موجود تھی تصدیق کرتے تھے اور اُن کو بھی انجیل عنایۃ کی جس میں ہدایۃ اور نور ہے اور انجیل بھی توراۃ کی تصدیق کرتی ہے جو اسکے نزول کے وقت موجود تھی اور خود بھی پرہیزگاروں کے حق میں ہدایۃ و پند ہے ۱۲ [۳] اور مسلمانو اہل کتاب کے ساتھ بحث بھی کرو تو عمدہ طرح سے اور اُن سے کہو کہ جو کتاب ہم پر اتری (قرآن) اور جو کتابیں تم پر اتریں (توراۃ و انجیل وغیرہ) ہمارا تو سبھی پر ایمان ہے اور ہمارا تمہارا خدا بھی ایک ہے اور ہم اُسی کا حکم مانتے ہیں ۱۲ [۴] اُسی خدا نے اپنے رسول کو ہدایۃ اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ سب دینوں پر اسکو غلبہ دے ۱۲

توہم بھی اپنی جگہ ستنے۔ پیغمبر صاحب اہل کتاب کی آسمانی کتابوں سے استدلال و استشہاد کرتے تھے
فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا[۱]۔ مصدقا لما معکم[۲]۔ مصدقا لما بین یدیہ[۳] ہمنے ان کتابوں کو ردی سے زیادہ
بے قدر سمجھا۔ کیا عہد عتیق اور عہد جدید کے ہزار ہا نسخے بٹھوں اور پاٹھوں میں نہیں صرف ہوتے اور مسلمان ان
کتابوں کی ایسی بے حرمتی کو ثواب نہیں سمجھتے۔ ذرا مسلمانوں کے علم کلام کی کتابیں دیکھو وہ کہتے ہیں کہ
اصلی کتابوں کا کہیں پتہ نہیں اور یہ جو یہودی اور عیسائی لیئے پھرتے ہیں یہ سب ان کی اپنی بنائی ہوئی ہیں
اس سے زیادہ دل کا دکھانے والا اور کون سا الزام ہو سکتا ہے۔ جھوٹی دستاویز بنانے کی سزا سات برس
کی قید ہے نہ کہ آسمانی کتاب اور کلام الٰہی میں جعل کرنا۔ بے شک نہ صرف ہم مسلمانوں کو بلکہ میں کہتا ہوں
ساری دنیا کو قرآن کے ہوتے کسی آسمانی کتاب کی ضرورۃ نہیں اور جسنے عہد عتیق اور عہد جدید اور قرآن
کو انصاف کے ساتھ پڑھا اور سمجھا ہوگا وہ خود بول اُٹھے گا کہ واقع میں قرآن عمدہ اور مؤثر ہونے کے علاوہ
آدمی کو کامل دیندار اور نیک بنانے کے لیئے کافی اور وافی ہے۔ مگر قرآن کی خوبیوں کا بیان کرنا اور چیز ہے اور
دوسروں کی قابل ادب کتابوں کو غلط اور جھوٹا اور نامعتبر اور جعلی کہنا بالکل دوسری چیز۔ کتاب جسقدر پرانی
اُسیقدر نامحفوظ الا قرآن کہ اسکی حفاظت کا خدا نے غیب سے ایک سامان مہیا کر دیا ہے کہ مسلمانوں کو اسکے
زبانی یاد رکھنے کا شوق ہے حافظ قرآن ہونا مسلمانوں میں ایک دینی فضیلت ہے جیسے حاجی ہونا اور کہتے
ہیں کہ حافظ کی سات پشتیں بے حساب بخشی جائیں گی۔ پس مسلمانوں میں کثرۃ سے قرآن کے حافظوں کا
ہونا حقیقۃ میں ایک بڑا زبردست چک (روک) ہے کہ قرآن میں نہ کوئی تصرف کر سکا ہے اور نہ آیندہ کوئی
تصرف کر سکے گا۔ مگر سوائے قرآن کے اور کسی کتاب کو اور اس عموم میں پچھلی آسمانی کتابیں بھی آگئیں یہ شرف
یہ مزیۃ حاصل نہیں۔ کتاب جتنی پرانی اُسیقدر نامحفوظ۔ لوگ گلستان کو کہتے ہیں کہ اسمیں سعدی کا ایک لفظ
بھی باقی نہیں۔ اور پھر ترجمے کو تبدیل اور تصحیف اور تحریف جو چاہو کہہ سکتے ہو۔ جو شخص ترجمے کی مشکلات سے
واقف ہے وہ بے تامل اسکی تصدیق کرے گا کہ کتاب تو بڑی چیز ہے ایک جملے کے ترجمے میں کیا سے کیا
ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں پیشین گوئیاں ہمیشہ مبہم ہوا کرتی ہیں۔ اپنے ہی یہاں کے امام مہدیؑ اور دجال وغیرہ
کی پیشین گوئیوں کو کیوں نہیں دیکھتے۔ غرض قدامۃ اور ترجمہ اور ابہام کی وجہ سے پچھلی آسمانی کتابوں میں کچھ تصرف
ہوا ہو تو تعجب نہیں مگر ایک دم سے ان کو جعلی بتانا اور یہ کہنا کہ لوگوں نے بے ایمانی سے جعل کیا دلکو بکرڈ سے

---

[۱] تو ریۃ لے آؤ اور اسکو پڑھ کر سناؤ ۱۲ [۲] جو کتاب تمہارے پاس ہے میں تو اسکی تصدیق کرتا ہوں ۱۲ [۳] پیغمبر ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اسکے زمانے میں ہیں ۱۲

کوئی چیز ہے۔ اور کامن بردرہڈ سوسائٹی یعنے اسلام کے ممبروں کی فہرست میں نام لکھوانے اور ہونہ سے
اقرار کرنے کی ضرورۃ بھی اسوجہ سے واقع ہوئی کہ تم ہی لوگوں نے اِس سوسائٹی کو اکسکلوسو سوسائٹی بنایا
ورنہ بانی سوسائٹی نے تو سبھی کو سوسائٹی کا ممبر سمجھ لیا تھا۔ وہ جو میں نے کہا کہ اسلام فطری ہے تو ساری دنیا
مُسلمان کیوں نہیں ہوگئی اسمیں زیادہ تر اُن ہی لوگوں کا قصور ہے جنکو اسلام سے گریز ہے اور کسی قدر مُسلمانوں
کا بھی سو لوگوں کا قصور تو سُن چکے مُسلمانو اب اپنا قصور سُنو۔ تم نے پیغمبر صاحب کی رسالۃ کے اصلی مطلب کو
یا تو سمجھا نہیں یا اُن مقاصد کی تکمیل میں تم نے مدد نہیں دی۔ اُس رسالۃ کا اصلی مطلب کیا تھا۔ وہی کہ اسلام
یونیورسل رلجن ہو اور اُسکے ذریعے سے تمام دنیا میں ایک کامن بردرہڈ قائم کیجائے اچھا پھر اسلام یونیورسل رلجن ہوگیا اور تمام دنیا میں
ایک کامن بردرہڈ قائم ہوچکی؟ میں اسکے جواب میں تمہارے مونہہ سے نہیں سننا چاہتا کہ یہ ہمارے اختیار سے خارج ہے۔ یہ فرماؤ کہ تمنے اس آئین
کیا کیا۔ بُرا ماننے کی بات نہیں جہاں تک میں خیال کرتا ہوں تم نے تائید کے عوض اڑنگے لگائے۔ پیغمبر صاحبؐ
تمکو اپنا نمونہ دکھا گئے تھے کہ اِس مطلب کے حاصل کرنے کے لیئے کیا تدبیریں کرنی ہونگی۔ پیغمبر صاحبؐ کی
ہجرۃ سے پہلے کی زندگی اور سیدھی بات یہی کیوں نہ کہوں رسالۃ کی عمر کا پہلا نصف ہم مسلمانوں کے لیئے
ایک سبق ہے جو ہر مُسلمان کو ازبر ہونا چاہیئے۔ خاص کر اُن کو جو اسلام کی حمایۃ کا دم بھرتے ہیں۔ ہماری حالۃ
کو پیغمبر صاحب کی ہجرۃ کی بعد کی زندگی کے ساتھ تو کچھ بھی مناسبۃ نہیں۔ کہاں اُسوقت کے مُسلمان اور اُن کی
فتوحات اور کہاں ہم۔ اوروں کی رعایا اوروں کے محکوم اوروں کے مستامن۔ مگر ہاں ہجرۃ سے پہلے کی زندگی
میں ہمکو بہت سی ہدایتیں مناسب حالۃ ملتی ہیں۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر مخالف کھنچتے تھے پیغمبر صاحبؐ ڈھیل
دیتے چلے جاتے اور اُسیقدر اُنکی طرف کو جھکتے تھے تاکہ انکو گریز و وحشۃ نہو۔ شروع شروع میں ایکدم سے
شرائع کا بوجھ نہ ڈالا ہجرۃ تک صرف خداشناسی کی تعلیم کرتے رہے۔ پھر جوں جوں اسلام کی خوبیاں لوگوں
کے ذہن نشین ہوتی گئیں طریق معاشرۃ میں اصلاح کی عبادۃ کی رغبۃ دلائی۔ اور شریعۃ میں اسکے سوا کیا
یہاں تک دلجوئی منظور تھی کہ حطیم کو جانتے تھے کہ جزو کعبہ اور داخل کعبہ ہے۔ مگر چونکہ ایک زمانے میں خانۂ
کعبہ کی تجدید کرتے وقت بیمقدوری کی وجہ سے قریش نے اتنی جگہ چھوڑ دی تھی آپنے بھی اُسکو چھوڑے ہی رکھا
نماز پڑھا رہے ہیں اور باہر سے کسی بچے کے رونے کی آواز آئی اِس خیال سے کہ ایسا نہو اسکی ماں میرے
پیچھے نماز میں ہو جلدی جلدی کرکے سلام پھیر دیتے تھے۔ ایک مدت تک بیت المقدس کی طرف کو نماز
پڑھا کیئے تاکہ اہل کتاب تبدیل قبلہ سے چونکتے نہوں۔ اب اُسکے متوازی ہمنے کیا کیا کہ لوگ ہم سے کھنچے

کر دکھائیں تو سہی۔ لیکن لارڈ براسی سنے یہ خیال غلط کہاں سے پیدا کیا۔ ہو نہ ہو یہ اُن کا مذہبی خیال ہے اور مسلمانوں کی اُن ہی چلی گٹی باتوں سے پیدا ہوا ہے جو متکلمین علم کلام کی کتابوں میں لکھا کرتے ہیں نہ تو لارڈ براسی ہی سنے اور یہم کمیشن کے پریزیڈنٹ ہو کر اپنی بات کے نتائج پر نظر کی کہ عام مسلمانوں پر ایک غلط اور بے اصل الزام لگا دیا۔ اور نہ مُسلمان بھائی ہی اپنی اس بات کے نتائج پر نظر کرتے ہیں کہ بے تامل پچھلی آسمانی کتابوں کو جھوٹا اور جعلی کہہ بیٹھتے ہیں۔ لیکن مُسلمانوں کی یہ حرکت بانی اسلام کے منشا کے بالکل خلاف ہے ہم قرآن نے اہل کتاب کے کھانے کو درست بتایا کتابیہ عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی۔ اَلْیَومَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِینَ اُوتُوا الْکِتَابَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِینَ اُوتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَا اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْ اَخْدَانٍ یہ کیوں ؟ یہ اسلیئے اور میں کہتا ہوں اسی لیئے کہ اہل کتاب میں اور اہل سلام میں اختلاط و ارتباط پیدا ہو مُسلمانوں نے ہا ے مجھے کہنا پڑتا ہے مُسلمانوں نے اختلاط و ارتباط پیدا کرنا کیسا اہل کتاب کی طرح کھانے اہل کتاب کے سے لباس پہننے کو بھی حرام بلکہ موجب کفر سمجھا یقین نہو تو حرمت اور کفر دونوں کے فتوے سید احمد خاں کے پاس ضرور محفوظ ہونگے کہ وہی تو انکے سچے مُسلمان ہونے کے سرٹفکیٹ ہیں لیکر دیکھو۔ پیغمبر صاحب کو بڑی تمنا تھی کہ مُسلمان کثرت سے ہوں اور فرمایا کرتے تھے اُبَاھِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ سو مسلمانوں نے اچھا اس تمنا کو نباہا کہ غیروں کو اپنے میں ملانے کی کوشش تو درکنار اگلوں کی محنت سے جو صورتیں اسلام میں دکھائی دیتی ہیں اُن ہی کے نکالنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ اِسوقت اسلام میں جتنے فرقے ہیں نیچریوں کو چھوڑ کر کہ تم بھی اُنکو مُسلمان نہیں سمجھتے اور وہ بھی اِس سے خوش ہیں ہر ایک فرقے کے مولوی کو سامنے بٹھاؤ اور مُسلمانوں کی مردم شماری کا رجسٹر رکھو آگے اور جو جسکو کافر کہتا جائے کاٹتے چلے جاؤ۔ انجام یہ ہوگا کہ خدا نے چاہا سارے ہندوستان میں ایک متنفس مسلمان باقی نہیں رہے گا۔ سنیوں کو شیعے کافر کہیں گے شیعوں کو سُنی۔ وہابیوں کو بدعتی بدعتیوں کو وہابی۔ مقلدوں کو غیر مقلد غیر مقلدوں کو مقلد جسکو تم تمکو میں۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا لہ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا کی کیا خوب تعمیل ہے۔ کیوں جی وَلَا تَفَرَّقُوْا کے معنے کیا ہیں۔ مسلمانوں میں جو تفرق واقع ہوا ہے اختلاف رائے کی وجہ سے واقع ہوا ہے اور رائے اپنی ہو یا غیر کی اختیاری بات نہیں

۵۱ مسلمانو آج تمہارے لیئے تمام ستھری چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیئے اور تمہارا کھانا اہل کتاب کے لیئے حلال اور مسلمان عورتیں اور اُن لوگوں کی عورتیں جنکو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے تم نکاح میں لا سکتے ہو بشرطیکہ ان عورتوں کے مہر دو اور گھر بسانا منظور ہو نہ صرف مستی نکالنا اور آشنائی لگانا ۱۲ ۵۲ میں تمہاری وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا ۱۲ ۵۳ اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے علیحدگی مت اختیار کرو ۵۴ اور اُن لوگوں جیسے نہ ہو جنہوں نے آپس میں پھوٹ ڈالی اور اختلافات پیدا کیئے ۱۲

ٹکڑے کردینے کی بات ہے۔ اسی پر چاہتے ہو کہ اہل کتاب تمھاری طرف کو جھکیں۔ کچھ تو مسلمان بادشاہوں کی دست درازیوں نے اور رہا سہا مسلمانوں کی ایسی دلخراش باتوں نے اسلام کو لوگوں کی نظروں میں مبغوض ٹھیرادیا۔ میں نے ابھی حال میں لارڈ براسی کی ایک تقریر انگریزی اخبار میں دیکھی ہے اور وہ میرے دل پر اس طرح نقش ہوگئی ہے جیسے کسی نے نوک نشتر سے گود دی ہو۔ ولایۃ سے ایک کمیشن اس بات کی تحقیق کے لیئے ہندوستان میں آیا تھا۔ کہ افیون کے استعمال نے لوگوں کی تندرستی اور اُنکے اخلاق پر کیا اثر کیا ہے اور گورنمنٹ نے جو افیون کی کاشت امانی کر رکھی ہے مناسب ہے یا نامناسب۔ لارڈ براسی اس کمیشن کے پریزیڈنٹ تھے اور پریزیڈنسی کی حیثیۃ سے ہندوستان میں تشریف لائے اور کچھ چلے پھرے بھی اور چندے ہندوستان میں مقیم رہے۔ اب وہ وکٹوریہ کالونی کے گورنر مقرر ہوئے ہیں۔ دستور کے مطابق انکو لنڈن میں ڈنر دیا گیا اور اس تقریب میں لوگوں نے تقریریں کیں۔ ازاں جملہ لارڈ براسی نے بھی ایک تقریر کی جسمیں انھوں نے فرمایا اور فرمایا بھی تو اس وثوق کے ساتھ کہ گویا وہ ہندوستانیوں کے حال سے خوب واقف ہیں۔ اسواسطے کہ وہ ہندوستان میں چند سال نہیں بلکہ چند روز رہ گئے ہیں۔ شکر ہے کہ لارڈ براسی نہ سکرٹری آف سٹیٹ ہیں نہ وایسرائے نہ ہندوستان کے کوئی اور حاکم با اختیار۔ لیکن اگر برٹش گورنمنٹ کو ایک دریا فرض کریں تو ہم مچھلیاں ہیں اور مچھلیوں میں بھی جھینگے۔ اور لارڈ براسی ایک مگرمچھ۔ اُنھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا محمڈنز ہیو نور بین اینڈ نور کین بی فلی رکنسائلڈ ٹو اے کنڈیشن آف سبارڈنیشن ٹو اے کرسچن پور یعنی مسلمان عیسائیوں کے ماتحت ہو کر رہنے سے نہ کبھی پورے پورے رضامند ہوئے اور نہ آیندہ کبھی رضامند ہوسکتے ہیں۔ لارڈ براسی کے یہ لفظ کانٹے کی طرح میرے دل میں چبھے اور میں تا بدیر سکتے کی حالۃ میں رہا کہ یہ تو ایک طرح کا حملہ اسلام پر ہے کیونکہ اُنھوں نے مطلقاً مسلمانوں کو الزام دیا۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کانگرس تک کے پاس بھی جاکر نہیں کھڑے ہوئے نہ اس خیال سے کہ لارڈ براسی اور اُن کی طرح کے دوسرے ناواقف انگریز کیا خیال کرینگے بلکہ کانگرس کی شرکۃ سے ہمکو خدا کا وہ فرمان روکتا تھا اور اب بھی روکتا ہے جہاں اُس نے ارشاد کیا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم[1] ہم اگر برٹش گورنمنٹ کی دل سے قدر نکریں تو ہم مروۃ اور حق شناسی اور احسان مندی اور انسانیۃ یعنے اسلام سے بے نصیب ہیں لارڈ براسی نے تو عام مسلمانوں کی دلشکنی کرنے میں کوئی کسر نہیں کی مگر ہم بھی ان کو ایسا فضیحۃ کریں کہ وہ بھی یاد رکھیں یعنے پہلے سے بھی برٹش گورنمنٹ کی دوگنی چوگنی خیرخواہی اور اطاعۃ گزاری اور فرمانبرداری

[1] مسلمانو خدا اور رسول اور اپنے حاکموں کا حکم مانو ۱۲

عطا ہوا تھا یاد ہے یا نہیں - وقت نہیں ہے ورنہ اُسی مضمون کو میں اَور شد ومد کے ساتھ پھر بیان کرتا اور
پھر تم سے کوئی اور پھڑکتا ہوا ساخطاب لیتا اور عدالت میں مقدمہ دائر کر کے اُسکی رجسٹری کراتا - میں نے
بار بار کہا ہے اور پھر کہتا ہوں اور جب تک مقدمہ دائر کرنیکے لیئے میری جیب میں پیسے ہیں نہیں بلکہ
جب تک زندہ ہوں کہا کروں گا کہ ہم مُسلمانوں کی ہم نبیؐ موحد کا کلمہ بھرنے والوں کی توحید بھی ویسی ہی اور
اُسی کے قریب قریب متزلزل ہے جیسی اہل کتاب کی اور جیسی اُن لوگوں کی جنکو ہم مشرک اور بُت پرست
بتاتے ہیں - فرق اگر ہے تو اسیقدر کہ اُنھوں نے اپنے بزرگوں کو بڑھایا چڑھایا اور ہم نے اپنے بزرگوں
کو - وہ بھی تاویلیں کرتے ہیں ھٰؤلاء شفعاؤ ناعند اللہ[۱] ہم بھی تاویلیں کرتے ہیں - بھلا اس ہیکڑی کا کہیں
ٹھکانا ہے کہ جن افعال کی وجہ سے ہم دوسروں کو مشرک اور بُت پرست قرار دیں اور ویسے ہی افعال ہم کریں
اور پھر پکے مُسلمان پکے موحد - کیونکہ اسلام نہیں ہے مگر توحید اور توحید نہیں ہے مگر اسلام - بات یہ ہے
کہ ہم آدمی آدمی سب یکساں ہیں خُلق الانسان ضعیفا[۲] کے کُلیئے سے جیسے ہم خارج نہیں اور لوگ بھی خارج نہیں اسباب
کے جال میں جیسے ہم پھنسے ہیں اور بھی پھنسے ہیں - اور خدا کا پتہ لگانا ہے جسکو آج تک کسی فرد بشر نے اور
نہ صرف فرد بشر نے بلکہ فرشتوں نے بھی دیکھا تک نہیں - جبریلؑ جیسے فرشتۂ مقرب حامل وحی کی نارسائی
تو سعدی کے بیان سے ظاہر ہے کہ وہ فرماتے ہیں

نظم

چناں گرم در تیہ قربت براند — کہ جبریل در سدرہ زو بازماند
بدو گفت سالار بیت الحرام — کہ اے حامل وحی برتر خرام
کہ چوں در طلب صادقم یافتے — عنانم زصحبت چرا تافتے
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغ تجلّی بسوزد پرم

اور ہم بنی آدم میں سے تو ایک حضرت موسیٰؑ نے ایسی جرأۃ کی تھی ربّ ارنی انظر الیک[۳] سو اُنکو بھی خدا نے
پہلے ایک ڈانٹ بتائی لن ترانی[۴] پھر اُن کا اصرار دیکھا تو فرمایا ولٰکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف
ترانی[۵] اسپر بھی موسیٰ اڑے رہے تو دیکھا جو دیکھا فلما تجلّی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا[۶] اپنی جرأۃ کا

---

[۱] خدا کے یہاں یہ ہمارے سفارشی ہیں ۱۲ [۲] انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے ۱۲ [۳] اے خدا مجھے ایک نظر اپنے تئیں دیکھ لینے دے ۱۲ [۴] تم ہرگز ہم کو نہیں دیکھ سکوگے ۱۲ [۵] لیکن پہاڑ کی طرف نظر کرو اگر پہاڑ اپنی جگہ ٹھیرا رہا تو شاید تم بھی ہمکو دیکھ سکو ۱۲ [۶] جب خدا پہاڑ پر جلوہ افروز ہوا تو پہاڑ کو ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ پچھاڑ کھا کر گرے ۱۲

توکیا لا تفرقوا معاذ اللہ حکم مہمل ہے یا خدا ہمسے طلب محال کرتا ہے۔ نہ حکم مہمل ہے اور نہ طلب محال ہے بلکہ لا تفرقوا کے یہ معنے ہیں کہ گو تم میں اختلاف ہوں بھی تاہم تم ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجھو ان اختلافات سے نفس اسلام میں کوئی خلل نہیں آتا۔ پیغمبر صاحب نے تو بس ایک ہی بات پکڑ رکھی تھی لا آلہ الا اللہ اور وہ اہل کتاب سے پکار کے کہتے تھے تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون[1] ایک صحابی نے کسی قصور پر اپنی لونڈی کو طمانچہ مار دیا۔ پیغمبر صاحب کو خبر ہوئی اور اُس لونڈی کا کفر و اسلام بھی مشتبہ تھا آپنے اُس لونڈی کو بلوا کر پوچھا کہ تو خدا کو بھی جانتی ہے اُس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپنے پوچھا اور میں کون ہوں۔ بولی آپ اُسی کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اِسپر پیغمبر صاحب نے اُن صحابی سے فرمایا یہ تو اچھی خاصی مسلمان ہے اسکو آزاد کرو۔ سبحان اللہ اسلام کا کیسا آسان امتحان تھا۔ خدا نہ کرے کہ آج کل کے مولوی اگزامنر ہوں تو یہ تجھ جیسے جید مسلمان کو بھی فیل کر دیں۔ یہ مجھسے کہلوا کر دیکھیں دواد اور ذواد تو میں کیا بتاؤں۔ دواد اور ذواد تو کیا ادا ہوگا ہمسے تم پنجابیوں کی طرح بھائی تو کہا ہی نہیں جاتا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا حضرۃ میں کاشتکاری کرتا ہوں دن بھر کھیتی کا کام کاج میں لگا رہتا ہوں رات کو تھکا ماندہ آتا ہوں تو صبح سویرے میری آنکھ نہیں کھلتی یعنی نماز صبح قضا ہو جاتی ہے اور یوں بھی مجھسے پانچ نمازیں نہیں ہو سکتیں۔ فرمایا ایک دو جو تم سے ہو سکے کیا اس سے یہ نکلا کہ پانچ وقت کی نماز ضروری نہیں۔ نہیں۔ بلکہ یہ بھی پرچانے کی ایک تدبیر تھی کہ مطلق نماز کا خوگر ہوگا تو رفتہ رفتہ اُسکو نماز میں مزہ آنے لگے گا اور مزہ آئے پیچھے پانچ نمازیں کیسی یہ تو پڑھے گا صلوۃ التسبیح تمہارے ذہن اِن تدبیروں اور حکمتوں سے آشنا ہی نہیں۔ جب دیکھو جنۃ کے دروازے پر لٹھ لیئے کھڑے ہے کسی نے اندر جانے کا نام لیا اور تم نے لٹھ سی کیا۔ یہ تو تم نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ دین اسلام کا لب لباب ہے لا آلہ الا اللہ یعنی خدا شناسی۔ لیکن عالم اسباب میں اِس خیال کا قائم رکھنا ذرا ہے مشکل۔ اور یہی تو پانی کے مرنے کی جگہ ہے۔ اور یہیں سے شرک اور بُت پرستی نے نشو و نما پایا ہے۔ سو یہ بھی انسانی طبیعۃ کا ایک ضعف ہے اور ہماری وقتوں کے مسلمان خود کب اِس ضعف سے خالی ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں میں توحید کے بارے میں ہر سال کچھ نہ کچھ کہہ جاتا ہوں اور یہی وہ مضمون ہے جسکے صلے میں تمہارے اِسی شہر سے مجکو نیچری بھانڈ کا خطاب

[1] اے اہل کتاب آؤ ہم تم یکساں طور پر ایک بات تسلیم کریں کہ خدا کے سوا کسی کی عبادۃ نہ کریں اور نہ اُسکے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ خدا کے سوا کوئی آدمی کسی آدمی کو خدا مانے اسپر بھی اہل کتاب بگڑیں تو ان سے کہہ دو کہ سُن رکھو ہم تو اُسی ایک خدا کے فرماں بردار ہیں ۱۲

یہ کیا شور و غوغا ہے کاہے کا غُل ہے
نہ آوازِ نَے ہے نہ بانگ دُہل ہے
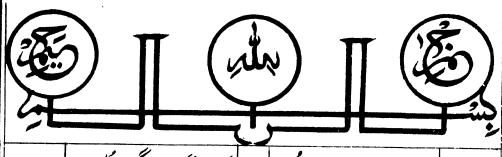
نہ کچھ ساز و سامان دل بستگی ہے
نہ رقّاص ہے اور نہ ساقی نہ مُل ہے

سُنا تھا کہ دل قوم کے مر گئے ہیں
اِن ہی میں کسی مرنے والے کا قُل ہے

محرّم کی مجلس ہے میں اُس کا ذاکر؟
و یا بزم میلاد ختم الرسُل ہے

نہ یہ ہے نہ وہ ہے تو پھر کیا سبب ہے
کہ اتنا بڑا صحن لوگوں سے فُل ہے

اگر بے سبب ٹوٹ آئی ہے خلقت
تو کیا ان کے پیروں میں ناحق کی کُھل ہے

نہیں۔ مدرسے کا ہے سالانہ جلسہ
یہ تقریب معمول و معلوم کُل ہے

طبابت میں فصلِ بہار آرہی ہے
کِھلا اِسکے گلشن میں یہ تازہ گُل ہے

یہ ہستی ہے اِک بحرِ مّواج آفت
طب اُس پہ سے ہو کر گزرنے کا پُل ہے

مگر کون طب جس کا ماخذ ہے یوناں
کہ محفوظ و مامون خیر السُّبل ہے

نہ وہ طب کہ جس سے ذرا آنکھ چُوکی
تو یہاں شعلِ زندگانی ہی گُل ہے

جس طرح ہاتھی کے کھانے کے دانت اَور ہوتے ہیں اور دکھانے کے اَور۔ اِسی طرح یہ کالج ہوئے سکول ہوئے اِن کی بھی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی۔ اندرونی حالۃ کو پروفیسر اور پرنسپل کے سوائے کوئی جان نہیں سکتا۔ خصوصًا اِس مدرسے کی اندرونی حالۃ کہ اُسکے سب سے بہتر جج صرف عبد المجید خان صاحب ہیں اور بس۔ کیونکہ یہ بانی اور پروفیسر اور سکرٹری یعنے مدرسے کے ہمہ اوست اور ہمہ از وست ہیں ع خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گلِ کوزہ ٭ سو عبد المجید خاں صاحب نے اپنے ذہن میں ایک آئیڈیل (خیالی) مدرسہ بنا رکھا ہے اور چاہتے ہیں کہ ویسا ہی مدرسہ خارج میں بھی موجود ہو جائے۔ ویدکی اور یونانی اور انگریزی طبابتوں کا جامع علم طبابۃ اور عمل طبابۃ دونوں پر حاوی کہیں اس لڑائی کی تقریب میں جو اِن دنوں ہو رہی ہے اِن کو چین اور جاپان کے علاجوں کی خبر نہ لگ گئی ہو کہ اُن کو بھی اپنے مدرسے کے کورس میں شامل کر بیٹھیں اور بیچارے

خمیازہ بھگت لیا تو آگے کو کان اینٹھا فلما افاق قال سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین[۱] غرض انسان کی کی درماندگی کا یہ حال اور منزل دور کچھ تو اپنے ابنائے جنس کے حال پر رحم کرنا چاہیئے۔ اپنی چھاچھ کو اپنے سُونہ میٹھا کہنے سے چھاچھ میٹھی نہیں ہو جانے کی۔ ہمکو تیرہ سو برس سے اِسی ایک بات کی مشق کرائی جا رہی ہے اور نیجرا جیسی چاہیئے آج تک رواں نہیں ہوئی تو دوسروں میں ایسا کہاں کا سرخاب کا پر لگا ہے کہ سننے کے ساتھ اور سُننا بھی اِس طرح کا سُننا کہ غل غپاڑے میں کان پڑی آواز نہ سنائی دے کیونکر توقع کیجا سکتی ہے کہ دوسرے لوگ جنکو بھڑکانے میں ہمنے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا سننے کے ساتھ باون تولے پاؤ رتی کے ٹکسالی مُسلمان ٹکسالی موحد ہو جائیں۔ میرا مستحکم عقیدہ ہے کہ مُسلمان جتنی رعایۃ اپنی قوم کے ساتھ کرتے ہیں زیادہ نہیں و تنی ہی رعایۃ دوسروں کے حق میں جائز رکھیں تو اِس کامن برورہڈ کو جسکا قائم کرنا بانی اسلام کا اصلی مقصود تھا کیسی کچھ ترقی ہو۔ لیکن جو روش مُسلمانوں نے اختیار کی ہے وہ تو یقیناً کامن برورہڈ کو توڑ پھوڑ کر ایک نہ ایک دن معدوم کر کے رہیگی ؎ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ✤ کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ست ✤

ابھی تو میں تمھاری سہار ٹٹولتا ہوں جب اِن باتوں سے تمھارے کان آشنا ہو جائیں گے تو مجکو تم سے بہت کچھ کہنا ہے ✤

[۱] سو جب ہوش آیا تو لگے کہنے اے خدا تیری ذات پاک ہے اور میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور تجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا ۱۲ منہ

تمت

ترقی ہوتی جاتی ہے ہوتا ہواتا کچھ بھی نہیں۔ میں ایک انگریزی اخبار کا مدتوں سے سبسکرائبر ہوں۔ اسمیں جہاں اور مضامین ہوتے ہیں ایک کالم برتھس میریجز اینڈ ڈتھ (پیدائش شادی بیاہ اور موت) کا بھی ہوتا ہے تو میں اوبداکر اموات کو اکثر دیکھا کرتا ہوں اس خیال سے کہ انگریزوں نے فن طبابت میں بڑی ترقی کی ہے دیکھیں ان لوگوں کی زندگی کتنی دراز ہوتی ہے میں سچ کہتا ہوں میں نے تو آج تک ان لوگوں میں کوئی غیر معمولی بات پائی نہیں وہی ساٹھ ستر برس گھسیٹ کر علی الاکثر ہم بھی مرتے ہیں یہ بھی مرتے ہیں۔ ہاں جس نزاکت سے یہ لوگ مرتے ہیں وہ البتہ عجیب ہے۔

شاید لارڈ ری گورنر بمبئی کی بیبی کا مذکور ہے کہ وہ ہیضہ کرکے مریں۔ ان کے مرے پیچھے اس کی تحقیقات ہونے لگی کہ انھوں نے کیوں ہیضہ کیا۔ ان لوگوں میں یہی تو بڑی صفت ہے کہ ہر ایک واقعے کے سبب کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ بے شک یہ تحقیقات اُن مرنے والی کے حق میں تو کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر بعد الوقوع بہت سے اسباب دریافت ہوئے ہیں انسداد پذیر اور اُن سے باقی ماندگان نے بڑے فائدے اُٹھائے ہیں ہزاروں جانیں مرگ بے ہنگام سے محفوظ رہیں۔ ہماری طرح نہیں کہ روئے دھوئے تقدیر پر صبر شکر کرکے بیٹھ رہے۔ غرض لیڈی صاحبہ کے مرے پیچھے تحقیقات ہونے لگی کہ اُنھوں نے کیوں ہیضہ کیا۔ آخر معلوم ہوا کہ گورنمنٹ ہوس میں جس گھوسی کے یہاں سے چائے کے لیئے دودھ آتا تھا اُس کی بھینسیں کسی گانو کے تالاب میں پانی پینے جایا کرتی تھیں اور ان لیڈی صاحبہ کے مرنے سے کوئی دو یا تین مہینے پہلے اس گانو میں چند آدمی ہیضے سے مرے تھے۔ اول تو سرے سے ہیضے کے متعدی ہونے ہی میں ڈاکٹروں کا اختلاف ہے۔ اور کوارنٹاین کے بارے میں اسپر بڑی بحث ہو چکی ہے۔ مگر خیر ہم ہیضے کو کنٹیجس (متعدی) مانے لیتے ہیں تو اب ذرا اس تسلسل کو دیکھیئے کہ ایک گانو میں چند آدمیوں نے ہیضہ کیا۔ مہینوں پیچھے اُن کے ہیضے کا اثر تالاب میں آیا۔ پھر تالاب سے پانی میں۔ پھر پانی سے بھینسوں میں پھر بھینسوں سے دودھ میں۔ پھر دودھ سے لیڈی صاحبہ میں۔ خیر لیڈی صاحبہ تو بڑی آدمی تھیں۔ ان کو ہیضے کی ریشہ دوانیاں پہلے سے معلوم ہوتیں تو وہ شاید اس کا انسداد کر بھی سکتی تھیں مگر یہ تو فرمائیے کہ ہم جیسے غریب آدمیوں سے بھی ایسا تحرز ممکن ہے۔ ہرگز نہیں۔ لیکن جیسے تحرز ممکن نہیں ویسے ہی خدا کے فضل سے ہم چھوئی موئی بھی نہیں۔ مجھ کو اگر ان بھینسوں کا دودھ پینے کو ملا ہوتا تو مرنے کی جگہ پی پی کر ایسا موٹا ہوا ہوتا کہ پہچان بھی نہ پڑتا۔ اب تو یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ یہی پانی جس کو پیتے اور یہی ہوا جس کو تنفس کرتے

طالب العلموں کی جان پر مصیبت پڑے۔ ع چہ است در سر ایں مردم محال اندیش + تھیوریٹکلی (خیال کرنے کے لیئے) تو آئیڈیل سکول نہایت عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر پریکٹکلی (عملاً) بہت لوگ اسکو شیخ چلی کا منصوبہ ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن دنیا میں جتنے بڑے نام و نمود کے کام ہوئے ہیں۔ ابتدا میں شیخ چلی کے منصوبے ہی سمجھے گئے ہیں اور ہمت والے لوگوں نے اُن کو اپنے استقلال سے واقعات کر دکھایا ہے کیا عجب ہے کہ یہ مدرسہ بھی فی علم اللہ ایسے ہی بڑے کاموں میں سے ہو۔ تاہم بہت بڑا فرق ہے امکان وقوع اور وقوع میں۔ ہم لوگ توقعات سننے کے لیئے نہیں آئے واقعات دیکھنے کے لیئے آئے ہیں۔ سو توقعات کے مقابلے میں واقعات ہماری ہی نظر میں نہیں جچتے تو عبد المجید خاں صاحب کی نظر میں کیا جچتے ہوں گے۔ ہم نے سید احمد خاں کو دیکھا ہے کہ علی گڈھ محمدن کالج میں سحر کر دکھایا۔ مگر اُن سے پوچھو تو ابھی آٹے میں نمک بھی نہیں۔ عبد المجید خاں بھی سید احمد خاں ہی کے ٹائپ کے آدمی ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی چند قدم آگے بڑھے ہوئے کیونکہ سید احمد خاں نے ولایت جاکر کالجوں اور یونیورسٹیوں کو دیکھا اور ان ہی کے نمونے پر علی گڈھ محمدن کالج جاری کیا۔ عبد المجید خاں نے یہیں بیٹھے بیٹھے اپنے ذہن سے ایک بات ایجاد کی جو کسی کو بھی نہیں سوجھی کہ مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں کی طبابت کو ملا کر ایک معجون طبابت بنائی جائے۔ تو سید احمد خاں پھر بھی مقلد ہیں اور عبد المجید خاں موجد و شتان بینہما۔ ہاں ایک مزیت عبد المجید خاں کو اور بھی ہے کہ انھوں نے اپنی وضع نہیں ہاری۔ مگر ان کے افتاد مزاج سے ڈر تو لگتا ہے جب سید احمد خاں کے سر میں اس طرح کے خیالات گونجنے شروع ہوئے تو وہ بھی ہماری ہی وضع رکھتے تھے غرض سید احمد خاں ہوئے عبد المجید خاں ہوئے ہیں دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے۔ تو جب سید احمد خاں نے باوجود سے کہ علی گڈھ محمدن کالج میں ونڈرز (عجائبات) کر دکھائے اور اُن کو آٹے میں نمک بھی نہ سمجھا کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے کہ عبد المجید خاں سے ہمکو مدرسے کی اندرونی حالت ٹھیک ٹھیک معلوم ہوگی لیعنے ٹرو تھہ ہول ٹروتھ نتھنگ بٹ ٹروتھ (سچ بالکل سچ اور سچ کے سوائے کچھ نہیں) بات یہ ہے کہ یہ زمانہ ناولٹی (جدت) کا زمانہ ہے۔ ہزاروں نئی نئی چیزیں دریافت اور ایجاد ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی طرح نئی نئی بیماریاں چل پڑی ہیں۔ ساٹھ برس کی عمر تو میری ہونے آئی۔ ہمنے تو انفلوئنزا کا کبھی نام بھی نہیں سُنا تھا۔ اب یہ حال ہے کہ تمام روئے زمین پر انفلوئنزا کا تہلکہ مچا ہُوا ہے۔ زندگی اور تندرستی کا مسئلہ کچھ ہے ہی دقیق کہ آج تک کوئی اسکو اچھی طرح حل نہیں کر سکا۔ جتنا چھانو کرکرا جس قدر فلٹر کرو گدلا۔۔ کاوش و تفتیش سے وہم کو

مدرسے کی قدر نہ بھی کریں اپنی زندگی اور تندرستی کی تو سب سے زیادہ قدر کرتے ہیں اور آدمی ہیں تو مارٹل (فانی)
بھی ہیں اور مارٹل ہیں تو کبھی نہ کبھی حکیم صاحب کے قابو میں آئیں گے ضرور بشرطیکہ مجھ جیسے گراں جاں نہ ہوں
مگر نہ کوئی میری طرح وقت اور عادۃ کو ضبط کرے گا اور نہ اس عمر میں اتنا کرارا ہوگا جتنا کہ ماشاءاللہ چشم بد دور
میں ہوں۔ ہمارے ہاں روگی ہونا تمغاے امارۃ ہے۔ موجبات ترغیب جو خدا نے امیروں کو دے رکھے
ہیں وہ اِن کو رزسٹ (مدافعۃ) کر نہیں سکتے اور اِن کا بیمار ہونا بلکہ بیمار رہنا تعجب کی بات نہیں بلکہ ان کا
تندرست رہنا بلکہ مطلق جینا تعجب کی بات ہے۔ غرض فنڈز کے جمع ہونے میں دیر ہو تو ہو وہ بھی اِس سے کہ
عبد المجید خاں صاحب اس رسی کو ڈھیلا چھوڑے رہیں مگر فنڈز تو جمع ہوں گے اور ضرور جمع ہوں گے اور
خاطر خواہ جمع ہوں گے۔ فنڈز کا جمع کر لینا کچھ مشکل نہیں فنڈز کا ہینڈل (ضبط و انتظام) کرنا البتہ مشکل ہے
اور وہ عبد المجید خاں صاحب کا کام ہے۔ بیشک سب سے زیادہ ان ہی کو زحمت ہے مگر جیسی زحمت ہے ویسی ہی
ناموری ہے ویسا ہی اجر عاقبۃ ہے بشرطیکہ نیۃ بخیر ہو۔ اور چشم بد دور ان کے استغنا سے ظاہر ہے کہ
نیۃ کے بخیر ہونے میں تو ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ فنڈز کے بارے میں عبد المجید خاں صاحب کی مسلمہ خداترسی
کے علاوہ حکام کی توجہ بھی اطمینان کا بڑا ذریعہ ہے ؎ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ❊ آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند
تمام تر کوششیں ایک طرف اور اِن کا برسویں دن تھوڑی دیر کے لیئے شریک ہونا ایک طرف۔ اگرچہ سمجھنے والوں
کو اتنا اشارہ بھی بس کرتا تھا کہ یہ مدرسہ نافع اور مفید اور ضروری نہ ہوتا تو یہ بڑے بڑے حاکم شریک جلسہ ہونا
کیسا اِدھر کو رُخ بھی تو نہ کرتے۔ مگر سب گھوڑے ایک طرح کے نہیں ہوتے۔ بعض نے تو دیکھا کہ اگاڑی پچھاڑی
کھولی گئی اور سمجھ گئے کہ چلنا ہے اور بے عذر چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ بعض زین کے کسنے سے پہچان جاتے
ہیں۔ بعض رکاب میں پانو رکھنے سے۔ بعض باگ کے اشارے کے منتظر ہوتے ہیں۔ بعض ٹکاری کے بعض
ایڑ کے۔ بعض ایڑ اور ٹکاری دونوں کے۔ بعض چابک کے اور بعض شاید اوگھی کے۔ مقصود تو یہ ہے کہ ٹٹو چلے
مگر کیونکر چلے یہ ہانکنے والے کے امتیاز پر موقوف ہے۔ سرکار کو کام ہی ایسی رعایا سے پڑا ہے جن کو اپنے نفع و
نقصان کی بھی تمیز نہیں۔ اگر واقع میں سرکار کو ہم لوگوں کی حالۃ درست کرنی ہے تو لاد دینے لدادے لادنے
والا ساتھ دے یعنے آپ ہی سوچے کہ ہمکو کیا درکار ہے۔ اور آپ ہی اُس کا سامان بھی مہیا کرے۔ رہے ہم ہماری
یہی بڑی کارگزاری ہے کہ ہمیں اڑنگے نہ لگائیں۔ اور اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ بھلا بے سرکار کے کیئے ستی
کی رسم اس ملک سے موقوف ہوتی۔ ہرگز نہیں۔ بے سرکار کے کیئے دختر کشی کا انسداد ہوتا۔ ہرگز نہیں۔

اور جن پر ہر ایک ذی حیاۃ کی زندگی کا مدار ہے۔ اِن میں بھی زہر گھلا ہے۔ پیا اور مرے سانس لیا اور ٹیں ہوئے
ڈاکٹروں سے لڑے کون۔ بیشک جو یہ فرماتے ہیں بجا اور جو یہ تجویز کرتے ہیں درست۔ مگر زمین و آسمان کے درمیان
سے کدھر نکل جائیں کہاں جا کر بسیں۔ غرض ڈاکٹروں نے بات بات میں بال کی کھال نکال نکال کر زندگی کو ورتھ
لونگ (جینے کے قابل) نہیں رکھا۔ تو جہاں اور نئی نئی بیماریاں چل پڑی ہیں اسی طرح سُنا تھا کہ ڈراپسی (استسقا)
ایک بیماری ہوتی ہے۔ جتنا پانی پئے جاؤ اور پیاس لگتی چلی آتی ہے۔ پھر اُس کی قسمیں سُنی تھیں کہ زقی ہوتا ہے لحمی
ہوتا ہے اور شاید اور بھی قسمیں ہوں ۔ مگر ان دنوں ایک نئی قسم کا استسقا چلا ہے استسقاء درمی کہ آدمی اپنے
لیئے نہیں دوسروں کے لیئے روپیہ جمع کرتا ہے اور جس قدر روپیہ جمع کرتا جاتا ہے اُس کی حرص بڑھتی جاتی ہے۔ اس
مرض کا اگر اسکو مرض سے تعبیر کیا جائے نشو و نما اس طرح ہوتا ہے کہ خداے تعالی اپنے کسی خاص بندے
پر اپنی رحمۃ عامہ کا پرتو ڈالتا ہے ع خاص کند بندۂ مصلحۃ عام را ؛ وہ سب سے پہلے اپنی قوم کی حالۃ پر نظر کرتا ہے
دوسری قوموں کی حالۃ سے اُس کا مقابلہ کرتا اور اپنی قوم کو پاتا مفلس بے ہنر بے وقعۃ کاہل جاہل انسانیۃ
سے دور حیوانیۃ سے نزدیک اور وہ قوم کی مصیبۃ کو دیکھ کر بے قرار ہوتا اور اُسکے دفع کرنے کی تدبیر کرتا۔ چونکہ
قوم کی حالۃ کو قوم ہی کی کوشش درست کر سکتی ہے وہ قوم کو ملامۃ کرتا اور قوم کے لیئے قوم سے لڑتا۔ اس مرض
کا اصلی نام تو ہے رفارم اور استسقاء درمی جس کا میں نے تذکرہ کیا اسکے لوازم میں سے ہے۔ ہمکو خدا نے
نہ تو رفارمروں کے سے دل دیئے نہ اُن کا سا درد نہ اُن کی سی ہمۃ نہ اُن کا سا استقلال۔ ہم کسی رفارمر کے
کام کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اور کیا کر رہا ہے۔ پس میں اِس مدرسے کے ریل ورتھ (اصلی
اندازہ) کے بارے میں کوئی راے نہیں دے سکتا۔ اس واسطے کہ میں پروفیشنل مین (طبابۃ پیشہ) نہیں مجکو
اس مدرسے کی ریل ورتھ کے جانچنے کی لیاقۃ نہیں۔ ہاں ظاہر کی اوپری چند موٹی موٹی باتیں ہیں جن کی نسبۃ
میں کچھ رننگ ریمارکس (بیان سرسری) کر سکتا ہوں۔ مدرسوں کی کامیابی خاص چند باتوں سے جانچی جاتی
ہے سب سے پہلے مالی حالۃ کیونکہ تمام کامیابیاں متفرع ہیں ابیض منقوش پر۔ فنڈز نہ ہوں تو کسی کی حکمۃ بھی
پیش نہیں جاتی۔ سو خدا کا فضل ہے کہ مدرسے کی مالی حالۃ اگرچہ عبد المجید خاں کے آئیڈیل سکول پر نظر کرتے تو پیاسے
کے لیئے اوس ہے مگر قوم کی حالۃ کے اعتبار سے غنیمۃ ہے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ مجکو اس مدرسے کے فنڈز
کی طرف سے کبھی بھی تردد نہیں ہُوا۔ ہمارے حکیم صاحب کو عمل مقناطیسی ہی ایسا یاد ہے کہ ذرا دبا کر اُس سے کام
لیں تو روپیہ آپ سے آپ گھسٹا ہُوا چلا آئے۔ چندہ بھی تو آدمی ہی دینگے اور آدمی بھی با مقدور۔ اور گو یہ لوگ

تو پھر بھی اختیاری بات ہے۔ مگر پریکٹس کا جمانا لوگوں کے دلوں میں اپنی عقیدۃ کا بٹھانا محض بخت و اتفاق پر موقوف ہے مگر یہ کہ خوش نصیبی سے وہ شخص طبیب زادہ ہو لیکن طبیب زادہ ہو کر اُس دشمن عقل نے پڑھنے کی تکلیف بھی ناحق ہی کی وہ نہ پڑھتا تو بھی طبیب مانا جاتا۔ اور یہ جو بیٹو ڈاکٹر بلاڈپلوما اپنا پریکٹس آسانی سے اسٹیبلش (قائم) کر لیتے ہیں۔ اور تمام شہروں میں یوماً فیوماً اُن کی کثرۃ ہوتی چلی جاتی ہے اسمیں کچھ ان کا کمال نہیں یہ دواؤں کے انگریزی ناموں کا شرف ہے۔ طبابۃ کی بھی کیا ہی مٹی خوار ہے۔ ہزارہا آدمی ابھی تک گنڈے تعویذ ٹونے ٹوٹکے جھاڑ پھونک چڑھاوے اُتارے جھو منتر کے طبی خواص کے معتقد ہیں۔ ان کو پانی کی جگہ اکوا اور بوند کی جگہ ڈراپ کہہ کر پھسلا لینا کیا بڑی بات ہے۔ ہاں پانی کو پانی اور بوند کو بوند کہیں اور پھر بیمار لے کو ہم سے توڑ لے جائیں تو جانیں۔

فنڈز کے بعد سکول کی کامیابی کا ٹسٹ (معیار) ہے طالب العلموں کی تعداد اُن کا اوسط حاضری اُن کا نتیجہ امتحان۔ سو اگر یہاں کے طالب العلم عمدہ طبیب ہو کر نکلتے ہیں تو اُن کا شمار کم اور بہت کم ہے۔ اور اگر نیم حکیم بن کر نکلتے ہیں تو ان کا شمار زیادہ اور بہت زیادہ ہے۔ اور اسکے فیصلے کو ماتیں چاہئیں +

ش ـــــــــــــ ـــــــــــــ

بے سرکار کے کیے چیچک کا ٹیکہ رواج پاتا۔ ہرگز نہیں۔ اِن ہی چند باتوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ اپنی زندگی اور تندرستی کی کہاں تک حفاظت کرنے پر آمادہ ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ سرکار نے طب جیسی ضروری چیز کو جو زندگی کا مدار اور تندرستی کا موقوف علیہ ہے کیوں ایسی خراب حالت میں چھوڑ رکھا ہے۔ ہاں واٹر ورکس کے اہتمام ہوتے ہیں جب لوگ کسی مرض وبائی سے مرنے لگتے ہیں تو حلال خوروں کی فوج گلی کوچوں میں صبح و شام اپنی ڈرل (قواعد) کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ سرکار نے پینل کوڈ کے جاری کرنے سے جسم و جان کی پوری پوری حفاظت کر دی ہے مگر کچھ خبر بھی ہے کہ طب کی بد انتظامیوں سے کتنی جانیں ضائع اور کتنے خون ہدر ہوتے ہیں جس طرح لوگوں کے مزاجوں میں خفیف سے ہرج مرج کا پیدا ہونا کچھ بڑی بات نہیں۔ اور مرض کے اشتداد پکڑے پیچھے مریض کا ہلاک ہو جانا کچھ بڑی بات نہیں۔ یہی تو وہ کام ہے جس کا بیڑا عبد المجید خاں نے اُٹھایا ہے تو ان کو کافی مدد کیوں نہ دی جائے۔ اے وہ عبد المجید خاں کا آئیڈیل سکول نہ سہی۔ نری طب یونانی ہی ایسی کہاں کی گئی گزری ہے۔ اب تک تو طب انگریزی اُس کو شیکی (متزلزل) کر نہیں سکی اور شیکی کرتی ہوئی معلوم ہوتی بھی نہیں۔ اب بھی سو میں شاید ننانوے آدمی اُس کے گرویدہ ہیں۔ اور سُنے سُنائے گرویدہ نہیں بلکہ سیکڑوں برس کے متوارث تجربے کے بعد گرویدہ ہوئے ہیں۔ تو جب طب یونانی کی جڑ ایسی مضبوط ہے کہ وہ کسی کے اکھاڑے اکھڑ نہیں سکتی اور وہ جیسی مفید ہے ویسی ہی اصلاح طلب بھی ہے۔ تو اسکی اصلاح گورنمنٹ کا عین فرض ہے۔ کیونکہ گورنمنٹ نے رعایا کی ہر طرح کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے۔ از اں جملہ رعایا کی ہلتھ (تندرستی) کی بھی حفاظت اپنے ذمے لی ہے تو کچھ مفت نہیں لی اسکے بدلے ہم خراج بھرتے ہیں ٹیکس دیتے ہیں اور باوجود کہ سرکار ہماری ہموطن نہیں ہمقوم نہیں ہم مذہب نہیں ہزاروں کوس دور بیٹھے ہم اُسکی جے مناتے ہیں۔ کم سے کم اتنا تو چاہیئے کہ گورنمنٹ اِس سکول کو رِکگنائز (تسلیم) کرے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ڈاکٹر نیٹوز ہوں یا یوروپینز امتحان دے کر ڈپلومہ حاصل کرتے پھر اُن کو سرکاری نوکری مل جاتی اور کام پر مسلط ہوتے ہی لوگ بے تامل اُن سے علاج کرانے لگتے ہیں۔ ہمارے اِن طالب العلموں کو یہ مشکل درپیش ہے کہ پڑھا بھی اور مطب بھی کیا امتحان بھی دیا پاس بھی ہوئے اور شاید تمغے اور انعام بھی پائے اور آخر میں سند بھی ملی مگر چونکہ وہ سند سرکاری سند نہیں اُس میں اُن کے پُش کرنے (آگے بڑھانے) کی قوۃ نہیں۔ اِن بیچاروں کو دوہری مصیبۃ ہے۔ امتحان کا پاس کرنا ایک مصیبۃ اور امتحان کے پاس کیئے پیچھے پریکٹس (مطب) کا جمانا دوسری مصیبۃ۔ امتحان کا پاس کرنا

(۱۵) اسی طرح خفیف سے ہرج مرج کا علاج کی بے تدبیری سے اشتداد پکڑ جانا کچھ بڑی بات نہیں ۲۱

نام کتاب	قیمت
تفسیر عزیزی پارۂ عم مع تفسیر سورۂ فاتحہ	عہ ر
تفسیر مرادیہ پارہ عم	۱۴ر
تفسیر سورۂ فاتحہ	۲ر
تفسیر قادری۔ اردو کشوری	للعہ ر
تفسیر سورۂ یوسف مصری	۶ر
تفسیر سورۂ بروج اردو	۶ر
گلشن رحمت تفسیر سورۂ فاتحہ نظم اردو	۱ر
چہل حدیث مترجم	۰ر
تحفۃ الاخیار۔ یعنی مشارق الانوار	پہ
تفسیر سورۂ نوح ؑ	۲ر
شرح وقایہ اردو	ٹ ر
صبح کا ستارہ اردو	۲ر
رسالہ تجہیز تکفین	۱ر
چہرۃ الفقہ اردو	۱ر
رفاہ المسلمین اردو	۳ر
رانڈوں کی شادی	۱ر
شرع محمدی اردو	۰۲ر
مفتاح الجنۃ	۳۰ر
نصیحۃ المسلمین	۱ر
غنیۃ الطالبین مترجم کشوری	سے ر
مولود مراۃ النجوم مع ریاض النور	
عورتوں کی زبان میں عمدہ ہے	۴ر
منظوم غوثیہ احوال حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ	۱ر
نزول رحمت نظم حالات معراج	۱ر
مولد الحبیب حصہ اول	۰۲ر
ایضاً حصہ دوم	۰۱ر
ذکر شاہ انبیاء	۴ر
مولد تحفۃ الاخیار	۵ر
مجموعہ نجم الضیاء	۲ر
مولد نیر عرش نظم و نثر	۱ر
مولد محمد صادق معروف بہ شفیع	
ناطق نظم و نثر قابل تحسین	۳ر
نظم قادریہ حالات جناب پیران پیرؒ	سہر
مولد بزم میلاد	۱ر
آئینہ مغفرت معروف بہ جام کوثر	۲ر
باغ رسول ﷺ	۲ر
آئینہ شفاعت	۱ر
مولد لطیف	۳ر
مولد رحمت الرحیم	۴ر

نام کتاب	قیمت
مولد روضۃ الرحیم	۵ر
میلاد محمدی ﷺ	۳
مولد بہاریہ	۲ر
مولد بہا جلد معروف منظہر النور	۰۲ر
مولد قنادیل عرش	۱ر
روضۂ جنت و نوید جنت	۰ر
وسیلہ جنت	-ر
مولد شہیدی	۳ر
راہ جنت	۳ر
سنبلستان رحمت	۴ر
اذکار محمدی ﷺ	۳ر
زیارۃ العارفین	۲ر
گلزار ولادت	۴ر
میلاد رسول ﷺ	۰ر
اخبار النبی ﷺ مولد عربی مع ترجمہ اردو بہت عمدہ ہے	۴ر
چہل معجزہ	۱ر
الکلام المبین ۱۴ معجزوں میں ہے	۶ر
مجموعۃ البرکات	۲ر
مجلس گیارہویں	۳ر
مولد مصطفیٰ ﷺ	۲ر
مخزن نعت نعت میں عمدہ ہے	۳
روضۃ النعم	۰۵
مجموعہ معجزات	۰۲ر
معراج نامہ منظوم کلان	۰۲ر
مجمع الحسنات بہت عمدہ کتاب ہے	پہ
اختر مدینہ	۲ر
نتیجہ قیامت	۱ر
ناصر العاشقین	۱ر
مولد شریف بہار ولادت۔ مع	
رسالہ نماز کا پھل	۰۱ر
راحت القلوب فی ذکر المحبوب	۴ر
بہار جنت	۲ر
مولود غلام امام شہید	۳ر
مولود جدید	۰۳ر
مولود شاہ عبد القادر جیلانیؒ	۰۲ر
تاج مرغوب	۰۲ر
تاج پیغمبر ﷺ	۱ر
کلام المحمود	۳ر
چراغ ایمان	۳ر
مولود مکحل البصر	۲ر
مجموعہ صبح ازل شام ابد	۰۲ر

نام کتاب	قیمت
تحفہ فقیر	۱ر
اعجاز علی در مناقب حضرت علی	۲ر
اعجاز غوثیہ	۲ر
حمد و نعت	۰ر
گلزار اعجاز	۱ر
مولود آب کوثر	۱ر
مولود خیر البشر	۱ر
رضوان نعت	۱ر
دیوان لطف	۰۱ر
دیوان قاسم در نعت	۱ر
عناصر الشہادتین	۹ر
سعادت الکونین فی فضائل الحسنین ؑ	۱۴ر
فردوس آسیہ	یہ
جنگ نامہ کربلا	۵ر
جنگ نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ	۰۲ر
جنگ نامہ محمد حنیف	۳ر
دہ مجلس	۲ر
دہ مخزن	ھر
چراغ کعبہ	۱ر
مولود زیور ایمان	۵ر
گلبن نعت	۱ر
جنت کی کنجی	۰۲ر
دیوان لئیق بوستان نعت	۲ر
ذکر الشہادتین	۴ر
رمز الشہادتین	۳ر
گلدستہ ماتم	۲ر
شہادت نامہ	۰ر
عقاید الاسلام	۱۴ر
چشمہ فیض	۰۱ر
گلزار جنت	۰۲ر
گلزار بہشت	۰۲ر
مجمع البرکات	۰۲ر
مولود سعید البیان	۲ر
مولود خوان رحمت	۵ر
نوحہ جات حصہ اول	۰۲ر
ایضاً حصہ دوم	۰۲ر
نوحہ جات کلان	۴ر
انصاف شاہ ولی اللہ صاحبؒ	۶ر
تنویر العینین مع ترجمہ اردو	۰۲ر
فتاوے میلاد	۱ر
معیار الحق	عہ

نام کتاب	قیمت
بحر زخار	۰
حدیقہ مذہب اردو	[illegible]
بوستان ہدایت	۱۱
اذکار الہدیٰ مولود مصطفیٰ	۲۲
گلزار ولادت	۲
حزب المقبول	۳
مجموعہ خطب۔ الضیائی	[illegible]
مجموعہ دہ درود	۱۳
مجموعہ وظائف مترجم	۸
فضائل درود و سلام	۱ر
فضائل بسم اللہ	۲
مسائل البرکات	۶
دلائل الخیرات کاغذ ولایتی ملا ترجمہ	۸
جواہر خمسہ اصلی جلد اول مطبع مجتبائی	۵
سراج السالکین مسائل میں بڑی عمدہ کتاب ہے	۷
مقاصد الصالحین	۳
حکایت الصالحین	۴
مکتوبات حضرت معصوم	۱۳
مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رح	عہ ر
کمالات عزیزی	۰۱
معین الناصحین ترجمہ انیس الواعظین	۳ر
ارشاد الطالبین فارسی	عہ ر
السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل فارسی میں ہے	۰۱
سرچشمہ رحمت تصوف میں جامع کتاب ہے اور اردو زبان ہے	۸
مقید الاحناف یہ بھی ایک عمدہ رسالہ قابل دید ہے	۱ر
الدر المنظوم ترجمہ ملفوظ المخدوم اردو کامل در دو جلد	۹
مبدا و معاد مع اسرار الصلوۃ	۳ر
دیوان فارسی خواجہ میر درد رح	۸ر
دیوان اردو خواجہ میر درد رح	۱۴
علم الکتاب تصوف میں نہایت عمدہ ہے جو آج تک نہیں چھپی فارسی	ھر
بستان المحدثین مؤلفہ شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ۔ یہ کتاب بھی عمدہ ہے	۵

اعلان

تصنیفات

فاضل اجل جناب حافظ

مولوی محمد نذیر احمد خان صاحب کی ترمیم شدہ مع

حواشی جابجا کاغذ کی عمدگی چھاپہ کی صفائی نے خریداروں کے دلوں کو از سرنو

شوق دلایا ہی جن کے نام مع قیمت درج ذیل ہیں محصول ذمہ خریدار ہی

مرآۃ العروس کاغذ ولایتی صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) مستورات کی خانہ داری کے بیان
میں قیمت فی جلد ۸ر + **بنات النعش** ترمیم شدہ کاغذ ولایتی مطبوعہ مطبع انصاری دہلی قیمت فی جلد ۷ر **ایضاً** کاغذ
رسمی فی جلد ۴ر + **توبۃ النصوح** کاغذ ولایتی صفحہ ۲۲۴ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) تعلیم خدا پرستی میں قیمت
فی جلد ۷ر + **محصنات** یعنی فسانۂ مبتلا کاغذ ولایتی صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) تعدد ازدواج کے نقصان
میں قیمت فی جلد ۱۰ر + **ابن الوقت** مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) انگریزی وضع اور لا مذہبی کے نقصان میں قیمت
فی جلد ۱۲ر + **موعظۂ حسنہ** مطبوعہ مطبع انصاری دہلی (مضمون) تعلیم مفید نصیحت خیر بنام نامہ و پیام قیمت فی جلد ۱ر
منتخب الحکایات مطبوعہ مطبع افتخار دہلی (مضمون) حکایات دلچسپ مع حاصل مطلب قیمت فی جلد ۴ر + **چند پند**
مطبوعہ مطبع افتخار دہلی (مضمون) مبتدی بچوں کے پڑھنے کی اردو کتاب جسمیں انکے لیئے مفید مضامین جمع کیے گئے ہیں قیمت فی جلد
۴ر + **صرف صغیر** یعنی قواعد فارسی قیمت فی جلد ۲ر **نصاب خسرو** یہ کتاب نصاب میں ہے قیمت فی جلد ۱ر
اتمام حجت یہ رسالہ نظم اصلاح قوم کے بارے میں ہے قیمت فی جلد ۱ر **مبادی الحکمۃ** بزبان اردو مطبوعہ افتخار دہلی
(مضمون) علم منطق میں بہت عمدہ کتاب ہی جسکے صلے میں مصنف صاحب کو سرکار انگلشیہ سے انعام مرحمت ہوا قیمت
فی جلد ۸ر + **ایامیٰ** یہ مولوی ڈپٹی محمد نذیر احمد خان صاحب کا جدید تصنیف کیا ہوا ناول یعنی فرضی قصہ ہی اسمیں
بیوہ عورتوں کے نکاح نہ کرنے کی دینی و دنیوی خرابیاں دکھائی گئی ہیں قیمت فی جلد ۱۰ر + **رسم الخط**
(مضمون) قواعد املا و انشا مبتدی بچوں کے لیے نہایت عمدہ فائدہ پہنچانے والی
اور بہت بکار آمد کتاب ہی قیمت فی جلد ۲ر + **ما یغنیک فی الصرف**
عربی اردو زبان میں یہ کتاب مبتدیوں کے
نہایت بکار آمد ہی کاغذ
ولایتی قیمت
فی جلد ۸ر کاغذ
رسمی ۵ر زیر طبع ہی

مشتہر

محمد نذیر حسین تاجر کتب دہلی
بازار دریبہ کلان